دعوتِ علم و عمل

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے



- حصولِ علم کا مقصد اور اس کا طریقہ
- حصولِ علم میں رُکاوٹیں
- علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے
- آدابِ حدیث
- مجلسِ اجازتِ حدیث
- عالمِ ربّانی کسے کہتے ہیں
- فضلاء کی خدمت میں
- حسین فکر و عمل اور حسین تعلیم و تربیت
- مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں
- علماء کا آپس کا احترام
- دین کے لئے علماء کی قربانیاں
- دین کی خدمت اور دعوت و تبلیغ کے مختلف طریقے
- تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح
- تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ

at-tazkiyah



تفصیلات

کتاب کا نام	:	دعوتِ علم وعمل
افادات	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ اشاعت	:	محرّم ۱۴۴۰ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۸ء
ناشر	:	ادارہ التزکیہ، لیسٹر، یوکے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com



ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

اجمالی فہرست

پیش لفظ ۴

تعمیلِ حکم: حضرت حاجی شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم ۱۰

تقریظ: حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری دامت برکاتہم ۱۳

حصولِ علم کا مقصد اور اس کا طریقہ ۱۵

حصولِ علم میں رُکاوٹیں ۴۱

علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے ۷۹

آدابِ حدیث ۱۱۳

مجلسِ اجازتِ حدیث ۱۶۱

عالمِ ربّانی کسے کہتے ہیں؟ ۱۸۹

فضلاء کی خدمت میں ۲۳۷

حسین فکر و عمل اور حسین تعلیم و تربیت ۲۶۱

مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں ۳۱۱

علماء کا آپس کا احترام ۳۲۳

دین کے لئے علماء کی قربانیاں ۳۷۳

دین کی خدمت اور دعوت و تبلیغ کے مختلف طریقے ۴۲۷

تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح ۴۹۷

تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ ۵۳۱

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اس دارِ فانی میں نفس و شیطان انسان کو آخرت کی فکر سے غفلت میں ڈالنے کے لئے سینکڑوں، بلکہ ہزاروں رُکاوٹیں ڈالتے رہتے ہیں، اور نت نئے داؤ پیچ استعمال کرتے ہیں، ان سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجنے کا سلسلہ جاری فرمایا، یہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام نفس و شیطان کے جال میں پھنسے ہوئے لوگوں کو چھٹکارا دلا کر آخرت کے لئے مستعد کرتے رہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد علماءِ حقّہ نے (جن کی سب سے اوّل جماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے) انبیاء علیہم السلام کے اس کام کو جاری رکھا، اولیاء اور مشائخ اُس علمِ نبوّت کو جو انہیں وراثت میں ملا مختلف انداز سے لوگوں کی غفلت دور کرنے کے لئے تقسیم کرتے رہے اور کر رہے ہیں، اس سلسلے کی ایک کڑی میرے مشفق و محبوب، مربی و مرشد، محبوب العلماء والمشائخ، نمونۂ سلف، شیخِ وقت، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دَامَتْ بَرَکَاتُھُمْ وَمَدَّ اللّٰہُ فُیُوْضَھُمْ وَأَمْطَرَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنْ رَحْمَتِہِ الْخَاصَّۃِ ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کے قلبِ مصفّٰی سے نکلے ہوئے ہیرے اور جواہرات غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کو بیدار کرنے میں بہت ہی مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔

جو بات دل سے نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے

بندۂ ناکارہ کو بغیر استحقاق کے محض فضلِ خداوندی کے نتیجے میں حضرت والا دامت برکاتہم کی صحبت میں سولہ (۱۶) سال گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، بندہ بغیر مبالغے کے یہ بات عرض کر رہا ہے کہ حضرت جہاں کہیں تشریف لے جاتے ہیں آپ کے مواعظ و ملفوظاتِ عالیہ سے ہر طبقے کو فائدہ ہوتا ہے، اس بات میں بھی کوئی شک نہیں، بلکہ لوگ میری اس بات کی تائید کریں گے کہ آپ کے مواعظ میں اُمّت کے لئے تڑپ اور درد محسوس ہوتا ہے، اور یہ آپ کے خلوص کی

دلیل ہے کہ آپ کے ذریعے دل کی کتنی ہی بنجر اور ویران کھیتیاں سیراب ہو کر لہلہانے لگیں۔

۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰۱۶ء میں حضرت کا کنیڈا اور امریکہ کا دینی اور دعوتی سفر ہوا، ایک صاحب آپ کا وعظ سننے کے لئے کئی ہزار میل کا سفر کر کے نیو یارک (New York) تشریف لائے، دورانِ گفتگو انہوں نے کہا کہ میں حضرت کا ممنون اور مشکور ہوں، میں جس علاقے میں رہتا ہوں وہاں دین کی فضا نہ ہونے کے برابر ہے، میں اور میرے گھر والے دین پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہمارے لئے دین کو سیکھنے اور سمجھنے کا سہارا آپ کا لٹریچر اور آپ کے بیانات ہیں، اس قسم کے اور بھی متعدد واقعات ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کے بیانات پچھلے چند سالوں سے باقاعدگی سے کتابچوں کی شکل میں چھپنا شروع ہوئے، محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت والا دامت برکاتہم کے اخلاص کی برکت سے عوام وخواص میں آپ کے تقریری مواعظ کی طرح یہ تحریری مواعظ بھی بہت مقبول ہوئے، ان سے ہر طبقہ فائدہ اُٹھا رہا ہے، حضرت والا کے ایک محب ومحبوب، نوجوان اور صالح عالمِ دین مولانا صفوان بن آدم زید مجدہم نے ازراہِ محبت وعقیدت ان مطبوعہ مواعظ کو انڈیا میں طبع کرانے اور عام کرنے کا سلسلہ شروع کیا، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائیں، انہوں نے ہر وعظ کی الگ الگ طباعت کے بعد ان مواعظ کی مقبولیت اور افادیت کے پیش نظر انہیں یکجا کر کے شائع کرنے کا اہتمام کیا تاکہ ان منتشر موتیوں کو لڑی میں پرو کر کتب خانوں کی زینت بنایا جائے اور لوگ زیادہ سے زیادہ مستفیض ہو سکیں، مزید یہ کہ انہوں نے حضرت والا دامت برکاتہم کی خواہش پر اپنے شیخ ومرشد حضرت حاجی شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم کی تقریظ حاصل کر کے اس مجموعے کی قدر وقیمت کو اور بڑھا دیا۔

حضرت والا دامت برکاتہم کی بھی چاہت ہوئی کہ الگ الگ موضوع پر چھپنے والے ان مواعظ کو ایک مجموعے کی شکل میں ادارہ التزکیہ کی طرف سے طبع کرا دیا جائے تاکہ ایک جگہ محفوظ ہو جائیں اور لوگوں کو استفادہ کرنے میں آسانی رہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر کے ثواب میں مولانا صفوان زید مجدہم بھی شامل رہیں گے۔

یہ مجموعہ چودہ (۱۴) مواعظ پر مشتمل ہے، اور اس کا نام ''دعوتِ علم وعمل'' رکھا گیا ہے اس لئے کہ اس میں جو مواعظ ہیں وہ ہر طبقے کے افراد کو انہی دو باتوں کی طرف متوجّہ کررہے ہیں، میری قارئین سے درخواست ہے کہ ان مواعظ کو عمل کی نیت سے بغور پڑھیں اور ان قیمتی اور مفید باتوں کو حرزِ جان بنانے کی کوشش کریں تاکہ ہماری دینی و اصلاحی، علمی و عملی ترقّی ہو، اس موقع پر مناسب ہوگا کہ حضرت والا دامت برکاتہم کے مواعظ کے سلسلے میں علماء ومشائخ کے تاثّرات نقل کئے جائیں تاکہ قارئین ان مواعظ کی قدر کرکے ان سے کماحقّہٗ استفادہ کرسکیں:

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی): ''حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم جو برطانیہ میں علم ودین کی ترویج اور نوجوانوں میں دعوتی اور اصلاحی کام کے ذریعہ ماشاء اللہ گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں، انہوں نے اپنا ایک خطاب ''عالمِ رَبّانی کسے کہتے ہیں'' بندے کو ارسال فرمایا جو انہوں نے دارالعلوم بولٹن میں علماء کے ایک مجمع میں کیا تھا۔ یہ خطاب نہایت قیمتی نصیحتوں پر مشتمل ہے جس سے بندے نے استفادہ کیا، اور بندے کو بھی اس سے فائدہ پہنچا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔''

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم (مفتیٔ اعظم پاکستان): ''آپ نے بزرگانِ دین کے حوالے سے جس دل سوزی کے ساتھ ''اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ'' پر عمل کیا ہے، اور آیات واحادیث اور بزرگانِ دین کے حکیمانہ اقوال نقل کرکے فارغ التحصیل علماء اور زیرِ تعلیم طلبہ کو جو قیمتی راہِ عمل دکھائی ہے، امید ہے کہ اس سے سامعین نے خوب استفادہ کیا ہوگا، مجھے بھی ان کے مطالعہ سے بحمد اللہ فائدہ محسوس ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے، اور آپ کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے، اور ان دونوں رسالوں اور آپ کے دوسرے بیانات کو اُمت کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنا کر شرفِ قبولیت سے نوازے۔''

حضرت مولانا قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم (مُجازِ خاص مصلح الامّت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ): ''ماشاء اللہ رسائل موصول ہوئے، بہت ہی مفید ہیں، ان کی طباعت سے مجھے بہت خوشی ہوگی اور آپ کے مواعظ اُمت کے لئے نفع بخش ثابت ہوں گے ان شاء اللہ، اُس کی قبولیت وافادیت کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔''

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفۂ اجل حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ): ''حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید فضلہ، بانی و شیخ الحدیث، جامعہ ریاض العلوم لیسٹر، یوکے، کی ایک اہم اور قیمتی تقریر طبع ہوئی ہے جو موصوف نے پورے سوزِ جگر سے دار العلوم بولٹن کے فضلاء کے سامنے کی ہے اور جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد

مولانا مدّظلہ کی یہ تقریر ہر مدرسہ کے طلباء میں تقسیم کرنے کے قابل ہے، تاکہ طلبہ عزیز ہمارے اسلاف کے ذوقِ علم، ذوقِ عبادت اور بلند اخلاق سے متصف ہوکر روشنی کا مینار ثابت ہوں۔''

حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، انڈیا): ''واقعہ یہ ہے کہ علماء کی نئی نسل میں علمی ذوق، اپنی اصلاح کی فکر اور اپنے اسلاف واکابر سے وابستگی میں کمی کا جو احساس آپ شدت سے فرمارہے ہیں بالکل بجا ہے، آپ نے مرض کی صحیح تشخیص فرما کر جو علاج تجویز فرمایا ہے اس کو پوری قوت ویقین کے ساتھ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلِ دردمند کے ساتھ زبانِ ہوش مند عطا فرمائی ہے جن کے ذریعہ آپ نئی نسل کی رہنمائی کا فریضہ نہایت عمدگی اور سلیقہ سے انجام دے رہے ہیں۔''

حضرت مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی بستوی دامت برکاتہم (استاذِ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ): ''حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب کے علمی اور اصلاحی مواعظ میں اللہ جلّ شانہٗ نے خاص تاثیر رکھی ہے، وہ بڑی سادگی اور پرکاری کے ساتھ دل کے مِضراب کو

چھیڑتے ہیں، بڑی حکمت، لینت اور جرأت کے ساتھ دُکھتی رگوں پر ہاتھ رکھتے ہیں، اور جو بات بھی فرماتے ہیں علمی حوالوں کے ساتھ ہوتی ہے، ان کی یہ صفت قابلِ ستائش اور قابلِ تقلید ہے کہ اپنے مواعظ وخطابات کی اشاعت میں جلد بازی نہیں کرتے بلکہ تمام باتوں کی تحقیق اور انہیں مستند حوالوں سے مزین کرنے کے بعد ہی خطبات ومواعظ کی اشاعت کی اجازت دیتے ہیں۔''

حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ): ''حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب کی مجالس اور مواعظ میں آفتاب ومہتاب کا نور، گلستان کی مہک اور بہاروں کی آرائش ہوتی ہے، مولانا کے مواعظ ونصائح برطانیہ سے باہر دنیا کے کونے کونے میں مشہور ہیں اور وقتاً فوقتاً بادِ صبا بن کر ابرِ بہاری سے دنیا کے چاروں کونوں کو سیراب کرتے ہیں، میں نے مولانا کے کئی مواعظ سنے، ان میں حسنِ گفتار اور فصاحت وبلاغت کے ساتھ سکینت واطمینان کی کیفیت ہوتی ہے، اردو میں ان کی شیریں بیانی ایسی دلآویز ہوتی ہے کہ آدمی کا دل چاہتا ہے کہ ان کا وعظ دراز سے دراز تر ہوجائے، اردو میں ان کے لب ولہجہ اور الفاظ وکلمات سن کر ان پر اہلِ زبان ہونے کا یقین ہوجاتا ہے، مولانا علم وعمل کے ساتھ تصوّف کو اس طرح جوڑتے ہیں جیسے دودھ میں شہد ملایا جائے، بزرگوں اور اکابر کی عبارات کو یوں فرفر سناتے ہیں کہ بے اختیار ان کے حافظے کی داد دینی پڑتی ہے، نوجوانوں کی اصلاح کا زبردست سلیقہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے، مولانا حضرت مولانا حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے میکدے کے مے خواروں میں شامل ہیں، ان کے مواعظ میں اس میکدے کی شرابِ معرفت کا ذائقہ بھی ملتا ہے۔''

حضرت مفتی فاروق صاحب لوہاروی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث دار العلوم لندن): ''حضرت مولانا مدظلہم کو نظم ونسق، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی طرح وعظ وبیان اور تقریر وخطاب میں بھی قدمِ راسخ ویدِ طولیٰ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شیریں بیانی، پُرکشش طرزِ بیان، ترتیبِ مضامین اور ہر مضمون کو عام فہم اور بڑے خوب صورت انداز میں پیش کرنے کا غیر معمولی ملکہ عطا فرمایا ہے۔ ان کا ہر خطاب بڑا عالمانہ، شگفتہ، شائستہ، برمحل اور ''روحِ بے تاب'' و

’’قلبِ بیدار‘‘ کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ہر تقریر ان کی علمی شادابی اور فکری زرخیزی کی شاہدِ عدل اور ہر وعظ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ کا بہترین نمونہ ہوتا ہے۔ آپ ہر تقریر میں اپنا دل کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ آپ کا ہر وعظ اور ہر مجلس سوزِ دروں کی عکّاس اور قلبی احساسات کی غمّاز ہوتی ہے، جس میں کئی آنکھیں پُر آب ہوجاتی ہیں اور بہت سے دل امنڈ آتے ہیں۔ ہر لفظ ہیرے جواہرات سے زیادہ گراں، آتش فروزاں سے زیادہ پُرسوز، درد و کرب سے لب ریز، درّ یتیم سے زیادہ صاف ستھرا، تختِ طاؤس سے زیادہ قیمتی، اخلاص و وفا سے دُھلا ہوا، احتساب و للّٰہیت سے تاباں، خونِ جگر سے رنگیں، بس یوں محسوس ہوتا ہے کہ دل کی بے چینی اور کرب و سوز، الفاظ و عبارات کے جامے میں تبدیل ہو رہا ہے۔ بولتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ الفاظ کے موتی رولتے ہیں اور اسلامی شریعت و حکمت اور علم و عرفان کی اپنی شیریں اور مشک و عنبر سے دھلی ہوئی زبان سے اہالیانِ اسلام کی حُدی خوانی کر رہے ہیں۔ اُن کی دل نشیں و دل آویز تقریریں سننے کے لئے سب لوگ گوش بر آواز ہوتے ہیں۔ آپ کی زبان سے عشق و محبت اور کیف و مستی کا نغمہ کانوں میں پڑتا ہے، تو دلوں کی کیفیت بدل جاتی ہے اور مجلسِ وعظ سے اس حال میں اٹھتے ہیں، کہ ان کا دل ایمان کے جذبے سے معمور اور علم و معرفت کی لذت سے مخمور ہوتا ہے اور آپ کی شیریں بیانیوں کے ذائقے سے کام و دہن مدّتِ مدید تک لطف اٹھاتے رہتے ہیں اور خود کو اس کے مضمون پر عمل پیرا ہونے پر آمادہ پاتے ہیں۔‘‘

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو قبول فرما کر مقبولیتِ عامّہ عطا فرمائیں اور انہیں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں، ربِّ کریم دل سے نکلی ہوئی ان دل سوز باتوں کے ذریعے خلقِ کثیر کو فائدہ پہنچائیں، ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس مجموعے کی تیاری میں حصّہ لینے والے میرے تمام رفقاء کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ (آمین)

احمد پٹیل عفا اللہ عنہ

خادمِ حدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

۳۰ ذوالحجۃ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۲۰۱۸ء

تعمیلِ حکم

حضرت حاجی شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم

مجازِ بیعت حضرت مفتی محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

کیا لکھوں؟... کیسے لکھوں؟... لکھنا نہیں آتا... پڑھنا نہیں آتا... مکتب کا رُخ بھی کبھی نہیں کیا۔

اگر تعمیلِ حکم میں کچھ لکھ بھی دوں... تو لکھنے والوں کے درمیاں ایسا ہی ہوگا جیسے ''ریشم میں ٹاٹ کا پیوند''۔

نہ لکھوں تو کیوں نہ لکھوں؟... جب کہ محبوب کا حکم ہے کہ کچھ لکھ دے!...

نہ لکھوں تو حکم عدولی... کس کی؟... میرے محبوب ''سلیم'' کی...

''سلیم'' روٹھ جائے تو سلامتی روٹھ جائے گی...

اور صرف سلیم کہنا... نہ القاب نہ آداب... مگر کیا کروں؟... پہلی ہی سطر میں اپنا عذر پیش کر دیا، مجھے کچھ بھی تو نہیں آتا۔

لکھنے والوں میں یقیناً کوئی بھی ایسا نہ ہوگا... جس نے آپ سے ایسا گستاخانہ خطاب کیا ہو...

کوئی کرے بھی کیسے؟... کہ سب اہلِ باطن کی نگاہ آپ کے باطن پر ہے...

اور آپ کے مقام ومرتبہ، علمی وعملی کمالات اور اخلاقی خوبیوں سے سب واقف ہیں۔

حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری دامت برکاتہم نے ''دین کے لیے علماء کی قربانیاں'' نامی کتاب کی تقریظ میں آپ کے بارے میں جو کچھ لکھ دیا ہے اس کے بعد کچھ لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اللہ کرے زورِ شباب اور زیادہ...

ہاں! ایک بات ضرور عرض کرونگا... کہ جو جو کتابیں مولانا صفوان بن آدم سلمہ کے ذریعہ پہنچتی ہیں، اس کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں...

الحمدللہ! کتابوں کی ہر لائن ''دل کی لائن'' کو صحیح کرتی جاتی ہے...

اور آپ کی باتیں دل پر ایسا اثر ڈالتی ہیں کہ غیر اختیاری طور پر زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں... کہ ''شکیل! قدر کر لے، محبت کر لے حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم سے...

کہ انہوں نے دینی درد اور امت کے غم میں ڈوب کر، جس دل کی کیفیت سے لکھا یا بیان کیا ہے، کوئی جملہ ایسا نہیں، جس میں وہ محسوس نہ ہو''...

بے اختیار زبان سے نکل ہی جاتا ہے کہ ''یہ کوئی بڑا اللہ کا ولی معلوم ہوتا ہے...

اگر ان کے ساتھ سلام و پیام کسی بھی ذریعے ہوسکتا ہو تو باقی رکھنا،... شکیل! تیرے لئے بڑی سعادت ہوگی''۔

تحریری گستاخی معاف... براہِ راست کلام کی ہمت نہیں پاتا... کیونکہ بالواسطہ دل کے عیوب تو چھپے بھی رہتے ہیں...

کہیں براہِ راست بات کر لینے سے عیوب کھل جائیں اور آپ کی محبت کو ٹھیس پہنچ جائے... اور راہِ محبت میں چلنے والا یہ مُحِبّ اپنی راہ سے بھٹک نہ جائے۔

اللہ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر مستقیم رکھے... اور محبوب ''سلیم'' کے طفیل ہمیں بھی قلبِ سلیم عطا فرمائے...

جس وقت جس انداز سے... جن نیتوں اور جذبات سے... جو کام اس کو پسند ہو، اس کی توفیق عطا فرمائے... اور اپنی مہربانی سے اس کو قبول فرمائے...

اللہ تعالیٰ تمام داعیانہ صفاتِ مطلوبہ و محمودہ سے نواز دے...

عفت، عافیت، مقبولیت، محبوبیت اور عین سنت طریقے پر کامل اخلاص سے کام لے... اور قبول فرمالے...

اور ہم سب کا اپنے اپنے وقت پر خاتمہ ایمان پر کرے... اور اللہ واسطے کی اس محبت کے بدلے میں عرش کا سایہ نصیب فرمائے... آمین

توجّہ اور دعا کا محتاج

شکیل احمد، پنویل، نئی بمبئی

۱۴ شوال ۱۴۳۹ھ، بمطابق ۲۸ جون ۲۰۱۸ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری دامت برکاتہم

ناظمِ اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان وشیخ الحدیث ورئیس جامعہ خیر المدارس ملتان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ، مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

وہ آیاتِ کریمہ جن میں علم کی فضیلت واہمیت، تفکّر وتدبّر اور کائنات کے اسرار ورموز میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے، تقریباً ایک ہزار ہیں، نیز شریعتِ مطہّرہ میں علم کو معیارِ فضیلت قرار دینا بھی حصولِ علم کے اہم اور واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے، علم امام ہے اور عمل اس کا تابع، علم اساس و بنیاد ہے اور عمل اس پر بنی عمارت..... جیسے سلفِ صالحین کے اقوال اور قرآنِ پاک کے اسلوبِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علم وعمل کے مابین نسبت تلازم کی ہے، علم حاصل ہوگا تو عمل کی توفیق کی امید کی جاسکتی ہے، کیونکہ علم کے باوجود عمل میں کوتاہی کرنے کو علمائے کرام نری جہالت قرار دیتے ہیں۔

علم وعمل کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم، بانی وشیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی لیسٹر، برطانیہ نے ''دعوتِ علم وعمل'' کے نام سے شائستہ، روح پرور، دلنشین خطبات کا مجموعہ ترتیب دیا ہے، یہ خطبات فارغ التحصیل علماء اور زیرِ تعلیم طلبائے علومِ دینیہ کے سامنے وقتاً فوقتاً پیش کیے گئے ہیں۔

یہ خطبات جہاں زبان و بیان کی شائستگی کا مرقّع ہیں، وہیں مستند مواد، قرآن وحدیث کے حوالوں، بزرگانِ دین اور اکابر رحمہم اللہ علیہم کے حالاتِ زندگانی، قصص وواقعات سے مزین

ایک سدا بہار گلدستہ ہیں۔

ان خطبوں اور تقاریر کا مرکزی نقطہ اور بنیادی خیال، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے علم وعمل کی دعوت دینا ہے، کیونکہ علم بغیر عمل کے وبال، اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے، علم حاصل کرنے کا مقصد، آداب اور ذرائع کی وضاحت کے ساتھ حضرت مولانا دامت برکاتہم نے علم پر عمل کی مثالیں بھی اکابر رحمۃ اللہ علیہم کے حالات وواقعات سے چُن کر دلنشین اور فکر انگیز پیرایے میں بیان کی ہیں۔

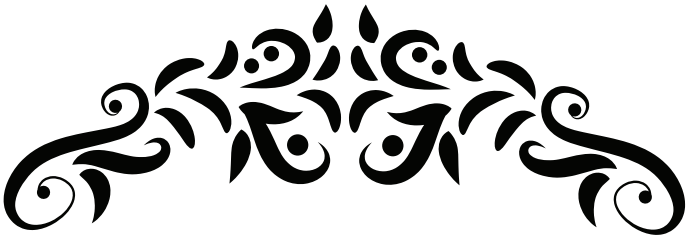
گذشتہ دنوں ساؤتھ افریقہ کے دعوتی سفر کے دوران مدرسہ انعامیہ (ڈربن) کی طرف سے سالانہ اجتماع میں شرکت کی دعوت ملی، یہ اجتماع ۲۵ دسمبر ۲۰۱۸ء بمطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ کو منعقد ہوا، اس اجتماع میں حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے از راہِ خورد نوازی یہ کتاب مستطاب راقم الحروف کو دی اور تقریظ لکھنے کا فرمایا، حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم سے عرصہ دراز سے دوستانہ تعلّق اور نوجوانوں میں ان کی دینی ودعوتی کاوشوں اور محنتوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کی خاطر راقم الحروف نے تقریظ لکھنے کی حامی بھری، اور زیرِ نظر سطور سپردِ قلم کیں، وگرنہ راقم الحروف خود کو تقریظ وغیرہ لکھنے کا اہل نہیں سمجھتا۔

دعا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ تقاریر وخطبات کے ظاہری وباطنی خوبیوں سے مزین اس مجموعے کو اُمّتِ مسلمہ کی ہدایت کا باعث بنائیں، اور ہم سب کو اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ دین کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں مشغول فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

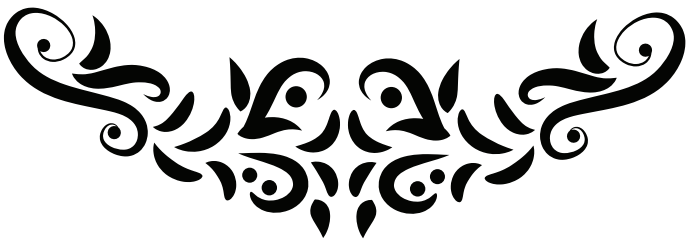
والسلام

محمد حنیف جالندھری

۲۹ رجب ۱۴۴۰ھ۔ ۱۶ اپریل ۲۰۱۹ء



حصولِ علم کا مقصد
اور اس کا طریقہ





تفصیلات

کتاب کا نام	:	حصولِ علم کا مقصد اور اس کا طریقہ
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	شوال ۱۴۳۴ھ۔ اگست ۲۰۱۳ء
مقامِ وعظ	:	جامعہ ریاض العلوم، اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
تقریب	:	طالبینِ علم کے ساتھ مذاکرہ



فہرست

تقریظ: حضرت مفتی احمد صاحب دیولوی دامت برکاتہم ۱۹

حصولِ علم کا مقصد اور اس کا طریقہ ۲۱

نعمتِ عظمیٰ پر مبارک باد ۲۱

بنیادی چیز اخلاص ہے ۲۲

نیت کیا ہونی چاہئے؟ ۲۳

ایک ہی غرض: رضاءِ الٰہی ۲۳

تین مراحل ۲۳

جتنا خلوص اُتنی ترقّی ۲۴

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ ۲۵

اخلاص کے ساتھ محنت بھی شرط ہے ۲۵

قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶

قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کا درس میں حاضری کا بے مثال اہتمام ۲۷

معلّمین ومعلّمات کے لئے دعوتِ فکر ۲۸

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طلبِ علم کے لئے مشقّت اور قربانی ۲۸

طالبِ علمی میں ایثار کا جذبہ ۲۹

طالبِ علمی میں زہد اور تعفّف ۳۰

طالبِ علمی میں ہمدردی اور سخاوت ۳۰

حصولِ علم کی خاطر اپنی مرضی کو فنا کرو ۳۱

وقت کی پابندی اور دل ودماغ کے ساتھ حاضر رہنا ۳۲

علمی استغناء سے پرہیز اور تکرار ومذاکرہ کی اہمیّت ۳۲

ایک بادشاہ کو پوری ہدایہ یاد تھی ۳۳
قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت انگیز محنت ۳۴
قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال حافظہ ۳۴
محنت میں سب کچھ آ گیا ۳۵
مدرسے کے قوانین کے بارے میں قاری صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی ملفوظ ۳۵
اخلاص کے ساتھ محنت کر کے تو دیکھو ۳۶
گفتگو کا خلاصہ ۳۶
نقصانِ عظیم ۳۷
دعا ۳۸
ماٰخذ و مراجع ۳۹





اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنِّیَّات

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

تقریظ

حضرت مفتی احمد صاحب دیولوی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر، گجرات، انڈیا

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، وَبَعْدُ

طلبِ علم کی توفیق اللہ کی بڑی نعمت ہے، طالب علم کا عند اللہ اتنا عظیم مقام ہے کہ کائنات علوی وسفلی کی تمام تر مخلوقات بلکہ سمندر کی مکین مچھلیاں تک طلبۂ علم کے لیے محو دعا و استغفار رہتی ہیں، اور ہونا بھی چاہیے کہ زمانۂ طلبہ علمی میں جو سنور جاتا ہے وہ پورے عالم کے سنورنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور خدانہ کردہ یہاں کوئی بگڑتا ہے تو وہ کہیں نہیں بن پاتا، جیسے رحم مادر میں پیدا شدہ عیوب کے لیے دنیا کی کوئی دواء کارگر ثابت نہیں ہوتی۔

طلبِ علم کے لیے اخلاص وللّٰہیت، محنت و جفاکشی، خوش خلقی، تواضع وانکساری، بلند حوصلگی، قوانین کی پابندی اور سب سے بڑھ کر اپنے اساتذہ کا ادب واحترام جہاں مرکزی شرائط ہیں، وہیں نیت کا فساد، ارتکابِ معصیت، بے ادبی، لایعنی میں مشغولی، سستی و کاہلی، غفلت و بے اعتنائی وغیرہ موانع وعوائق ہیں جن کا شعوری وغیر شعوری طور پر ہونے والا ارتکاب دور حاضر میں بہت سے طلبہ کی حرمان نصیبی کا اہم ذریعہ ہے۔

محبوب محترم حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب مدظلہم نے زیر مطالعہ رسالہ میں بہت وضاحت کے ساتھ ان امور پر روشنی ڈالی ہے اور انہیں نصوص و واقعات سے خوب اجاگر فرمایا ہے، اور اس طرح طلبۂ کرام کے لیے بہت ہی قیمتی سوغات پیش فرمائی ہے۔

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات زید مجدہ السامی کی ذاتِ گرامی بہت باتوفیق اور فیض رساں ہے، آپ اپنے اکابر کے منظور نظر اور مرکز توجّہات ہیں، اللہ تعالیٰ نے یورپ کے

سب سے اہم اور کلیدی ملک برطانیہ میں آپ سے دین کی خدمت اور اشاعت وتبلیغ کے حوالے سے ہمہ گیر اور ہمہ جہتی کام لیا۔

آپ نے برطانیہ کے ایک بڑے شہر لیسٹر میں اسلامک دعوہ اکیڈمی اور مدرسہ ریاض العلوم کے نام سے عظیم دینی ادارہ قائم فرمایا ہے جہاں کے آپ شیخ الحدیث بھی ہیں، تعلیم کے ساتھ تربیت واصلاح امت پر بھی آپ کی بڑی گہری نظر ہے، آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مجازِ بیعت بھی ہیں اور اپنے مشائخ واکابر کے ایماء وارشاد پر اپنے ادارہ میں خانقاہ بھی چلاتے ہیں، برطانیہ کی امت اسلامیہ میں آپ کی خانقاہ کا بڑا فیض ہے۔

مولانا موصوف ایک قادر الکلام، سلیس اللسان اور با اثر خطیب ومقرر بھی ہیں، پورے برطانیہ میں آپ کے خطاب کا فیض عام ہیں، اور لیسٹر میں ہفتہ واری اور ماہانہ اجتماعات میں آپ کا سوز دروں سے نکلنے والا وعظ بھی ہوتا ہے، جس سے ملک بھر کے عوام عموماً اور بالخصوص نوجوانان امت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے، برطانیہ کے علاوہ یورپ، امریکہ، براعظم افریقہ کے بہت سے ممالک اور ہندوستان میں بھی وقتاً فوقتاً آپ کے خطابات سے امت مستفید ہوتی رہتی ہے، مختلف متنوع موضوعات پر کیے گئے آپ کے خطابات نوک و پلک کی درستی کے بعد زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

دعاء ہے کہ مولانا مدظلہ کا فیض عام وتام ہو، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

احمد دیولوی

حصولِ علم کا مقصد اور اس کا طریقہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

نعمتِ عظمیٰ پر مبارک باد

اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں علم کے ساتھ وابستگی عطا فرمائی، علم کو پڑھنے اور پڑھانے کا شوق عطا فرمایا، اس کی رغبت عطا فرمائی، شعبان میں ہم سب اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے اور تقریباً چھ ہفتے مدرسے کے نظام سے ہٹ کر اپنی مرضی سے آزادی کے ساتھ جس طرح وقت گزارنا چاہا گزارا، بہت سے وہ ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیق سے اپنی چھٹیوں کے ایام بھی اچھی طرح گزارتے ہیں، اور کچھ وہ بھی ہوتے ہیں جن کی چھٹیاں لایعنی اور معاصی میں، سستی اور کاہلی کے ساتھ گزر جاتی ہیں، چھ ہفتے مدرسے سے دور رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ شانہٗ نے دوبارہ یہاں آنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، کچھ لوگ چھٹیوں میں پھسل جاتے ہیں، کچھ لوگ آنے کے بعد بھی شروع سال میں پھسل جاتے ہیں، کچھ لوگ درمیانی سال میں پھسل جاتے ہیں، شیطان طرح طرح کے وساوس ڈالتا ہے کہ کھانا اچھا نہیں ہے، رہنا اچھا نہیں ہے، کلاس کے ساتھی اچھے نہیں ہیں، کمرے کے ساتھی اچھے نہیں ہیں، timetable (نظامُ الاوقات) بہت مشکل ہے، اردو سیکھنا مشکل ہے، عربی سیکھنا مشکل ہے، اساتذہ کے ساتھ compatibility (مناسبت) نہیں ہے، مدرسہ گھر سے بہت دور ہے، میری ماں گھر میں اکیلی ہیں، والد اکیلے ہیں، بھائی بہن بگڑ جائیں

گے، شیطان طرح طرح کے خیالات پیدا کرتا ہے اور کچھ لوگ ان وساوس کے نتیجے میں پھسل جاتے ہیں، ہمیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ انہوں نے ہمیں پھسلنے سے بچایا اور ہمیں توفیق عطا فرمائی اور ہم اپنی مادرِ علمی میں پھر آ گئے، اپنے اساتذہ کی گود میں پھر پہنچ گئے، اس عزم کے ساتھ کہ ایک اور سال پڑھنا ہے اور پڑھتے رہنا ہے جب تک تعلیم مکمل نہ کرلیں اور اس کے بعد اسی کام میں لگے رہنا ہے جب تک روح نہ نکلے، میں آپ سب طالبینِ علمِ نبوّت کو اس نعمتِ عظمیٰ پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت پر عمل کرتے ہوئے اپنی اور تمام اساتذہ کی جانب سے مرحبا کہتا ہوں۔

بنیادی چیز اخلاص ہے

ہمارے لئے بنیادی چیز اخلاص ہے، یہ ایسی چیز ہے جس کی ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ[1]

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح البخاری میں سب سے پہلے اسی حدیث کو ذکر کیا ہے، صاحبِ مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی حدیث کو پہلے ذکر کیا ہے، شارحین فرماتے ہیں کہ دونوں حضرات خود اپنے آپ کو، پڑھنے پڑھانے والوں کو اس بات کی طرف متوجّہ کر رہے ہیں کہ لکھنا، پڑھنا، پڑھانا، یہ سب اُس وقت مفید ہوگا جب کہ نیت اچھی ہوگی۔[2]

---

[1] صحيح البخاري، باب كيف كان بدء الوحي، ح(۱)

[2] مرقاة المفاتيح: ۱/ ۹۲، انعام الباری: ۱/ ۱۷۹

نیت کیا ہونی چاہئے؟

نیت کیا ہونی چاہئے؟ نیت ہونی چاہئے رضاءِ الٰہی کے حصول کی، تفصیل اس کی یہ ہے کہ میں علم اس لئے حاصل کر رہا ہوں تا کہ مجھے پتا چل جائے کہ میرا خالق اور مالک کس بات سے راضی ہوتا ہے اور کس بات سے ناراض، جس بات سے راضی ہوتا ہے اس کو میں کروں گا، جس بات سے ناراض ہوتا ہے اس سے بچوں گا، اور یہ جان لینے کے بعد صرف عمل کرنے پر اکتفاء نہیں کروں گا بلکہ دوسروں کو بھی بتاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے راضی ہوتے ہیں، ان باتوں سے ناراض، اور کوشش کروں گا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچ جائیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے کاموں کو کرنے لگیں، جب میں یہ کام کروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگا۔

ایک ہی غرض: رضاءِ الٰہی

طالبِ علمی کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ راضی ہوگا کہ میرا بندہ میری رضا کو معلوم کرنے کے لئے پڑھ رہا ہے، اس کا ultimate aim (انتہائی مقصد) یہی ہے کہ مجھے راضی کرے، پھر اس پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ اور راضی ہوگا، دوسروں کو عمل کروائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور راضی ہوگا، بس طلبِ علم اور حصولِ علم کا صرف یہی ایک مقصد ہونا چاہئے، یہی ایک غرض ہونی چاہئے، یہی ایک نیت۔

تین مراحل

پہلا مرحلہ کیا ہے؟ میں علم اس لئے حاصل کر رہا ہوں تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کن باتوں سے راضی ہوتا ہے اور کن باتوں سے ناراض، اس کے بعد دوسرا مرحلہ یہ

ہے کہ اس علم پر عمل کروں گا، جیسے جیسے معلوم ہوتا جائے گا عمل کرتا چلا جاؤں گا، اور اس کے بعد تیسرا اور آخری مرحلہ یہ ہے کہ میرے دوسرے جو مسلمان اور انسانی بھائی بہن ہیں ان کو بھی سکھاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ اِن باتوں سے راضی ہوتا ہے اِن باتوں سے ناراض اور پھر اِن پر عمل کراؤں گا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف تعلیم وتعلّم پر اکتفاء نہیں کرتے تھے، بلکہ عمل بھی کرواتے تھے، ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾[1] کے یہی معنیٰ ہیں کہ سکھاتے بھی تھے اور تزکیہ کے ذریعے عمل پر بھی لاتے تھے، تو اخلاص ہمارے لئے بنیادی چیز ہے۔

جتنا خلوص اُتنی ترقّی

اخلاص کے ساتھ محنت بھی چاہئے، اخلاص ہر چیز میں ضروری ہے، نیت کو ٹٹولتا رہے، نیت کو دیکھتا رہے، ایسا خیال نہیں آنا چاہئے کہ میں بہت بڑا عالم بن جاؤں گا، شہرت ملے گی، لوگ پیچھے چلیں گے، واہ واہ کریں گے، following (حلقہ) ہوگا، بیانات کروں گا، کانفرنسوں میں جاؤں گا، یہ ساری تفصیل اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے، ہمیں تو اجمال چاہئے کہ اے اللہ! ہمیں اپنے علم کی خدمت کے لئے قبول فرمالے، بس اللہ سے یہ دعا کرو، اے اللہ! ہمیں اپنے علم کے لئے قبول فرمالے، اپنا بنالے اور اپنے کام میں لگا دے۔ اپنے اخلاص کو چیک (check) کرتا رہے اور دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ! میری نیت کو خالص کر دیجئے۔ نیت جتنی خالص ہوگی اتنی ہی ترقّی ہوگی۔

---

[1] البقرۃ: ۱۲۹

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اخلاص کے ساتھ پڑھا، پڑھایا اور دین کی خدمت کی تو دنیا کا کوئی کام اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، یہ کام سب سے افضل ہے، اور اگر خدانخواستہ اخلاص کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو یہی دولت دنیا کی سب سے گھٹیا چیز ہوجائے گی۔[1] یعنی ایک شخص حصولِ علم اور طلبِ علم میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہتا ہے تو اس عمل کا دوسرا کوئی عمل مقابلہ نہیں کرسکتا، اور اگر اخلاص کے بغیر پڑھتا ہے، اخلاص کے بغیر پڑھاتا ہے، تو یہ عمل اتنا گھٹیا ہوجاتا ہے کہ اس سے گھٹیا کوئی چیز نہیں ہوتی، اخلاص ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آئے گی، مدد آئے گی، ہمّت ملے گی، توفیق نصیب ہوگی، اخلاص نہیں تو کچھ نہیں، ڈگمگا جائے گا، حالات کا مقابلہ نہیں کرسکے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید نہیں ہوگی۔

اخلاص کے ساتھ محنت بھی شرط ہے

تو سب سے اہم چیز اخلاص ہے اور اس کے ساتھ دوسری چیز محنت، عربی کا مقولہ ہے کہ مَنْ طَلَبَ شَیْئاً وَجَدَّ وَجَدَ، جو شخص کسی چیز کو طلب کرتا ہے اور اس کے لئے کوشش کرتا ہے تو پاتا ہے اور دوسرا جملہ ہے مَنْ قَرَعَ بَاباً وَلَجَّ وَلَجَ، جو کسی دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے اور اصرار کرتا ہے، لگا رہتا ہے اس جذبے کے ساتھ کہ میں نہیں ٹلوں گا، داخل ہوکر ہی رہوں گا، تو ایسا شخص کسی نہ کسی وقت داخل ہو ہی جاتا ہے، مَنْ جَدَّ جو کوشش کرتا ہے وَجَدَ، وہ پاتا ہے اور مَنْ لَجَّ، جو دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے اور اس سے

---

[1] کامیاب طالبِ علم، ص: ۳۰

چمٹا رہتا ہے وَلَجَ، وہ کسی نہ کسی وقت داخل ہوجاتا ہے، تو ہمیں جَدَّ کا بھی فاعل بننا ہے اور لَجَّ کا بھی فاعل بننا ہے، خوب کوشش کرنی ہے، محنت کرنی ہے اور بَابُ الْعِلْم سے چمٹ جانا ہے، کوئی چیز سمجھ میں نہ آئے تو لگے ہی رہنا ہے، اُس عبارت کو کھٹکھٹاتے ہی رہنا ہے جب تک کہ وہ سمجھ میں نہ آئے، تو محنت کرنی ہے اور مشقّت برداشت کرنی ہے، اب محنت میں سب کچھ آ گیا، کلاس میں وقت پر حاضری یہ بھی محنت میں آ گیا، محنت کی عادت ہوگی تو کلاس میں حاضر بھی رہے گا اور روزانہ وقت پر آئے گا۔

قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے قاری گزرے ہیں، شیخ القرّاء حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور آپ طلبہ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسا نہ سوچیں کہ وہ صرف اپنے علاقے کے بڑے قرّاء ہوں گے، نہیں، بلکہ یہ حضرات عالمی سطح پر مقبول تھے، ایک مرتبہ علماء اور قرّاء کے مجمع میں حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تلاوت کی تو عرب کے ایک بڑے عالم مُلّا رمضانی شامی بول اُٹھے کہ یَا فَتْح مُحَمَّد اَنْتَ فَاتِحُ الْقُرَّاءِ۔ اور جب آپ نے ﴿وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾ کی تلاوت کی تو انہوں نے کہا کہ حرفِ ضاد کی سب حرفوں سے ممتاز اور صحیح تر ادائیگی آج پہلی دفعہ میں آپ ہی کی زبان سے سن رہا ہوں، آج تک میں نے حرفِ ضاد کی ایسی ادائیگی کسی سے نہیں سنی، یہ عرب کے ایک بہت بڑے عالم کی گواہی ہے۔

قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے

خلیفہ بھی تھے، حضرت حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی غالبًا بیعت تھے، آپ نے اپنے دل کی اصلاح کی فکر فرمائی تھی اس لئے آپ کی زندگی میں انکساری اور تواضع جیسے باطنی اخلاق بھی تھے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہی تو ایک حرف ہے جو مجھے مکمّل طور پر صحیح اور کماحقّہٗ ادا کرنا نہیں آتا۔[۱]

قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کا درس میں حاضری کا بے مثال اہتمام

قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ زندگی بھر کا معمول اُن کا یہ رہا کہ ان کے یہاں سبق ہمیشہ مقرّر کردہ اوقات سے آدھا گھنٹہ پہلے شروع ہوجاتا تھا، یعنی خود بھی آدھا گھنٹہ پہلے آتے تھے اور طلبہ سے بھی وقت سے پہلے درس گاہ میں آنے کا مطالبہ کرتے تھے، تو آپ پڑھانا شروع کرتے تھے آدھا گھنٹہ پہلے اور فارغ ہوتے تھے وقت سے آدھے گھنٹے کے بعد، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آدھا گھنٹہ پہلے سبق شروع نہ ہوا ہو اور آدھے گھنٹے کے بعد تک سبق جاری نہ رہا ہو۔[۲] وقت سے پہلے آتے تھے اور پڑھانے کا مقرّرہ وقت پورا کا پورا درس گاہ میں خوب محنت کے ساتھ پڑھانے میں گزارتے، ایک منٹ کے لئے بھی غفلت گوارہ نہیں تھی، سبق سے غیر حاضری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ نے پوری زندگی میں کبھی بھی غیر حاضری نہیں کی حتّٰی کہ بیماری کے ایام میں بھی۔[۳]

---

[۱] تذکرۃ الشیخین، ص:۶۹

[۲] تذکرۃ الشیخین، ص:۳۰۷

[۳] تذکرۃ الشیخین، ص:۱۴۴

معلّمین ومعلّمات کے لئے دعوتِ فکر

اُس زمانے میں flight (جہاز) direct (سیدھی) کراچی سے جدّہ جاتی تھی، آپ خیر المدارس ملتان میں مدرّس تھے، حج کے لئے کراچی سے جانا ہوتا، جاتے ہوئے یا آتے ہوئے کراچی میں کبھی نہیں رُکتے تھے جیسا کہ اُس زمانے میں لوگوں کا معمول تھا، کہ آتے جاتے کراچی میں رُک گئے وہاں کے علماء، مشائخ، مدارس سے، اپنے شاگردوں سے، رشتے داروں سے ملاقات کر لی، نہیں، آپ بالکل نہیں رُکتے تھے تاکہ ایک دن کی بھی غیر حاضری نہ ہو، اور ملتان ایئر پورٹ اترنے کے بعد اگر سبق کا وقت ہوتا تو سیدھے درس گاہ میں پہنچ جاتے اور فوراً سبق شروع ہو جاتا اور اپنے اسباق سے فارغ ہو کر گھر جاتے، اسی طرح اگر روانگی کا وقت تعلیمی اوقات میں ہوتا تو گھر سے مدرسہ آتے، سبق پڑھاتے اور درس گاہ ہی سے سفر پر روانہ ہوتے۔[1]

تو جب کوئی شخص یہ طے کر لیتا ہے کہ مجھے حصولِ علم کے لئے محنت کرنی ہے ہر چیز پر قابو پالے گا، کلاس کی پابندی بھی آجائے گی، اب وہ اس کے لئے سب کچھ قربان کرے گا، ہر چیز کو آگے پیچھے کر سکے گا، اور وقت پر حاضر ہو کر توجہ سے سنے گا۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طلبِ علم کے لئے مشقّت اور قربانی

عزیزو! اب تو تھوڑی بہت محنت رہ گئی ہے، مشقّت اب کہاں ہے؟ مشقّت تو ہمارے بڑوں نے اُٹھائی، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد پہنچا حصولِ علم کے لئے، نفقہ ختم ہو گیا، پیسے نہیں تھے کہ کھانا خرید سکوں، میں نکلتا تھا اور نہر کے

---

[1] تذکرۃ الشیخین، ص: ۱۶۷، ۲۰۱

کنارے سے گری پڑی سبزی اور پتّے لے کر آتا اور اُن کو کھا کر گزارہ کرتا، ایک دن شدید بھوک کی حالت میں نہر کا قصد کیا وہاں جب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دوسرے فقراء مجھ سے پہلے پہنچے ہوئے ہیں اور وہ چھینا جھپٹی کر رہے ہیں، میں نے ان کا خیال کیا اور وہاں سے واپس ہو گیا۔

طالبِ علمی میں ایثار کا جذبہ

دیکھو میرے عزیزو! طالبِ علم تھے مگر عمل کتنا اونچا تھا؟ ایثار کا کیسا جذبہ تھا؟ آپ کے دل نے گوارہ نہیں کیا کہ فقراء و مساکین اِن پتّوں سے اپنی حاجت پوری کرنا چاہتے ہیں اور میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاؤں، آپ نے ایثار سے کام لیا اور صبر کر کے وسطِ شہر آ گئے اور اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگے کہ کہیں کوئی گری ہوئی یا پھینکی ہوئی سبزی مل جائے جو کھانے کے کام آ سکے مگر کوئی چیز نہیں ملی، آپ فرماتے ہیں کہ بھوک کی شدّت کی وجہ سے بالکل نڈھال ہو گیا تو کسی طرح چلتے چلتے ریحانیّین بازار میں واقع مسجدِ یاسین میں موت کو گلے لگانے کی نیت سے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان مسجد میں داخل ہوا، اس کے پاس تازہ روٹیاں اور بُھنا ہوا گوشت تھا، وہ ایک طرف بیٹھ گیا اور کھانے لگا، جب وہ روٹی اور بوٹی کا لقمہ اُٹھاتا تھا تو بھوک اتنی شدید تھی کہ اسے دیکھ کر قریب تھا کہ بے اختیاری میں میرا منہ کھل جاتا، میں نے اپنی اس حالت کو بھی نا مناسب سمجھا اور اپنے آپ کو ملامت کی۔

طالبِ علمی میں زہد اور تعفّف

کھاتے کھاتے اس نوجوان کی نظر میرے اوپر پڑی تو اس نے کہا کہ آؤ بھائی! بسم اللہ کیجئے! میں نے انکار کیا، اس نے مجھے قسم دی، میرا نفس اندر سے زور کر رہا تھا کہ جلدی قبول کر لینا چاہئے مگر میں نے نفس کو عجلت سے کام لینے سے روکا، اس نے دوسری مرتبہ مجھے قسم دی، تو میں نے قبول کر لیا اور تھوڑا کھا لیا، دیکھئے! شدید بھوک کے باوجود بھی نفس پر کنٹرول کتنا تھا؟ اللہ اکبر! یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طالبِ علمی کا زمانہ ہے، آج پوری اُمّت ان کا نام لیتی ہے، اور جب ان کا نام کانوں میں پڑتا ہے تو دل عظمت سے لبریز ہو جاتا ہے، یہ میرے عزیزوں! انہی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

طالبِ علمی میں ہمدردی اور سخاوت

اس نوجوان نے پوچھا کہ بھائی کیا کرتے ہو؟ کہاں کہ رہنے والے ہو؟ اور نام کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں طالبِ علم ہوں اور جیلان سے آیا ہوں، اس نے کہا کہ میں بھی جیلان ہی سے آیا ہوں اور جیلان کے ایک نوجوان کو تلاش کر رہا ہوں جس کا نام عبدالقادر ہے، میں نے کہا کہ وہ تو میں ہی ہوں، سنتے ہی اس کا رنگ بدل گیا، اس نے کہا کہ بھائی! میں جیلان سے جب چلا تو تمہاری والدہ نے تمہارے لئے آٹھ دینار دیئے تھے، بغداد پہنچ کر میں تمہیں تلاش کرتا رہا، لیکن تم نہیں ملے، اس دوران میرے پیسے پورے ہو گئے، تین دن تک میں بھوکا رہا یہاں تک کہ میرے لئے مردار حلال ہو گیا، مجبور ہو کر تمہارے ہی پیسے سے یہ کھانا خریدا، اب آپ اطمینان سے کھائیں اس لئے کہ یہ کھانا آپ ہی کا ہے اور حقیقت میں میزبان تم ہو اور میں مہمان ہوں، میں معذرت چاہتا ہوں

مگر کیا کرتا؟ مجبور تھا اس لئے آپ کی کچھ رقم سے یہ کھانا خریدنا پڑا، میں نے اس کو تسلّی دیتے ہوئے بولنے سے روکا اور چونکہ اس کی حالت بھی بُری تھی اس لئے بچا ہوا کھانا اسی کو دے دیا اور اپنے پیسے سے کچھ خرچ کے لئے بھی دیا۔[1]

اللہ اکبر! یہ کیسے لوگ تھے؟ یہ حضرات فرشتوں سے بھی اعلیٰ تھے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں ہوتی ہے محنت زیادہ

حصولِ علم کی خاطر اپنی مرضی کو فنا کرو

اس طرح کی مشقت تو اب ہے نہیں، اب تو صرف محنت کرنی ہے اور حصولِ علم کی خاطر اپنی مرضی کو فنا کرنا ہے کہ مدرسے کا یہ قانون ہے تو اس کی پابندی کرنی ہے، اس اعتماد کے ساتھ کہ ہمارے جو بڑے ہیں، یعنی اساتذہ، منتظمین، مہتمم اور نگراں، یہ جب کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو ہماری علمی اور عملی ترقّی کو ذہن میں رکھ کر کرتے ہیں، چاہے ہمیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اور بھائی، منتظمین بھی تو جانتے ہیں کہ آپ ہمیشہ کے لئے بچّے رہنے والے نہیں ہیں، اس وقت جو بھی کام آپ سے کروا رہے ہیں یہ کہہ کر کہ یہ کام علم یا عمل دونوں میں سے ایک کے لئے ضرور مفید ہے، اب اگر وہ دھوکہ دے رہے ہیں تو جب آپ بڑے ہو کر سوچیں گے تو اُس وقت وہ آپ کو کیا منھ دکھائیں گے، مگر جب بھی آپ بڑے ہوں گے اور مدرسے کے قوانین، پابندیاں اور نظام کے بارے میں سوچیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا ضمیر یہ کہے گا کہ بہت اچھا ہوا یہ نظام تھا ورنہ ہم آج پتا نہیں کہاں ہوتے۔

---

[1] ذیل طبقات الحنابلة لابن رجب الحنبلی، ص: ۲۵۱/۲۵۰

وقت کی پابندی اور دل و دماغ کے ساتھ حاضر رہنا

تو بھائی! محنت بہت ضروری ہے اور اس میں سب کچھ آ گیا، وقت کی پابندی بھی: پانچ منٹ، دس منٹ پہلے کلاس میں آنے کی عادت ڈالو، ذہن میں یہ بات بٹھالو کہ آٹھ بجے کلاس ہے تو آٹھ بجے نہیں پہنچنا ہے، بلکہ ten to eight (آٹھ میں دس کم) کو پہنچنا ہے، تو وقت سے پہلے درس گاہ میں آؤ اور آ کر کتاب دیکھنا شروع کر دو، پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے نصرت آتی ہے یا نہیں۔

دوسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ جن طلبہ کو درس گاہ میں جلدی پہنچنے کی عادت ہے انہیں شیطان باتوں میں لگا دیتا ہے، میرے عزیزو! وقت پر کلاس میں جسم کو بھی حاضر کرو اور دل و دماغ کو بھی حاضر رکھو، جسم تو کلاس میں ہے اور گفتگو ہے باہر کی نہیں، کلاس میں استاذ موجود ہو یا نہ ہو، محنت اور توجّہ کے ساتھ، کتاب پڑھنے میں لگے رہو۔

علمی استغناء سے پرہیز اور تکرار و مذاکرہ کی اہمیّت

اسباق کی تکرار اچھی طرح سے ہونی چاہئے، بڑوں کے یہاں اس کی بڑی اہمیّت تھی، ایک مرتبہ بڑے بڑے شیوخ اور ائمّہ فنون، حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں تفسیر پڑھائیں، یہ طالبِ علمی کے زمانے کا واقعہ نہیں ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ حضرات علوم و فنون کے ائمّہ تھے، انہوں نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں تفسیر پڑھائیں، معلوم ہوا کہ ہمارے بڑوں کے یہاں استغناء نہیں تھا، تکبّر نہیں تھا، وہ حضرات ہر وقت طلب میں رہتے تھے، استغناء اور تکبّر علم سے

محرومی کے اسباب ہیں، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ[1]

شرم کرنے والا اور تکبّر کرنے والا علم حاصل نہیں کر سکے گا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے الٓمٓ سے درس شروع کیا اور حروفِ مقطّعات پر بحث کی اور ان بڑے بڑے علماء کے سامنے اس موضوع پر ڈھائی گھنٹے کی تقریر فرمائی، جب درس ختم ہوا تو مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ بھائی! علم تو اُس وقت محفوظ ہوتا ہے جب اُس کی تکرار ہو، حضرت نے جو باتیں فرمائی وہ بڑی قیمتی تھیں، لیکن اگر تکرار نہیں ہوگی تو ہم بھول جائیں گے۔ حضرت کے اُٹھ جانے کے بعد وہ سارے شیوخ بیٹھے اور آپس میں تکرار کی۔[2] میرے عزیزو! مطالعہ بھی بہت اہم ہے اور تکرار بھی، مطالعہ یعنی آگے والے سبق کو دیکھنا یہ بھی بہت اہم اور ضروری کام ہے اور سبق ہو جانے کے بعد تکرار، یہ بھی بہت اہم اور ضروری کام ہے۔

عرض یہ کر رہا ہوں کہ محنت خوب کرنی ہے، اتنی کرنی ہے کہ آپ علم کو پی جائیں۔

ایک بادشاہ کو پوری ہدایہ یاد تھی

ایک بادشاہ گزرا ہے سلطان محمد تغلق، ابھی کچھ دن ہوئے ایک کتاب میں مُلتان کے حالات پڑھ رہا تھا، اُس میں لکھا تھا کہ بادشاہ سلطان محمد تغلق کو ہدایہ پوری از اوّل

---

[1] صحيح البخاري، باب الحياء في العلم

[2] کامیاب طالبِ علم، ص: ۱۴۷ بحوالہ ماہنامہ الرشید لاہور دیوبند نمبر، ص: ۲۲۴

تا آخر، لفظ بلفظ یاد تھی، فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ پوری از بر تھی۔[1] صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدّثین وغیرہ کے کارنامے تو ہم سنتے ہی رہتے ہیں، مگر یہاں ایک بادشاہ ہے کہ محنت کر کے پوری ہدایہ یاد کر لی تھی، آج ہم طالبِ علموں کو ایک صفحہ بھی یاد نہیں ہوتا۔

قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت انگیز محنت

حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو قصیدۂ شاطبیہ کے ساتھ فنِّ تجوید و قراءت کے اور آٹھ قصیدوں کے چار ہزار کے قریب اشعار ازبر تھے، اس طرح یاد تھا کہ کوئی اگر یہ کہتا کہ فلاں کتاب کا مثلاً پندرواں شعر ذرا سمجھا دیجئے، فلاں کتاب کا ایک سو دسواں شعر ذرا سمجھا دیجئے تو فوراً شروع ہو جاتے، شعر کو پڑھ کر اس پر تقریر فرماتے اور ذرا بھی دقّت نہ ہوتی، قراءتِ عشرہ مع طرق کے ایسی یاد تھیں کہ ترتیلاً، تدویراً اور حدراً ہر طرح ہر جگہ سے فرض میں یا نوافل میں یا مجلس میں کسی بھی وقّت پڑھ سکتے تھے، نہ متشابہ کا اندیشہ ہوتا نہ پڑھتے ہوئے کسی جگہ تأمّل ہوتا، بڑھاپے میں بھی یہی حالت رہی۔[2]

قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال حافظہ

اخلاص، حسنِ نیت، رجوع الی اللہ اور محنت کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حافظہ قوی کر دیا تھا، آپ کے بارے میں حضرت قاری طاہر رحیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ ہمارے زمانے کے منکرینِ حدیث کے خلاف ایک حجّت تھا، منکرینِ

---

[1] تذکرۃ الشیخین، ص: ۳۹

[2] تذکرۃ الشیخین، ص: ۶۲

حدیث یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا کسی کا ایسا حافظہ ہوسکتا ہے کہ احادیث لکھے بغیر بھی یاد ہوجائیں اور پھر یاد رہیں؟ حضرت کا حافظہ ان کے لئے ایک چیلینج تھا، جس چیز کو ایک بار سن لیتے وہ یاد ہوجاتی۔[1] پھر عام طور پر جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے حافظہ کمزور ہوتا جاتا ہے، اور ستّر کی دہائی میں یا اسّی کی دہائی میں تو بہت ہی کمزور ہوجاتا ہے، مگر حضرت کا حافظہ اخیری عمر میں بھی اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ بڑھاپے میں ایک مجلس میں پورے قرآن کی ہر آیت کا پہلا کلمہ الحمد سے شروع کرکے اخیر تک بلا جھجک پڑھ گئے، آپ اس طرح پڑھ رہے تھے جیسے قرآن کی کسی سورت کی تلاوت کررہے ہوں۔[2]

محنت میں سب کچھ آ گیا

جب کوئی محنت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ برکات کے دروازے کھولتے ہیں، اصل میں یہ دولتیں ملتی ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے، اور کس کو ملتی ہیں؟ مَنْ جَدَّ وَجَدَ، مَنْ لَجَّ وَلَجَ، جو کوشش کرتا ہے، محنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دیتے ہیں، اور محنت میں سب کچھ آ گیا، تقویٰ بھی آ گیا، استاذ کا ادب، طالبِ علموں کا ادب، درس گاہ کا ادب، کتابوں کا ادب، تکرار، مطالعہ، مدرسے کے قوانین کی پابندی، سب کچھ آ گیا۔

مدرسے کے قوانین کے بارے میں قاری صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی ملفوظ

مدرسے کے قوانین کی پابندی بھی بہت ضروری ہے، مثال کے طور پر مدرسے کا قانون ہے کہ گیارہ بجے رات کو سوجاؤ، اب ایک طالبِ علم حیلے بہانے کرکے گیارہ بجے

---

[1] تذکرۃ الشیخین، ص:۶۱

[2] تذکرۃ الشیخین، ص:۴۹

استنجاء کے لئے جاتا ہے اور سوا گیارہ بجے نکلتا ہے، یہ قانون کی خلاف ورزی ہے، حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدرسے کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔[1] حضرت کے اس ارشاد کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ یہ بھی تقویٰ کا حصّہ ہے، بایں طور کہ طالبِ علم داخلے کے وقت قانون کی پابندی کا معاہدہ کرتا ہے جس کا ایفاء ضروری ہے۔

اخلاص کے ساتھ محنت کر کے تو دیکھو

آج کی باتیں طلبہ، اساتذہ سب کے لئے یکساں مفید ہیں، اور طلبہ واساتذہ کے علاوہ جو حضرات ہیں ان کے لئے بھی مفید ہیں اس لئے کہ ہر عمل میں اخلاص چاہئے، اور اس کے ساتھ محنت اور کوشش، بس اخلاص کے ساتھ محنت اور کوشش کر کے تو دیکھو، پھر دیکھو کہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں، اخلاص اور محنت کے ساتھ یہ سال بھی پورا کرنا ہے، اور پورا نصاب مکمل کرنا ہے، اور فارغ ہونے کے بعد بھی اخلاص اور محنت کے ساتھ زندگی گزارنی ہے، اگر ہم نے یہ کر لیا تو نہ صرف یہ کہ ہمیں فائدہ پہنچے گا، بلکہ ہمارے ماں باپ کو، ہمارے رشتے داروں کو، بلکہ میرے عزیزو اور میری بیٹیو! پوری اُمّت کو نفع پہنچے گا۔

گفتگو کا خلاصہ

اخلاصِ نیت چونکہ بنیادی چیز ہے، اس لئے دوبارہ عرض کر دوں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا ہے اُن کاموں کو کرنے کے لئے جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور ان کاموں سے بچنے کے لئے جن سے وہ ناراض ہوتا ہے، ہم مدرسے میں اس لئے آئے ہیں کہ ہم

---

[1] افاداتِ صدّیق، ص: ۲۸۴/ ۲۸۳

معلوم کریں کہ وہ کیا چیزیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اور معلوم کر لینے کے بعد ہم اس کے مطابق زندگی گزاریں، پھر ہم یہ باتیں دوسروں کو بھی بتلائیں کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے ناراض ہوتا ہے، ان چیزوں سے راضی ہوتا ہے، اور ان کو عمل پر بھی لائیں، اور یہ سب کچھ ہمیں اس لئے کرنا ہے تاکہ ہمارا اللہ ہم سے راضی ہو جائے، بس نیت میں یہ خلوص ہو اور ساتھ میں محنت ہو، نفس پر پورا کنٹرول ہو۔

نقصانِ عظیم

محنت چھوڑ کر اپنا نقصان مت کرو، یہ دوستیاں، اختلاط اور آپس میں ملنا جلنا محنت کے لئے بہت بڑی رکاوٹ ہے، اسی طرح چھٹیاں کرنا، گھر چلے جانا، کھیل کا شوق، فٹ بال اور کرکٹ کا شوق، یہ سب چیزیں نقصان دہ ہیں، دل و دماغ جتنے زیادہ علم میں مشغول رہیں اتنا اچھا ہے، سستی و غفلت سے اپنے آپ کو بچاؤ ورنہ نقصانِ عظیم ہوگا۔

لَوْ كَانَ هٰذَا الْعِلْمُ يَحْصُلُ بِالْمُنٰى
مَا كَانَ يَبْقٰى فِي الْبَرِيَّةِ جَاهِلُ
فَاجْهَدْ وَلَا تَكْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلًا
فَنَدَامَةُ الْعُقْبٰى لِمَنْ يَتَكَاسَلُ

اگر یہ علم بلا محنت صرف امیدیں باندھنے سے حاصل ہو جاتا، تو اس روئے زمین پر کوئی بھی بے علم نہ رہتا، (لیکن چونکہ نری امید سے کام نہیں چلتا اس لئے) کوشش و محنت کر، سستی سے دور رہ اور غفلت سے باز آ، اس لئے کہ جو سستی کا برتاؤ کرتا ہے اس کے حصّے میں مستقبل اور انجام کی ندامت آتی ہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ حضرات کو، مجھے، ہمارے سب متعلّقین کو، دنیا کے تمام علماء کو، طلبہ کو، دینی کاموں سے تعلّق رکھنے والوں کو خدمتِ دین میں لگائے رکھیں اور اس سے کبھی فارغ نہ کریں، ہماری روح اس حال میں نکلے کہ ہم خلوص کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے ہوں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرح، روح ہماری اس حال میں نکلے کہ اسی مشغلے میں ہم مشغول ہوں اور اللہ تعالیٰ بہت خوشی کے ساتھ ہمیں اپنے پاس بلائیں، اسی پہ جینا ہو اور اسی پہ مرنا ہو، اللہ تعالیٰ اسی کو ہمارا اوڑھنا بچھونا بنادیں، اسی پر اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ رکھیں، اسی پر اللہ تعالیٰ ہمیں موت عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ اِس آنے والے سال کو اور آگے کے سالوں کو آپ سب کے لئے، ہم سب کے لئے بہت مبارک بنائیں، اللہ تعالیٰ ہم سے محنت کرائیں، پوری اُمّت کے لئے ہمیں مفید بنائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں، اپنے والدین اور اساتذہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیں، ان کے لئے ہمیں صدقۂ جاریہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ شیطان اور نفس کے مکر سے ہماری پوری پوری حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلمية، بيروت
۳	ذيل طبقات الحنابلة	العلّامة ابن رجب الحنبلي	دار الكتب العلمية، بيروت
۴	انعام الباری	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبۃ الحراء، کراچی
۵	تذکرۃ الشیخین: حضرت قاری فتح محمد اور قاری رحیم بخش صاحب	حافظ محمد اسحٰق ملتانی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۶	افاداتِ صدّیق	حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی	افاداتِ اشرفیہ، ہتورا، باندہ
۷	کامیاب طالبِ علم	حضرت مولانا روح اللہ نقشبندی	دارالہدیٰ، کراچی

یہی سنورنے کا زمانہ ہے

یہ طالبِ علمی کا زمانہ عادتیں ٹھیک کرنے کا زمانہ ہوتا ہے، آپ کی جو عادتیں اس زمانے میں پکّی ہو جائیں گی، اگر وہ اچھی ہیں تو ان شاء اللہ عمر بھر ساتھ دیں گی، اور دینی و دنیوی ترقّی کا ذریعہ بنیں گی، اور اگر خدانخواستہ وہ عادتیں بُری ہیں تو یاد رکھیں کہ عمر بھر وہ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی، اور قدم قدم پر آپ کی ترقّی میں رُکاوٹ بنیں گی۔

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

دورۂ حدیث کے طلبہ کو اہم ہدایات، ص:۳۶

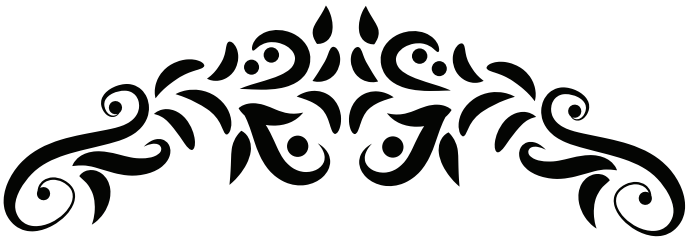


شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوءَ حِفْظِي
فَأَرْشَدَنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي

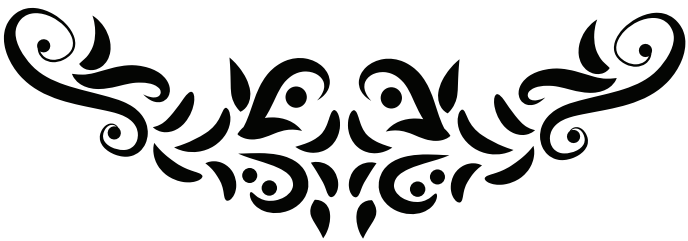
وَأَخْبَرَنِي بِأَنَّ الْعِلْمَ نُورٌ
وَنُورُ اللَّهِ لَا يُهْدَى لِعَاصِي

(الإمام الشافعي رحمه الله)





حصولِ علم میں رکاوٹیں





تفصیلات

وعظ کا نام	:	حصولِ علم میں رُکاوٹیں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ
تقریب	:	طالبینِ علم کے ساتھ مذاکرہ



فہرست

تقریظ: حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم ۴۵

مکتوبِ گرامی: حضرت مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب دامت برکاتہم ۴۷

حصولِ علم میں رُکاوٹیں ۴۸

طالبِ علم کا مقام ۴۸

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ ۴۹

ہماری غفلت ۵۰

طالبِ علم کا دربارِ رسالت میں مقام ۵۱

اپنی قدر پہچانو! ۵۲

حصولِ علم کی راہ میں رُکاوٹیں ۵۲

پہلی رُکاوٹ: معصیت ۵۲

اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ سی نافرمانی بھی بہت بڑی ہے ۵۳

ایذاءِ مسلم بھی گناہِ کبیرہ ہے ۵۴

علم نقوش کا نام نہیں، بلکہ عمل کا نام ہے ۵۵

مدرسے میں ایذاءِ مسلم کی صورتیں ۵۷

اساتذہ: ہمارے سب سے بڑے محسن ۵۸

استاذ کا مقام ۵۸

اساتذہ کے ساتھ کیسا معاملہ ہونا چاہئے؟ ۵۹

طالبِ علم کی غفلت سے دین کا ضیاع ۶۰

ہم طالبِ علموں کی کمزوری ۶۱

مدرسہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے ۶۲

سلوک وتزکیہ کی ضرورت ۶۳
تلاوت اور ذکر کا بھی اہتمام چاہئے ۶۴
گناہوں سے چھٹکارا کیسے حاصل ہو؟ ۶۵
اساتذہ کی اپنے شاگردوں کے بارے میں تمنّائیں ۶۶
والدین کی تمنّائیں ۶۷
ایک غم زدہ باپ کا قصّہ ۶۷
والدین کی قربانیاں ۶۸
علم پر عمل کرو ۶۹
بڑوں کا علمی مقام عملی مقام کی وجہ سے بلند ہوا ۷۰
ہر عمل سنّت کے مطابق ہو ۷۱
شیطان اور نفس کا مقابلہ کر کے اپنی حفاظت کرو ۷۱
حضرت مسیح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ ۷۲
دوسری رُکاوٹ: لایعنی ۷۲
ایک طالبِ علم کا عجیب علمی انہماک ۷۳
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا طالبِ علمی کے زمانے کا معمول ۷۳
حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی ملفوظ ۷۴
تیسری رُکاوٹ: سستی ۷۴
چوتھی رُکاوٹ: بے ادبی ۷۵
ماٰخذ ومراجع ۷۸





تقریظ

حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، أَمَّا بَعْدُ:

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خصوصیات سے نوازا ہے، وہ ظاہری اور باطنی، روحانی اور معنوی فضائل کے حامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو برطانیہ میں دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے، مسجد اور مدرسہ کی چار دیواری میں کام کرنا زیادہ مشکل نہیں، اس چار دیواری سے باہر متعفّن فضا میں خوشبو بسانا مشکل کام ہے جو مولانا سرانجام دے رہے ہیں، ان کی مجالس اور مواعظ میں آفتاب ومہتاب کا نور، گلستان کی مہک اور بہاروں کی آرائش ہوتی ہے۔

مولانا کے مواعظ ونصائح برطانیہ سے باہر دنیا کے کونے کونے میں مشہور ہیں اور وقتاً فوقتاً بادِ صبا بن کر ابرِ بہاری سے دنیا کے چاروں کونوں کو سیراب کرتے ہیں، میں نے مولانا کے کئی مواعظ سنے، ان میں حسنِ گفتار اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ سکینت و اطمینان کی کیفیت ہوتی ہے، اردو میں ان کی شیریں بیانی ایسی دلآویز ہوتی ہے کہ آدمی کا دل چاہتا ہے کہ ان کا وعظ دراز سے دراز تر ہوجائے، اردو میں ان کے لب ولہجہ اور الفاظ وکلمات سن کر ان پر اہلِ زبان ہونے کا یقین ہوجاتا ہے، مولانا علم وعمل کے ساتھ تصوّف کو اس طرح جوڑتے ہیں جیسے دودھ میں شہد ملایا جائے، بزرگوں اور اکابر کی عبارات کو

یوں فرفر سناتے ہیں کہ بے اختیار ان کے حافظے کی داد دینی پڑتی ہے، نوجوانوں کی اصلاح کا زبردست سلیقہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔

جب ان کے مدرسے میں عالی درجات کی کتابیں نہیں تھیں تو اس وقت ان کے بعض طلبہ ہمارے یہاں دارالعلوم زکریا میں آتے تھے، ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے، فضولیات سے پرہیز کرتے تھے اور جلوت میں خلوت کے حامل ہوتے تھے۔

میرے پیشِ نظر نصائح کا رسالہ ''**قیمتی تحفہ برائے طلبہ**''[1] مولانا کی وسعتِ علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے، مولانا حضرت مولانا حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے میکدے کے مے خواروں میں شامل ہیں، ان کے مواعظ میں اس میکدے کی شرابِ معرفت کا ذائقہ بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی صحت اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور اُمّت کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔

رضاء الحق عفا اللہ عنہ

دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ

۱۳ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۸ھ

---

[1] حضرت مولانا دامت برکاتہم کی یہ تقریظ ''قیمتی تحفہ برائے طلبہ'' کے لئے لکھی گئی تھی جو آگے آنے والی دو تقریروں، ''حصولِ علم میں رُکاوٹیں'' اور ''علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے'' پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔

مکتوبِ گرامی

حضرت مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزادول، جنوبی افریقہ

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

محبِّ مکرّم مخلص مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ حضرت کی کتاب ''قیمتی تحفہ برائے طلبہ''[1] کا مکمّل مسوّدہ نظرِ نواز ہوا جو در حقیقت ایک انتہائی اہم خطاب کا تحریری مرقّع ہے، بندے کو اس سے استفادہ کا موقع ملا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لئے سب سے زیادہ نافع ہے۔

ماشاء اللہ، آپ نے نہایت ضروری مضمون بہت خوش اسلوبی سے بیان فرمایا جس کی ہمارے لئے بڑی ضرورت تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی بہترین جزا آپ کو عطا فرمائیں اور اسے نافع اور مقبول بنائیں اور ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

والسلام

عبدالحمید اسحاق

بقلم مولانا عبدالرحیم شیخ، استاذ دارالعلوم آزادول

۲۹ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۸ھ

۲۷ فروری ۲۰۱۷ء

---

[1] حضرت مولانا دامت برکاتہم کی یہ تقریظ ''قیمتی تحفہ برائے طلبہ'' کے لئے لکھی گئی تھی جو آگے آنے والی دو تقریروں، ''حصولِ علم میں رُکاوٹیں'' اور ''علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے'' پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔

حصولِ علم میں رُکاوٹیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ،[1] أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِي، وَيَسِّرْلِي أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ. اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ایک علمی اور روحانی مرکز میں کچھ وقت گزارنے کی سعادت نصیب فرمائی، ایسے علمی اور روحانی مراکز میں کچھ دینے کے لئے نہیں، بلکہ لینے کے لئے حاضری دی جاتی ہے، آپ حضرات بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے طلبِ علم کی غرض سے آپ کو ایسے ادارے سے وابستہ کیا ہے جہاں ظاہری اور باطنی دونوں علوم کے ماہرین موجود ہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ یہاں کی برکات سے مجھے بھی مالا مال فرمائیں اور آپ سب میرے طالبِ علم دوستوں کو بھی اِس مرکزِ علمی اور مرکزِ روحانی کی قدر کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

طالبِ علم کا مقام

آپ ماشاء اللہ علم کی طلب میں، علم کے حصول کے لئے اپنے گھروں سے نکلے ہیں

[1] سنن الترمذي، باب فضل طلب العلم، ح(۲۶۴۷)

اور شب و روز آپ کا یہی مشغلہ رہتا ہے، آپ بہت خوش نصیب ہیں اس لئے کہ طالبِ علم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ[1]
جو شخص علم کی طلب میں نکلتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے۔

جو شخص طلبِ علم میں اپنے گھر سے نکلتا ہے تو جب تک واپس نہیں لوٹتا اس وقت تک وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے، طلبہ کا پڑھنا، تکرار کرنا، مطالعہ کرنا، سونا، لیٹنا، کھانا، پینا، یہ سب اللہ کے راستے میں ہے۔

آپ حضرات کا مقام اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت اونچا ہے، اسی لئے آپ جب چلتے ہیں تو فرشتے آپ کے طلبِ علم کے عمل پر خوش ہو کر راستے میں پر بچھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَصْنَعُ[2]
اور بیشک فرشتے اپنے پروں کو طالبِ علم کے لئے رکھتے اور بچھاتے ہیں خوش ہو کر اس عمل پر جسے وہ انجام دے رہا ہے۔

حافظ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے محدّث گزرے ہیں، یہ طلبِ علم کے لئے شام سے سفر کر کے نیشاپور اس وقت کے بڑے محدّث امام ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے،

---

[1] سنن الترمذي، باب فضل طلب العلم، ح(۲۶۴۷)

[2] شعب الإيمان، فصل في فضل العلم وشرف مقداره، ح(۱۵۷۳)

امام ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُس طالبِ علم میں طلبِ علم کی اتنی حرص تھی کہ تین دن میں اس نے مجھے تھکا دیا۔

میرے عزیزو! ذرا سوچو کہ اس طالبِ علم کو طلبِ علم کا کتنا چسکا ہوگا کہ اس نے استاذ کو تھکا دیا، وہ بار بار استاذ کے پاس جاتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے پڑھاؤ۔ سبق سے اُٹھنے کا نام نہیں لیتا تھا، تین دن میں استاذ اتنے تنگ ہو گئے کہ انہوں نے قسم کھالی کہ یہ طالبِ علم اگر پڑھنے کے لئے آئندہ کل میرے پاس آیا تو میں اس کے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا۔

ہماری غفلت

طلبِ علم کے سلسلے میں ہمارا حال کیا ہے؟ چھٹی سے آدھے گھنٹے پہلے سے ہماری نظر گھڑی پر رہتی ہے کہ ابھی تیس منٹ باقی ہیں، ابھی پچیس منٹ باقی ہیں، ابھی دس منٹ باقی ہیں، ابھی پانچ منٹ باقی ہیں، اگر استاذِ محترم سبق کو مکمّل کرنے کے لئے چھٹی دینے میں کبھی دو چار منٹ تاخیر کرتے ہیں تو ہمارے دل میں تنگی پیدا ہوتی ہے۔

میرے عزیز طلبہ! اسی انحطاط کی وجہ سے ہم کام کے نہیں بنتے اور فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم لوگوں سے کام نہیں لیتے، آپ تھوڑی دیر کے لئے سوچیں کہ امام ابوعبد اللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اُس زمانے کے ایک بڑے محدّث ہیں، کیا ان کو حدیث پڑھانے کا شوق نہیں ہوگا؟ وہ پڑھانے کے بارے میں ضرور حریص ہوں گے کہ میرے پاس کوئی طالبِ علم آئے اور حدیث پڑھ کر اس کی اشاعت کرے، ایسے حریص استاذ کہہ رہے ہیں کہ اُس طالبِ علم میں اتنی حرص تھی کہ اُس نے مجھے تھکا دیا اور قسم کھانے پر مجبور کر دیا۔

طالبِ علم کا دربارِ رسالت میں مقام

امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں دوسرے دن صبح اُٹھا، کسی نے دروازے کو کھٹکھٹایا، میں نے دروازہ کھولا، علیک سلیک کے بعد اس آنے والے نے کہا:

أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكَ

میں آپ کے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد بن کر آیا ہوں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا:

اِمْضِ إِلَى الْفَرَاوِيِّ وَقُلْ لَهُ: قَدِمَ بَلَدَكُمْ رَجُلٌ شَامِيٌّ أَسْمَرُ اللَّوْنِ يَطْلُبُ حَدِيْثِيْ فَلَا تَمَلَّ عَنْهُ

تم صبح ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تمہارے علاقے میں شام سے ایک شخص آیا ہے، گندم گوں رنگ والا، وہ میری حدیث کی طلب میں آیا ہے، اس سے اُکتانا مت۔

دیکھو میرے عزیز طلبہ! طالبِ علم کا مقام کتنا اونچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بڑے محدّث کو پیغام بھیج رہے ہیں کہ ایک طالبِ علم شام سے نیشاپور تک میری حدیث کی جستجو میں آیا ہے، جب وہ تمہارے پاس پڑھنے کے لئے آئے تو اس سے اُکتانا مت، راوی کہتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ الْفَرَاوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْمُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْحَافِظُ[1]

اللہ کی قسم! امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تک درس کی مجلس سے نہیں اُٹھتے تھے جب تک حافظ ابنِ عساکر نہیں اُٹھتے تھے۔

---

[1] تذكرة الحفّاظ: ۴/ ۸۷

خواب والے واقعے کے بعد امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا معمول بنا لیا تھا کہ جب تک ابنِ عساکر خود یہ نہیں کہتے تھے کہ بس اب میں جانا چاہتا ہوں۔ اس وقت تک امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے کہ بس کرو۔

اپنی قدر پہچانو!

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دار العلوم کراچی تشریف لے گئے اور طلبہ اور اساتذہ میں گفتگو کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ طالبِ علمو! اپنی قدر پہچانو![1] آج طلبہ کو اپنی قدر پہچاننے کی ضرورت ہے، جن کا علمی مشغلہ ہے، جن کی علم سے وابستگی ہے، انہیں اپنی قدر پہچاننے کی ضرورت ہے کہ اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ نے انہیں کتنا اونچا مقام عطا فرمایا ہے۔

حصولِ علم کی راہ میں رُکاوٹیں

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے طالبِ علم کے مقام کو بلند کیا ہے اور اسے بہت اونچا مقام عطا فرمایا ہے، اسی وجہ سے شیطان اس کی راہ میں رُکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، ان میں سے بعض موٹی موٹی رُکاوٹوں کو سمجھنا ہر طالبِ علم کے لئے بہت ضروری ہے، طالبِ علم کو چاہئے کہ ان رکاوٹوں کو اچھی طرح سمجھ کر ان سے بچنے کی پوری کوشش کرے تاکہ وہ ناکامی سے محفوظ رہے۔

پہلی رُکاوٹ: معصیت

سب سے پہلی اور سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی رُکاوٹ معصیت ہے، آپ

---

[1] اصلاحی خطبات: ۷/ ۱۰۴

اپنے اساتذہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار کئی مرتبہ سن چکے ہوں گے:

شَكَوْتُ إِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَأَرْشَدَنِيْ إِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
وَأَخْبَرَنِيْ بِأَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِيْ

میں نے اپنے استاذ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی، تو انہوں نے گناہوں کو چھوڑنے کی طرف میری رہنمائی فرمائی، اور مجھے بتایا کہ علم (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک نور ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نور نافرمان کو عطا نہیں کیا جاتا۔

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد محمد بن ادریس الشافعی کی رہنمائی کی اور فرمایا کہ معاصی سے اجتناب کرو، گناہوں سے دور رہو، اس لئے کہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کا ایک عطیہ ہے اور جو گنہگار ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ملتا، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ علم کا مرکز دل ہے، اور جو دل گناہوں سے آلودہ ہو جاتا ہے وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اس میں پاک علم داخل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ سی نافرمانی بھی بہت بڑی ہے

اس لئے سب سے پہلی چیز جس کی طرف طلبہ کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ زندگی گناہوں سے پاک رہے، زندگی تقویٰ والی ہو، کبیرہ اور صغیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے دوری ہو، گناہ چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہر حال میں بڑی چیز ہے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

كُلُّ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ فَهُوَ كَبِيْرَةٌ[1]
ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے وہ بڑا ہی ہے۔

ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ شانُہ نے منع فرمایا ہے، چاہے اس کا تعلّق کبائر سے ہو یا صغائر سے، وہ بڑا ہی ہے، ہمارے خالق اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ سی نافرمانی بھی بڑی عظیم چیز ہے اس لئے اس سے خوب بچنا چاہئے، یہ حصولِ علم میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے، اس سے علمی فیضان رُک جاتا ہے، لہٰذا ہر طالبِ علم کو چاہئے کہ ابھی اسی وقت عزم کرلے کہ آئندہ اللہ تعالیٰ شانُہ کی کوئی نافرمانی نہیں ہوگی، اور اگر کوئی لغزش ہوجائے تو فوراً توبہ کرلے اس لئے کہ گناہ ہوجانے پر توبہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، گناہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی، گناہ کرنے کے بعد توبہ نہیں کی تو یہ اللہ تعالیٰ کی دوسری نافرمانی ہوگی، لہٰذا یہ عزم کرلو کہ اب سے کوئی گناہ نہیں کریں گے اور اگر ہوگیا تو فوراً توبہ کرلیں گے، تو اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ کی نافرمانی سے دور رہنا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ شانُہ اس پر علمی فیضان فرماتے ہیں۔

ایذاءِ مسلم بھی گناہِ کبیرہ ہے

اس سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ بورڈنگ (boarding) میں اور مدرسے میں رہتے ہوئے کسی کو ہماری طرف سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے، اس لئے کہ ایذاءِ مسلم بھی گناہِ کبیرہ ہے، طالبِ علمی کے زمانے میں اس کا ہمیں خیال نہیں رہتا، ہم کسی کو ستاتے ہیں، تمسخر میں مبتلا ہوجاتے ہیں، چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں، مذاق

---

[1] المعجم الکبیر، ح([۱۸] ۲۹۳)

اُڑاتے ہیں، اس ایذاء رسانی سے علمی فیضان رُک جاتا ہے، اور اس قسم کی شرارتوں میں ذہین طلبہ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ ذہین ہونے کی وجہ سے دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، انہیں چھیڑتے ہیں، اگر کلاس میں عبارت پڑھنے میں کسی سے غلطی ہوجاتی ہے تو اسے چھیڑنے کا سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہتا ہے، بلکہ فراغت کے بعد بھی، اور اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ اُس بیچارے کمزور طالبِ علم کا دل دُکھ رہا ہے اور وہ مسکین اس کا اظہار بھی نہیں کر پاتا، تو اس قسم کے ستانے والے طلبہ کو ذہین ہونے کی وجہ سے عبارتیں بھی بہت یاد ہوتی ہیں، اقوال بھی بہت یاد ہوتے ہیں، وہ اوّل نمبر سے پاس بھی ہوتے رہتے ہیں، لیکن انہیں اس گناہ کی وجہ سے علم کا نور نصیب نہیں ہوتا، علم پر عمل کی توفیق نہیں ملتی، اور ان سے علم اور مخلوق کی خدمت کا کام نہیں لیا جاتا۔

علم نقوش کا نام نہیں، بلکہ عمل کا نام ہے

الفاظ، حروف اور نقوش کا نام علم نہیں ہے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

الْعِلْمُ مَا نَفَعَ، لَيْسَ الْعِلْمُ مَا حُفِظَ[1]

علم تو وہ ہے جو نفع پہنچائے یعنی عمل پر لے آئے، علم ان عبارات اور الفاظ کا نام نہیں ہے جنہیں ذہن میں محفوظ کرلیا جاتا ہے۔

علم وہ حروف نہیں ہیں جنہیں ایک طالبِ علم یاد کر لیتا ہے، طالبِ علم جن الفاظ کو،

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۱۰/ ۸۹

جن حروف کو اپنے ذہن کے گوشے میں محفوظ کر لیتا ہے وہ حقیقی علم نہیں ہے، حقیقی علم تو وہ ہے جس پر طالبِ علم کو عمل کی توفیق ملتی ہے، ایک طالبِ علم نے یہ سیکھ لیا اور یاد کر لیا کہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، یہ تو ایک عبارت ہے جو اسے یاد ہو گئی، یہ علم نہیں ہے، اس کا تعلّق معلومات سے ہے، ابھی اسے اس عبارت کا علم حاصل نہیں ہوا، ہاں، اگر وہ پانچ وقت کی نمازوں کو اہتمام سے پڑھتا بھی ہے تو کہا جائے گا کہ اسے اس کا علم بھی حاصل ہو گیا ہے، حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْعَالِمُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، إِنَّمَا الْعَالِمُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْخَيْرَ فَيَتَّبِعُهٗ وَيَعْرِفُ الشَّرَّ فَيَجْتَنِبُهٗ[1]

عالم وہ نہیں ہے جو خیر اور شر کو پہچان کر سمجھ لے، حقیقت میں عالم کہے جانے کے قابل تو وہ شخص ہے جو خیر کو پہچان کر اس کی اتّباع کرتا ہے اور شر کو پہچان کر اس سے دور رہتا ہے۔

وہ شخص جو صرف خیر اور شر میں تمیز کر سکے، جائز اور نا جائز میں تمیز کر سکے، صحیح اور غلط میں تمیز کر سکے کہ یہ جائز ہے، یہ نا جائز ہے، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، یہ اچھا ہے، یہ بُرا ہے، وہ عالم کہلائے جانے کے قابل نہیں ہے، حقیقت میں عالم کہلائے جانے کے قابل تو وہ شخص ہے جو خیر کا علم حاصل کرتا ہے، بھلائی کے بارے میں جان کاری حاصل کرتا ہے، پھر اس کی اتّباع کرتا ہے اور اس کو اپنی زندگی میں لے آتا ہے، اور شر کو پہچان لیتا ہے، بُرائی کے بارے میں جان کاری حاصل کر لیتا ہے کہ یہ بُرا ہے، یہ غلط ہے، یہ نا جائز ہے، اور پھر اس سے بچتا ہے۔

---

[1] تہذیب الکمال: ۳/ ۲۲۷

مدرسے میں ایذاءِ مسلم کی صورتیں

ہم نے یہ حدیث پڑھ لی:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ[1]

کامل مسلم وہ ہے یا مسلم کہلائے جانے کے قابل وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان صحیح سالم رہیں۔

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوا کہ حقیقت میں مسلم کہلائے جانے کے قابل وہی شخص ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان صحیح سالم رہیں، جب تک ہم اس حدیث کو عملی جامہ نہ پہنائیں اس وقت تک اس حدیث کا حقیقی علم ہمیں حاصل نہیں ہوا، اکثر طلبہ بالغ ہیں اور مکلّف، اس لئے مدرسے میں رہتے ہوئے ہمیں اس بات کا خوب خیال رکھنا چاہئے کہ ہمارے قول سے، ہمارے فعل سے کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے، ہر شخص خیال رکھے کہ بیت الخلاء سے نکلے تو صاف کر کے نکلے، وضوء کر کے اُٹھے تو صاف چھوڑ کر اُٹھے، مطبخ سے نکلے تو اپنی جگہ صاف کر کے نکلے، bedroom (سونے کے کمرے) میں چار پانچ طالبِ علم ایک ساتھ رہتے ہیں تو ہماری وجہ سے دوسرے ساتھیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے، یہ بھی ایذاءِ مسلم ہے کہ کچھ ساتھی تو سو رہے ہیں اور باقی اس طرح باتیں کر رہے ہیں کہ سونے والوں کی نیند میں خلل ہو رہا ہے، چار صفائی ستھرائی کے ساتھ رہتے ہیں اور ایک گندا رہتا ہے، ایک صفائی ستھرائی کے ساتھ رہتا ہے اور باقی گندے رہتے ہیں، یہ ایذاءِ مسلم ہے، یہ گناہِ کبیرہ ہے، اور اس کا روزانہ بار بار ارتکاب ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے دل

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، ح(١٠)

گندے ہوجاتے ہیں، اور جب دل گندے ہوجاتے ہیں تو ہم علم کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔

اساتذہ: ہمارے سب سے بڑے محسن

طلبہ تو طلبہ، ہماری حرکتوں سے بسا اوقات ہمارے محسنین یعنی ہمارے اساتذہ کو بھی تکلیف پہنچتی ہے، اساتذہ سے بڑھ کر ہمارا کون محسن ہوسکتا ہے؟ جب ہم مدرسے میں داخل ہوتے ہیں تو ہمارے اندر حقیقی معنی میں انسانیت نہیں ہوتی، ہمارے پاس علم نہیں ہوتا، ان کی محنتوں کے نتیجے میں کچھ سوجھ بوجھ آتی ہے، زندگی گزارنے کا سلیقہ معلوم ہوتا ہے، یہ ہمارے محسن ہیں جو ہمیں علم کے الفاظ بھی سکھاتے ہیں اور ان الفاظ کی حقیقت ہماری زندگی میں کیسے آجائے اس کی بھی فکر کرتے ہیں، ہم انہی کا دل دُکھاتے ہیں، کلاس میں بیٹھ کر ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ ان کو ایذاء پہنچتی ہے، ہم سبق کے لئے تاخیر سے آتے ہیں، سبق یاد نہیں کرتے، بورڈنگ اور مدرسے میں جس طرح رہنا چاہئے اس طرح نہیں رہتے، ان سب چیزوں سے ان کو ایذاء پہنچتی ہے، ایسا طالبِ علم کیسے کامیاب ہوگا؟ بزرگوں کا سالہا سال کا تجربہ ہے کہ جو طالبِ علم اپنے اساتذہ کو دُکھ پہنچاتا ہے، جو اپنے اساتذہ کے لئے تکلیف کا باعث بنتا ہے، ایسا طالبِ علم، علم سے اور علم کی خدمت سے محروم رہتا ہے۔

استاذ کا مقام

عزیز طلبہ! استاذ کا مقام بہت اونچا ہوتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِيْ حَرْفاً، إِنْ شَاءَ بَاعَ وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ[1]

میں اس شخص کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھا دیا، وہ میرا آقا ہوگیا، اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ ڈالے اور اگر چاہے تو مجھے آزاد کردے۔

ایک شاعر نے کہا ہے:

رَأَيْتُ أَحَقَّ الْحَقِّ حَقَّ الْمُعَلِّمِ
وَأَوْجَبَهٗ حِفْظاً عَلٰى كُلِّ مُسْلِمِ
لَقَدْ حَقَّ أَنْ يُهْدٰى إِلَيْهِ كَرَامَةً
لِتَعْلِيْمِ حَرْفٍ وَاحِدٍ أَلْفُ دِرْهَمِ

میں نے بہت بڑا اور ہر مسلمان پر بہت زیادہ ضروری حق معلّم کا حق دیکھا، بلاشبہ یہ بات حق ہے کہ استاذ کو ہر حرف کے بدلے ہزار درہم اکراماً ہدیہ کئے جائیں۔

میں نے حقوق میں بہت بڑا حق معلّم کا حق پایا، یہ اتنا اہم حق ہے کہ ہر مسلمان کو اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے، یہ حق اتنا بڑا ہے کہ شاگرد کو چاہئے کہ استاذِ محترم کو بطورِ اکرام ایک ایک حرف کے بدلے ایک ایک ہزار درہم ہدیہ دے، معلوم ہوا کہ ہماری زندگیاں ختم ہوجائیں گی مگر ہم اپنے اساتذہ کا حق نہیں ادا کر پائیں گے۔

اساتذہ کے ساتھ کیسا معاملہ ہونا چاہئے؟

میرے بھائیو! جن لوگوں نے جو کچھ پایا وہ اپنے اساتذہ کی توجّہ اور دعائیں حاصل کر کے پایا، ہم چونکہ آزادی کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں اس وجہ سے ہم

---

[1] تعلیم المتعلّم، ص: ۲۰

اساتذہ کی کماحقّہٗ قدر نہیں کرتے، ہمارے اسلاف کا کیا رویّہ تھا؟ محدّث مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَهَابُ إِبْرَاهِيْمَ هَيْبَةَ الْأَمِيْرِ[1]

ہم اپنے استاذ ابراہیم سے اس طرح ڈرا کرتے تھے جیسے رعیت کا کوئی فرد خلیفۃُ المسلمین سے ڈرا کرتا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَوْقَرَ لِلْمُحَدِّثِيْنَ مِنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ[2]

میں نے یحییٰ بن معین سے زیادہ محدّثین کا احترام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔

میرے عزیزو! عرض یہ کر رہا ہوں کہ علم کے لئے جتنے موانع ہیں، جتنی رُکاوٹیں ہیں، ان سے خوب دور رہو، وہ تمام حضرات جنہوں نے اونچا مقام پایا اسی لئے پایا کہ انہوں نے اس بات کا پورا اہتمام کیا کہ حصولِ علم کے لئے جو موانع تھے ان سے بہت دور رہے، اس کے لئے انہیں جو کچھ بھی کرنا پڑا وہ کیا۔

طالبِ علم کی غفلت سے دین کا ضیاع

میرے دوستو! میں بھی آپ کی طرح ایک طالبِ علم ہوں اور دل کو دُکھ پہنچانے والی باتوں کا تذکرہ ہم آپس میں اپنے درمیان ہی کر سکتے ہیں، آج کل ہم طالبِ علموں میں

---

[1] سنن الدارمي، باب في توقير العلماء، ح(٤٢٠)

[2] تدريب الراوي: ٥٤٩/٤

کمزوریاں پائی جاتی ہیں، اور یہ بات دُکھ کی صرف اس لئے نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک فرد ضائع ہورہا ہے، بلکہ اس لئے بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دین ضائع ہورہا ہے، آپ حضرات علم کو اپنے اساتذہ سے لے کر دوسروں تک پہنچانے کے لئے ایک منتخب طبقہ ہیں، یہ علم اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ نے ہمارے اساتذہ کو ان کے اساتذہ سے پہنچایا، اگر ہم نے احتیاط سے کام نہیں لیا، ہم نے اپنی قدر نہیں پہچانی، ہم نے اپنا خیال نہیں رکھا تو یہ علم ان حضرات سے ہماری طرف منتقل نہیں ہوگا اور ضائع ہوجائے گا، اور علم ضائع ہوگا تو دین ضائع ہوگا اس لئے کہ یہ علم ہی تو دین ہے، امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ[1]

بیشک یہ علم ہی تو دین ہے۔

طالبِ علم کی سستی اور غفلت کی وجہ سے علم ضائع ہوگا، اور علم ضائع ہوگا تو دین ضائع ہوگا۔

ہم طالبِ علموں کی کمزوری

آج کل ہم طالبِ علموں میں دو خرابیاں آگئی ہیں، ایک یہ کہ جب تک ہم دورۂ حدیث سے فارغ نہیں ہوتے اس وقت تک ہم اپنے آپ کو بچّہ ہی سمجھتے رہتے ہیں، بدقسمتی سے اکثر طلبہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو غیر ذمّہ دارانہ attitude (رویّہ) عربی اوّل میں ہوتا ہے، دورۂ حدیث میں پہنچنے کے بعد بھی وہی رہتا ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، مقدّمة الإمام مسلم رحمة الله عليه، باب في أنّ الإسناد من الدين

ہماری ایک دوسری کمزوری یہ ہے کہ اچھے اچھے خیالات جو دل میں جنم لیتے ہیں، انہیں ہم ٹالتے رہتے ہیں کہ ان شاء اللہ ان کاموں کو کریں گے مگر فارغ ہونے کے بعد، آپ کے یہاں ما شاء اللہ اساتذۂ کرام میں سے کئی ایسے ہیں جو میرے اساتذہ کے مقام پر ہیں، میرے بزرگ ہیں، میں ان کی زیارت کو، ان کی ملاقات کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں، میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ یہ حضرات ضرور آپ کو اس سے بہتر نصیحت کرتے ہوں گے، اتنے سالوں میں پتا نہیں ان حضرات سے مجموعی طور پر آپ حضرات نے کتنی نصیحتیں سنی ہوں گی اور آپ کے دلوں میں کتنے اچھے اچھے خیالات پیدا ہوئے ہوں گے، مگر اکثر طلبہ کی عادت یہ ہے کہ وہ ایسے اچھے خیالات کو ٹال دیتے ہیں، سوچتے ہیں کہ کریں گے مگر فارغ ہونے کے بعد، اس غلطی کی اصلاح کی فوری ضرورت ہے اس لئے کہ اگر طالبِ علمی کے زمانے میں اخلاقی تربیت نہیں ہوئی تو آگے بہت مشکل ہوگا۔

مدرسہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے

ایک بات ذہن نشین کر لیجئے کہ یہ مدرسہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے، بچّہ اپنی ماں کے پیٹ سے جس نقص کو لے کر پیدا ہوتا ہے وہ نقص اس کے ساتھ زندگی بھر رہتا ہے، اگر وہ اندھا پیدا ہوتا ہے تو اسے کوئی بینائی نہیں دے سکتا، اگر لولا پیدا ہوتا ہے تو وہ لولا ہی رہے گا، اگر لنگڑا پیدا ہوتا ہے تو وہ لنگڑا ہی رہے گا، اگر بہرا پیدا ہوتا ہے تو وہ بہرا ہی رہے گا، اگر گونگا پیدا ہوتا ہے تو وہ گونگا ہی رہے گا، یہ مدرسہ بھی مادرِ رحم کی طرح ہے، یہ طالبِ علمی کا زمانہ ماں کا پیٹ ہے، جو کچھ بننا ہو اس میں رہتے ہوئے بن جاؤ، یہاں سے جو ناقص نکلے گا وہ ناقص رہے گا اور جو کامل نکلے گا وہ کامل رہے گا، بلکہ ان شاء اللہ

وہ اکملیّت کی طرف بڑھتا رہے گا۔

سلوک وتزکیہ کی ضرورت

میں عرض کر رہا تھا کہ یہ عزم کرو کہ آج سے ہم کوئی گناہ نہیں کریں گے، اور اگر کوئی گناہ ہوگیا تو فوراً توبہ کرلیں گے، اس سلسلے میں سلوک اور تزکیہ کی طرف بھی توجّہ کرنی چاہئے، یہاں بڑے اکابر موجود ہیں، صاحبِ نسبت بزرگ موجود ہیں، علماء ان کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ اللہ جلّ جلالُہ وعمّ نوالُہ نے ان حضرات کو علمی اور روحانی دونوں اعتبار سے نوازا ہے، اور آپ حضرات یہاں چھ سال، آٹھ سال، دس سال گزاریں اور ان سے اس لائن کا استفادہ نہ کریں، یہ بڑے افسوس کی بات ہوگی، یہ حضرات چونکہ ظاہری اور باطنی دونوں علوم میں ماہر ہیں اس لئے آپ کو تزکیہ کی راہ میں اس طرح چلائیں گے کہ آپ کا علمی نقصان بھی نہیں ہوگا، اپنی اصلاح کے لئے کسی صاحبِ کمال اور صاحبِ دل سے وابستہ ہونا ضروری ہے، اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ جینے کا سلیقہ بھی آجائے گا اور حسنِ خاتمہ بھی نصیب ہوگا، حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اُسے آگیا ہے جینا اُسے آگیا ہے مرنا

جس کو کسی بزرگ کی، کسی صاحبِ دل کی، کسی اللہ والے کی صحبت نصیب ہوجاتی ہے، اُسے جینے کا سلیقہ آجاتا ہے، پھر وہ اللہ جلّ جلالُہ وعمّ نوالُہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتا ہے، اس کی زندگی اتّباعِ سنّت والی ہوجاتی ہے، اور قاعدہ ہے کہ جیسی

زندگی ویسی موت، اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اور حسنِ خاتمہ کے ساتھ ولایت والی موت بھی نصیب ہوتی ہے۔

تلاوت اور ذکر کا بھی اہتمام چاہئے

میرے عزیزو! ہر طالبِ علم کو تلاوتِ کلامِ پاک کا اہتمام کرنا چاہئے، اگر تین پارے ہو سکے تو تین پڑھے، اگر دو ہو سکے تو دو پڑھے، اگر ایک ہو سکے تو ایک پڑھے، اور ایک نہ ہو سکے تو آدھا پڑھے، اگر صرف پاؤ پارہ ہو سکے تو پاؤ پڑھے، مگر بالاہتمام پڑھے اس لئے کہ تلاوتِ کلامِ پاک سے دل صاف ہوتا ہے، گناہ کی آلودگیوں کو قرآن کی تلاوت دھو دیتی ہے، اس سے علم میں برکت ہوگی، اس کے ساتھ ہلکا پُھلکا ذکر بھی کرنا چاہئے، چلتے پھرتے روزانہ سو مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنا چاہئے، سو مرتبہ استغفار پڑھ لینا چاہئے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متوسّلین کو روزانہ کم سے کم تین سو مرتبہ درودِ پاک پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے۔[1] تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰه سو مرتبہ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰه سو مرتبہ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تین سو مرتبہ، یہ کیا مشکل ہے؟ درس گاہ سے اپنے کمرے تک جاتے ہوئے سو مرتبہ استغفار ہو جائے گا، وہاں سے آتے ہوئے سو مرتبہ درودِ پاک ہو جائے گا، یہاں سے پھر جاتے ہوئے سو مرتبہ درودِ پاک ہو جائے گا، تھوڑا تھوڑا کر کے اتنا ہو جائے گا کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے، اور اس کے ساتھ یہاں کے اکابرین اور بزرگانِ دین سے اپنے آپ کو وابستہ کرو، ان کی رہنمائی میں دل کو صاف ستھرا بنانے کی سعی کرو، اس سے آپ کو گناہوں سے بچنے میں رہنمائی ملے گی اور علم میں بہت برکت ہوگی۔

---

[1] تذکرۃ الرشید: ۲/ ۱۵۴

گناہوں سے چھٹکارا کیسے حاصل ہو؟

بہت سے طلبہ گناہوں والی زندگی گزارتے ہیں، مشکوٰۃ شریف پڑھ رہے ہیں، جلالین شریف پڑھ رہے ہیں، دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھ رہے ہیں اور بدنظری کے شکار ہوتے ہیں، نماز میں سستی اور غفلت ہوتی ہے، گھر جاتے ہیں تو فجر کی نماز چھوٹ جاتی ہے، فلم دیکھ لیتے ہیں، موسیقی سنتے ہیں، غلط دوستوں کے ساتھ اِدھر اُدھر گھومتے ہیں، ان میں بہت سے طلبہ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ان بُرائیوں کا احساس ہوتا ہے، مگر ان کو سمجھ میں نہیں آتا کہ ان گناہوں سے کیسے چھٹکارا پائیں، میرے بھائیو! جیسے علمِ نحو کے لئے ماہرین ہیں، علمِ صرف کے لئے ماہرین ہیں، علمِ تفسیر کے لئے ماہرین ہیں اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر ہم ان علوم کو حاصل کرتے ہیں، اسی طرح ان گناہوں سے نجات دلانے کے لئے بھی ماہرین ہوتے ہیں، اپنے آپ کو ان سے وابستہ کرو، اور آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ آپ کو اِدھر اُدھر تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، وہ حضرات اسی مدرسے میں آپ کے سامنے موجود ہیں، ان کی رہنمائی میں چل کر اپنی اصلاح کراؤ۔

دوبارہ میں عرض کرتا ہوں کہ گناہوں سے بچو اور اگر گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کرو، یہ عزم کرلو کہ جان چلی جائے مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے، افسوس ہے کہ بعض طالبِ علم اس کی فکر ہی نہیں کرتے اور دورۂ حدیث تک پہنچ جانے کے بعد بھی معصیت کا معاملہ ان کی نظروں میں بہت ہلکا ہوتا ہے، اپنے دوستوں کے سامنے گناہِ کبیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں شرماتے، ایسے طلبہ فارغ ہونے کے بعد اُمّت کی فلاح وصلاح کا ذریعہ کیسے بن سکتے ہیں؟

اساتذہ کی اپنے شاگردوں کے بارے میں تمنّائیں

میرے عزیزو! میں آپ کا استاذ نہیں ہوں پھر بھی میری یہ چاہت ہے کہ آپ میں سے ہر شخص ایسا بن کر نکلے جو پوری اُمّت کو سنبھال لے، تو آپ کے اساتذہ جو آپ کو پڑھاتے ہیں، آپ کے پیچھے دن رات محنت کرتے ہیں، راتوں کو ایک ایک دو دو بجے تک جاگ کر مطالعہ کرتے ہیں، تہجّد کے وقت اُٹھ کر آپ کے لئے دعا کرتے ہیں، ان کی کتنی چاہت ہوگی؟

میرے مشفق استاذ حضرت مولانا ہاشم صاحب دامت برکاتہم حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، میں نے آپ سے تفسیر اور حدیث کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں پڑھی، آپ کی میرے اوپر بہت شفقتیں رہیں اور اب بھی ہیں، آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ مولانا! تمہارا کام دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہوجاتا ہے، تمہاری ترقّی کو میں اپنی ترقّی سمجھتا ہوں۔

میں نے اپنے محبوب شیخ حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لکھ پتی باپ کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ میں لکھ پتی ہوں اس لئے میرے بیٹے کو لکھ پتی نہیں بننا چاہئے، مجھ سے کم درجے کا رہنا چاہئے، نہیں، بلکہ لکھ پتی باپ کے دل میں ہمیشہ یہ چاہت رہتی ہے کہ کاش کہ میرا بیٹا کروڑ پتی ہوجائے۔ یہ فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مخلص استاذ اور مخلص شیخ کا بھی یہی حال ہوتا ہے، مخلص شیخ روحانیت کے جس مقام پر ہوتا ہے، وہ اپنے مرید کے لئے دل میں یہی تمنّا کرتا ہے کہ کاش کہ میرا مرید اس سے بھی آگے بڑھ جائے، اور اسی طرح مخلص استاذ کے دل میں بھی یہی تمنّا

ہوتی ہے کہ میں کئی سالوں کی محنت کے بعد ریاض الصّالحین تک پہنچا ہوں، اللہ کرے کہ میرا شاگرد میری زندگی ہی میں بخاری شریف پڑھانے والا بن جائے۔

والدین کی تمنّائیں

آپ حضرات کو آپ کے والدین نے یہاں یوں ہی چھ سال گزارنے کے لئے نہیں بھیجا ہے، ان کی نیت صرف یہ نہیں ہے کہ باہر کے ماحول سے آپ بچ جائیں، نہیں، وہ جب آپ کو یہاں بھیجتے ہیں تو ان کے ذہنوں میں یہ ہوتا ہے کہ ہمارا بیٹا حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم جیسا بنے گا، مولانا علاء الدین صاحب دامت برکاتہم جیسا بنے گا، مولانا شبیر سالوجی صاحب دامت برکاتہم جیسا بنے گا، اور یہاں کے دیگر اکابر جیسا بنے گا اور ہمارے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گا، ان کی یہ تمنّا ہوتی ہے کہ ہمارا بیٹا بھی کسی وقت حدیث پڑھائے گا، کسی وقت تفسیر پڑھائے گا، مدرسے کی بنیاد ڈالے گا، پوری دنیا میں دین کی تعلیمات کو عام کرنے والا بنے گا، لیکن ہماری سستی اور غفلت کے نتیجے میں ہم ناکام ہوکر ان کے لئے باعثِ رنج وغم بن جاتے ہیں۔

ایک غم زدہ باپ کا قصّہ

کئی سالوں پہلے کا واقعہ ہے، میرا لندن (London) شہر جانا ہوا، وہاں ایک مولانا صاحب نے چائے کے لئے بہت اصرار کیا، وہ انڈیا کے کسی مدرسے کے فاضل تھے، چائے سے فراغت کے بعد وہ برتن رکھنے کے لئے گھر کے اندر کے حصّے میں گئے، جب وہ لوٹے تو اچانک زاروقطار رونے لگے، کمرے میں ہم دو ہی بیٹھے ہوئے تھے، مجھے ایسا لگا کہ شاید کوئی حادثہ پیش آگیا ہے، شاید کسی عزیز کا انتقال ہوگیا ہے، میں نے

ان کے قریب جا کر ان کو تسلّی دی، جب انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولنے کی کچھ ہمّت ہوئی تو کہنے لگے کہ مولوی صاحب! میں نے تو سوچا تھا کہ اپنے بیٹے کو عالم بناؤں گا تو یہ میرے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گا، لیکن یہاں حال یہ ہے کہ فارغ ہونے کے بعد جب سے آیا ہے ایک دن بھی فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے، بجائے مجھے جنّت میں لے جانے کے یہ تو مجھے جہنّم میں لے جائے گا، یہ میری پکڑ کا سبب بنے گا کہ اس کی جیسی تربیت کرنی چاہئے تھی نہیں کی۔

والدین کی قربانیاں

آپ کے ماں باپ آپ پر کتنے پیسے خرچ کرتے ہیں؟ وہ دو دو چار چار پیسے جمع کر کے آپ کی ساری ضرورتیں پوری کرتے ہیں، میں اپنے یہاں طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ آپ جب گھر فون کرتے ہیں کہ ابّا، میں عمرے کے لئے جانا چاہتا ہوں، تو وہ فوراً آپ کو بھیجنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں صرف اس خیال سے کہ میرا بچّہ علمِ دین پڑھ رہا ہے، میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ کا بھائی جو کالج (college) یا یونیورسٹی (university) میں پڑھ رہا ہے، اس کو کہو کہ وہ درخواست کرے کہ ابّا، میں عمرے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ ابّا عذر کرتے ہوئے کہیں گے کہ بیٹا! اس وقت ہمارے حالات سازگار نہیں ہیں۔ اور علمِ دین کا طالبِ علم کہتا ہے کہ عمرے کے لئے جانا ہے تو اس کے لئے انتظام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لئے کہ ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا میری آخرت کے لئے ذخیرہ ہے، مجھے آخرت میں کام آئے گا، آپ کے ماں باپ آپ کے بارے میں یہ تصوّر لئے رہتے ہیں کہ میرا بیٹا دار العلوم زکریا میں ہے اس لئے اس کے چوبیس گھنٹے نیک کام میں گزر رہے ہیں۔

آپ کی خاطر ماں باپ کتنی قربانیاں دے رہے ہیں؟ آپ ان کے لختِ جگر ہیں، آپ ان کے نورِ نظر ہیں، جب آپ پہلی مرتبہ مدرسے میں آئے تھے تو آپ کو بھاری لگا تھا، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ والدین کو بھاری نہیں لگا تھا؟ آپ کے سامنے وہ نہیں روئے ہوں گے، لیکن آپ کو یہاں چھوڑنے کے بعد کتنے روئے ہوں گے اس کا آپ کو اندازہ نہیں، پھر داخلے کے دو مہینے، تین مہینے، چھ مہینے بعد یہ مدرسہ آپ کے لئے گھر ہوجاتا ہے، اس کے بعد کیفیت یہ ہوتی ہے کہ گھر جاتے ہیں تو دل واپس مدرسے آنے کو چاہتا ہے، مگر چھ سال، سات سال، آٹھ سال کی یہ پوری مدّت وہ تڑپتے رہتے ہیں کہ پتا نہیں ہمارا بیٹا بیمار تو نہیں؟ ہمارا بیٹا کیا کھا رہا ہوگا؟ ہمارا بیٹا کہیں دوستیوں کے چکّر میں تو نہیں پڑ گیا ہے؟ ملک میں، شہر میں جن بڑے بڑے علماء پر ان کی نظر پڑتی ہے، ان کو دیکھ کر ان کا دل اس خیال سے مچلتا ہے کہ ہمارا بیٹا حدیث پڑھ رہا ہے، تفسیر پڑھ رہا ہے، چھ سال کے بعد، آٹھ سال کے بعد جب وہ فارغ ہوکر آئے گا تو وہ بھی ایسا ہوکر آئے گا، اور پھر میرے بھائیو، ہم فارغ ہوکر گھر لوٹتے ہیں اور کسی کام کے نہیں ہوتے، نہ عملی اعتبار سے نہ اخلاقی اعتبار سے، تو سوچو کہ ان کا دل کتنا ٹوٹتا ہوگا؟ اور پھر وہی خبریں آپ کی مادرِ علمی میں پہنچتی ہیں، ان کو سن کر پھر آپ کے اساتذہ کا دل کتنا ٹوٹتا ہوگا؟

علم پر عمل کرو

اس لئے میرے بھائیو، طلبِ علم کو مقصد بناؤ اور سب سے بڑی رُکاوٹ، معصیت سے اپنے آپ کو بچاؤ، کسی کو ہم سے تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے، عبادات میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، معاشرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو اور حسنِ اخلاق میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔

طالبِ علم کو حاصل شدہ علم پر عمل کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں جتنی حدیثیں لکھیں، ان میں سے ہر ایک پر عمل کیا، یہاں تک کہ یہ حدیث گزری:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَأَعْطٰى أَبَا طَيْبَةَ دِيْنَاراً

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے cupping کا عمل کروایا (پچھنا لگوایا) اور cupping کرانے والے ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کو ایک دینار عنایت فرمایا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث پر بھی عمل کیا اور پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو ایک دینار دیا۔[1]

بڑوں کا علمی مقام عملی مقام کی وجہ سے بلند ہوا

میں بہت ادب کے ساتھ ایک بات کہنا چاہتا ہوں، میرا اپنا ناقص خیال یہ ہے کہ اُمّت کے تمام اکابر اپنے عملی مقام کی وجہ سے بڑے ہوئے ہیں، ہم چونکہ مدرسے میں علم پڑھنے کی غرض سے آتے ہیں اس لئے ہمارے سامنے صرف علم اور علم سے تعلّق رکھنے والی چیزیں ہوتی ہیں، ہم ہر چیز کو علم کے زاویے سے دیکھتے ہیں، جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ آتا ہے تو ہمارے ذہن میں یہی بات آتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ہیں اس لئے کہ ان کا علمی مقام بہت اونچا تھا، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ہیں اس لئے کہ ان کا علمی مقام بہت اونچا تھا، یقیناً اونچا تھا، اس میں کوئی شک نہیں، مگر ان کا علمی مقام ان کے عملی مقام کی وجہ سے بہت بلند ہوا، وہ طالبِ علمی کے زمانے سے عامل

---

[1] تدريب الراوي: ۵۴۷/۴

بالعلم تھے، ان کا عمل میں اور اخلاص میں بہت اونچا مقام تھا اس لئے علم میں بھی اونچا مقام ہوا، آپ بھی علم کے ساتھ عمل کا خوب اہتمام کیجئے۔

ہر عمل سنّت کے مطابق ہو

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں رکھو، مسجد سے نکلتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں رکھو، دائیں ہاتھ سے دو اور دائیں ہاتھ سے لو، کیا مشکل ہے؟ دونوں کام برابر ہیں، ایک شخص دو رکعات نفل پڑھتا ہے اور دوسرا نہیں پڑھتا، اس میں تو فرق ہے کہ جس نے دو رکعات نفل پڑھی اس کو مشقّت ہوئی اور جس نے نہیں پڑھی اس کو مشقّت نہیں ہوئی، مگر کپڑے پہنتے ہوئے، کپڑے اتارتے ہوئے، جوتے پہنتے ہوئے، جوتے اتارتے ہوئے، دائیں اور بائیں کا خیال رکھنا کیا مشکل ہے؟ کچھ مشکل نہیں، جب مشکل نہیں تو ہم سنّت کے مطابق عمل کیوں نہ کریں؟

شیطان اور نفس کا مقابلہ کر کے اپنی حفاظت کرو

شیطان ہمیں عمل سے روکتا ہے، ہمیں اسے شکست دینی ہوگی، میں اپنے یہاں طلبہ کو کہا کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی بھی بُرا نہیں، لیکن ہمارے ساتھ جو نفس اور شیطان لگے ہوئے ہیں وہ دونوں بُرے ہیں، طلبہ، اساتذہ، منتظمین، ہم سب کو آپس میں مل کر ان کا مقابلہ کرنا ہے، اسی کی خاطر مدرسے میں قوانین بنائے جاتے ہیں، یہ قوانین آپ پر لاگو نہیں کئے جاتے، بلکہ نفس پر لاگو کئے جاتے ہیں، تو بجائے اس کے کہ آپ اساتذہ اور منتظمین سے ناراض ہو کر نفس اور شیطان کا ساتھ دیں، آپ کو چاہئے کہ منتظمین اور اساتذہ کا تعاون کریں اور شیطان اور نفس کا مقابلہ کریں، مدرسے کے ہر قانون کی

پابندی کرنی چاہئے اور شیطان اور نفس کو شکست دے کر اپنی حفاظت کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ

میرے حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ حضرت مسیح الامّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کو مدرسے میں داخل تو ہونا چاہئے، مدرسے کے امور میں دخیل نہیں ہونا چاہئے۔ مدرسے کے امور میں interfere (مداخلت) نہیں کرنا چاہئے، ہمیں تمام قوانین کی پابندی کرنی چاہئے اور اگر کوئی قانون سمجھ میں نہ آئے تو زبان درازی نہیں کرنی چاہئے کہ یہ قانون کیوں بنایا گیا؟ ایسا ہوتا تو اچھا ہوتا، یوں ہوتا تو اچھا ہوتا، یہ ہمارا کام نہیں ہے، اپنے آپ کو اپنے اساتذہ کے سپرد کردو، منتظمین کے سپرد کردو۔

دوسری رُکاوٹ: لایعنی

حصولِ علم میں دوسری رکاوٹ لایعنی ہے، لایعنی سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، لایعنی کی تعریف کیا ہے؟ لایعنی وہ عمل ہے جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں، طالبِ علم کو تو اتنا علمی انہماک ہونا چاہئے کہ اس کے پاس فرصت ہی نہ ہو کہ وہ لایعنی میں مبتلا ہو، آج کل حال یہ ہے کہ ہر طالبِ علم کے پاس موبائل ہے، ہر ایک کو اسمارٹ فون (smartphone) کا شوق ہے، اسی سے انٹرنیٹ (internet) پر بھی جاتے ہیں، اسمارٹ فون تو کیا، طالبِ علم کو تو بغیر ضرورت کے سادہ موبائل بھی نہیں رکھنا چاہئے، علم کے قدردان تو کھانے تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ایک طالبِ علم کا عجیب علمی انہماک

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالبِ علم کا ذکر کیا ہے کہ اس کو مطالعہ کا اتنا انہماک تھا کہ وہ بہت کم سوتا تھا، جب دیکھو کتاب پڑھ رہا ہے، اس کے کھانے کا طریقہ بھی عجیب تھا، کھانا اس کے کمرے میں پہنچایا جاتا تھا، وہ کھانا لانے والے سے کہتا تھا کہ سالن لے جاؤ اور روٹی چھوڑ جاؤ۔ جتنی مدّت مدرسے میں قیام رہا اس نے کبھی روٹی کے ساتھ سالن نہیں کھایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر روٹی اور سالن دونوں کو ملا کر کھاتا تو کتاب سے توجّہ ہٹانی پڑتی، اور صرف روٹی کھانے میں یہ بات نہیں تھی، کتاب پڑھتے ہوئے وہ روٹی کو توڑ کر لقمے بنا کر کھالیتا تھا۔[1]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا طالبِ علمی کے زمانے کا معمول

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے مقام پر پہنچے، اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے طالبِ علمی کے زمانے کی خوب قدر کی، آپ جب شوّال میں مدرسہ جاتے تھے تو شعبان تک گھر میں کیا ہو رہا ہے اس کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا، اس لئے کہ گھر سے جب کوئی خط آتا تھا تو ایک مٹکے میں ڈال دیتے تھے، کیوں؟ اس لئے کہ خط میں یا تو کوئی غمی کی خبر ہوگی یا خوشی کی، خوشی کی خبر ہوگی تو بھی دل گھر کی طرف مائل ہوگا اور غمی کی خبر ہوگی تو بھی دل گھر کی طرف مائل ہوگا، اس تھوڑے سے میلان کو بھی وہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ کہیں علم کی طرف توجّہ میں کمی نہ آجائے، تو سارے خطوط جمع ہوتے رہتے تھے، شعبان میں جب امتحان سے فراغت ہوتی تھی اور چھٹی ہوجاتی تھی اس

---

[1] مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، ص: ۴۷

وقت سارے خطوط کھول کر پڑھتے تھے۔[1]

اور ہمارا حال کیا ہے؟ ہماری توجّہ درس گاہ میں بیٹھے ہوئے بھی فٹ بال (football) اور کرکٹ (cricket) کی طرف رہتی ہے، کمنٹری (commentary) کی طرف رہتی ہے، اسکور (score) کی طرف رہتی ہے۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی ملفوظ

لایعنی سے اپنے آپ کو خوب بچاؤ، اور لایعنی سے بچنے کے لئے آپس میں اختلاط سے بھی بچو، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کتنا ہی ذہین اور ذکی کیوں نہ ہو، اگر اس میں دوستی کا روگ ہوگا تو وہ کچھ نہیں بن سکے گا، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا، اور طالبِ علم کتنا ہی غبی اور کُند ذہن کیوں نہ ہو، اگر وہ دوستی سے دور رہے گا تو ضرور کام کا بن کر نکلے گا۔[2]

تیسری رُکاوٹ: سستی

حصولِ علم میں تیسری رُکاوٹ سستی ہے، اور سستی کا سوائے چستی کے کوئی علاج نہیں، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجھ میں سستی بہت ہے، میں کوئی کام نہیں کر پاتا، آپ مجھے کوئی وظیفہ بتاؤ جس کی برکت سے سستی دور ہو جائے۔ مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ میں جو وظیفہ بتلاؤں اس کو پڑھنے میں بھی اگر سستی حائل ہوئی تو؟ کیا اس کے

---

[1] متاعِ وقت اور کاروانِ علم، ص: ۲۵۰

[2] آپ بیتی: ۱/ ۲۶

لئے بھی وظیفہ تلاش کروگے؟[۱]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سستی کا علاج چستی ہے۔[۲] ٹھان لو کہ مطالعہ کرنا ہے تو کرنا ہے، تکرار کرنی ہے تو کرنی ہے، سبق یاد کرنا ہے تو کرنا ہے، عشاء کے بعد تہجّد کی دو رکعات پڑھنی ہے تو پڑھنی ہے، سستی کو دور کرنے کا یہی طریقہ ہے، اور ساتھ میں دعا بھی کرتے رہو، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سستی سے پناہ مانگی ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ[۳]

اے اللہ، میں سستی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

چوتھی رُکاوٹ: بے ادبی

چوتھی اور آخری رُکاوٹ بے ادبی ہے خاص طور پر اساتذہ کی بے ادبی، ہمارے اسلاف کے دلوں میں اساتذہ کی اتنی عظمت اور محبت تھی کہ وہ ان کا نام بھی لیتے تھے تو ادب سے لیتے تھے، عمدہ عمدہ القاب بھی استعمال کرتے تھے، ساتھ میں دعائیہ کلمات بھی کہتے تھے، ہم تو ہمارے اساتذہ کا تذکرہ بہت سادہ طریقے سے کرتے ہیں، ہم اخیر میں صاحب نہیں بولتے، دامت برکاتہم نہیں بولتے، امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس طرح تذکرہ کرتے:

---

[۱] درسِ شعب الایمان: ۱/۶۱

[۲] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۲۲/ ۸۳

[۳] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب التعوّذ من المأثم والمغرم، ح(۶۳۶۸)

حَدَّثَتْنِيْ الصِّدِّيْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيْقِ حَبِيْبَةُ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْمُبَرَّأَةُ[1]

مجھ سے بیان کیا صدّیق کی بیٹی صدّیقہ نے، جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکباز محبوبہ ہیں۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کتنا احترام ہوگا؟ ہمارے دلوں میں بھی ہمارے اساتذہ کا ایسا احترام ہونا چاہئے، استاذ کا نام لیتے وقت کہنا چاہئے کہ حضرت مولانا فلاں صاحب دامت برکاتہم، ہاں، یہ بات الگ ہے کہ کسی کا نام بار بار لینا پڑے تو پہلی مرتبہ کے بعد پھر مولانا کافی ہے، میرے عزیزو! اپنے تمام اساتذہ کا احترام کرو، چھوٹے سے چھوٹے استاذ کا بھی سو فیصد احترام ضروری ہے، کسی استاذ کی عظمت اور عقیدت زیادہ ہے تو ان کا دوسو فیصد احترام ہو، ہزار فیصد ہو، یہ آپ کی مرضی ہے، لیکن یہ کہ بڑے استاذ کی سو فیصد عظمت ہے اور چھوٹے کی نوّے فیصد تو یہ آپ کے لئے مہلک ہے، یہ آپ کے لئے سمِّ قاتل ہے، آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

تو علم کے حصول میں چوتھی رُکاوٹ بے ادبی ہے، اس میں سب کچھ آ گیا؛ کتابوں کی بے ادبی، اساتذہ کی بے ادبی، علم کے آلات کی بے ادبی، مدرسے کی بے ادبی، درس گاہ کی بے ادبی، اس سے ہر حال میں بچنا ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، دارالعلوم زکریا ان مدارس میں سے ہے جو میرے دل دماغ میں رہتے ہیں، آپ کے بہت سارے اساتذہ ایسے ہیں کہ آج ان سے ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد ملاقات ہوئی ہے، لیکن مجھے ان سے

---

[1] مسند أحمد، ح(۲۶۰۸۶)

قلبی محبت ہے اور میں اپنی سعادت سمجھ کر ان کے لئے غائبانہ دعا کرتا ہوں، مجھے اس مدرسے سے محبت ہے اس لئے یہاں آکر مجھے بہت مسرّت اور خوشی محسوس ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں، اساتذۂ کرام اور طلبہ دونوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھ پر فضل فرمائیں، دین اور ایمان پر مستقیم رکھیں، اور موت بھی ایمان پر حسنِ خاتمہ کے ساتھ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

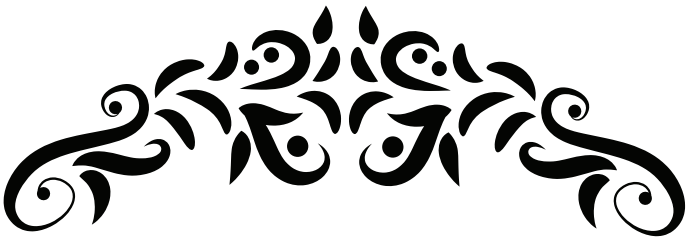
علم کے لئے تقویٰ کی اہمیت

تقویٰ وطہارت ایسی چیزیں ہیں جن سے علم کھلتے ہیں، معصیت سے قلب کی نورانیت زائل ہوجاتی ہے، علم بغیر نورِ فہم کے حاصل نہیں ہوسکتا، اور نورِ فہم بغیر تقویٰ کے حاصل ہونا محال ہے۔

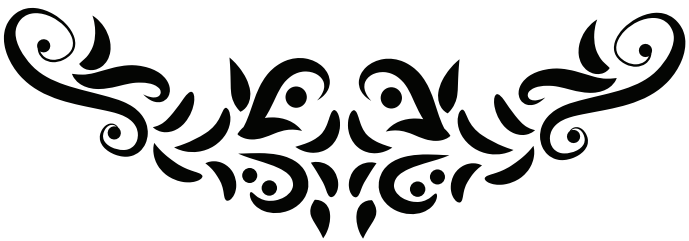
حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
آداب المعاشرت، ص: ۲۶۲

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۴	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۵	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية، بيروت
۶	سنن الدارمي	الإمام الدارمي	دار التأصيل، مصر
۷	المعجم الكبير	الإمام الطبراني	مؤسّسة الريّان، بيروت
۸	تذكرة الحفّاظ	العلّامة الذهبي	دار إحياء التراث العربي، بيروت
۹	تهذيب الكمال	الحافظ المزّي	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۱۰	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۱۱	تدريب الراوي	الإمام السيوطي	دار المنهاج، جدّة
۱۲	تعليم المتعلّم	الإمام برهان الإسلام الزرنوجي	مكتبة البشرٰى، كراتشي
۱۳	تذکرۃ الرشید	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی	دارالکتاب، دیوبند
۱۴	آپ بیتی	حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی	دارالاشاعت، کراچی
۱۵	اصلاحی خطبات	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	میمن پبلشرز، کراچی
۱۶	درسِ شعب الایمان	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبۃ الایمان، کراچی
۱۷	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۸	مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	طیب پبلشرز، لاہور
۱۹	متاعِ وقت اور کاروانِ علم	مولانا ابن الحسن عباسی	مکتبہ عمر فاروق، کراچی



علم کے ساتھ عمل
بھی بہت ضروری ہے





تفصیلات

وعظ کا نام	:	علم کے ساتھ عمل بھی ہت ضروری ہے
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	دارالعلوم آزادول، جنوبی افریقہ
تقریب	:	طالبینِ علم کے ساتھ مذاکرہ



فہرست

علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے ۸۳

طالبِ علمو! اپنی قدر پہچانو! ۸۴

علم سے وابستہ لوگ بڑے اونچے مقام والے ہیں ۸۴

قبر تک طالبِ علم ۸۵

ہماری دو بیماریاں ۸۶

فیضِ ظاہری کے ساتھ فیضِ باطنی بھی حاصل کرو ۸۷

علم دو دھاری تلوار ہے ۸۷

علم محنت اور قربانی چاہتا ہے ۸۸

اپنی 'انا' کو فنا کرو ۸۹

طالبِ علم مدرسے کے امور میں دخیل نہ بنے ۹۰

دوستی کا نقصان ۹۱

طالبِ علم اور تہجد نہیں پڑھتا؟ ۹۲

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہر حدیث پر عمل ۹۳

اہلِ علم کن چیزوں میں دوسروں پر فائق ہیں ۹۴

بغیر عمل کے علم باقی نہیں رہتا ۹۵

ہماری دو خرابیاں ۹۶

طالبِ علمی کا زمانہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے ۹۷

اگر علماء ہی بگڑ جائیں تو.... ..... ۹۷

معصیت قریب بھی نہ آئے ۹۸

حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ پورا سال خطوط نہیں پڑھتے تھے ۹۸

لایعنی اور معصیت سے دور رہو ۹۹
علم کی طرح عمل بھی محنت چاہتا ہے ۱۰۰
علومِ ظاہرہ اور باطنہ دونوں کو حاصل کرو ۱۰۱
ہر استاذ کے لئے کم سے کم سو فیصد احترام ضروری ہے ۱۰۱
بڑے لوگ عمل کی وجہ سے بڑے ہوئے ۱۰۲
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز حافظہ ۱۰۳
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ عمل ۱۰۳
گناہوں کی وجہ سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے ۱۰۴
ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا محیّرُ العقول حافظہ ۱۰۵
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حرام غذا سے حفاظت ۱۰۵
تقویٰ اور توبہ کے لئے تزکیہ کی ضرورت ۱۰۶
قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسباق کی پابندی میں بے مثال اہتمام ۱۰۷
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ علم و عمل میں مثالی نمونہ ۱۰۸
علم پر عمل کرو اور اسے دوسروں تک پہنچاؤ ۱۰۹
آپ مستقبل کے علماء ہیں ۱۱۰
خلاصہ ۱۱۰
مأخذ و مراجع ۱۱۲

علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ، إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (الزمر:۹) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ. اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بڑا احسان ہوا کہ اس نے علمِ دین پڑھنے اور پڑھانے والے حضرات کی صحبت کی سعادت نصیب فرمائی، تعلیم وتعلّم سے تعلّق رکھنے والے حضرات اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت اونچے ہیں، آزادول (Azaadville) کا دارالعلوم ترقّی کی منازل طے کرتے کرتے دنیا کے مشہور ترین مدارس میں اپنے آپ کو شامل کر چکا ہے، یہاں علم کے ماہرین کی ماشاءاللہ ایک جماعت ہے جو اساتذہ کی شکل میں موجود ہے، اور اگرچہ میں اِس وقت اپنے طالبِ علم بھائیوں سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں اور یہ حضراتِ اکابر اور حضراتِ اساتذۂ کرام میرے مخاطَب نہیں ہیں، پھر بھی طبیعت محجوب ہوتی ہے، بڑوں کی موجودگی میں کچھ بولنا آسان نہیں ہے، ان حضراتِ اکابر میں سے بعض حضرات

تو میرے اساتذہ کے مقام پر ہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ ان حضرات کے علوم میں، فیوض میں، ان کے خلوص میں اور ان کی عمروں میں بہت برکت عطا فرمائیں، اور ہم سب طالبِ علموں کو ان سے استفادے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

طالبِ علمو! اپنی قدر پہچانو!

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے علم سے وابستگی رکھنے والوں کو بڑا اونچا مقام عطا فرمایا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر طالبِ علم اپنی حیثیت پہچان کر خود اپنی قدر کو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں طلبہ کی حیثیت کتنی اونچی ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دار العلوم کراچی تشریف لے گئے تو طلبہ اور اساتذہ کے مجمع میں صرف ایک جملے پر مشتمل بہت ہی مختصر مگر جامع نصیحت فرمائی، حضرت نے صرف اتنا فرمایا کہ طالبِ علمو! اپنی قدر پہچانو![1]

ہم لوگ وعظ وتقریر میں عوام سے اپیل (appeal) کرتے ہیں کہ علماء کی قدر کرو، اہلِ علم کی قدر کرو، میرے عزیزو! اس سے پہلے کہ ہم انہیں کہیں کہ علماء کی قدر پہچانو اور قدر کرو، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم طالبِ علم اور علم سے تعلّق رکھنے والے خود اپنی قدر پہچانیں۔

علم سے وابستہ لوگ بڑے اونچے مقام والے ہیں

جو لوگ علم کی طلب میں اپنے گھروں سے نکلتے ہیں ان کا بڑا اونچا مقام ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] اصلاحی خطبات: ۷/ ۱۰۴

مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ[۱]
جو شخص علم کی طلب میں اپنے گھر سے نکلتا ہے وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہوتا ہے جب تک واپس نہیں لوٹتا۔

حصولِ علم کا، تعلیم و تعلّم کا یہ عمل اتنا اونچا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ[۲]
تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

قرآن اور قرآنی علوم کو سیکھنے اور سکھانے والے اس اُمّت کے بہترین لوگ ہیں، میرے عزیزو! یہ فضیلت دینی علوم کے تمام طلبہ اور معلّمین کو حاصل ہے اس لئے کہ قرآن متن ہے اور احادیث اس کی تفسیر، پھر قرآن اور احادیث کی تشریح سے فقہاء کے اقوال وجود میں آئے۔

قبر تک طالبِ علم

یہ مشغلہ اتنا مبارک ہے کہ اُمّت کے بڑے بڑے لوگ آخری سانس تک اس میں برابر لگے رہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

مَعَ الْمِحْبَرَةِ إِلَى الْمَقْبَرَةِ[۳]
اس دوات، قلم اور علم کے آلات کے ساتھ سیکھنے سکھانے میں موت تک زندگی گزرے گی۔

---

[۱] سنن الترمذي، باب فضل طلب العلم، ح(۲۶۴۷)

[۲] صحيح البخاري، باب خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه، ح(۴۶۳۹)

[۳] مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي، ص: ۵۵

میرے عزیزو! طلبِ علم کی کتنی اونچی فضیلت ہے! جب ہم پڑھنے کے لئے آئے تھے تو ہم ان فضیلتوں کو جانتے بھی نہیں تھے، ہمیں تو یہ پتا بھی نہیں تھا کہ جس کام کے لئے ہم نکل رہے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنی قدر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان ہے کہ اس نے بغیر کسی استحقاق کے، محض اپنے لطف وکرم سے مجھے اور آپ سب میرے طالبِ علم ساتھیوں اور دوستوں کو طالبینِ علم کی اِس جماعت میں شامل فرمادیا۔

ہماری دو بیماریاں

دار العلوم زکریا میں گفتگو کرتے ہوئے میرے ذہن میں ایک بات آئی جو یہاں بھی عرض کردوں کہ مدارس میں پڑھنے والے طالبِ علموں کی دو بڑی بیماریاں ہیں، ایک یہ کہ وہ اپنے آپ کو دورۂ حدیث سے فارغ ہونے تک بچّے ہی سمجھتے رہتے ہیں؛ ہر طالبِ علم عربی اوّل میں بھی سمجھتا ہے کہ میں بچّہ ہوں، عربی دوم اور عربی سوم میں بھی سمجھتا ہے کہ میں ابھی بچّہ ہوں، اب علم میں ترقّی ہورہی ہے کہ عربی اوّل سے عربی دوم میں چلا گیا، دوم سے سوم میں چلا گیا، اب حدیث پڑھ رہا ہے، قرآن کا ترجمہ پڑھ رہا ہے، تفسیر پڑھ رہا ہے، صحاح ستہ پڑھ رہا ہے، لیکن اس کے ذہن میں یہی بات رہتی ہے کہ میں ابھی بچّہ ہوں، اس لئے جو رویّہ عربی اوّل میں ہوتا ہے وہی رویّہ دورۂ حدیث میں بھی رہتا ہے، اور جب تک ذہن میں یہ بات رہے گی کہ میں ابھی بچّہ ہی ہوں، اس وقت تک ایک دوسری بیماری رہے گی کہ مجھے ہر چیز میں وہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں جو بڑے کرتے ہیں، لہٰذا یہ سب چیزیں مجھے کرنی تو ہے، مگر ابھی نہیں، فارغ ہونے کے بعد۔

فیضِ ظاہری کے ساتھ فیضِ باطنی بھی حاصل کرو

آپ کے یہاں ماشاء اللہ بہت اچھے اچھے اساتذہ ہیں، جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ان میں سے بعض میرے اساتذہ کے مقام پر ہیں، ان میں صاحبِ نسبت بزرگوں کی بھی ایک اچھی تعداد ہے، آپ روزانہ ان کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں اور تین تین، چار چار، پانچ پانچ گھنٹے ان کی صحبت میں بیٹھتے ہیں، اگر آپ سوچنے کا زاویہ تھوڑا بدل دیں اور حقیقی معنی میں طالبِ علم بن جائیں؛ علمِ ظاہر کے ساتھ ساتھ علمِ باطن کے طالب بھی بن جائیں اور یہ فیصلہ کرلیں کہ مجھے صرف عالم نہیں بلکہ عامل بالعلم بھی بننا ہے، تو آپ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں سے فارغ ہونے سے پہلے صاحبِ نسبت ہوجائیں گے۔

میرے عزیز طلبہ! آج آپ یہ عزم کرلیں کہ ہمیں علم حاصل کرنے کے لئے بھی خوب محنت کرنی ہے اور ساتھ ساتھ اس حاصل شدہ علم پر عمل کے لئے بھی جدّ و جہد کرنی ہے۔

علم دودھاری تلوار ہے

یہ علم دودھاری تلوار ہے، آپ ایسا خیال نہ کریں کہ میں علم پر عمل نہیں کروں گا تو کیا نقصان ہوگا؟ اتنا ہوگا کہ نفع سے محرومی ہوگی، جیسے ظہر کی نماز کے بعد دو رکعات نفل، اگر نہیں پڑھی تو کوئی حرج کی بات نہیں اس لئے کہ نفع نہیں ہوا تو نقصان بھی نہیں، ثواب بھی نہیں ملا اور کوئی پکڑ بھی نہیں ہوگی، بھائی! یہ سوچ بھی غلط ہے اس لئے کہ نفع اور ثواب سے محروم رہنا بھی ایک نقصان ہے، لیکن اگر ہم مان لیں کہ یہ بات فی نفسہٖ ٹھیک

ہے تو علم کے بارے میں یہ سوچ نہیں رکھنی چاہئے، اس لئے کہ علم اگر نفع بخش نہیں ہے تو نقصان دہ ہوگا، علم ایسی چیز نہیں ہے کہ اس سے نفع بھی نہ ہو اور نقصان بھی نہ ہو، نہیں، دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی، اگر آپ نے اس پر عمل کیا تو نفع پہنچائے گا اور اگر عمل نہیں کیا تو نقصان پہنچائے گا، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ اِنْ لَمْ يَنْفَعْكَ ضَرَّكَ[1]

علم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر وہ تجھے نفع نہ پہنچائے تو پھر نقصان پہنچائے گا۔

علم محنت اور قربانی چاہتا ہے

عرض یہ کر رہا تھا کہ علم بہت بڑی دولت ہے، اس لئے اسے حاصل کرنے میں اپنی ساری توانائیاں صرف کر دو، یہ علم محنت چاہتا ہے۔

لَوْ كَانَ هٰذَا الْعِلْمُ يَحْصُلُ بِالْمُنٰى
مَا كَانَ يَبْقٰى فِيْ الْبَرِيَّةِ جَاهِلُ
فَاجْهَدْ وَلَا تَكْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلًا
فَنَدَامَةُ الْعُقْبٰى لِمَنْ يَتَكَاسَلُ

اگر یہ علم بلا محنت صرف امیدیں باندھنے سے حاصل ہو جاتا، تو اس رُوئے زمین پر کوئی بھی بے علم نہ رہتا، (لیکن چونکہ نری امید سے کام نہیں چلتا) اس لئے کوشش و محنت کرو، سستی سے دور رہو اور غفلت سے باز آؤ، اس لئے کہ جو سستی کا برتاؤ کرتا ہے اس کے حصّے میں مستقبل اور انجام کی ندامت آتی ہے۔

---

[1] صفة الصفوة: ۱/ ۴۲۷

اگر صرف تمنّاؤں سے اور امنگوں سے یہ علم حاصل ہوجاتا کہ میں مفسّر بننا چاہتا ہوں، محدّث بننا چاہتا ہوں، میں بھی میرے فلاں استاذ کی طرح فنِّ حدیث میں ماہر بننا چاہتا ہوں، فنِّ فقہ میں ماہر بننا چاہتا ہوں، اگر نری تمنّاؤں سے علم حاصل ہوجاتا تو چونکہ علم کے سلسلے میں ہر شخص کی بڑی بڑی تمنّائیں اور آرزوئیں ہوتی ہیں اس لئے رُوئے زمین پر کوئی بھی جاہل نہ رہتا، مگر صرف تمنّاؤں سے اور آرزوؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اس لئے محنت کرو، سستی سے دور رہو اور غفلت کو قریب بھی مت آنے دو، اس لئے کہ مستقبل کی ندامت، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس شخص کے لئے ہوتی ہے جو سستی کا برتاؤ کرتا ہے۔

علم کے لئے سب کچھ قربان کرنا پڑے گا، جب طالبِ علم قربانی دے گا تب علم کا کچھ حصّہ نصیب ہوگا۔

الْعِلْمُ لَا يُعْطِيْكَ بَعْضَهٗ حَتّٰى تُعْطِيَهٗ كُلَّكَ

یہ علم تجھے اپنا تھوڑا سا حصّہ اس وقت دے گا جب تو اسے اپنا سب کچھ دے دے گا۔

اپنی 'انا' کو فنا کرو

ٹھاٹھ کے ساتھ، عزّت کے ساتھ، ناز کے ساتھ یہ علم حاصل نہیں ہوتا، اس علم میں عزّت ہی عزّت ہے، رفعت ہی رفعت ہے، دنیا میں بھی عزّت اور رفعت اور آخرت میں بھی عزّت اور رفعت، لیکن اس علم کو حاصل کرنے کے زمانے میں ٹھاٹھ، آرام، عیش، خودرائی اور خود پسندی سب کچھ ختم کرنا پڑتا ہے۔

الْعِلْمُ عِزٌّ لَا ذُلَّ فِيْهِ، لَا يُدْرَكُ إِلَّا بِذُلٍّ لَا عِزَّ فِيْهِ
علم عزّت ہی عزّت ہے، اس میں ذلّت بالکل نہیں، مگر حاصل ہوتا ہے
اپنے آپ کو مٹانے سے نہ کہ شان وشوکت کے ساتھ۔

علم میں عزّت ہی عزّت ہے، اس میں ذلّت کا شائبہ بھی نہیں، لیکن طالبِ علمی کے دوران اپنے آپ کو پامال کرنا پڑتا ہے، اپنی خواہشات کو قربان کرنا پڑتا ہے، اپنی 'انا' کو فنا کرنا پڑتا ہے، اپنی رائے کو فنا کرنا پڑتا ہے، اپنے اساتذہ کے سامنے اپنے آپ کو جُھکا دینا پڑتا ہے۔

طالبِ علم مدرسے کے امور میں دخیل نہ بنے

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ میں نے اپنے محبوب حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کو مدرسے میں داخل تو ہونا چاہئے، دخیل نہیں ہونا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ طالبِ علم مدرسے میں داخلہ تو لے، مگر مدرسے کے نظام میں دخیل نہ بنے۔

اپنے آپ کو اساتذہ، منتظمین اور مہتمم صاحب کے سپرد کردے، اپنی کوئی رائے نہ ہو، جو کتاب جس کے پاس چلی گئی الحمدللہ، جو استاذ جس طرح پڑھا رہا ہے الحمدللہ، کوئی طویل تقریر کررہا ہے الحمدللہ، کوئی اختصار سے کام لے رہا ہے الحمدللہ، ہماری کوئی رائے نہ ہو، اور اگر شیطان دماغ میں وسوسے پیدا بھی کرے تو زبان پر وہ بات نہ آئے، ہم اپنے ساتھیوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کریں کہ فلاں استاذ بہت اختصار کے ساتھ پڑھاتے ہیں، فلاں استاذ کی تقریر بہت طویل ہوتی ہے، یہ کتاب فلاں استاذ کے پاس

ہوتی تو اچھا ہوتا، مطالعہ اتنے بجے ہوتا تو اچھا ہوتا، سونا اتنے بجے ہوتا تو اچھا ہوتا، امتحان اس وقت ہوتا تو اچھا ہوتا نہیں، ہم دخیل نہ ہوں، ہم اپنے مہتمم صاحب پر اعتماد کریں، ہم اپنے اساتذہ پر اعتماد کریں، ہم منتظمین پر اعتماد کریں کہ یہ حضرات ہمارے خیر خواہ ہیں، اور یہ ہمارے لئے پوری خیر خواہی کے ساتھ سوچ کر نظام بناتے ہیں اور ہمارے لئے اسی نظام میں بھلائی ہے، اِدھر اُدھر توجّہ مت کرو، بس ایک ہی دُھن ہو کہ علم اور عمل زندگی میں آجائے۔

دوستی کا نقصان

اپنے آپ کو دوستیوں سے بھی دور رکھو، یہ علم کے لئے بہت بڑا مانع ہے، دوستی ہوگی تو اختلاط ہوگا، اختلاط ہوگا تو لایعنی میں اور معاصی میں ابتلاء ہوگا جس کا نتیجہ علم سے محرومی ہوگا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب، حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کتنا ہی غبی کیوں نہ ہو، اگر دوستی اور تعلّقات سے بچ کر رہے گا تو کچھ نہ کچھ بن کر نکلے گا، اور طالبِ علم کتنا ہی ذہین اور ذی استعداد کیوں نہ ہو، اگر اسے دوستی اور تعلّقات کا روگ لگ گیا تو وہ اپنے جوہر کو کھودے گا اور کچھ نہیں کر پائے گا۔[1]

عزیزو! عزم کرلو کہ اب ہمیں اپنا سب کچھ حصولِ علم کے پیچھے کھپا دینا ہے اور حاصل شدہ علم پر عمل کر کے اسے آگے بھی پہنچانا ہے، یہ ذہن سے نکال دو کہ چھ سال علم کے لئے ہیں اور عمل کا مرحلہ بعد میں آئے گا، نہیں، علم اور عمل ساتھ ساتھ چاہئے، ہماری دوستی اب صرف علم و عمل سے ہوگی۔

---

[1] آپ بیتی: ۱/ ۲۶

طالبِ علم اور تہجّد نہیں پڑھتا؟

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک طالبِ علم پڑھنے کے لئے آیا، رات کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کمرے میں پانی سے بھرا ہوا لوٹا رکھا، اس دور میں یہی culture (رواج) تھا کہ علماء اور طلبہ تہجّد کے لئے اُٹھتے تھے اور تہجّد کی نماز پڑھتے تھے، صبح جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کمرے میں داخل ہوئے تو پانی کا لوٹا اسی طرح بھرا ہوا دیکھا جس سے آپ نے سمجھا کہ طالبِ علم تہجّد کے لئے بیدار نہیں ہوا تھا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا تعجّب ہوا۔

میرے عزیزو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تعجّب اس لئے تھا کہ طالبِ علم فجر کی نماز سے غائب رہا تھا؟ ظہر کی نماز سے غائب رہا تھا؟ اس کی تکبیرِ اُولیٰ فوت ہوگئی تھی؟ کوئی رکعت چھوٹ گئی تھی؟ نہیں، وہ تہجّد کی نفل نماز کے لئے نہیں اُٹھا تھا، مگر اس کے باوجود تعجّب ہوا اور زبان سے یہ جملہ نکلا:

سُبْحَانَ اللّٰہِ! رَجُلٌ یَطْلُبُ الْعِلْمَ، لَا یَکُوْنُ لَہٗ وِرْدٌ بِاللَّیْلِ[1]

سبحان اللہ! ایک شخص طالبِ علم ہے اور اس کے رات کے کچھ معمولات نہیں؟ بڑی عجیب بات ہے۔

طالبِ علم اپنے آپ کو ایسے اعمال اور ایسی عبادت میں تو مشغول نہ کرے جو طلبِ علم میں حارج بنے، لیکن کیا ہمارا سارا فارغ وقت طلبِ علم ہی میں گزرتا ہے؟ کھیلنے میں نہیں گزرتا؟ تفریح میں نہیں گزرتا؟ گپ شپ میں نہیں گزرتا؟ اگر کوئی ایسا طالبِ علم ہے

---

[1] صفة الصفوة: ۱/ ۴۸۰

جو چوبیس (۲۴) گھنٹے کتاب لے کر بیٹھا رہتا ہے اور وہ کہے کہ چار رکعات تہجّد پڑھنے کے بجائے اگر میں ایک عبارت حل کرلوں تو کیا یہ بہتر نہیں؟ تو چلو سمجھ میں آتا ہے، لیکن ایسا کیوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے تعلّق پیدا کرنے کے لئے کچھ کرنے کو کہا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ہماری طلبِ علم میں حارج ہے، اور لایعنی بلکہ معاصی میں مبتلا ہوتے وقت یہ خیال نہیں آتا؟

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہر حدیث پر عمل

عرض یہ کر رہا ہوں کہ علم حاصل کرنے میں اور اس پر عمل کرنے میں اپنے آپ کو کھپاؤ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کا یہ قول ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسی کوئی حدیث نہیں پڑھی جس پر میں نے عمل نہ کیا ہو۔[1] میرے بھائیو! ان بزرگوں کی طرح اگر ہم تمام حدیثوں پر عمل کرنے کی ہمّت نہیں پاتے تو کم سے کم دوسو حدیثوں میں سے پانچ حدیثوں پر تو عمل کریں، بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

يَا أَصْحَابَ الْحَدِيْثِ، اَدُّوْا زَكٰوةَ الْحَدِيْثِ، اِعْمَلُوْا مِنْ كُلِّ مِائَتَيْ حَدِيْثٍ بِخَمْسَةِ أَحَادِيْثَ[2]

اے حدیث کو پڑھنے اور پڑھانے والو! حدیث کی زکوٰۃ ادا کرو، کم سے کم دوسو احادیث میں سے پانچ حدیثوں پر تو عمل کرو۔

---

[1] تدريب الراوي: ۵۴۷/۴

[2] تدريب الراوي: ۵۴۶/۴

اہلِ علم کن چیزوں میں دوسروں پر فائق ہیں

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الزمر:۹)
کیا علم والے اور وہ لوگ جن کے پاس علم نہیں برابر ہو سکتے ہیں؟

اس آیت کو سن کر طلبہ بہت خوش ہوتے ہیں کہ اس میں ہماری فضیلت بیان کی گئی ہے کہ علماء اور غیرِ علماء برابر نہیں ہو سکتے، جن لوگوں کے پاس علم نہیں ہے ان پر ہماری فوقیت ہے، جی ہاں، اس آیت میں اہلِ علم کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ علماء اور غیرِ علماء مرتبے میں برابر نہیں ہو سکتے، مگر اس کا یہی ایک مطلب نہیں ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ علماء اور غیرِ علماء اعمال کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے، غیرِ علماء کے اعمال کے مقابلے میں علماء کے اعمال کمّیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے بہت بڑھیا ہوں گے، میں نے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ علماء کی نماز اور غیرِ علماء کی نماز میں فرق ہونا چاہئے، اتنا فرق کہ ایک عالم کو اگر کوئی نماز پڑھتا ہوا دیکھے تو اُسے احساس ہو جائے کہ یہ عالم ہے۔ عالم کو چاہئے کہ وہ سننِ غیر مؤکّدہ کا پابند ہو، نوافل کا پابند ہو، خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، سنن اور مستحبّات کی ادائیگی کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، دیکھتے ہی پتا چل جائے کہ یہ کوئی عالم نماز پڑھ رہا ہے، جب علماء کا مرتبہ دوسروں سے اونچا ہے تو ان کے اعمال بھی دوسروں سے بہتر ہونے چاہئے اور حفاظتِ دین اور اشاعتِ دین کی ذمّہ داری میں بھی ان کو دوسروں سے آگے رہنا چاہئے، اُمّت کی جتنی ذمّہ داری علماء کے کندھوں پر ہوگی اتنی عوام پر نہیں ہوگی۔

بغیر عمل کے علم باقی نہیں رہتا

تو میرے عزیزو! علم کے لئے بھی محنت ہو اور عمل کے لئے بھی، عمل نہیں ہوگا تو علم ضائع ہو جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

هَتَفَ الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ، فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا اِرْتَحَلَ[1]

علم عمل کو پکارتا ہے، اگر عمل لبّیک کہہ کر آتا ہے تو علم ٹھہر جاتا ہے اور اس کے پاس رہتا ہے ورنہ رخصت ہو جاتا ہے۔

آپ اپنے دوست کے گھر جاتے ہیں اور گھر کے باہر سے اسے پکارتے ہیں کہ اسماعیل! اسماعیل! اب اسماعیل جواب دے گا تو آپ ٹھہریں گے اور اس کے ساتھ گھر میں جائیں گے، لیکن اگر وہ جواب نہیں دے گا تو آپ واپس چلے جائیں گے، اسی طرح علم بھی عمل کو پکارتا ہے اور بلاتا ہے، اگر عمل جواب دیتا ہے اور آتا ہے تو علم ساتھ رہتا ہے ورنہ چلا جاتا ہے۔

یہ علم جو بہت محنت سے حاصل کیا جاتا ہے وہ تب ہی باقی رہے گا جب زندگی میں عمل ہوگا، اگر زندگی میں عمل نہیں ہوگا تو اس علم کی خاطر جو قربانیاں آپ اس وقت دے رہے ہیں، جو محنتیں آپ کر رہے ہیں، یہ سب ضائع ہو جائیں گی، اس لئے کہ ان قربانیوں اور محنتوں کے نتیجے میں جو علم آپ حاصل کر رہے ہیں وہ عمل نہ ہونے کی وجہ سے چلا جائے گا، علم کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ عمل ہے، امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَحْفَظَ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلْ بِهٖ[2]

---

[1] تدريب الراوي: ۳۱۲/۴

[2] تدريب الراوي: ۵۴۷/۴

اگر تم یہ چاہتے ہو کہ حدیثیں محفوظ رہیں تو ان پر عمل کرو۔

حضرت ابراہیم بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

كُنَّا نَسْتَعِيْنُ عَلٰى حِفْظِ الْحَدِيْثِ بِالْعَمَلِ بِهٖ[1]
ہم حدیثوں کو یاد کرنے پر عمل کے ذریعے مدد لیتے تھے۔

جب حدیثیں حاصل ہو جاتی تھیں تو یہ حضرات ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے تھے، وہ حدیثیں اعمال بن کر زندگی کا حصّہ بن جاتی تھیں تو انہیں بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، جب ایک چیز زندگی کا جزء بن جائے اسے کیسے بھولا یا جا سکتا ہے؟

ہماری دو خرابیاں

میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ہم میں دو خرابیاں ہیں، ایک تو یہ کہ ہم اپنے آپ کو فارغ ہونے تک matured (سمجھ دار / ذمّے دار) نہیں سمجھتے، فارغ ہونے تک بچّے ہی رہتے ہیں، اور دوسری یہ کہ ہم ذہن بنا لیتے ہیں کہ جو بھی کرنا ہے وہ فارغ ہونے کے بعد، ماشاء اللہ، آپ کو ایسے اساتذہ ملے ہیں جو ظاہری و باطنی دونوں علوم کے جامع ہیں، ہر ایک مجمعُ البحرین ہے، وہ آپ کو علم پڑھاتے ہوئے علم پر عمل کی طرف بھی ضرور متوجّہ کرتے ہوں گے، آپ کو سمجھاتے ہوں گے، آپ کی تربیت کرتے ہوں گے، اس لئے کہ ہر استاذ یہ چاہتا ہے کہ مجھ سے پڑھنے والا ہر طالبِ علم عمل پر آجائے، آپ کو اِن مشفق اساتذہ کی صحبتوں اور نصیحتوں کی برکت سے دل میں عمل کا داعیہ بھی پیدا ہوتا ہوگا، لیکن اس کے باوجود ہم اس سوچ کی وجہ سے محروم اور ناکام رہتے ہیں کہ عمل کرنا تو

---

[1] تدريب الراوي: ۴/۵۴۷

ہے مگر فارغ ہونے کے بعد، یاد رکھو! جو ابھی عمل نہیں کرے گا وہ فارغ ہونے کے بعد بھی نہیں کر سکے گا، طالبِ علمی کے زمانے کی اچھی اور بُری عادتیں زندگی بھر ساتھ رہتی ہیں۔

طالبِ علمی کا زمانہ ماں کے پیٹ کی طرح ہے

بزرگوں نے کہا ہے کہ طالبِ علمی کا زمانہ یہ رحمِ مادر کی طرح ہے، ماں کے پیٹ کی طرح ہے، بچّہ اگر ماں کے پیٹ میں کامل بن گیا تو دنیا میں بھی کامل ہونے کی حالت میں آئے گا، اور ماں کے پیٹ میں اگر ناقص رہا؛ کان نہیں ہے، انگلی نہیں ہے، ہاتھ پاؤں نہیں ہے، لولا ہے، لنگڑا ہے، مجنون ہے، اندھا ہے، گونگا ہے، تو دنیا کی کوئی طاقت اسے وہ چیز نہیں دے سکتی، اگر ماں کے پیٹ سے کامل ہو کر نکلے گا تو وہ پھر کمال میں ترقّی کرے گا، اور اگر ناقص ہے تو نقص میں ترقّی کرے گا، اس لئے جو کچھ اور جتنا ہو سکے یہاں رہتے ہوئے کر لو، نفس کو کنٹرول کرو اور اس کے تقاضوں کو دباؤ۔

اگر علماء ہی بگڑ جائیں تو....

میرے عزیز ساتھیو! اگر ہماری زندگی میں عمل نہیں آیا اور ہم یہاں سے فارغ ہو کر عالم یا مولانا کا title (لقب) لے کر چلے گئے تو ایسے عالم سے خیر کی کیا توقّع کی جا سکتی ہے؟ معاذ اللہ! حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْأَعْمَالُ السَّيِّئَةُ دَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ دَوَاءٌ

بُرے اعمال بیماریاں ہیں اور علماء دوا ہیں۔

دنیا میں ہم جن بُرائیوں کو دیکھتے ہیں یہ روحانی بیماریاں ہیں، اور علماء اطبّاء اور ڈاکٹر ہیں، ان کے پاس ان بیماریوں کی دوا ہوتی ہے، یہ حضرات اس کے ذریعے علاج کرتے

ہیں اور لوگوں کو شفا ملتی ہے، آگے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَإِذَا فَسَدَ الْعُلَمَاءُ فَمَنْ يَشْفِيْ الدَّاءَ[1]

لیکن جب علماء ہی خراب ہوجائیں، یعنی دوا خراب ہوجائے تو بیماری کو شفا کیسے ہوگی؟ بیماری کا ازالہ کیسے ہوگا؟

معصیت قریب بھی نہ آئے

اس لئے علم پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرو، معصیت قریب بھی نہ آئے، بچّہ بالغ ہوتے ہی مکلّف ہوجاتا ہے، چاہے وہ عربی اوّل میں ہو، چاہے اعدادیہ میں ہو، چاہے حفظ میں ہو، وہ مکلّف ہے، اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کے سارے احکام اس پر لاگو ہوتے ہیں، خطاب اس کی طرف متوجّہ ہوتا ہے کہ یہ کرو اور یہ مت کرو، میرے عزیزو! اپنے آپ کو گناہوں سے بھی بچاؤ اور ہر اس چیز سے بھی بچاؤ جو گناہوں تک لے جانے والی ہے، موبائل کی ضرورت نہیں ہے تو مت رکھو، اگر ضرورت ہے اور سادہ فون سے کام چل سکتا ہے تو اسمارٹ فون (smartphone) مت رکھو، طالبِ علم کو اسمارٹ فون کی کیا ضرورت ہے؟ طالبِ علم کو انٹرنیٹ پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے پاس ان سب کاموں کے لئے فرصت کہاں ہے؟

حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ پورا سال خطوط نہیں پڑھتے تھے

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ سال کے دوران ان کے پاس جو خطوط آتے تھے انہیں کھولتے نہیں تھے، ظاہر ہے کہ خط میں خوشی کی خبر ہوتی ہے یا غمی

---

[1] حلية الأولياء: ٦/٣٦١

کی، اور دونوں سے توجّہ بٹتی ہے، اب اگر خط میں یہ خبر ہوگی کہ ہمارے گھر میں شادی آرہی ہے، چچا کے یہاں شادی ہے، ماموں کے یہاں شادی ہے، تو توجّہ بٹے گی، خط میں لکھا ہوگا کہ ماموں کا انتقال ہوگیا، چچا کا انتقال ہوگیا، تو توجّہ ہٹے گی، میرے عزیزو! سوچو کہ اس قسم کی خبر سے کتنی توجّہ ہٹے گی؟ بہت کم، لیکن علم سے تھوڑی دیر توجّہ ہٹے اسے بھی وہ گوارا نہیں کر سکتے تھے، تو پھر کیا کرتے تھے؟ اپنے پاس ایک مٹکا رکھا تھا، جو خط آتا تھا اسے مٹکے میں ڈال دیتے تھے، جب سال کے اخیر میں پڑھائی اور امتحانات سے فارغ ہوتے تھے تب گھر جانے سے پہلے پورے سال کے خطوط پڑھتے تھے۔[1]

اور اب حالت یہ ہے کہ طالبِ علم کلاس کے دوران بھی message (ایس ایم ایس) دیکھتا ہے، مطالعہ کے دوران بھی message (ایس ایم ایس) دیکھتا ہے، اخبار پڑھتا ہے، فٹ بال (football) اور کرکٹ (cricket) کی خبروں کے پیچھے لگا رہتا ہے، اِن سب چیزوں سے طالبِ علم کو کیا تعلّق؟ عالمِ دین کو کیا تعلّق؟ علمِ نبوّت سے وابستگی رکھنے والے کو کیا تعلّق؟ یہ ساری چیزیں آپ کی توجّہ کو ہٹانے والی ہیں۔

لایعنی اور معصیت سے دور رہو

لایعنی سے بھی دور رہو، معاصی سے بھی دور رہو، دل میں اپنے اساتذۂ کرام کی عظمت، محبت اور عقیدت رکھو، ادب کے ساتھ پیش آؤ، بورڈنگ (boarding) اور کلاس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح رہو کہ کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچے اس لئے کہ ایذاءِ مسلم حرام ہے، بیت الخلاء میں جاؤ تو نکلنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو کہ میرے بعد

---

[1] متاعِ وقت اور کاروانِ علم، ص: ۲۵۰

آنے والے کو تکلیف تو نہیں ہوگی؟ وضوء کرو تو اُٹھنے سے پہلے دیکھ لو کہ میرے بعد یہاں بیٹھنے والے کو تکلیف تو نہیں ہوگی؟ کمرے میں پانچ ساتھی رہتے ہیں تو سوچو کہ میری وجہ سے دوسروں کو تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے؟ میں بے وقت سوتا ہوں، بے وقت اُٹھتا ہوں، کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی ہے؟ میری گندگی کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف تو نہیں ہوتی؟ ایذاءِ مسلم حرام ہے، لیکن طلبہ بار بار اُس کے مرتکب ہوتے ہیں۔

علم کی طرح عمل بھی محنت چاہتا ہے

علم پر عمل کرنا ہے، گناہوں سے بچنا ہے، لایعنی سے بچنا ہے، محنت کرنی ہے، علم کے لئے بھی محنت کرنی ہے اور عمل کے لئے بھی، آپ علم کے لئے محنت کرتے ہیں؛ رات کو جاگتے ہیں، صبح جلدی اُٹھتے ہیں، عبارتوں کو رٹتے ہیں، سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح عمل کے لئے بھی محنت کرنی ہے، جس طرح علم محنت چاہتا ہے عمل بھی محنت چاہتا ہے، صرف علم حاصل کرنے سے آخرت میں نجات نہیں ملے گی، علم کے جتنے فضائل ہیں، یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو علم حاصل کر کے علم پر عمل کریں، اور جو صرف علم حاصل کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے ان کا کیا حشر ہوگا وہ آپ جانتے ہی ہیں، ایک طویل حدیث میں ہے کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے بلایا جائے گا اور علم کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے جہنّم میں ڈالا جائے گا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے سے پہلے سسکیاں لے کر روئے یہاں تک کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔[1]

---

[1] سنن الترمذي، باب ما جاء في الرياء والسمعة، ح(۲۳۸۲)

علومِ ظاہرہ اور باطنہ دونوں کو حاصل کرو

ہمارے اکابر اور اسلاف نے علم کے ساتھ عمل کا بہت زیادہ اہتمام کیا، ہم مدرسے میں پڑھنے کے لئے آتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں یہ ہوتا ہے کہ مدرسہ ایک علمی مرکز ہے اور میں حصولِ علم کے لئے وہاں جارہا ہوں، بس ذہن میں اتنا ہی ہوتا ہے، اسی وجہ سے اسلاف واکابر میں سے کسی کا تذکرہ ہمارے سامنے آتا ہے تو ہمارا ذہن بس ان کے علمی کمال ہی کی طرف جاتا ہے، ان کے عملی کمال کی طرف نہیں جاتا، بلکہ ان کے عملی کمال سے ہم واقف بھی نہیں ہوتے، اسی وجہ سے طالبِ علمی کے زمانے میں ایک کمزوری یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اساتذہ جو علم میں اونچے ہوتے ہیں ان کی طرف ہمارا رجحان بہت ہوتا ہے، لیکن وہ اساتذہ جو صلاح وتقویٰ میں اونچے درجے کے ہوتے ہیں، مگر چونکہ وہ کم درجے کی کتابیں پڑھاتے ہیں اس لئے ان کی طرف ہمارا رجحان نہیں ہوتا یا بالکل کم ہوتا ہے۔

میرے عزیزو! ہم تو مدرسے میں علمِ ظاہری اور علمِ باطنی دونوں کو حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں، لہٰذا علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ دونوں کی طلب رکھنی چاہئے اور دونوں لائن کا استفادہ کرنا چاہئے، کچھ اساتذہ وہ ہوتے ہیں جو دونوں کے جامع ہوتے ہیں، مجمعُ البحرین ہوتے ہیں، ان کی قدر کرنی چاہئے، لیکن احترام تمام ہی اساتذہ کا ہونا چاہئے۔

ہر استاذ کے لئے کم سے کم سو فیصد احترام ضروری ہے

میں اپنے یہاں طالبِ علموں کو کہا کرتا ہوں کہ تمام اساتذہ کا یکساں احترام، یکساں عظمت اور یکساں محبت یہ ہمارے کنٹرول اور اختیار سے باہر ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ازواجِ مطہّرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے یہ عرض

کرتے تھے کہ اے اللہ! بیویوں کے درمیان تقسیم میرے اختیار میں ہے، اُس میں تو میں برابری کررہا ہوں، مگر دل پر میری قدرت نہیں ہے، دل تیرے اختیار میں ہے، اس لئے میرا رجحان اور میری محبت عائشہ کے حق میں زیادہ ہوجائے تو میری پکڑ نہ کرنا۔[1] عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ کسی کا احترام آپ کے دل میں سو فیصد سے زیادہ ہو، کسی کا ایک ہزار فیصد ہو، اس میں کوئی حرج نہیں، مگر ہر استاذ کے لئے سو فیصد احترام ضروری ہے، اگر سو فیصد میں سے ایک فیصد کی بھی کمی ہوگی تو آپ ناکام رہیں گے۔

بڑے لوگ عمل کی وجہ سے بڑے ہوئے

میں یہ عرض کررہا تھا کہ چونکہ ہم علم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں اور مرکز بھی علمی ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو ذہن صرف ان کے علمی کمالات کی طرف جاتا ہے، کسی طالبِ علم کو پوچھو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ بتلاؤ تو وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات کو بیان کرسکے گا، عملی کمالات کو بیان نہیں کرسکے گا، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات کو بیان کرسکے گا، عملی کمالات کو بیان نہیں کرسکے گا، اس لئے کہ اُس طرف نظر ہی نہیں جاتی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے بھی بڑے بڑے لوگ گزرے ہیں وہ اپنے علم کی وجہ سے بڑے نہیں ہوئے، بلکہ عمل کی وجہ سے بڑے ہوئے، اگر ان کی زندگیوں میں بچپن سے عمل نہ ہوتا تو ان کے سینے اس علم کو اخذ کرنے کے قابل نہ بنتے، اور علم حاصل کرنے کے بعد اگر یہ حضرات عمل کا اہتمام نہ کرتے تو ان کے ذریعے علم وسیع پیمانے میں نہ پھیلتا اور یہ حضرات اساطینِ اُمّت میں شامل ہی نہ ہو پاتے، ان کی زندگیوں میں بچپن ہی سے صلاح اور تقویٰ تھا اس

---

[1] سنن أبي داود، باب في القسم بين النساء، ح(۲۱۳۴)

لئے علم میں برکت ہوئی، اور علم میں ترقّی کے ساتھ عمل میں ترقّی رہی تو علم اور خدمتِ علم میں برکت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اُمّت کی رہنمائی کا ان سے کام لیا، تو علم کے ساتھ عمل کا بھی اہتمام ہو، جو حاصل شدہ علم پر عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ شانہٗ وہ علم عطا فرماتے ہیں جس سے وہ ناواقف ہوتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز حافظہ

بچپن ہی سے ان حضرات کی زندگیاں پاکیزہ تھیں اور دل گناہوں کی آلودگیوں سے صاف تھے، اسی وجہ سے ان کے قلوب علم کو فوراً اخذ کر لیتے تھے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس درس میں داخلہ لینے کی غرض سے آئے، تو چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں داخلے کے لئے قرآنِ کریم کا جیّد حافظ ہونا شرط تھا اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآنِ کریم کو یاد کر کے اس پر عبور حاصل کر لو۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے اور اپنے آپ کو قرآنِ مجید کے حفظ کے لئے وقف کر دیا، ایک ہفتے کے بعد اپنے والد کے ساتھ دوبارہ آئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطّلاع دی کہ میں نے قرآنِ حکیم حفظ کر لیا ہے اور اچھی طرح مستحضر بھی ہے۔[1] یہ حیرت انگیز حافظہ اس لئے نصیب ہوا تھا کہ زندگی پاکیزہ تھی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ عمل

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی گناہوں سے کتنی پاک تھی اور آپ شریعت پر عمل کا کتنا اہتمام کرتے تھے اس کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں! امام محمد رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال کی عمر

---

[1] بلوغ الأماني، ص: ۱۰

میں ایک دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ایک فقہی مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی نابالغ بچّہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سو جائے اور رات کو صبح صادق سے پہلے عشاء کے وقت ہی میں بالغ ہو جائے تو کیا اسے عشاء کی نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ ظاہر ہے کہ جس وقت اس نے عشاء کی نماز پڑھی ہے اس وقت وہ مخاطَب نہیں تھا، وہ نابالغ تھا، وہ مکلّف نہیں تھا، اور چونکہ وہ بالغ ایسے وقت میں ہوا کہ عشاء کے لئے ابھی سبب موجود ہے تو بالغ ہوتے ہی خطاب اس کی طرف متوجّہ ہوا کہ عشاء کی نماز پڑھو، اب اُسے عشاء کی نماز پڑھنی ہوگی، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب سن کر فوراً مجلس سے اُٹھ گئے اور مسجد کے ایک کونے میں جا کر عشاء کی نماز ادا کی، جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا یہ جذبۂ عمل دیکھا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ان شاء اللہ یہ لڑکا کامیابی کی منزل طے کرے گا۔[1]

گناہوں کی وجہ سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے

جب زندگی گناہوں سے آلودہ ہوتی ہے تو حافظہ متاثّر ہوتا ہے اور علم محفوظ نہیں ہوتا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شَكَوْتُ إِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَأَرْشَدَنِيْ إِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
وَأَخْبَرَنِيْ بِأَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِيْ

میں نے اپنے استاذ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظے کی کمزوری کی شکایت

---

[1] بلوغ الأماني، ص: ۹

کی، تو انہوں نے گناہوں کو چھوڑنے کی طرف میری رہنمائی فرمائی، اور مجھے خبر دی کہ علم (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک نور ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نور نافرمان کو عطا نہیں کیا جاتا۔

ہمارے اسلاف بچپن ہی سے عاصی نہیں تھے اس لئے علم ان کے سینوں میں جذب ہوتا چلا جاتا تھا۔

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا محیّرُ العقول حافظہ

محدّث ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنی لکھی ہوئی ایک علمی بات کے بارے میں فرمایا کہ یہ بات میں نے پچاس سال پہلے لکھی تھی اور اس کے بعد اسے دیکھنے کا دوبارہ موقع نہیں ملا، لیکن اس کے باوجود مجھے معلوم ہے کہ وہ کس کاپی میں ہے، کس صفحے پر ہے اور کس سطر میں ہے۔[1] ایسا محیّرُ العقول حافظہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کو حفاظتِ دین کے لئے دیا تھا، اور اس کے لئے سبب یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں کو گناہوں کی گندگیوں سے محفوظ رکھا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حرام غذا سے حفاظت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دین کی عظیم الشان خدمت لینی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حرام غذا سے ان کی حفاظت فرمائی، ان کے والد نے انتقال کے وقت فرمایا کہ میں جو مال چھوڑ کر جارہا ہوں، اس میں کوئی ایک درہم بھی نہ حرام کا ہے نہ شبہے کا۔[2] یہ انتظام خود اللہ تعالیٰ کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے دل گندے ہی نہ ہوں، ان کے جسموں کی نشوونما

---

[1] طبقات الحنابلة: ۱/ ۱۹۲

[2] هدي الساري، مقدّمة فتح الباري: ۲/ ۵۳۰

میں بھی حرام کا لقمہ نہ ہو، آپ بھی اپنے دلوں کو صاف رکھیں، تقویٰ والی زندگی اختیار کیجئے اور اگر کوئی غلطی ہوجائے تو فوراً توبہ کر لیجئے، پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم کی کیسی دولت عطا فرماتے ہیں۔

تقویٰ اور توبہ کے لئے تزکیہ کی ضرورت

میں انگلینڈ میں نوجوانوں سے کہا کرتا ہوں کہ T&T کو مضبوطی سے پکڑ کے رکھو یعنی taqwa and tawbah (تقویٰ اور توبہ)، آپ اپنے آپ کو یا تو تقویٰ کے پلیٹ فارم (platform) پر پائیں یا توبہ کے پلیٹ فارم پر، بس موت آئے تو آپ یا تو تقویٰ کے پلیٹ فارم پر ہوں یا توبہ کے پلیٹ فارم پر، کوئی تیسری شکل نہ ہو، اور اس T&T کے لئے ایک اور T کی ضرورت ہے؛ tazkiyah (تزکیہ)، اگر تزکیہ کی محنت ہوگی تو ان شاء اللہ زندگی میں تقویٰ اور توبہ کی صفت آجائے گی۔

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

یہ بہت اچھا موقع ہے، یہاں ماشاء اللہ مشائخ بھی ہیں، مجالسِ وعظ بھی ہوتی ہیں اور مجالسِ ذکر بھی، علم پر بھی محنت کرو اور علم پر عمل کیسے ہو اس کی بھی محنت کرو، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ طَلَبُ الْعِلْمِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ، إِنَّمَا طَلَبُ الْعِلْمِ الْخَشِيَّةُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ[1]

فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ کا نام طلبِ علم نہیں ہے، طلبِ علم تو اللہ عزّ وجلّ کی

---

[1] حلية الأولياء: ۱/۳۷۰

خشیت کا نام ہے (کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہوجائے)۔

میرے عزیزو! علم کے حروف اور نقوش بھی حاصل کرو اور مشائخ کی نگرانی میں ہلکے پُھلکے انداز میں اپنے تزکیہ کی فکر کر کے علم کا نور بھی حاصل کرو، مشائخ خوب سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ طالبِ علمی کے زمانے میں تزکیہ کے لئے کس حد تک کیا کرنا چاہئے، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ آپ کا علمی نقصان نہیں ہونے دیں گے، بلکہ ان کی رہنمائی پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ علمی ترقّی ہوگی۔

قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسباق کی پابندی میں بے مثال اہتمام

میرے عزیز طلبہ! معصیت اور لایعنی ہمارے روگ ہیں، ان کی وجہ سے علم پڑھنے کی یا تو رغبت نہیں رہتی یا کم ہوجاتی ہے، ہمیں کلاس میں آنا اور درس میں شریک ہونا بہت بھاری لگتا ہے، اور یہ طالبِ علمی کی عادت پھر تدریس کے زمانے میں بھی رہتی ہے، ہمارے اکابر درس کے بہت پابند تھے، حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے قاری تھے، ہمارے اکابر میں سے ہیں، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، سبق کی پابندی اس قدر تھی کہ درس گاہ میں وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے آکر پڑھانا شروع کر دیتے تھے اور چھٹی کے بعد بھی آدھے گھنٹے تک پڑھاتے رہتے تھے۔[1]

کہیں سفر کرتے تھے، حج اور عمرے کے لئے جاتے تھے اور flight (جہاز) مثال کے طور پر دو بجے ہے، تو ایسا نہیں ہوتا تھا کہ اُس دن چھٹی کر لیتے اور گھر سے روانہ ہوتے یا مدرسے میں آتے تھے اور جلدی گھر چلے جاتے تھے، نہیں، حسبِ معمول مدرسے کے وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے مدرسے میں آجاتے تھے اور وہاں سے سیدھے ایئرپورٹ

---

[1] تذکرۃ الشیخین، ص: ۳۰۷

جاتے تھے، اسی طرح جب واپس ہوتے تھے اور مدرسے کا وقت ہوتا تھا، تو ایئر پورٹ سے پہلے مدرسے میں آتے تھے اور پھر دن بھر کے اسباق پڑھا کر گھر جاتے تھے۔[1] امام ثعلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس پچاس (۵۰) سال تک طلبِ علم میں آتے رہے، ایک دن بھی ناغہ نہیں ہوا۔[2] اللہ اکبر! پچاس سال میں ایک دن بھی غیر حاضر نہیں رہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ علم وعمل میں مثالی نمونہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنی مدّت میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا، اس دوران کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں فجر کی نماز نہ پڑھی ہو۔[3] آپ فجر کی نماز میں اہتمام سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں پہنچ جاتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھ کر جانے کے نتیجے میں درس شروع ہو جائے اور دیر سے پہنچنے کی وجہ سے ایک آدھ چیز چھوٹ جائے۔

ایک دن یہ ہوا کہ میں درس میں بیٹھا ہوا تھا اور درس کے دوران کسی نے مجھے اطّلاع دی کہ تمہارے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ تجہیز، تکفین اور تدفین میں جلدی کرنا مسنون ہے، لیکن اگر اُٹھتے ہیں تو درس جاتا ہے اور اگر کہتے ہیں کہ جنازے کو مؤخّر کرو تو خلافِ سنّت ہے، دیکھو! طالبِ علمی کے زمانے میں بھی علم اور عمل دونوں کا کس قدر اہتمام ہے! خبر دینے والے کو کہا کہ تجہیز و تکفین کے بعد دفن کر دو، میں درس کے بعد

---

[1] تذکرۃ الشیخین، ص: ۱۶۲

[2] سیر أعلام النبلاء: ۱۳/ ۳۶۰

[3] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص: ۳۹

گھر آ رہا ہوں۔ بچّہ دفن ہوگیا مگر درس کو نہیں چھوڑا۔[1] اللہ اکبر! یہ حضرات علم وعمل دونوں کے لئے محنت کرتے تھے اس لئے ان کے علم میں برکت ہوتی تھی۔

علم پر عمل کرو اور اسے دوسروں تک پہنچاؤ

میرے عزیز طلبہ! آپ حصولِ علم میں خوب محنت کریں، علم پر عمل کی بھی خوب محنت کریں، اور اس علم کو دوسروں تک پہنچانے کی بھی سعی کریں، اور یہ سعی اِسی وقت شروع کر دیجئے، میں اپنے یہاں مدرسے میں طلبہ سے کہتا ہوں کہ آپس میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معمول بناؤ، کسی کو کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھو تو حکمت اور اچھے انداز سے نصیحت کرو کہ بھائی! یہ کام غلط ہے، آپ کیوں کر رہے ہیں؟ آپ اپنے قیمتی وقت کو کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ آپ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کر رہے ہیں؟ آپ مدرسے کا قانون کیوں توڑ رہے ہیں؟

﴿اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (النحل: ۱۲۵)
اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے بلاؤ۔

اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہر شخص اپنے اندر اس بات کا حوصلہ بھی پیدا کرے کہ اگر ہمیں کوئی بھلائی کی طرف بلائے یا بُرائی سے رُکنے کو کہے تو ہم اسے اپنا خیر خواہ اور محسن سمجھ کر اس کی بات کی طرف توجّہ کریں، دل میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ بھی میرے جیسا ایک طالبِ علم ہی تو ہے، یہ کون آ گیا مجھے کہنے والا؟ نہیں، اسے اپنا خیر خواہ سمجھو کہ یہ میرے مستقبل کو اور میری آخرت کو بگڑنے سے بچا رہا ہے۔

---

[1] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص: ۱۹

آپ مستقبل کے علماء ہیں

میرے عزیزو! آپ اپنے آپ کو بنانے کی فکر کرو اس لئے کہ آپ مستقبل کے علماء ہیں، اور جو عالم علم پر عمل نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت بُرا ہوتا ہے، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمًا لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهٖ[۱]

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نظر میں بدترین شخص وہ عالم ہوگا جو اپنے علم سے فائدہ نہ اُٹھائے۔

اسی لئے نفع نہ پہنچانے والے علم سے پناہ مانگی گئی ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ[۲]

اور نفع پہنچانے والے علم کا سوال کیا گیا ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا[۳]

خلاصہ

تو آپ کو محنت کر کے علم حاصل کرنا ہے، اس پر عمل کرنا ہے، دوسروں تک پہنچانا ہے، اسی طرح طالبِ علمی کے دوران ہلکے پُھلکے معمولات بھی رکھو؛ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرو، ایک پارہ پڑھو، ایک پارہ نہیں تو پونا پارہ پڑھو، اگر پونا نہیں تو آدھا پڑھو،

---

[۱] حلية الأولياء: ۱/ ۲۲۳

[۲] سنن ابن ماجه، باب ما يقال بعد التسليم، ح(۹۲۵)

[۳] سنن ابن ماجه، باب ما يقال بعد التسليم، ح(۹۲۵)

آدھا نہیں تو پاؤ پڑھو، روزانہ کچھ نہ کچھ ذکر بھی ہو؛ کلمۂ طیبہ سومرتبہ، استغفار سومرتبہ، اور درود شریف کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ روزانہ کم سے کم تین سو مرتبہ پڑھنا چاہئے۔[1] یہاں سے کمرے میں جاتے ہوئے آسانی سے سومرتبہ ہوجائے گا، اسی طرح کمرے سے آتے ہوئے سومرتبہ، یہ تسبیحات تو چلتے پھرتے ہی ہوجائیں گی، مسنون دعاؤں کو بھی یاد کرکے پڑھنے کا اہتمام کرو، نماز کے بعد کے اوراد پڑھو، ان چیزوں سے طلبِ علم میں حرج نہیں ہوگا، بلکہ ان کی برکت سے دل میں نورانیت پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں دل علم کو جلدی جذب کرے گا، مدرسے کے قوانین کی پابندی کرو، اور جہاں کہیں موقع ملے وہاں ہلکے پُھلکے انداز میں دین کی باتیں کرو، بھائیوں کو، بہنوں کو، والدین کو، رشتہ داروں کو، دوستوں کو، اسی طرح جو لوگ بُرے ماحول میں اور بُری صحبت میں وقت گزارتے ہیں، انہیں حقیر سمجھے بغیر ان کی صحبت سے بچو، مگر ہلکی پُھلکی دین کی دو چار باتیں انہیں بھی ضرور کہہ دو۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے اور آپ کو علم کی قدردانی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آپ طالبِ علم ہیں، آپ کی دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں، اس لئے اساتذہ اور اکابر کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ میرے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر قائم رکھیں، اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق دیں، اور جب بھی وقتِ آخر آئے تو اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

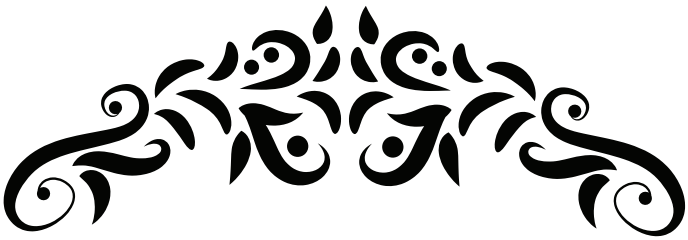
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

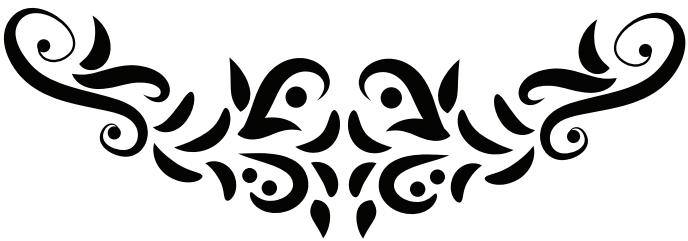
[1] تذکرۃ الرشید: ۲/ ۱۵۴

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسّسة الريّان، بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۵	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل، مصر
۶	حلية الأولياء	العلّامة أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۷	هدي الساري، مقدّمة فتح الباري	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۸	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۹	طبقات الحنابلة	الإمام ابن أبي يعلى الحنبلي	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۰	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث، القاهرة
۱۱	مناقب الإمام أحمد	الإمام ابن الجوزي	دار هجر، مصر
۱۲	حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي	الشيخ محمد زاهد الكوثري	دار الفتح، عمّان
۱۳	بلوغ الأماني	الشيخ محمد زاهد الكوثري	دار الفتح، عمّان
۱۴	تدريب الراوي	الإمام السيوطي	دار المنهاج، جدّة
۱۵	تذکرۃ الرشید	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی	دار الکتاب، دیوبند
۱۶	آپ بیتی	حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ عمر فاروق، کراچی
۱۷	تذکرۃ الشیخین	حافظ محمد اسحٰق ملتانی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۸	اصلاحی خطبات	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	میمن پبلشرز، کراچی
۱۹	متاعِ وقت اور کاروانِ علم	مولانا ابن الحسن عباسی صاحب	مکتبہ عمر فاروق، کراچی



آدابِ حدیث





تفصیلات

نام	:	آدابِ حدیث
افادات	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخ	:	شوّال ۱۴۲۸ھ۔ اکتوبر ۲۰۰۷ء
مقامِ	:	جامعہ ریاض العلوم، اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
تقریب	:	درسِ بخاری شریف



فہرست

تقریظ: جانشینِ شیخ الاسلام، حضرت اقدس مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم ۱۱۷

تقریظ: حضرت اقدس مولانا ہاشم جوگواڑی صاحب دامت برکاتہم ۱۱۹

تقریظ: حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم ۱۲۱

رائے گرامی: حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب مدّظلّہم العالی ۱۲۴

علم میں کامیابی کا مدار آداب کی رعایت ہے ۱۲۵

علمِ حدیث کے آداب کے فوائد ۱۲۶

علمِ حدیث کے باطنی آداب ۱۲۶

جنّت کی خوشبو سے محروم ۱۲۷

علمِ حدیث کی اغراض ۱۲۸

ان فضائل کو حاصل کرنا جو مشتغلین بالحدیث کے لئے وارد ہوئی ہیں ۱۲۸

خادمینِ حدیث کے چہرے بارونق رہتے ہیں ۱۲۹

حدیث کا شغل رکھنے والے قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت قریب ہوں گے ۱۳۰

دورۂ حدیث کے طلبہ سال میں تقریباً چالیس ہزار حدیثیں پڑھتے ہیں ۱۳۱

حصولِ حدیث کی ایک غرض فہمِ قرآن ہے ۱۳۱

محبوب کے کلام سے لطف اندوز ہونا ایک مستقل غرض ۱۳۲

شانِ صحابیت کا پیدا ہوجانا ۱۳۳

ایک بہت اہم غرض ۱۳۴

علمِ حدیث کے ظاہری آداب ۱۳۶

اس علم کی تحصیل میں اپنے تمام وسائل صرف کریں ۱۳۶

صرف تمنّاؤں اور اُمنگوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۱۳۷

اُکتاہٹ اور سستی سے بھی دور رہنا چاہئے ۱۳۸

استغناء محرومی اور ناکامی کا سبب ہے ۱۳۹
علم بخیل ہے ۱۴۰
حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اہتمامِ درس ۱۴۱
باوضوء حدیث پڑھیں ۱۴۲
استطاعت ہو تو خوشبو لگائیں ۱۴۲
حدیثِ پاک سے پہلے موقوف علیہ علوم پڑھ لیں ۱۴۳
عبارت صحیح پڑھیں ۱۴۳
ادب اور عظمت کا اہتمام ۱۴۴
اپنے استاذ کا نام تعظیم سے لیں ۱۴۴
استاذ کی تعظیم ۱۴۵
استاذ کی تعظیم کے متعلّق اسلاف کے ارشادات ۱۴۶
علم کے آلات کا بھی ادب کریں ۱۴۷
حاصل شدہ حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے ۱۴۸
عمل کرنے سے احادیث یاد رہتی ہیں ۱۴۹
علم کی اشاعت کا جذبہ ہو ۱۵۰
علم میں بخل کی آزمائش ۱۵۰
حصولِ علم میں نہ حیا ہو نہ تکبّر ۱۵۱
اپنے امور میں اپنے اساتذہ سے مشورہ ۱۵۱
اخلاقِ حمیدہ کا اہتمام کریں ۱۵۲
اسباق کو قلمبند کرتا رہے ۱۵۲
آداب پر دوام ضروری ہے ۱۵۴
آدابِ حدیث ایک نظر میں ۱۵۶
ماٰخذ و مراجع ۱۵۸

تقریظ

جانشینِ شیخ الاسلام، حضرت اقدس مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم

استاذِ حدیث دار العلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

علمِ حدیث اشرف ترین علم ہے۔ دین کا اہم ترین ستون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا صفات اس کا موضوع ہے۔ آپ کے اقوال و افعال اور آپ کی صفات اور تقریر کو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ علم از اوّل تا آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے متعلّق ہے، نہ بغیر اس کے کلام اللہ کی تفسیر ممکن ہے اور نہ فقہ کی تدوین ہی ممکن ہے اس لئے علماء اُمّت نے ہر زمانے میں اس کی خدمت اور اس سے وابستگی کو اپنے لئے سعادتِ دارین کا ذریعہ سمجھا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے قرونِ اُولیٰ ہی میں ایسے اصول و ضوابط وضع کئے جن سے ہر حدیث کا مقام متعین ہو جائے اور وہ احکامِ شرعیہ جو ان احادیث سے استنباط کئے گئے ہیں ان کی حیثیت کا تعین ہو سکے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو سلسلۂ نبوّت ہمارے آقا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم کرنا تھا اور کسی دوسرے نبی کو قیامت تک پیدا نہیں ہونا تھا جو خلقِ خدا کے لئے چراغِ ہدایت بن سکے اس لئے اس علم کی حفاظت بھی امتیازی انداز میں کی گئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں کسی نبی کے اقوال و افعال، صفات و تقریرات کو اس کی اُمّت محفوظ نہ کر سکی اور یہ اہم کام اللہ نے صرف امتِ محمدیہ ہی سے لیا ہے تا کہ یہ دین تا قیامت محفوظ رہ سکے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا تشریح سے علمِ حدیث کی اہمیت اور اس آخری دین کے بقاء کے لئے اس علم کی ضرورت کا ادراک بخوبی ہوتا ہے اس لئے اس علم کے حاصل کرنے والے طلبہ کے لئے جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث بھی ہیں علمِ حدیث کے آداب سے واقف ہونا اور ان کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ:

با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب

فارسی کا مقولہ مشہور ہے۔ اور اربابِ بصیرت کا مشاہدہ بھی ہے کہ جو شخص جس قدر اس علم سے مخلصانہ شغف رکھتا ہے اور احترام کرتا ہے اسی قدر اس کا روحانی رشتہ اس ذاتِ والا صفات سے مضبوط ہوتا ہے جس کی طرف یہ علم منسوب ہے۔ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب دھورات مدظلہ کے رفقاء نے ان کی ایک درسی تقریر کو کیسٹ سے قلمبند کر کے آدابِ حدیث کے عنوان سے ایک مختصر اور مفید تر رسالہ کی شکل میں مرتب فرمایا ہے جس کو اس فقیر نے اثناءِ سفر دیکھا اور طلباء کے لئے بالخصوص بہت مفید پایا۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے اس مبارک عمل کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس رسالے سے طالبینِ علومِ نبوّت کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

ارشد مدنی
خادم دارالعلوم دیوبند
۲۹ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ

تقریظ

حضرت اقدس مولانا ہاشم جوگواڑی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ حضرت شیخ الحدیث، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوّراللہ مرقدہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

بعد حمد وصلوۃ مولانا محمد سلیم صاحب مدّظلّہ العالی کی یہ تقریر جو آداب پر مشتمل ہے مکمّل سنی، اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ مکمّل تقریر آداب کے بارے میں ہے، اس کو طلبۂ عظام حرزِ جان بنائیں اور اس پر عمل کی پوری سعی فرمائیں، کیونکہ آداب ہی سے علم نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ اخلاق محسنی میں ہے:

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب گشت محروم از فضلِ رب [1]

اس لئے جن آداب کی رہنمائی کی گئی ہے، خواہ وہ اساتذہ کے متعلّق ہوں یا کتاب کے متعلّق ہوں یا محدّثین کے آداب کے متعلّق ہوں، ان سب کی رعایت ضروری ہے۔ طلبۂ کرام ان آداب کو غور وفکر سے پڑھیں اور عمل کی کوشش کریں ورنہ علم کی دولت حاصل نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ ان آداب کی رعایت کا جذبہ سب کے قلوب میں پیوست فرمائے۔

---

[1] ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، اس لئے کہ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔

ظاہری آداب اور باطنی آداب سب کی رعایت نہایت ضروری ہے۔ مشائخ نے تو پورے تصوف کا خلاصہ آداب ہی کو بتایا ہے، اَلتَّصَوُّفُ كُلُّهٗ آدَابٌ، اس لئے اپنے آپ کو بے ادبی سے بچانا نہایت ضروری ہے ورنہ محرومی ہی محرومی ہے۔

اس رسالے کو اہتمام سے سبقاً سبقاً پڑھنا چاہئے تاکہ ہر جگہ کے آداب کا علم حاصل ہو جن پر عمل سے ظاہری و باطنی کمالات حاصل ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی ان آداب پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور قارئین کو بھی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ۔

ہاشم

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

طلبِ حدیث افضل ترین عمل ہے

امام احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن یوسف فریابی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو طلبِ حدیث سے زیادہ افضل ہو، بشرطیکہ اس میں نیت صحیح ہو۔ امام احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام فریابی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ نیت سے کیا مراد ہے؟ جواب میں انہوں نے فرمایا کہ تم طلبِ حدیث سے اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے طلب گار رہو۔

(حلية الأولياء: ۳۶۶/۶)

تقریظ

حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم

استاذِ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْأَمِیْنِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

اللہ جلّ شانہٗ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ آزاد دینی مکاتب، مدارس اور جامعات کا سلسلہ وسیع تر ہوتا جارہا ہے، برِّصغیر (ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش) سے آگے بڑھ کر برطانیہ، ساؤتھ افریقہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ میں بھی عالیشان مدارسِ اسلامیہ قائم ہیں جہاں پر برِّصغیر کے بڑے مدارس کی طرح دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہورہی ہے۔

مدارس اور طلبۂ مدارس کی تعداد اور حجم میں روز افزوں اضافہ کے ساتھ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے مدارس میں تعلیم وتربیت کا معیار بہت تیزی سے گر رہا ہے، کمیت میں عروج ہے تو کیفیت میں زوال ہے، لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ کا شکر واحسان ہے کہ مدارس کے بزرگوں اور ذمہ داروں نیز اساتذۂ مدارس میں ''احساس زیاں'' باقی ہے، جہاں بھی جانا ہوتا ہے مدارس کی تعلیم وتربیت کے گرتے معیار پر فکرمندی اور حالات کو بہتر بنانے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت کے معیار میں زوال کا ایک بڑا سبب مدارس کے طلبہ میں مقصدیت کا فقدان، اخلاصِ نیت سے محرومی اور آدابِ طلبِ علوم سے دوری ہے، ہمارے مدارس

میں اخلاص و اختصاص کی نئی روح پھونکنے کی ضرورت ہے اور یہ کام مخلص اور تجربہ کار اساتذہ ہی بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں۔

اس سلسلۂ زریں کی ایک اہم کڑی حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم کی زیرِ نظر تحریر ''**آدابِ حدیث**'' ہے، جس میں انہوں نے اسلامی علوم خصوصاً علمِ حدیث سیکھنے کے باطنی اور ظاہری آداب کو بڑے سادہ وشستہ اور مؤثر پیرایۂ بیان میں پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے اور تعلیم وتربیت، مردم گری اور افراد سازی کا کام ان سے اور ان کے رفقاء سے خوب خوب لیتا رہے۔

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات دامت برکاتہم برطانیہ کے ان معدودے چند علماء میں سے ہیں جنہیں اللہ جلّ شانہٗ نے دین ودعوت کی متنوّع خدمات کی توفیق عطا فرمائی ہے اور ان کے کاموں میں خوب برکت دی ہے۔ برطانیہ کے مشہور شہر لیسٹر میں ''**اسلامک دعوہ اکیڈمی**'' قائم کر کے نئی نسل کی تربیت اور نوجوانوں میں دینی ماحول کے فروغ اور انہیں اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا جو عظیم کام شروع فرمایا تھا اس نے سایہ دار تناور درخت کی صورت اختیار کر لی ہے۔ دعوہ اکیڈمی کے تحت قائم مدرسہ ''**ریاض العلوم**'' فی الحقیقت ''**ریاض الصالحین**'' (صالحین کا باغ) نظر آتا ہے، اس مدرسہ میں متعدد بار حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور طلبہ وطالبات سے خطاب کرنے کا موقع ملا، مدرسہ اور اکیڈمی کا نورانی وایمانی ماحول دیکھ کر دل بہت مسرور ہوا اور بڑی امیدیں قائم ہوئیں۔ اللہ جلّ شانہٗ ان شاء اللہ اس مدرسہ کے فارغین اور اس سے استفادہ کرنے والے بھائیوں اور بہنوں سے پورے مغرب (یورپ و امریکہ) میں دین کی تعلیم و

تدریس اور دعوت کا کام لے گا اور یہ مدرسہ پورے مغرب کے لئے مینارۂ نور اور دینی اور دعوتی پاور ہاؤس ثابت ہوگا۔

زیرِ نظر تحریر ''**آداب حدیث**'' حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم کا وہ خطاب ہے جو انہوں نے مدرسہ ریاض العلوم کے حدیث کے طلبہ کے سامنے آغازِ درس میں کیا ہے، یہ خطاب ''دریا بہ کوزہ'' کا مصداق ہے، ان شاء اللہ ''**آدابِ حدیث**'' کے مطالعہ سے دینی مدارس کے طلبہ وطالبات میں مقصدیت، صحیح جذبہ وروح پیدا ہوگی اور ان آداب پر عمل کرنے سے طلبہ کا تعلیمی اور تربیتی معیار بلند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتابچہ کو قبول فرمائے اور طلبہ وطالباتِ علومِ دینیہ نیز تمام ناظرین کے لئے خوب نافع بنائے۔

عتیق احمد قاسمی
وارد حال مسجد حراڈیوزبری برطانیہ
۱۸ جون ۲۰۰۹ء

پوری پوری رات احادیث کا مذاکرہ

مشہور عالم ومحدّث وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ رات گئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں آتے تھے اور دروازے پر کھڑے ہوکر احادیث کا مذاکرہ کرتے تھے، ایک رات دونوں حضرات دروازے پر کھڑے ہو گئے اور احادیث کا سماع کرنے لگے، رات بھر دروازے پر کھڑے کھڑے احادیث کے بارے میں بحث و مذاکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

(ملخّص من طبقات الشافعية الكبرى: ۲۸/۲)

رائے گرامی

حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب مدّ ظلّہم العالی

مؤلّفِ تالیفاتِ مفیدہ وکثیرہ ومحشّی مرغوب الفتاویٰ

بِاسْمِہٖ تَعَالٰی

تعمیلِ حکم میں رسالے کو بغور ایک ہی مجلس میں پڑھا، ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بہت ہی جامع خطاب ہوگیا، مجھے امید ہے کہ اس رسالے سے طلبہ ہی نہیں، دار العلوم کے اساتذۂ کرام بھی استفادہ فرمائیں گے۔

آپ نے تو ایک ہی وعظ میں وہ آداب واصول اور طالبینِ علم حدیث کے لئے فضائل وغیرہ باتوں کا اتنا ذخیرہ بیان فرمادیا کہ سینکڑوں کتابوں سے مستغنی کردیا۔

دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالے کو نافع ومفید بنائے اور آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہو۔ (آمین)

والسلام

مرغوب احمد لاجپوری

مقیم ڈیوزبری، برطانیہ

آدابِ حدیث

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ، وَعَلٰی آلِہِ الْأَصْفِیَاءِ وَأَصْحَابِہِ الْأَتْقِیَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِیْ الْأَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِیْ السَّمَاءِ.[1]

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ، وَیَسِّرْ لِیْ أَمْرِیْ، وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِنْ لِسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ، سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّکَ أَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ، اَللّٰھُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا یَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ.

علم میں کامیابی کا مدار آداب کی رعایت ہے

کوئی بھی کام جب اس کے اصول اور آداب کے ساتھ کیا جائے تو اس میں کماحقہٗ کامیابی حاصل ہوتی ہے، اور اگر آداب اور اصول میں کوتاہی کی جاتی ہے تو پھر کسی نہ کسی درجے میں ناکامی ضرور ہوتی ہے، آپ علمِ نبوّت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس کے بھی اصول اور آداب ہیں، آپ کو چاہئے کہ انہیں خوب ذہن نشین کرلیں اور ان کی پوری پابندی کریں تاکہ اس پر جو متعدّد فوائد مرتّب ہوتے ہیں وہ آپ کو حاصل ہوں۔

---

[1] سنن الترمذي، کتاب البرّ والصلة عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، باب ما جاء في رحمة الناس، ح(۲۰۳۸)، سنن أبي داود، باب في الرحمة، ح(۴۹۰۲)

علمِ حدیث کے آداب کے فوائد

علمِ حدیث کے آداب کی پابندی کرنے والے طالبِ علم کو چار فوائد حاصل ہوں گے:

۱) نصرتِ خداوندی حاصل ہوگی، اور طلبِ علم میں یہ بہت بڑی چیز ہے۔
۲) حصولِ علم میں کامیابی حاصل ہوگی۔
۳) آپ پر اس علم کا رنگ چڑھے گا جس کے اثرات نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔
۴) اللہ تعالیٰ آپ کو دوسروں پر رنگ چڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں گے۔

ان تمہیدی کلمات سے آپ حضرات کو یہ سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ یہ آداب اور یہ اصول کتنے اہم ہیں، ان اصول اور آداب میں سے کچھ تو باطنی ہیں اور کچھ ظاہری۔

علمِ حدیث کے باطنی آداب

باطنی آداب کل تین ہیں:

۱) اس علم کی دلوں میں عظمت ہو، یہ استحضار رہے کہ جس علم کے حصول میں ہم مشغول ہیں یہ اللہ جلّ جلالُہ وعمّ نوالُہ کی طرف سے آیا ہوا علم ہے، اس کا سرچشمہ اللہ جلّ جلالُہ وعمّ نوالُہ ہیں، یہ ہمارے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال اور افعال پر مشتمل ہے، اور یہ ایسا علم ہے کہ دنیا کا دوسرا کوئی علم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

۲) اس علم سے محبت ہو، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے محبوب ہیں اور محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے، محبوب کی ہر نقل وحرکت محبوب ہوتی ہے، محبوب کا قول بھی محبوب، محبوب کا فعل بھی محبوب، محبوب کی تقریر بھی محبوب، محبوب کی تحریر بھی محبوب، تو یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے اقوال ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال ہیں، ان سے محبت ہونی چاہئے۔

۳) تصحیحِ نیت کا اہتمام ہو اور تصحیحِ نیت کے ساتھ ساتھ برابر اس کی تجدید، یہ علم چونکہ علومِ آخرت میں سے ہے اس لئے مقصود صرف آخرت کا نفع ہونا چاہئے، احکامِ الٰہی کی پیروی اور لوگوں کو اس کی طرف لانے کی نیت ہونی چاہئے، حصولِ دنیا، حصولِ مال وجاہ مقصود نہیں ہونا چاہئے۔

جنّت کی خوشبو سے محروم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[1]

جو شخص ایسے علم کو جو صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے صرف اس لئے پڑھتا ہے کہ اس کے ذریعے دنیا کمائے تو ایسا شخص قیامت کے دن جنّت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

علمِ قرآن، علمِ حدیث، علمِ فقہ اور علمِ نبوّت کو صرف حصولِ رضاءِ الٰہی کے لئے پڑھنا چاہئے تھا، مگر پڑھنے والا حصولِ دنیا کی غرض سے یعنی دنیا کے مال ومتاع کے لئے، واہ واہ کے لئے اور جاہ کے لئے پڑھتا ہے، تو اس نے اس مبارک علم کی بڑی ناقدری کی، حاصل کرنا چاہئے تھا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اور حاصل کر رہا ہے اس حقیر دنیا کی خاطر، تو علم کی اس ناقدری کی وجہ سے ایسے شخص کو قیامت کے دن جنّت کی خوشبو بھی

---

[1] سنن أبي داؤد، كتاب العلم، باب في طلب العلم لغير الله تعالى، ح(۳۶۵۶)

حاصل نہیں ہوگی، مطلب یہ ہے کہ جنّت میں داخلہ تو بہت دور کی بات ہے، اسے جنّت کے قریب بھی نہیں آنے دیا جائے گا، بلکہ بہت دور رکھا جائے گا۔

علمِ حدیث کی اغراض

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ نیت صحیح ہو اور نیت کو صحیح کر لینے کے بعد دورانِ سال بھی نیت کی برابر نگرانی رہے، اور ہر وقت یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس علم کا تعلّق آخرت سے ہے، لہٰذا مقصد صرف آخرت کا نفع ہونا چاہئے، آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے علمِ حدیث پڑھنے کی سعادت سے نوازا ہے، اس پر جتنا شکر ادا کریں کم ہے، حضراتِ علماءِ کرام نے اس علم کو پڑھنے کی مختلف اغراض بیان کی ہیں، اگر وہ مستحضر رہیں تو نیت کی تصحیح کا کام آسان ہوجائے گا، یہ کل پانچ اغراض ہیں:

ان فضائل کو حاصل کرنا جو مشتغلین بالحدیث کے لئے وارد ہوئی ہیں

۱) سب سے پہلی غرض یہ ہے کہ ہم اس علم کو ان فضیلتوں کو حاصل کرنے کے لئے پڑھ رہے ہیں جو احادیثِ شریفہ میں اس علم کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا[1]

اللہ تعالیٰ سرسبز و شاداب رکھے اس شخص کو جس نے میری بات کو سنا پھر اسے محفوظ کیا اور یاد رکھا اور دوسروں تک اسی طرح پہنچایا جس طرح اس نے سنا تھا۔

---

[1] مسند البزّار، مسند عمرو بن عوف، ح(۳۴۱۶)

یہ حدیث دعا بھی ہوسکتی ہے اور خبر بھی، اگر دعا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سرسبز وشاداب رکھیں، خوش وخرم رکھیں، تروتازہ رکھیں اس شخص کو جس نے میری بات کو سنا اور اس کو محفوظ کیا اور اسے آگے دوسروں تک پہنچایا، اور اگر خبر ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سرسبز وشاداب رکھے گا، تروتازہ رکھے گا اور خوش وخرم رکھے گا ایسے شخص کو جو میری بات کو سنتا ہے، اسے محفوظ کرتا ہے اور دوسروں تک پہنچاتا ہے۔[1]

دیکھئے! کتنی بڑی فضیلت ہے! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا تو خبر دے رہے ہیں کہ میری بات کو پڑھنے والا، محفوظ کرنے والا اور دوسروں تک پہنچانے والا خوش رہے گا اور تروتازہ رہے گا، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص کے لئے خوش وخرم رہنے کی دعا فرما رہے ہیں، اگر خبر ہے تب بھی بہت بڑی بات ہے اور دعا ہے تب بھی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا مل جانا کتنی بڑی نعمت وسعادت ہے۔

خادمینِ حدیث کے چہرے بارونق رہتے ہیں

اسی وجہ سے حدیث کی خدمت کرنے والوں کے چہرے بارونق ہوتے ہیں، بعض علماء فرماتے ہیں:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَطْلُبُ الْحَدِيْثَ إِلَّا كَانَ عَلٰى وَجْهِهٖ نَضْرَةٌ[2]

جو شخص بھی علمِ حدیث کی طلب میں مشغول رہتا ہے، پڑھتا ہے، پڑھاتا ہے اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کی تروتازگی رہتی ہے۔

تو یہ نیت کرلی جائے کہ علمِ حدیث اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ جو علمِ حدیث میں

---

[1] مرقاة المفاتيح: ۱/۴۴۱

[2] أحكام القرآن لابن العربي: ۴/۱۲۸

مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے تروتازہ رکھتے ہیں، سرسبز وشاداب رکھتے ہیں اور خوش وخرم رکھتے ہیں۔

حدیث کا شغل رکھنے والے قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت قریب ہوں گے

ایک اور فضیلت سنئے! آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً[1]

لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف پڑھنے والے ہیں۔

اس حدیث میں حضراتِ محدّثین کے لئے، مشتغلین بالحدیث کے لئے اور حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے بڑی فضیلت ہے، اسی وجہ سے ابنِ حبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح بیان ہے کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب مشتغلین بالحدیث ہوں گے اس لئے کہ اس اُمّت میں کوئی جماعت ان سے زیادہ درود پڑھنے والی نہیں ہے۔[2] یہ حضرات بکثرت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں، وہ حدیث پڑھتے ہیں، اس کا ترجمہ کرتے ہیں، اس کی تشریح کرتے ہیں اور سننے والے سنتے ہیں، اور اس دوران جب جب بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی آتا ہے تو سب درود شریف پڑھتے ہیں، پتا نہیں ایک ایک درس میں کتنی مرتبہ درود شریف پڑھتے ہوں گے۔

---

[1] سنن الترمذی، باب ما جاء في فضل الصّلاة على النّبيّ صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم، ح(۴۸۹)

[2] مرقاة المفاتيح: ۳/۹

دورۂ حدیث کے طلبہ سال میں تقریباً چالیس ہزار حدیثیں پڑھتے ہیں

دورۂ حدیث والے طلبہ سال میں تقریباً چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) حدیثیں پڑھتے ہیں اور ان چالیس ہزار حدیثوں میں پتا نہیں ایک ایک حدیث میں کتنی مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک آتا ہوگا، پھر اس حدیث کا ترجمہ، پھر اس کی تشریح، تشریح میں مختلف مذاہب کی تائید میں کئی حدیثوں کا بیان، اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سب سے زیادہ حدیث پڑھنے والے، پڑھانے والے کرتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اتنا ہی درود شریف بھی پڑھتے ہیں، لہٰذا اس حدیث میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ درود شریف پڑھنے والے ہیں، یہ فضیلت بدرجۂ اتم حضراتِ محدّثین کو اور مشتغلین بالحدیث کو حاصل ہوگی، تو یہ بھی نیت کر لی جائے کہ ہم احادیث کو اس لئے پڑھ رہے ہیں کہ جو بھی اس میں مشغول ہوتا ہے وہ بکثرت درود شریف پڑھتا ہے اور جو بکثرت درود شریف پڑھتا ہے اسے قیامت کے دن قربِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوگا۔

تو سب سے پہلی غرض آپ کی یہ ہونی چاہئے کہ علمِ حدیث کو پڑھنے پڑھانے کے سلسلے میں جو فضیلتیں وارد ہوئی ہیں ان کے حصول کے لئے ہم پڑھ رہے ہیں۔

حصولِ حدیث کی ایک غرض فہمِ قرآن ہے

۲) دوسری غرض فہمِ قرآن اور عمل بالقرآن ہے، قرآنِ مجید شریعت کا مدار ہے مگر یہ مجمل ہے اور احادیثِ شریفہ اس کی شرح ہیں، ظاہر ہے کہ بغیر شرح کے متن سمجھنا دشوار

ہوتا ہے، لہٰذا ہم حدیثِ پاک کو پڑھ رہے ہیں تا کہ فہمِ قرآن حاصل ہو جو کہ زینہ ہے عمل بالقرآن کا، یہ آپ کی دوسری نیت ہونی چاہئے کہ حدیثِ پاک پڑھنے سے ہمیں فہمِ قرآن حاصل ہوگا اور فہمِ قران کے نتیجے میں عمل بالقرآن بھی ان شاء اللہ نصیب ہوگا، تو فہمِ قرآن اور عمل بالقران کے لئے حدیث پڑھ رہے ہیں۔

محبوب کے کلام سے لطف اندوز ہونا ایک مستقل غرض

۳) ہمارے حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دو غرضوں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے تھے کہ اگر حدیثِ پاک پڑھنے پڑھانے کا کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تب بھی یہی ایک فائدہ کافی ہے کہ یہ ہمارے محبوب کا کلام ہے، اور محبوب کے کلام سے لطف اندوز ہونا خود ایک مستقل غرض ہے۔[1]

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهٗ[2]

جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے، جس کو کسی چیز سے محبت ہو جاتی ہے تو اس چیز کا بکثرت ذکر کرتا ہے۔

صرف ذکرِ محبوب ہی نہیں، بلکہ محبوب سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز سے محبت کرتا ہے، اس کے کلام سے، اس کے افعال سے، اس کے کپڑوں سے، اس کی تحریر سے، غرض محبوب سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز سے محبت کرتا ہے۔

أَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى
أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا

---

[1] تقریرِ بخاری شریف: ۱/ ۴۰

[2] مرقاۃ المفاتیح: ۹/ ۲۱۲

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ
وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اور غرض نہ ہوتی تو یہی غرض کافی ہے کہ یہ ہمارے محبوب کا کلام ہے اور چونکہ محبوب سے محبت ہے اس لئے محبوب کے کلام سے بھی محبت ہے، اس لئے ہم حدیث پڑھ رہے ہیں۔

شانِ صحابیت کا پیدا ہوجانا

۴) ایک اور غرض محدّثین نے یہ لکھی ہے کہ مشتغل بالحدیث میں شانِ صحابیت پیدا ہوجاتی ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرکے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل کو دیکھ کر صحابہ بنے، اور حدیث پڑھنے پڑھانے والے بھی ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے مطالعہ میں رہتے ہیں، جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُٹھنے کو دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے کو دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رکوع کو دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدے کو دیکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملات کو دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ کو دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کو دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ کردار کو دیکھتے تھے، اسی طرح جو مشتغل بالحدیث ہوتا ہے وہ ہر وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل کو دیکھ رہا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح اُٹھتے تھے، کس طرح بیٹھتے تھے، کس طرح سوتے تھے، کس طرح کھاتے تھے، کس طرح لباس پہنتے تھے، کس طرح نماز پڑھتے تھے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل کو دیکھ کر صحابہ ہوئے اور مشتغل بالحدیث بھی ہر وقت آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل کو پڑھنے میں مشغول رہتا ہے، اس لئے اس میں شانِ صحابیت پیدا ہوجاتی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک قسم کی مشابہت پیدا ہوجاتی ہے۔

أَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمُ أَهْلُ النَّبِيِّ وَإِنْ
لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهٗ أَنْفَاسَهٗ صَحِبُوْا

اسی لئے جب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا کہ آپ خلوت اور تنہائی میں کافی وقت گزارتے ہیں، تو کیا آپ وحشت محسوس نہیں کرتے؟ تو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں کیوں وحشت محسوس کروں جب کہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ ہوتا ہوں۔[1] آپ کی مراد یہ تھی کہ تنہائی میں کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ ہے، تو گویا میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں، ٹھیک اسی طرح احادیث کو پڑھنے اور پڑھانے والوں کو بھی گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔

ایک بہت اہم غرض

۵) علمِ حدیث کی غرض بیان کرتے ہوئے صاحبِ مفتاح السعادۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلتَّحَلِّيْ بِالْآدَابِ النَّبَوِيَّةِ وَالتَّخَلِّيْ عَمَّا يَكْرَهُهٗ وَيَنْهٰى عَنْهُ[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں جو آداب نظر آتے ہیں، جو کردار نظر آتے ہیں، جو اخلاق نظر آتے ہیں، اس سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا اور جن

---

[1] شعب الإيمان: ۲/ ۲۲۸

[2] مفتاح السعادة: ۲/ ۱۱۳

چیزوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرماتے ہیں اور جن چیزوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روکتے ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچانا۔

یہ بھی ایک غرض ہے اور بہت اہم غرض، علّامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی غرض کو دوسرے الفاظ سے تعبیر کیا ہے:

اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ[1]

دونوں جہان کی سعادت حاصل کرکے کامیاب ہوجانا۔

اس لئے کہ جو شخص اپنے آپ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے آراستہ کرے گا، اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزیّن کرے گا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن چیزوں کو ناپسند کیا ہے، جن چیزوں سے روکا ہے، ان سے بچے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی بھی سعادت عطا فرمائیں گے، آخرت کی بھی سعادت عطا فرمائیں گے، تو علّامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پڑھنے کی غرض اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ بتلائی اور اس میں کامیابی کب حاصل ہوگی؟ جب کہ پڑھنے والا اَلتَّحَلِّيْ بِالْآدَابِ النَّبَوِيَّةِ وَالتَّخَلِّيْ عَمَّا يَكْرَهُهُ وَيَنْهٰى عَنْهُ کا مصداق بنے گا۔

تو تصحیحِ نیت باطنی آداب میں سے تیسرا ادب ہے، نیت کو صحیح کیا جائے اور صحیح رکھا جائے، دل کو فاسد نیتوں سے پاک رکھا جائے اور اچھی نیتوں سے آراستہ کیا جائے، اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ علم چونکہ علومِ آخرت میں سے ہے، اس کا تعلّق آخرت سے ہے، اس لئے مقصد بھی صرف آخرت کا نفع ہونا چاہئے۔

---

[1] شرح الكرماني: ۱/ ۱۲

علمِ حدیث کے ظاہری آداب

اب حصولِ علم کے ظاہری آداب کی طرف آیئے:

۱) سب سے پہلا ادب یہ ہے کہ اپنی پوری قوّت اور تمام وسائل اس علم کی تحصیل کے لئے صرف کریں۔

بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِيْ
وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰى سَهِرَ اللَّيَالِيْ

محنت اور کوشش کے ذریعے بلندیاں حاصل کی جاتی ہیں، جو شخص بلندی کو چاہتا ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے۔

اَلْعِلْمُ عِزٌّ لَا ذُلَّ فِيْهِ، لَا يُدْرَكُ إِلَّا بِذُلٍّ لَا عِزَّ فِيْهِ

علم عزّت ہی عزّت ہے، اس میں ذلّت بالکل نہیں، مگر حاصل ہوتا ہے اپنے آپ کو مٹانے سے نہ کہ شان وشوکت کے ساتھ۔

اس علم کی تحصیل میں اپنے تمام وسائل صرف کریں

پوری کوشش ہونی چاہئے کہ یہ علم کما حقّہٗ نصیب ہوجائے اور اس کے ساتھ کامل مناسبت پیدا ہوجائے، اپنی پوری قوّت، ہمّت اور اپنے تمام وسائل اس علم کی تحصیل میں صرف کریں، اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس مبارک کام میں خرچ کریں، اور اس اعتقاد کے ساتھ کہ میرے اوقات کا سب سے اچھا مصرف یہی ہے۔

اس سلسلے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد بہت نافع ہوگا:

إِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ[1]
جو چیز تجھے نفع پہنچائے اس کی حرص کر، اور اس حرص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کر، اور عاجز اور کمزور بن کر بیٹھا نہ رہ۔

یہ علم بہت ہی نافع چیز ہے، لہٰذا اس میں حریص ہونا چاہئے اور اس کے لئے خوب محنت کرنی چاہئے، مگر صرف اپنی محنت اور کوشش پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ سے مدد بھی طلب کرنی چاہئے، اور عاجز بن کر، کمزور بن کر، ہمّت ہار کر بیٹھے نہیں رہنا چاہئے، بلکہ اپنے آپ کو تمام وسائل کے ساتھ اس مبارک کام میں کھپانا چاہئے۔

صرف تمنّاؤں اور اُمنگوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا

اسی طرح تمنّاؤں اور اُمنگوں کے سہارے بھی نہیں بیٹھے رہنا چاہئے، بلکہ دُھن اور دھیان کے ساتھ اس علم کی تحصیل میں لگا رہے، اس لئے کہ بغیر محنت کے صرف تمنّاؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

لَوْ كَانَ هٰذَا الْعِلْمُ يَحْصُلُ بِالْمُنٰى
مَا كَانَ يَبْقٰى فِي الْبَرِيَّةِ جَاهِلُ
اگر یہ علم بلا محنت صرف امیدیں باندھنے سے حاصل ہوجاتا تو اس روئے زمین پر کوئی بھی بے علم نہ رہتا۔

اس لئے کہ ہر شخص کی یہ تمنّا ہوتی ہے کہ کاش کہ میں بھی صاحبِ علم ہوتا، تو اگر تمنّاؤں سے اور امنگوں سے علم حاصل ہوجاتا تو اس روئے زمین پر کوئی بھی بے علم نہ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوّة وترك الْعجز والإستعانة بالله وتفويض المقادير لله، ح(٢٧٥٦)

رہتا، جب یہ معلوم ہوگیا کہ نری تمنّا اور امنگ سے کچھ حاصل نہیں ہوگا،

فَاجْهَدْ وَلَا تَكْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلًا

فَنَدَامَةُ الْعُقْبٰى لِمَنْ يَتَكَاسَلُ

تو کوشش ومحنت کر اور سستی سے دور رہ اور غفلت سے باز آ، اس لئے کہ جو سستی کا برتاؤ کرتا ہے اس کے حصّے میں مستقبل اور انجام کی ندامت آتی ہے۔

اُکتاہٹ اور سستی سے بھی دور رہنا چاہئے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يَطْلُبُ هٰذَا الْعِلْمَ مَنْ يَطْلُبُهٗ بِالتَّمَلُّلِ وَغِنَى النَّفْسِ فَيُفْلِحُ[1]

ایسا شخص کامیاب نہیں ہوگا جو اس علم کو طلب کرے اُکتاہٹ اور سستی سے اور مستغنی بن کر۔

طلبہ کو اُکتاہٹ سے بہت بچنا چاہئے، خوب ذوق وشوق سے پڑھنا چاہئے، درس میں تکرار کی وجہ سے بھی اُکتاہٹ نہیں ہونی چاہئے، یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ یہ بحث جو اس وقت ترمذی شریف میں ہو رہی ہے کل ابوداود شریف میں ہو چکی ہے، اور ابوداود شریف کے استاذ نے جو تقریر کی تھی وہی تقریر ترمذی شریف کے استاذ دہرا رہے ہیں، جو دلائل وہاں بیان ہوئے تھے وہی یہاں بیان ہو رہے ہیں، جو مذاہب وہاں بیان ہوئے تھے وہی یہاں بیان ہو رہے ہیں۔

میرے عزیزو! یہ تکرار فائدے سے خالی نہیں، اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے ہر استاذ کو

---

[1] تدريب الراوي: ۴/۵۴۱

پڑھانے کا الگ سلیقہ دیا ہے، بات وہی ہوتی ہے لیکن بولنے کا انداز الگ، تفہیم کا طریقہ الگ، ترتیب الگ، اللہ جلّ جلالُہ وعمّ نوالُہ ہم پر کرم فرماتے ہیں کہ جو چیز ہمیں ایک جگہ سمجھ میں نہیں آئی تھی، وہ دوسری جگہ سمجھ میں آجاتی ہے، یا پہلی جگہ راسخ نہیں ہوئی تھی تو وہ اب ہوجائے گی، مزید یہ کہ ہر جگہ کا نور الگ ہوتا ہے، اور اس طرح الگ الگ قسم کے انوار منتقل ہوتے ہیں، اور بھائی! ہر عقلمند اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ تکرار فائدے سے خالی نہیں، بہرحال نہ تکرار سے اُکتانا چاہئے نہ کسی اور وجہ سے، بلکہ پورے ذوق وشوق سے پڑھنا چاہئے، اس لئے کہ اُکتاہٹ کے ساتھ پڑھنے والا علم سے محروم رہتا ہے۔

استغناء محرومی اور ناکامی کا سبب ہے

اسی طرح وہ شخص بھی ناکام رہتا ہے جو مستغنی بن کر علم کو طلب کرتا ہے، مثلاً پہلے سے کوئی مضمون معلوم ہے اور استاذ اس کو بیان کرتا ہے، تب بھی محتاج بن کر، طالب بن کر، عاجزی کے ساتھ پڑھنا چاہئے، اگر بے نیاز ہوکر پڑھے گا تو محروم رہے گا، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> لَا يَطْلُبُ هٰذَا الْعِلْمَ مَنْ يَطْلُبُهُ بِالتَّمَلُّلِ وَغِنَى النَّفْسِ فَيُفْلِحُ، وَلٰكِنْ مَنْ طَلَبَهُ بِذِلَّةِ النَّفْسِ وَضِيْقِ الْعَيْشِ وَخِدْمَةِ الْعِلْمِ أَفْلَحَ[1]
>
> جو شخص اُکتاہٹ کے ساتھ، تملّل کے ساتھ، سستی کے ساتھ، غنی النفس کے ساتھ، مستغنی بن کر اس علم کو طلب کرتا ہے وہ ناکام رہتا ہے، ہاں! جو شخص اس علم کو طلب کرتا ہے تواضع اور ذلّتِ نفس کے ساتھ، تنگیٔ عیش اور علم کی خدمت کے ساتھ، وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

---

[1] تدريب الراوي: ۴/۵۴۱

تکبّر سے بچتا ہے اور تواضع کو اختیار کرتا ہے، اپنے آپ کو مٹاتا ہے اور ہر قسم کی تلخی ترشی برداشت کر لیتا ہے، جو کھانا مل جاتا ہے کھا لیتا ہے، جو پینا نصیب ہو جاتا ہے پی لیتا ہے، جو پہننا مل جاتا ہے پہن لیتا ہے، جہاں سونے کو مل گیا وہاں سو گیا، جہاں بیٹھنے کو مل گیا وہاں بیٹھ گیا، اور اپنے اساتذہ، مدرسہ اور طلبہ کی خدمت کرتا ہے، اور حاصل شدہ علم دوسروں تک پہنچاتا ہے، ایسا طالبِ علم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضرور کامیاب ہوگا۔

علم بخیل ہے

میرے عزیزو! حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ[1]
جسم کی راحت کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

آپ عزمِ مصمّم کر لیجئے کہ اس علم کے لئے ہر قسم کی قربانی دینی ہے، اپنی پوری قوت اور ہمّت اور اپنے تمام وسائل اس علم کے لئے صرف کر دینا ہے، اپنا سارا وقت اسی میں لگانا ہے، اور کسی قسم کی تنگی سے گھبرانا نہیں ہے، جب اس طرح کی قربانی کا فیصلہ کر لو گے تب جا کر علم کا کچھ حصّہ ملے گا۔

الْعِلْمُ لَا يُعْطِيْكَ بَعْضَهُ حَتّٰى تُعْطِيَهُ كُلَّكَ
علم تجھے اپنا تھوڑا سا حصّہ اس وقت دے گا جب تو اسے سب کچھ دے دے گا۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب أوقات الصلوات الخمس، ح(٦٠٥)

حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اہتمامِ درس

۲) درس میں حاضری کا خوب اہتمام ہو، کبھی بھی غیر حاضر نہ رہیں، نہ جسمًا نہ ذہنًا؛ جسمًا بھی درس میں حاضر رہنا چاہئے اور ذہناً بھی، یہ نہیں کہ جسم درس گاہ میں ہو اور ذہن اِدھر اُدھر منتشر، اپنے وقت کو اس علم کے لئے سب سے اچھا مصرف سمجھیں، ہمارے حضرت شیخ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہ کے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درس میں اس قدر پابندی فرمائی کہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میری ایک حدیث بھی نہیں چھوٹی۔[1]

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حسن احمد میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث پڑھتے تھے، ہم دونوں نے آپس میں یہ طے کر رکھا تھا اور یہ اہتمام کر رکھا تھا کہ کوئی حدیث نہیں چھوٹنی چاہئے اور کوئی حدیث وضوء کے بغیر نہیں ہونی چاہئے، اب دونوں میں سے کسی کو استنجاء کی حاجت ہوتی تھی تو وہ دوسرے کو کہنی مارتا تھا اور اپنی ضرورت کے لئے اُٹھ جاتا تھا، دوسرا ساتھی فوراً اشکال کر دیتا تھا اور وہ اتنی دیر میں جلدی جلدی فارغ ہو کر آجاتا تھا اور سبق میں شریک ہو جاتا تھا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چند بار ایسا ہونے پر اس کا احساس ہو گیا، ایک دن میرا وہ ساتھی وضوء کے لئے اُٹھا تو میں نے اشکال کیا کہ علّامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ تو فتح القدیر میں یہ فرماتے ہیں۔ اس پر میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے ابن الہمام سے کہاں لڑتے پھریں گے، جب تک تمہارا ساتھی آجائے ہم سے ایک قصّہ سن لو۔ اس کے بعد والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

---

[1] سوانحِ عمری، ص: ۱۵۴

ہوگیا کہ ہم میں سے کسی کو جب بھی وضوء کی ضرورت پڑتی، تو جب تک وہ وضوء کر کے نہیں آجاتا تھا اس وقت تک کوئی قصّہ سناتے رہتے تھے۔[۱] تو دیکھو پیارو! کتنا زیادہ اہتمام تھا! ہمیشہ یہ فکر سوار کہ کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے، اور کوئی حدیث بغیر وضوء کے نہ ہو۔

باوضوء حدیث پڑھیں

۳) اس قصّے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طہارت کا اہتمام یہ بھی ایک مستقل ادب ہے، حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ مستحب سمجھا جاتا ہے کہ احادیث پڑھنے پڑھانے کے لئے آدمی باوضوء ہوکر حاضر ہو۔[۲]

استطاعت ہوتو خوشبو لگائیں

۴) طلبِ علمِ حدیث کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر استطاعت ہو، اگر afford کر سکتا ہو تو خوشبو لگائے، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ آتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے آتا تھا تو فوراً جواب دیتے تھے، لیکن اگر حدیث کے لئے کوئی آتا تھا تو آپ غسل فرما کر عمدہ کپڑے پہنتے تھے، سر پر عمامہ باندھتے تھے اور خوشبو لگاتے تھے، اس کے بعد تشریف لاتے تھے اور مسندِ حدیث پر فروکش ہوتے تھے اور پھر پورے وقار کے ساتھ حدیث کو بیان کرتے تھے۔[۳] علمِ حدیث پڑھنے والوں کو اس کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

---

[۱] آپ بیتی: ۱/ ۹۰، ۹۱

[۲] الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ص: ۲۹۰

[۳] المواهب اللدنية، ص: ۳۷۷

حدیثِ پاک سے پہلے موقوف علیہ علوم پڑھ لیں

۵) ایک اور ادب یہ ہے کہ حدیث پڑھنے سے پہلے موقوف علیہ علوم پڑھ لیں، نحو پڑھ لیں، صرف پڑھ لیں تا کہ عبارت اور ترجمے میں غلطی نہ ہو، اس لئے کہ عبارت میں اور ترجمے میں غلطی ہوجائے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب ہوجائے گی، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنا یہ بہت بڑا گناہ ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتابُ العلم میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[1]

جو شخص میری طرف کسی ایسی بات کو منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی ہے، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنّم میں بناتا ہے۔

عبارت صحیح پڑھیں

طلبہ کو حدیث کی قراءت میں بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہئے، انہیں موقوف علیہ علوم اچھی طرح پڑھ لینے چاہئے، اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ حدیث کی عبارت غلط پڑھنے والا بھی کہیں اس مؤاخذے میں نہ آجائے کیونکہ غلط عبارت پڑھنا بھی مَا لَمْ اَقُلْ کے مرادف ہے، امامُ اللغۃ امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے نحو سے ناواقف طالبِ علم پر سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ وہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ اس وعید میں داخل نہ ہوجائے۔[2] ابتدائی درجات والوں کو نحو وصرف میں بہت زیادہ محنت کرنی

---

[1] صحيح البخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم، ح(۱۱۲)

[2] عمدة القاري: ۲/ ۲۱۰

چاہئے تاکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پڑھتے ہوئے، ترجمہ کرتے ہوئے، مطلب بیان کرتے ہوئے غلطی واقع نہ ہو، اور یہ بھی یاد رہے کہ قراءتِ حدیث کی سعادت اسی کو نصیب ہوتی ہے جس کی عبارت ٹھیک ہو، اس لئے خوب محنت کریں۔

ادب اور عظمت کا اہتمام

۶) ایک اور ادب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آئے، اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۂ عظام رحمہم اللہ علیہم کا تذکرہ آئے، تو عظمت کے ساتھ ذکر کریں، اس بات کا بھی خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تعالیٰ، جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ وغیرہ کہا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے ساتھ درود شریف ضرور پڑھا جائے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ اور تابعین، حضراتِ ائمۂ کرام اور علماءِ اُمّت رحمہم اللہ علیہم کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنا مستحب ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے ساتھ صلّی اللہ علیہ وسلّم کہتے ہوئے آواز کو قدرے بلند کرنا بھی مستحب ہے۔[1] یہ بھی یاد رہے کہ ائمہ رحمہم اللہ علیہم میں سے کسی بھی امام کے متعلّق دل میں حقارت کا ادنیٰ وسوسہ بھی نہیں آنا چاہئے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

اپنے استاذ کا نام تعظیم سے لیں

۷) اسی طرح اپنے شیخ اور اپنے استاذ کا نام ذکر کرے تو وہ چونکہ آپ کے لئے سب سے پہلا واسطہ اور وسیلہ ہیں، اس لئے ان کی شان کے لائق تعظیمی الفاظ استعمال کریں،

---

[1] الأذکار، ص: ۱۱۷

حضرت مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں، وہ جب ان سے روایت کرتے تھے تو یہ الفاظ استعمال کرتے تھے:

حَدَّثَتْنِيْ الصِّدِّيْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيْقِ حَبِيْبَةُ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْمُبَرَّأَةُ[۱]

مجھ سے بیان کیا صدّیق کی بیٹی صدّیقہ نے، جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکباز محبوبہ ہیں۔

یہ تھی تعظیم اپنی استانی حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی۔

اسی طرح امام ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ، عوف بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث روایت کرتے ہوئے اپنے استاذ کا اس طرح ذکر کیا ہے:

حَدَّثَنِيْ الْحَبِيْبُ الْأَمِيْنُ عَوْفُ ابْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ[۲]

مجھ سے میرے محبوب امانت دار استاذ، عوف بن مالک الاشجعی نے بیان کیا ہے۔

استاذ کی تعظیم

۸) ایک اور ادب یہ ہے کہ اپنے استاذ کی تعظیم ہو، اور تعظیم کا مرکز دل ہے اس لئے استاذ کی اپنے دل میں بہت زیادہ عظمت ہونی چاہئے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَوْقَرَ لِلْمُحَدِّثِيْنَ مِنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ[۳]

---

[۱] مسند أحمد، ح(۲۶۰۴۴)

[۲] السنن الكبرى للنسائي، ح(۳۹۶)

[۳] تدريب الراوي: ۵۴۹/۴

میں نے یحییٰ بن معین سے زیادہ محدّثین کا احترام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے زمانے میں اساتذہ کی تعظیم جیسی ہونی چاہئے نہیں رہی، اگر کسی جگہ ہے تو ظاہری، یاد رکھو! استاذ کی تعظیم دراصل علم کی تعظیم ہے، استاذ اگر علمِ قرآن پڑھا رہا ہے تو استاذ کی تعظیم، یہ قرآن کی تعظیم ہے، اور استاذ اگر حدیث پڑھا رہا ہے تو استاذ کی تعظیم، یہ حدیث کی تعظیم ہے۔

استاذ کی تعظیم کے متعلّق اسلاف کے ارشادات

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے:

تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ[۱]

تم تواضع اختیار کرو اس شخص کے سامنے جس سے تم علم حاصل کر رہے ہو۔

اور محدّث مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

كُنَّا نَهَابُ إِبْرَاهِيْمَ هَيْبَةَ الْأَمِيْرِ[۲]

ہم اپنے استاذ ابراہیم سے اسی طرح ڈرا کرتے تھے جس طرح رعیت اپنے امیر اور حاکم سے ڈرتی ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِيْ حَرْفاً، إِنْ شَاءَ بَاعَ وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ[۳]

---

[۱] تدريب الراوي: ۵۴۹/۴

[۲] سنن الدارمي، ح(۴۲۰)

[۳] تعليم المتعلّم، ص: ۲۰

میں اس شخص کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھا دیا، اگر چاہے تو مجھے بیچ دے اور اگر چاہے تو مجھے آزاد کر دے۔

اور ابو عبید قاسم بن سلاّم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا دَقَقْتُ عَلٰى مُحَدِّثٍ بَابَهُ قَطُّ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ (الحُجُرٰت: ۴۹)[1]

جب جب بھی میں کسی محدّث کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے گیا تو میں نے کبھی بھی ان کے دروازے کو نہیں کھٹکھٹایا، (بلکہ میں نے ہمیشہ اس بات کا انتظار کیا کہ وہ خود اپنے گھر سے باہر نکلیں) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں: اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

استاذ کی تعظیم کا یہ بھی تقاضا ہے کہ جو کتاب جس استاذ سے پڑھی جا رہی ہے، اس میں اپنے اس استاذ کو اپنے لئے سب سے زیادہ انفع سمجھیں۔

علم کے آلات کا بھی ادب کریں

۹) ایک اور ادب یہ ہے کہ تحصیلِ علم کے جتنے بھی آلات ہیں، تحصیلِ علم کے جتنے بھی وسائل ہیں، ان سب کا خیال رکھیں اور ادب کریں، ٹپائی کے ساتھ، قلم کے ساتھ، اوراق اور کاپیوں کے ساتھ، کتابوں کے ساتھ، اساتذہ کے ساتھ، درس گاہ کے ساتھ، اپنے ساتھیوں کے ساتھ، مدرسے کے ساتھ ادب کا معاملہ کریں، شرکاءِ درس کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ بھی کرنا چاہئے جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ہم

---

[1] تدريب الراوي: ۴/۵۵۱

سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

حاصل شدہ حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے

۱۰) ایک اور اہم بات یہ ہے کہ وہ احادیث جن کا تعلّق عبادات اور اعمال سے ہیں، ان پر عمل کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ حدیث کی زکوٰۃ ہے، چنانچہ حضرت بشرِ حافی رحمۃ اللہ علیہ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

يَا أَصْحَابَ الْحَدِيْثِ، أَدُّوْا زَكٰوةَ الْحَدِيْثِ

اے مشتغِلین بالحدیث! تم حدیث کی زکوٰۃ ادا کرو۔

اب حدیث کی زکوٰۃ کس طرح ادا کریں؟ آگے فرماتے ہیں:

إِعْمَلُوْا مِنْ كُلِّ مِأَتَيْ حَدِيْثٍ بِخَمْسَةِ أَحَادِيْثَ[1]

ہر دو سو حدیثوں میں سے کم از کم پانچ احادیث پر عمل کرلیا کرو۔

تو عبادات اور اعمال والی جو احادیث ہیں ان پر عمل کی خوب کوشش کرنی چاہئے، ہمارے اسلاف کو دیکھئے! حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا كَتَبْتُ حَدِيْثاً إِلَّا وَقَدْ عَمِلْتُ بِهٖ

میں نے کوئی حدیث ایسی نہیں لکھی جس پر میں نے عمل نہ کیا ہو۔

اور آگے فرماتے ہیں:

حَتّٰى مَرَّ بِيْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَأَعْطٰى

---

[1] تدريب الراوي: ۵۴۶/۴

أَبَا طَيْبَةَ دِيْنَاراً، فَاحْتَجَمْتُ وَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ دِيْنَاراً[۱]

جب اس حدیث پر میرا گزر ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور ابوطیبہ (پچھنا لگانے والے) کو ایک دینار دیا، تو میں نے بھی پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو ایک دینار دیا۔

عمل کرنے سے احادیث یاد رہتی ہیں

ابراہیم بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

كُنَّا نَسْتَعِيْنُ عَلٰى حِفْظِ الْحَدِيْثِ بِالْعَمَلِ بِهٖ[۲]

ہم حدیثوں کو یاد کرنے میں عمل کے ذریعے مدد حاصل کرتے تھے۔

جو شخص حدیث پر عمل کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ عمل کی وجہ سے وہ حدیث یاد ہوگی اور یاد رہے گی، مثلاً آپ نے مسجد میں داخل ہونے کے سلسلے میں پڑھا کہ پہلے دایاں قدم رکھے، پھر بسم اللہ پڑھے، پھر درود شریف پڑھے اور پھر اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھے۔

ظاہر ہے کہ ان سنّتوں پر عمل کرنے والے سے مسجد میں داخل ہونے کی سنتوں کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ اپنے عمل پر غور کرکے تمام سنّتیں فرفر بتلادے گا، پہلے دایاں قدم رکھنا، پھر بسم اللہ پڑھنا، پھر درود وسلام پڑھنا، اور اس کے بعد اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا، عمل نہ کرنے والا ان سنّتوں کو بھول جائے گا اور بتلانے میں ناکام رہے گا۔

---

[۱] تدريب الراوي: ۴/۵۴۷

[۲] تدريب الراوي: ۴/۵۴۷

اسی وجہ سے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَحْفَظَ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلْ بِهٖ[1]

اگر تیری یہ چاہت ہے کہ تو حدیث کو یاد رکھے تو اس پر عمل کر۔

علم کی اشاعت کا جذبہ ہو

۱۱) ایک اور اہم ادب یہ ہے کہ حاصل شدہ علم کو لوگوں تک پہنچانے کا جذبہ بھی رکھیں، ہر وقت یہ خیال رہنا چاہئے کہ جس علم کو میں حاصل کر رہا ہوں، یہ علم مجھے دوسروں تک بھی پہنچانا ہے، اور اس کی ابتداء اپنے طالبِ علم ساتھیوں سے کرنی چاہئے، جب بھی کوئی ساتھی تکرار کے لئے آئے، کوئی چیز پوچھنے کے لئے آئے تو اسے بتلا دیا جائے، جب گھر جائیں تو گھر میں بھی ان کے حال کے مناسب باتیں بتلائیں، بستی میں بھی کوئی دین کی بات پوچھے یا دین کی بات کرنے کا موقع ملے تو اپنے اساتذہ سے مشورہ کر کے عمل کرے۔

علم میں بخل کی آزمائش

جو شخص علم میں بخل کرتا ہے، جہاں جو بات بتلانی چاہئے وہاں نہیں بتلاتا، یا کسی کے پوچھنے پر مدد نہیں کرتا، یہ علم کے ضائع ہونے کی نشانی ہے، ایسے شخص کا علم نافع نہیں ہوگا، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ بَخِلَ بِالْعِلْمِ أُبْتُلِيَ بِثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ يَمُوْتَ فَيَذْهَبَ عِلْمُهٗ

---

[1] تدريب الراوي: ۴/ ۵۴۷

أَوْ يَنْسَاهُ أَوْ يَتْبَعَ سُلْطَاناً[1]

جوشخص علم میں بخل کرتا ہے وہ تین میں سے کسی ایک آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا؛ یا تو وہ جلد مرجائے گا اور اس کے علم سے لوگوں کو نفع نہیں ہوگا، یا یہ کہ وہ علم کو بھول جائے گا یا کسی بادشاہ، حاکم یا دنیادار کے پیچھے لگ جائے گا (اور دنیا میں پڑ جائے گا)۔

حصولِ علم میں نہ حیا ہو نہ تکبّر

۱۲) ایک اور ادب علم کا یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ نہ حیا ہو نہ تکبّر، کبھی کبھی حیا کی وجہ سے آدمی پوچھتا نہیں، اور کبھی تکبّر کی وجہ سے نہیں پوچھتا، بعض دفعہ سوال سے حیا مانع ہوتی ہے، خیال آتا ہے کہ میں اگر سوال کروں گا تو سب کے سامنے شرمندگی ہوگی یا حضرت استاذ اس وقت مشغول ہیں، ان کو خلل ہوگا، اور کبھی تکبّر مانع ہوتا ہے کہ میں اگر یہ سوال کروں گا تو لوگوں کی نظروں میں گر جاؤں گا کہ اسے اتنا بھی علم نہیں، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ[2]

علم حاصل کرنے میں حیا کرنے والا اور متکبّر کامیاب نہیں ہوتے۔

اپنے امور میں اپنے اساتذہ سے مشورہ

۱۳) ایک ادب یہ ہے کہ اپنے امور میں، خصوصاً دینی اور علمی امور میں اپنے اساتذہ یا کسی ایک سے مشورہ کرلیا کریں، اس سے علم میں بہت برکت حاصل ہوتی ہے اور اس

---

[1] الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۱۴۶

[2] صحيح البخاري، باب الحياء في العلم

سے آدمی صحیح سمت پر رہتا ہے، ایسے افراد کو اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرماتے ہیں اور ان سے دین کا خوب کام لیتے ہیں۔

اخلاقِ حمیدہ کا اہتمام کریں

۱۴) ایک اور ادب یہ ہے کہ اخلاقِ حمیدہ کا بہت زیادہ اہتمام کریں، اس کی کوشش کریں کہ اپنا کردار بلند ہو، اعلیٰ درجے کی شرافت ہو، اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ ہو، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ امام ابو عاصم النبیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ طَلَبَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَدْ طَلَبَ أَعْلٰى أُمُوْرِ الدِّيْنِ فَيَجِبُ أَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ النَّاسِ[1]

جو شخص طلبِ حدیث میں مشغول رہتا ہے وہ دین کی بہت اونچی چیز کا طالب ہے، (اور جب بہت اونچی چیز کا طالب ہے) تو اس پر ضروری ہے کہ وہ خَيْرُ النَّاسِ، بہترین انسان بن کر رہے۔

اسباق کو قلمبند کرتا رہے

۱۵) ایک اور ادب جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس علم کو آپ پڑھ رہے ہیں اسے قلمبند کر لینا چاہئے اس لئے کہ قلمبند کر لینے سے علم ایک حد تک محفوظ ہو جاتا ہے۔

مَا كُتِبَ قَرَّ وَمَا لَمْ يُكْتَبْ فَرَّ

جو چیز لکھ لی جاتی ہے وہ محفوظ ہو جاتی ہے ورنہ رخصت ہو جاتی ہے۔

اَلْعِلْمُ صَيْدٌ وَالْكِتَابَةُ قَيْدُهٗ
قَيِّدْ صُيُوْدَكَ بِالْحِبَالِ الْوَاثِقَةْ

---

[1] تدريب الراوي: ۴/۵۴۰

علم ایک کھلا شکار ہے اور اس کو لکھ لینا اس کے لئے زنجیر ہے جو اسے مقیّد کر لیتی ہے، بس تو اپنے شکار کو مضبوط رسیوں سے مقیّد کر لے۔

اور لکھتے ہوئے انتخاب سے پرہیز کرنا چاہئے، استاذ کی بیان کی ہوئی ہر بات کو قلمبند کر لینا چاہئے، امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ الْإِنْتِخَابِ يَنْدَمُ[1]

جو انتخاب کرتا ہے اسے بعد میں ندامت ہوتی ہے۔

بسا اوقات کوئی بات بڑی کام کی ہوتی ہے مگر اسے معمولی سمجھ کر رہنے دیا گیا، بعد میں ضرورت پر تلاش کیا مگر نہیں ملی، اب پریشانی ہو رہی ہے اور افسوس بھی، حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں:

مَا انْتَخَبْتُ عَلٰى عَالِمٍ قَطُّ إِلَّا نَدِمْتُ[2]

جب جب بھی میں نے کسی عالم کے پاس بیٹھ کر اس کی بیان کردہ چیزوں میں سے انتخاب کیا کہ کچھ لکھ لیا، کچھ چھوڑا تو مجھے ہمیشہ ندامت ہوئی (کہ اگر پوری بات لکھ لیتا تو آج کام آتی)۔

اسی لئے ابو حاتم الرّازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِذَا كَتَبْتَ فَقَمِّشْ، وَإِذَا حَدَّثْتَ فَفَتِّشْ[3]

جب تو لکھے تو سب کچھ سمیٹ لے، اور جب تو بیان کرنے لگے تو اچھی طرح جانچ پڑتال کر کے جو محقّق چیزیں ہیں انہی کو بیان کر۔

---

[1] الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۴۶۴، ۴۶۵

[2] الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۴۳۶

[3] الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۴۹۴

یہ چند آداب ہیں جو آپ کی خدمت میں عرض کئے گئے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ سب طلبہ اور طالبات کو بھی۔ (آمین)

آداب پر دوام ضروری ہے

عزیز طلبہ! یہ آداب صرف سننے کے لئے نہیں ہیں، یہ آداب یاد رکھ کر عمل کرنے کے لئے ہیں اور صرف دورۂ حدیث والوں کے لئے نہیں ہیں، بلکہ تمام طالبینِ علم کے لئے ہیں، اسی طرح یہ آداب اور اصول پوری زندگی کے لئے ہونے چاہئے، شروع سال میں آداب پر عمل کا جذبہ رہتا ہے، بعد میں آہستہ آہستہ سرد پڑ جاتا ہے، ایسا نہ ہو، پورا سال اور پوری زندگی آداب کے ساتھ گزارنی چاہئے۔

آپ حضرات کی خدمت میں پہلے بھی کسی وقت عرض کیا تھا ہے کہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک رات اسہال کی تکلیف ہوئی، مطالعہ کے دوران قضاءِ حاجت کے لئے سترہ (۱۷) مرتبہ جانے کی ضرورت پیش آئی، کتنا ضعف آیا ہوگا! مگر اس کے باوجود ہر مرتبہ فارغ ہو کر طلبِ علم میں مشغول ہوگئے، علم کے ایسے حریص تھے کہ ضعف کے باوجود بھی علمی مشغلے کو نہ چھوڑ سکے، اور ہر مرتبہ وضوء بھی فرمایا، وضوء کے بغیر کتابوں کو ہاتھ نہیں لگایا۔[1] یہ اسی ادب کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ مقام عطا فرمایا کہ دنیا حیران ہے، بادشاہِ وقت نے نصیحتوں سے ناراض ہوکر انہیں کنویں میں قید کر دیا، طلبہ وقتِ مقررّہ پر کنویں کے اردگرد جمع ہوجاتے تھے اور آپ کنویں کے اندر سے پڑھاتے تھے، کتابیں وغیرہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، مگر جو کچھ انہوں نے اس کنویں کی قید میں

---

[1] معالم إرشادية، ص: ۲۴۳

رہتے ہوئے اپنے شاگردوں کو املاء کرایا وہ تیس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب بن گئی، یہ علّامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی وہی شہرۂ آفاق کتاب ہے جسے مبسوط کہا جاتا ہے، یہ وسعتِ علم اور قوّتِ حافظہ ادب ہی کا نتیجہ ہے۔[1]

میرے عزیزو! علم ادب سے آتا ہے، جو ادب کا اہتمام کرتا ہے اسے علم حاصل ہوتا ہے۔

مَنْ لَا أَدَبَ لَهٗ لَا عِلْمَ لَهٗ

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

أَدِّبُوْا النَّفْسَ أَيُّهَا الْأَحْبَابُ
طُرُقُ الْعِشْقِ كُلُّهَا آدَابُ

طلبِ علم بھی عشق ہی کا راستہ ہے کہ ہم اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہتے ہیں اور اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور بغیر ادب کے یہ چیز کبھی بھی حاصل نہیں ہوگی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ



[1] معالم إرشادية، ص: ۹۳

آدابِ حدیث ایک نظر میں

علمِ حدیث کی اغراض

۱) ان فضیلتوں کو حاصل کرنا جو احادیثِ شریفہ میں اس علم کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

۲) فہمِ قرآن اور عمل بالقرآن۔

۳) یہ ہمارے محبوب کا کلام ہے، اور محبوب کے کلام سے لطف اندوز ہونا خود ایک مستقل غرض ہے۔

۴) مشتغل بالحدیث میں شانِ صحابیت پیدا ہوجاتی ہے۔

۵) نبوی آداب واخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرکے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منع کی ہوئی چیزوں سے اپنے آپ کو بچا کر دونوں جہان کی سعادت کو حاصل کر کے کامیاب ہونا۔

علمِ حدیث کے باطنی آداب

۱) اس علم کی عظمت ہو۔

۲) اس علم سے محبت ہو۔

۳) تصحیحِ نیت کا اہتمام ہو۔

علمِ حدیث کے ظاہری آداب

۱) اپنی پوری قوّت اور تمام وسائل اس علم کی تحصیل کے لئے صرف کریں۔

۲) درس میں حاضری کا خوب اہتمام ہو، کبھی ناغہ نہ ہو۔

۳) طہارت اور وضوء کا اہتمام ہو۔

۴) خوشبو لگائے۔

۵) موقوف علیہ علوم پڑھ لیں۔

۶) اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۂ عظام رحمۃ اللہ علیہم کے نام عظمت کے ساتھ ذکر کریں، اللہ کے نام کے ساتھ تعالیٰ، جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے ساتھ درود شریف، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ، اور تابعین اور ائمۂ کرام کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہیں، نیز درود شریف کہتے ہوئے آواز کو قدرے بلند کریں۔

۷) اپنے شیخ اور استاذ کے نام کے ساتھ تعظیمی الفاظ استعمال کریں۔

۸) دل سے اپنے استاذ کی تعظیم ہو۔

۹) تحصیلِ علم کے آلات اور وسائل کا ادب کریں۔

۱۰) حاصل شدہ حدیثوں پر عمل کریں۔

۱۱) حاصل شدہ علم لوگوں تک پہنچائیں۔

۱۲) حصولِ علم میں نہ حیا ہو نہ تکبّر۔

۱۳) اپنے امور میں، خصوصاً دینی اور علمی امور میں اپنے اساتذہ سے مشورہ کر لیا کریں۔

۱۴) اخلاقِ حمیدہ کا بہت زیادہ اہتمام کریں۔

۱۵) دروس کو قلمبند کریں اور استاذ کی بیان کی ہوئی ہر بات کو لکھیں؛ انتخاب سے پرہیز کریں۔

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسّسة الريّان، بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل
۵	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۶	سنن الكبرٰى للنسائي	الإمام النسائي	دار التأصيل
۷	سنن الدارمي	الإمام الدارمي	دار التأصيل
۸	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية، بيروت
۹	مسند البزّار	الإمام البزّار	مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنوّرة
۱۰	أحكام القرآن	العلّامة أبو بكر ابن العربي	دار إحياء التراث العربي، بيروت
۱۱	عمدة القاري	العلّامة العيني	دار الفكر، بيروت
۱۲	شرح الكرماني	العلّامة الكرماني	دار الفكر، بيروت
۱۳	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلميّة، بيروت
۱۴	تدريب الراوي	الإمام السيوطي	دار المنهاج، جدّة
۱۵	مفتاح السعادة	أحمد بن مصطفى	دار الكتب العلميّة، بيروت
۱۶	الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع	الخطيب البغدادي	دار ابن كثير، كويت
۱۷	الأذكار	الإمام النووي	دار الكتب العلميّة، بيروت
۱۸	المواهب اللدنية	العلّامة القسطلاني	المكتبة التوفيقيّة، القاهرة

۱۹	تعلیم المتعلّم	الإمام برهان الإسلام الزرنوجي	مكتبة البشرٰى، كراتشي
۲۰	معالم إرشادية	الشيخ محمد عوّامة	دار المنهاج، جدّة
۲۱	تقریرِ بخاری شریف	حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی	دارالاشاعت، کراچی
۲۲	سوانحِ عمری	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری	معہد الخلیل الاسلامی، کراچی
۲۳	آپ بیتی	حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ عمر فاروق، کراچی

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا بیماری میں بھی ادب کا اہتمام

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا جب وہ بیمار چل رہے تھے، سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے اور آنے والے صاحب نے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا، سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سیدھے بیٹھ گئے پھر اس کے سامنے وہ حدیث بیان کی، اس آدمی نے یہ دیکھ کر عرض کیا کہ کاش آپ سیدھا بیٹھنے کی زحمت نہ اٹھاتے۔ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے گوارا نہیں کہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث لیٹے لیٹے بیان کروں۔

(صفة الصفوة: ۱/۳۴۶)



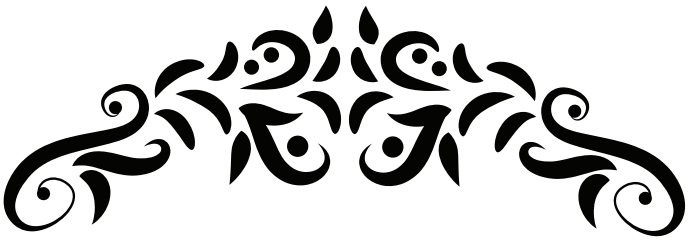
اَلْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ

وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ

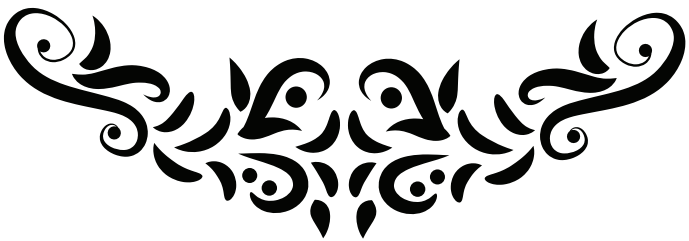
لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ

(الإمام عبد الله ابن المبارك رحمه الله)





مجلسِ اجازتِ حدیث





تفصیلات

نام	:	مجلسِ اجازتِ حدیث
افادات	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ بمطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقام	:	مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادول، جنوبی افریقہ
تقریب	:	مجلسِ اجازتِ حدیث



فہرست

پیش لفظ ۱۶۵

مجلسِ اجازتِ حدیث ۱۶۶

شیخ عبداللہ بن احمد النّاخبی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۶

اجازت دینے کی غرض ۱۶۷

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب دامت برکاتہم ۱۶۹

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد ۱۷۰

صرف ایک حدیث کی اجازت ۱۷۰

حدیث پڑھنے پڑھانے کا اہم مقصد ۱۷۱

علمِ نافع کی حقیقت ۱۷۲

اپنے بڑوں کی قدر کرلو ۱۷۲

بندے کی بخاری شریف کی سند ۱۷۳

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۴

قابلِ رشک موت ۱۷۵

بخاری شریف کی دوسری اسانید ۱۷۵

۱) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سند ۱۷۶

۲) حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند ۱۷۸

۳) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بن مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ کی سند ۱۷۹

تلاوتِ حدیث ۱۸۰

دعا ۱۸۰

جامع الکمالات شخصیات، اکابرِ دیوبند سے وابستگی بڑی نعمت ہے ۱۸۲

اسلاف کی اتباع میں حفاظت ہے ۱۸۳
اسلاف اور اکابر کے حالات اور اقوال کے مطالعہ کی ضرورت وافادیت ۱۸۳
اسلاف کے حالات سے ناواقف رہنے کا ایک بڑا نقصان ۱۸۴
کامیابی کا راز تزکیہ ہے ۱۸۴
طالبِ علموں کے ذہنوں میں ایک وسوسہ ۱۸۶
حضرت گنگوہیؒ کے عمل سے احتجاج ۱۸۶
ماٰخذ ومراجع ۱۸۸

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی فارغ التحصیل طلبہ کو نصیحت

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فارغ التحصیل طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ کیونکہ علم کسب ومحنت ہی سے حاصل ہوتا ہے، (اس لئے) آدمی کو پہلے ہی سے کتاب دیکھنے کا قصد کر لینا چاہئے ورنہ علم نہ پڑھے، ہدایہ، بخاری شریف وغیرہ پر نظر رکھے اور علماء عارفین کی کتابیں بھی دیکھے، بہت سی جگہ احادیث کی حقیقت کو انہوں نے محدّثین سے بھی زیادہ اچھا سمجھا ہے۔

(ملفوظاتِ محدّث کشمیری، ص ۱۷۸)

پیش لفظ

ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء میں حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم کا جنوبی افریقہ کا مختصر دورہ ہوا، وہاں کی مشہور دینی درس گاہ، دارالعلوم آزادول میں بانی ومہتمم، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم کی چاہت پر طلبہ واساتذہ میں بیان طے پایا، اختتام پر دورۂ حدیث کے طلبہ نے حضرت والا دامت برکاتہم سے حدیث کی اجازت طلب کی، حضرت والا نے ٹالنے کی کوشش کی، لیکن جب طلبہ اور ذمّے دارانِ مدرسہ کی طرف سے اصرار ہوا اور حضرت مولانا عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم نے بھی ان کی تائید فرمائی تو حضرت والا نے قبول فرمالیا اور اجازتِ حدیث کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔

مجلس میں دورۂ حدیث کے طلبہ کے ساتھ مدرسے کے کچھ اساتذہ اور حضرت مولانا عبد الحمید صاحب دامت برکاتہم بھی موجود تھے، حضرت والا دامت برکاتہم نے اپنی سندوں کو بیان کرتے ہوئے سندوں کے حصول میں اپنے چند دل چسپ واقعات کو بھی ذکر فرمایا، جو ان شاء اللہ طالبینِ حدیث کے لئے مفید ثابت ہوں گے، اس مجلس میں حضرت والا نے موقع کی مناسبت سے طلبہ کو اپنی قیمتی نصیحتوں سے بھی نوازا، جو ان شاء اللہ طالبینِ علم بالخصوص ان طلبہ کے لئے جو سندِ فراغت حاصل کر کے عنقریب خدمتِ دین کی دنیا میں قدم رکھنے والے ہیں، بلکہ تمام خدّامِ دین کے لئے کارآمد ہوں گی، ان مذکورہ فوائد کے پیشِ نظر اس مجلسِ اجازتِ حدیث کو قلمبند کر کے تحریری شکل میں پیشِ خدمت کیا جارہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو نافع بنائیں، اور ان حضرات کو اجرِ عظیم عطا فرمائیں جنہوں نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔ (آمین)

ناشر

مجلسِ اجازتِ حدیث

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنْ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ، وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَخَیْرَ الْأُمُوْرِ عَوَازِمُھَا، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا، وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ، وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ، وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِیْ النَّارِ.

وَبِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا إِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ - تَبَارَکَ وَتَعَالٰی - اِرْحَمُوْا مَنْ فِیْ الْأَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِیْ السَّمَاءِ.[1]

شیخ عبداللہ بن احمد النّاخبی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ

تسلسل بالاوّلیّت کو باقی رکھنے کے لئے اور اس کی برکات حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے حدیثِ مسلسل بالاوّلیّت پڑھی گئی ہے، یہ تسلسل یہاں سے شروع ہوکر حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ تک چلتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے بندے کو متعدّد مشائخ سے حدیثِ مسلسل بالاوّلیّت کی اجازت حاصل ہے، سب سے پہلی مرتبہ میں نے یہ

---

[1] سنن الترمذي، کتاب البرّ والصلة عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم، باب ما جاء في رحمة الناس، ح(۲۰۳۸)، سنن أبي داود، باب في الرحمة، ح(۴۹۰۲)

حدیث استاذی ومرشدی حضرت مولانا ہاشم صاحب دامت برکاتہم سے ۱۹۸۲ء میں عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے بعد عید الفطر کے دن سنی، آپ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل ہے، آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی ہیں اور خلیفہ بھی۔

ایک قابلِ ذکر بزرگ شیخ عبداللہ بن احمد النّاخبی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، یہ یمن کے تھے اور کثیر الاسانید بزرگ تھے، اب تو ان کا انتقال ہو چکا ہے، کچھ سالوں پہلے ۱۴۲۷ھ میں مفکّرِ ملّت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم [1] کی معیّت میں ان کی خدمت میں جدّہ حاضری ہوئی تھی، مولانا یونس رندیرا صاحب زید مجدہم ہمیں لے گئے تھے، اس وقت شیخ صاحب کی عمر ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) سال تھی، حدیثِ مسلسل بالاوّلیّت میں ان کی سند عالی ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کو آخری عمر میں مقبولیت اور شہرت عطا فرمائی، اہلِ علم میں سے جن جن حضرات کو ان کے بارے میں معلوم ہوتا تھا وہ ان کے پاس جاتے تھے اور حدیث کی اجازت لیتے تھے، تواضع کا یہ عالم تھا کہ جو بھی ان سے اجازت لینے کے لئے جاتا تھا اس سے وہ خود بھی اجازت لیتے تھے۔

اجازت دینے کی غرض

بندہ اپنی حیثیت سے واقف ہے، وہ اپنے اندر کسی کو حدیث کی اجازت دینے کی اہلیت نہیں پاتا، بالخصوص جب کہ آپ ایک علمی مرکز میں بڑے بڑے علماء کے پاس

---

[1] اجازتِ حدیث کی اس مجلس کے وقت حضرت حیات تھے، ۱۰ جولائی ۲۰۱۸ء بروز منگل انتقال فرما گئے، رحمۃ اللہ علیہ۔

پڑھ رہے ہیں، لیکن آپ حضرات کے تقاضے اور حضرت دامت برکاتہم[1] اور منتظمین حضرات کی تائید کی وجہ سے اس لالچ اور امید پر اجازت دے رہا ہے کہ بندے کو آپ حضرات سے ان شاء اللہ نفع پہنچے گا، امید یہی ہے کہ آپ اپنے طالبِ علمی کے باقی ایام میں اپنی قدر پہچان کر تقویٰ اور توبہ والی زندگی اختیار کر کے علماءِ ربّانیّین بننے کی کوشش کریں گے اور فراغت کے بعد دین کی بالعموم اور قرآن وحدیث کی بالخصوص خدمت کریں گے، تو جب آپ حدیث کی خدمت کریں گے تو چونکہ یہ روسیاہ بھی اجازت دے کر شریک ہو رہا ہے اس لئے امید کرتا ہے کہ آپ حضرات ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔

اسی لالچ سے بندہ اپنی تمام مرویات کی آپ حضرات کو اجازت دیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ آپ حضرات اہلِ سنّت والجماعت کے عقائد پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں گے، اور دیانت داری اور امانت داری کے ساتھ تقویٰ اور توبہ والی زندگی گزاریں گے، اتّباعِ سنّت کا خوب اہتمام کریں گے، اکابرِ دیوبند کے مسلک کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیں گے، جاہ ومال کی طلب سے پورا احتیاط کریں گے، اور دین اور قرآن وحدیث کی خدمت میں اپنے اوقات اور اپنی صلاحیتوں کو خرچ کریں گے، اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ سب حضرات کو قبولیت وبرکات نصیب فرمائیں اور بندے کے لئے آپ کو صدقۂ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

---

[1] حضرت مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب دامت برکاتہم، خلیفہ عارف باللہ حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بانی ومہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادول، جنوبی افریقہ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب دامت برکاتہم

بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھنے سے پہلے میں ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں؛ مکّہ مکرّمہ میں ایک بزرگ، حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب دامت برکاتہم رہتے ہیں، مغرب سے عشاء کے بعد تک مطاف میں حطیم کے پیچھے بیٹھا کرتے ہیں، حضرت کی بہت پہلے سے میرے اوپر بیحد شفقتیں رہی ہیں، بہت سال پہلے میری طالبِ علمی کے زمانے میں ایک حادثہ پیش آیا تھا جس میں دارالعلوم بری کے دو بڑے اساتذۂ حدیث، حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا تھا، اس وقت ان کی جگہ پر استاذ کی فوری ضرورت تھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سیف الرحمن صاحب دامت برکاتہم کو بھیجا تھا، اس وقت میں ابتدائی درجے کا طالبِ علم تھا، مگر میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن سے میرا ذہن بنایا تھا کہ بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا، اس لئے فارغ وقت میں حضرت مولانا کے درس میں جا کر بیٹھ جایا کرتا تھا، حضرت مولانا مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث ہیں اور قادری سلسلے میں ان کو حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت بھی ہے۔

بہرحال، عرض یہ کررہا تھا کہ حضرت مولانا کا حطیم کے پیچھے بیٹھنے کا معمول ہے اور وہاں عشاء کی نماز کے بعد تعلّق والے لوگ جمع ہوجاتے ہیں اور عمرہ اور حج کے لئے آئے ہوئے دوسرے بزرگانِ دین کی ملاقات بھی ہوجاتی ہے، میں بھی حضرت کی خدمت میں زیارت، ملاقات اور دعاؤں کی غرض سے حاضری دیتا ہوں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد

ایک دن عشاء کے بعد حاضر ہوا تو وہاں مجمع معمول سے کچھ زیادہ تھا اور سب کے بیچ ایک پرانی وضع کے پُرنور چہرے والے باوجاہت بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، معلوم ہوا کہ یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، حضرت مولانا قاضی عبد الکریم صاحب گُلاچوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، تھوڑی دیر ان کی حکمت بھری باتیں سنتا رہا اور اچانک دل میں خیال آیا کہ ایسا موقع دوبارہ کہاں ملے گا کہ ایک شیخ الحدیث جو کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، حرم شریف میں حطیم کے پیچھے علماء کے مجمع میں تشریف فرما ہیں، ایسے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے اور حدیث کی اجازت حاصل کر لینی چاہئے، جب وہ اُٹھنے لگے تو میں نے ہمّت کر کے عرض کیا کہ حضرت، شفقت فرما کر بندے کو حدیث کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت نے جلالی انداز میں فرمایا کہ لوگ حدیث کی اجازت تو لیتے ہیں مگر حدیث پر عمل نہیں کرتے، اس لئے بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث میں سے جس حدیث پر تم عمل کرنے کا پکا ارادہ کرو اسے پڑھ کر سناؤ، میں تمہیں اس ایک حدیث کی اجازت دوں گا۔

صرف ایک حدیث کی اجازت

میں سوچ میں پڑ گیا کہ آخری حدیث کی اجازت لوں یا پہلی حدیث کی؟ خیال آیا کہ آخری حدیث پر عمل کرنا آسان ہے، اس میں تو صرف سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کا ورد کرنا ہے، پہلی حدیث پر عمل بہت مشکل ہے، تصحیحِ نیت اور اخلاص آسان کام نہیں ہے، اب فیصلہ فوری کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور دل

میں یہ خیال آیا کہ مبارک جگہ ہے، مجلس بھی مبارک ہے، اتنے سارے علماء یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور اجازت بھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مرحمت فرمارہے ہیں، میں اگر یہ نیت کرلوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پہلی حدیث پر عمل کروں گا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس جگہ اور ان بزرگوں کی برکت سے میرے اندر اخلاص پیدا کردے گا، چنانچہ میں نے کہا کہ ان شاء اللہ پہلی حدیث پر عمل کروں گا، حضرت کے حکم سے پہلی حدیث پڑھ کر سنادی، حضرت نے مجھے خوشی سے اس ایک حدیث کی اجازت دی۔

حدیث پڑھنے پڑھانے کا اہم مقصد

اس عجیب اور پُرلطف واقعے کو ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس میں ایک قیمتی سبق ہے کہ حدیث کی جو اجازت حاصل کی جاتی ہے اور دورۂ حدیث کے سال میں حدیثیں جو پڑھی جاتی ہیں، یہ صرف اپنی حیثیت بڑھانے کے لئے نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اجازت حاصل کرتے ہوئے اور پڑھتے ہوئے رضاء الٰہی کے حصول کے لئے ان پر عمل کا پختہ عزم ہونا چاہئے، اور پھر دعا کے اہتمام کے ساتھ عمل کی پوری کوشش بھی ہونی چاہئے۔

آپ حضرات سے میری گزارش ہے کہ آپ پوری کوشش کریں کہ احادیث پر عمل ہو، ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کریں، اپنے آپ کو قصوروار سمجھیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بھی بہت کوتاہی کی ہے اور پڑھنے میں بھی، ایک طالبِ علم ہونے کی حیثیت سے مدرسے میں جس طرح وقت گزارنا چاہئے تھا ہم نے نہیں گزارا، اس اعترافِ قصور کے ساتھ توبہ کرکے تقویٰ اور توبہ والی زندگی گزارنے کا اہتمام کرو، بہت ہی آسان formula (نسخہ) ہے: T&T، تقویٰ اور توبہ، تقویٰ کا اہتمام ہو کہ ہم سے

کوئی گناہ نہیں ہوگا، اور اگر غلطی ہوجائے تو فوراً توبہ، اور ساتھ ساتھ دعا کا اہتمام رہے کہ اے اللہ! آپ ہمیں اپنا بنا کر قابلیت وقبولیت اور صلاحیت وصالحیت کے ساتھ آخری سانس تک اپنے کام میں لگائے رکھیں۔

علمِ نافع کی حقیقت

عزیزو! اپنی اصلاح کی بھی خوب فکر کرو، اصلاح کی فکر کے ساتھ جو علم حاصل کیا جائے گا وہ علمِ نافع ہوگا، علمِ نافع اور علمِ غیر نافع میں یہی فرق ہے کہ جو علم مع الخشیت ہوگا وہ علمِ نافع ہے اور جو بدون الخشیت ہوگا وہ علمِ غیر نافع ہے، اور خشیت کا حصول تزکیہ کے ذریعے ہوگا، اس لئے کہ خشیت باطن کے خصائل میں سے ایک خصلت ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوگی جب دل کا تزکیہ ہوگا، اس لئے میرے عزیزو، تزکیہ کی طرف خوب توجّہ فرمائیں، مشائخ میں سے جن سے آپ کا دل لگے ان سے اپنے آپ کو مربوط کرلیجئے، ایسے بزرگ سے اپنا تعلّق قائم کرلیجئے جن سے عقیدت ہو، محبت ہو اور مناسبت ہو، اور تعلّق قائم کرنے کے بعد اصلاحِ نفس کے لئے اپنے آپ کو ان کے حوالے کردیجئے، اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ سب حضرات کو بہت برکتیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو میرے لئے بھی صدقۂ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

اپنے بڑوں کی قدر کرلو

عزیزو! اپنے مشائخ کی قدر کرلو، یہاں حضرت (مولانا عبدالحمید صاحب) دامت برکاتہم جیسے حضرات موجود ہیں، ان کی قدر کرلیجئے، ورنہ ان کے رخصت ہونے کے بعد یا فارغ ہوکر یہاں سے دور چلے جانے کے بعد افسوس ہوگا، ابھی موقع ہے تو اپنے اکابر اور

مشائخ کی قدر کر لینی چاہئے، میرے اوپر مشائخ کی عنایتیں رہیں، میرے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت شفقتیں رہیں، حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تو میرا باضابطہ اصلاحی تعلّق بھی نہیں تھا، اس کے باوجود حضرت کی مجھ پر بہت شفقتیں رہیں، معذوری کی حالت میں بھی حضرت نے بہت محبت اور شفقت کا معاملہ فرمایا، جب لیسٹر (Leicester) تشریف لاتے تھے تو بندہ اپنی ضرورت سمجھ کر حضرت کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوتا تھا اور عصر کے بعد کی مجلس میں اہتمام سے شریک ہوتا تھا، اس وقت مجھے یہ خیال آتا تھا کہ میں تمام کاموں کو ایک طرف رکھ کر روزانہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اہتمام سے حاضر ہو رہا ہوں اور استفادہ کر رہا ہوں، یعنی ایک قسم کی خوشی محسوس ہوتی تھی کہ جتنا کرنا چاہئے میں کر رہا ہوں، لیکن اب بہت افسوس ہوتا ہے کہ کاش کہ اور استفادہ کرتا۔

میرے عزیزو! شیطان ہماری آنکھوں پر پردہ ڈالے رکھتا ہے اور ہمیں یہ باور کراتا رہتا ہے کہ ہم اپنے بڑوں کی خوب قدر کر رہے ہیں اور ان سے خوب استفادہ کر رہے ہیں، حالانکہ حقیقت کچھ اور ہی ہوتی ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اس غلط فہمی اور غفلت سے نکل کر حقیقت پسندی سے کام لیں اور بڑوں کی قدر کر کے خوب استفادہ کریں ورنہ بعد میں بہت افسوس ہوگا، اللہ تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

بندے کی بخاری شریف کی سند

بندے نے بخاری شریف از اوّل تا آخر اپنے استاذِ محترم، ساکنِ بقیع، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۱) حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتیٔ اعظم ہند، حضرت مفتی کفایتُ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۲) حضرت مفتی کفایتُ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند، مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۳) حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم العلوم والخیرات، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۴) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۵) حضرت شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۶) حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۷) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک کی سند الیانع الجنی اور لامع الدراری کے مقدّمے میں مطبوع ہے۔

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس سند میں تمام حضرات مشہور ہیں اور آپ ان سب کو جانتے ہیں، مگر ہمارے استاذِ محترم حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شاید آپ واقف نہیں ہوں گے،

آپ بہت متواضع اور منکسرُ المزاج تھے، آپ کو گمنامی پسند تھی، ہم نے اتنے سالوں میں ایک مرتبہ بھی ان سے خود کے بارے میں کوئی بات نہیں سنی، پوچھے جانے پر بھی وہ اپنے احوال بیان نہیں کرتے تھے، ان کے خمیر میں تواضع اور گمنامی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، علم اور عمل دونوں میں بہت اونچے تھے، جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملوں گا کہ وہ میرا اس بات پر حساب نہیں لیں گے کہ میں نے کسی کی غیبت کی ہے۔[1] ٹھیک اسی طرح حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھنے والے سب گواہی دیں گے کہ حضرت کی موجودگی میں غیبت کا گزر بھی نہیں ہوتا تھا، آپ نہ غیبت کرتے تھے نہ سنتے تھے۔

قابلِ رشک موت

اللہ تعالیٰ نے موت بھی عجیب عطا فرمائی، مدینہ منوّرہ میں، رمضانُ المبارک میں، ستائیسویں (۲۷) شب میں، جمعہ کی رات کو، تہجّد کے وقت، سجدے کی حالت میں داعیٔ اجل کو لبّیک کہا، سبحان اللہ! آپ کے صاحب زادے مولانا نور الحق زید مجدہ سے میں نے خود سنا کہ جب میں سحری کے وقت اٹھا تو دیکھا کہ ابّا سجدے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی موت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

بخاری شریف کی دوسری اسانید

میری اصل سند تو یہی ہے، میں نے پوری بخاری شریف حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے از اوّل تا آخر پڑھی، الحمد للہ، بخاری شریف کے اکثر حصّے کی قراءت

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۳۹

کی سعادت بھی بندے کو نصیب ہوئی، اس سند میں میرے اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان سات (۷) واسطے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی مشائخ سے اجازت ہے جن میں سے تین سندیں برِّصغیر میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے چلنے والی اسانید کے اعتبار سے عالی ہیں، ان میں میرے اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف چار (۴) واسطے ہیں۔[1]

۱) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سند

ہمارے یہاں لیسٹر میں جامعہ تعلیم الدّین ڈابھیل کے ایک فاضل تھے، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ، معمّر تھے اور مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے، ان کی محبت کے عجیب عجیب واقعات ہیں، ان کا باقاعدہ حدیث کا مشغلہ نہیں رہا، لیکن ایک دن ایک دعوت میں دورانِ گفتگو حسنِ اتّفاق سے معلوم ہوا کہ آپ کے بخاری شریف کے استاذ حضرت بابا عبدالرحمٰن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بخاری شریف کے بلاواسطہ شاگرد تھے، بندے نے حاضر علماء کے ساتھ عرض کیا کہ تب تو آپ کی سند عالی ہے، ہمارے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف چھ (۶) واسطے ہوں گے، لہٰذا آپ ہمیں اجازت دیجئے۔ حضرت کا چونکہ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ نہیں تھا اور متواضع بھی بہت تھے اس لئے پس وپیش کرنے لگے، میں

---

[1] بندے کو اور طرق سے بھی اجازت حاصل ہے جن میں واسطے ان اسانید سے بھی کم ہیں، لیکن ان میں چونکہ کلام ہے اس لئے ان کو ذکر نہیں کیا گیا، ویسے بھی جو اسانید مسند الہند شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کے واسطے سے رائج ہیں وہی عصرِ حاضر میں سب سے زیادہ معتبر ہیں، محدّثِ کبیر، مسند العصر، شیخ عبدالحیّ الکتّانی رحمۃ اللہ علیہ 'فہرس الفہارس' میں لکھتے ہیں: ''ولا أحلى عندي من هذا السند ولا أجلّ لكون رجاله كانوا أئمّة في الدين، دعاة الى الصراط المستقيم.''

نے عرض کیا کہ حضرت، میں حدیث پڑھتا ہوں، آپ برائے کرم توجّہ فرمائیں۔

میں نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھ کر عرض کیا کہ حضرت، اب آپ اتنا کہہ دیجئے کہ میں نے آپ سب کو اجازت دی۔ اس طرح الحمدللہ اجازت مل گئی، سند کی تفصیل یہ ہے:

بندے کو حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی اجازت دی،

۱) حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف حضرت بابا عبدالرحمن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۲) انہوں نے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۳) انہوں نے شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۴) انہوں نے شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۵) انہوں نے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۶) انہوں نے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

بعد میں ان کی سند کی مزید تحقیق ہوئی تو پتا چلا کہ بابا عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت تھی، اور شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو براہِ راست شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل تھی، اس اعتبار سے میرے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف چار (۴)

واسطے ہیں، اس طرح یہ سند عالی ہوگئی، تفصیل اس کی یہ ہے:

بندے کو بخاری شریف کی اجازت حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی،

۱) حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف حضرت بابا عبد الرحمن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی،

۲) ان کو حضرت شاہ فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت تھی،

۳) ان کو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت تھی،

۴) ان کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت تھی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کے خلوص کی برکت سے ان کو اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ عرب اور عجم دونوں کے علماء نے سینکڑوں کی تعداد میں ان سے اجازت حاصل کی جن میں شیخ محمد عوّامہ دامت برکاتہم، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اور مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جبالِ علم بھی شامل ہیں، یہ روسیاہ اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہے کہ اس نے حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل کرنے میں اوّلیت کی سعادت اسے نصیب فرمائی۔

۲) حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند

بندے کی ۲۰۰۷ء میں پہلی بار دیوبند حاضری ہوئی، دار العلوم کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، بندے نے عرض کیا کہ حضرت، بندہ دار العلوم سے استفادہ نہ کر سکا جس کا بہت قلق ہے، اگر آپ

اجازت دیں تو بندہ بخاری شریف میں سے کچھ حضرت کے سامنے پڑھے تاکہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں کی برکات بھی کسی نہ کسی درجے میں حاصل ہوں، حضرت نے بخاری شریف منگوائی، بندے کو پہلی حدیث پڑھنے کو فرمایا اور کچھ نصیحتوں اور ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی، حضرت مولانا کو بھی بابا عبد الرحمٰن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل تھی، انہوں نے ان سے باقاعدہ پڑھا تو نہیں مگر ان سے اجازت حاصل تھی۔

۳) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بن مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ کی سند

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کے صاحب زادے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم لاہور میں ابھی حیات ہیں۔[1] انہیں اجازتِ حدیث حاصل ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور اجازتِ حدیث سے بھی مشرّف ہوئے، اس میں بھی اتنے ہی واسطے ہیں، لہٰذا یہ سند بھی عالی ہے، ان بزرگوں کے علاوہ اور بھی مشائخ سے حدیث کی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام طرق کی برکات سے ہم سب کو متمتّع فرمائیں۔ (آمین)



---

[1] اجازتِ حدیث کی اس مجلس کے وقت حضرت حیات تھے، ۱۱ مارچ ۲۰۱۶ء بروز جمعۃ المبارک بوقتِ تہجد انتقال فرما گئے، رحمۃ اللہ علیہ۔

تلاوتِ حدیث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَبِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا إِلٰى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ الْحَدِيْثِ، أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَحَشَرَنَا فِيْ زُمْرَتِهِ وَمُحِبِّيْهِ قَالَ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بَابٌ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلٰى نُوْحٍ وَالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ.

وَبِهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَنْهُمْ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ علٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ.

حضرت (مولانا عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم) سے درخواست ہے کہ آج تو آپ دعا کرائیں، مجھے بہت خوشی ہوگی۔ (حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نے جواب میں فرمایا) مجھے اور خوشی ہوگی کہ آپ دعا کرائیں۔

دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ

سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى، وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَيْرًا مِنَ الْأُوْلٰى.

اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْإِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ خُدَّامِ دِيْنِكَ، وَعُشَّاقِكَ وَعُشَّاقِ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْعُلَمَاءِ الرَّبَّانِيِّيْنَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْعُلَمَاءِ الرَّبَّانِيِّيْنَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْعُلَمَاءِ الرَّبَّانِيِّيْنَ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَا أَعْطَيْتَنَا، وَقِنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ مَا قَضَيْتَ لَنَا، وَقِنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ مَا قَضَيْتَ لَنَا، وَقِنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ مَا قَضَيْتَ لَنَا.

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتَنِ، مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ.

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَى الْإِيْمَانِ، وَأَمِتْنَا عَلَى الْإِيْمَانِ، وَاحْشُرْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ مَعَ الْإِيْمَانِ.

اَللّٰهُمَّ لَا تُؤْمِنَّا مَكْرَكَ، وَلَا تُنْسِنَا ذِكْرَكَ، وَلَا تَهْتِكْ عَنَّا سِتْرَكَ، وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْغَافِلِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ آتِ نُفُوْسَنَا تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا.

اَللّٰهُمَّ اشْفِ مَرْضَانَا وَارْحَمْ مَوْتَانَا.

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ حُسْنَ الْخِتَامِ، وَالْعَفْوَ عَمَّا سَلَفَ وَكَانَ.

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ أَعْمَالِنَا خَوَاتِيْمَهَا، وَخَيْرَ أَعْمَارِنَا أَوَاخِرَهَا، وَخَيْرَ أَيَّامِنَا يَوْمَ

نَلْقَاكَ فِيْهِ، يَا وَلِيَّ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ، ثَبِّتْنَا بِهِ حَتّٰى نَلْقَاكَ.

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ إِيْمَانًا لَايَرْتَدُّ، وَنَعِيْمًا لَايَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَعْلٰى دَرَجَةِ الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ.

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِيْ الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ فِعْلَ الخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَتَرْحَمَنَا.

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ.

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.(آمِيْنَ)

جامع الکمالات شخصیات، اکابرِ دیوبند سے وابستگی بڑی نعمت ہے

میرے عزیز طلبہ! اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہم پر ایک بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ ہمیں اسلاف اور اکابر کی ایک بہترین جماعت، علماءِ دیوبند سے وابستہ کیا، یہ ایسی جامع الکمالات شخصیات ہیں کہ ظاہری اور باطنی دونوں علوم میں ان کا مقام بہت اونچا ہے، وہ اتباعِ شریعت اور خدمتِ دین والی بہترین زندگی گزار کر کامیابی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے، ان کا فیض آج تک الحمدللہ پورے عالم میں جاری اور ساری ہے، ہمیں بھی کامیابی کے لئے ان کامیاب لوگوں کے راستے پر چلنا چاہئے، ہمیں کسی نئے راستے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہمیں یہ بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے کہ ہمیں اعلیٰ درجے کی کامیاب شخصیات سے وابستہ کیا، بس ہمیں ان سے وابستہ رہنا چاہئے۔

اسلاف کی اتّباع میں حفاظت ہے

میرے بھائیو! ماحول میں اب بہت تبدیلی آرہی ہے، چاروں طرف آزادی کی فضا ہے، لوگ اباحت پسند ہورہے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ ایک دور ایسا آئے گا کہ لوگ منکر کو معروف اور معروف کو منکر، غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھیں گے۔[1] صحیح اور غلط کے درمیان تمیز مشکل بنتی جارہی ہے اس لئے کہ صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح بتلایا جاتا ہے، ان حالات میں ہم سب کی حفاظت ہمارے اکابر کی اتّباع میں ہے جو اتّباعِ شریعت والی کامیاب زندگی گزار گئے، لہٰذا اپنے اکابر کے مسلک سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہو اور ان کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں جگہ دو، میں کہا کرتا ہوں کہ all that glitters is not gold، بلکہ old is gold۔

اسلاف اور اکابر کے حالات اور اقوال کے مطالعہ کی ضرورت وافادیت

اکابر اور اسلاف میں سے کسی نہ کسی بزرگ کی سوانح مطالعہ میں رہنی چاہئے؛ سوانحِ شاہ عبدالقادری رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرو، جب وہ ختم ہوجائے تو تذکرۃُ الخلیل پڑھو، اس کے بعد تذکرۃُ الرشید پڑھو، پھر اشرفُ السوانح پڑھو، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی پڑھو، کسی نہ کسی بزرگ کی سوانح زیرِ مطالعہ رہنی چاہئے، اسی طرح اسلاف و اکابر کی تصنیفات، ان کے ملفوظات، ان کے مواعظ کے مطالعہ کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، بالخصوص حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں سے کم سے کم ایک ملفوظ روزانہ پڑھ لیا کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ روحانی ترقّی بھی ہوگی اور علمی ترقّی بھی۔

---

[1] مسند أبي يعلى، ح(٦٣٨٩)، المعجم الأوسط للطبراني، ح(٩٣٢٥)

اسلاف کے حالات سے ناواقف رہنے کا ایک بڑا نقصان

اگر ہم بزرگوں کے حالات کو نہیں پڑھیں گے تو ایک نقصان یہ ہوگا کہ ہم احساسِ برتری کے شکار ہو جائیں گے، ہم اپنے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے کہ میرے جیسا کوئی نہیں ہے، اونٹ جب تک شہر میں رہتا ہے وہ ایسا ہی سمجھتا ہے کہ مجھ سے اونچا اور بڑا کوئی نہیں ہے، جب وہ بستی سے باہر نکل کر پہاڑ کے پاس سے گزرتا ہے تب اسے اپنی حقیقت اور حیثیت کا پتا چلتا ہے، تو میں اپنے یہاں طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ ہم بھی جب تک اپنے ہی دائرے میں رہیں گے اس وقت تک ایسا ہی محسوس ہوگا کہ مجھ سے زیادہ علم کسی کے پاس نہیں ہے، ہمیں اپنی بستی سے نکل کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جبالِ علم کے پاس سے گزرنا پڑے گا، جب ان کے علوم پر گزر ہوگا، ان کے عمل پر گزر ہوگا، تب ہمیں اپنی حیثیت اور حقیقت معلوم ہوگی، اور جب اپنی حیثیت اور حقیقت کا پتا چلے گا تو کبر سے اور عجب سے حفاظت ہوگی، تواضع نصیب ہوگی اور علمی اور عملی محنت کی توفیق ملے گی۔

کامیابی کا راز تزکیہ ہے

میں آپ کو ایک اور اہم بات کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں، وہ تمام حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے خوب مقبولیت نصیب فرمائی، جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کا بہت بڑا کام لیا، اگر ان کی ایک فہرست بنالی جائے تو پتا چلے گا کہ یہ وہی حضرات ہیں جنہوں نے اصلاح اور تزکیہ کی فکر کی تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت بڑا کام لیا، انہوں نے ابتداء میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتسابِ فیض کیا،

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور مستفیض ہوئے۔[۱] آگے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا کام لیا، حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت بڑا کام لیا، حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت بڑا کام لیا، یہ اور ان کے علاوہ جتنے بھی اکابر ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے قابلِ قدر کام لیا، چاہے وہ متقدّمین میں سے ہوں یا متأخّرین میں سے، ان سب نے تزکیہ کا اہتمام کیا تھا، تزکیہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی سے مقبول کام نہیں لیتے، اور اگر تزکیہ کے بغیر کوئی کام کرتا ہے تو وہ اپنے لئے کرے گا، اپنے نفس کے لئے کرے گا، وہ اس حدیث کا مصداق بنے گا:

إِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ[۲]
بیشک اللہ تعالیٰ فاجر شخص سے بھی اس دین کی تائید کرتا ہے۔

اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ دوسرے طالبینِ صادقین کو تو جنّت میں پہنچا دیں گے لیکن وہ خود محروم رہے گا، اس لئے آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اکابر کے مسلک کو برابر مضبوطی سے پکڑو اور اپنی ذات کو علمی و عملی دونوں محنتوں میں لگاؤ، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

اس وقت بھی دیکھ لیجئے، دنیا میں اللہ تعالیٰ شانہٗ انہی کو مقبولیت عطا فرماتے ہیں جو اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، جدت پسندی سے متأثّر ہو کر دوسرا کوئی طریقہ اختیار کرتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ انہیں وقتی شہرت مل جائے، لیکن انہیں مقبولیت نہیں ملتی،

---

[۱] مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت، ص: ۴۴، ۴۷

[۲] صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، بَابٌ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الفَاجِرِ، ح(۳۰۷۳)

مقبولیت انہی کو نصیب ہوتی ہے جو اکابر اور اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اس لئے کہ وہ درحقیقت سنّت کا راستہ ہے۔

طالبِ علموں کے ذہنوں میں ایک وسوسہ

طالبِ علموں کے ذہنوں میں کبھی یہ وسوسہ آتا ہے کہ کتابُ اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتّباع کے بجائے اکابر اور اسلاف کی اتّباع کے لئے کہا جارہا ہے؟ اس کا جواب بہت آسان ہے، کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرو؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہی ہے کہ ہمیں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر پورا اعتماد ہے کہ آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ کتابُ اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہی ہوگا، تو ہمارے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہمیں ان پر پورا اعتماد ہے کہ وہ جو کچھ بھی کہیں گے وہ کتابُ اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہی ہوگا، تو ان کی اتّباع کرنے سے ہم automatically (خود بخود) کتابُ اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتّباع کرنے والے ہوجائیں گے۔

حضرت گنگوہیؒ کے عمل سے احتجاج

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب آئے، انہوں نے کہا کہ حضرت، فلاں عمل میں سنّت طریقہ کیا ہے؟ ایک علمی سوال تھا کہ فلاں عمل میں سنّت طریقہ کیا ہے؟ حضرت نے ان سے کہا کہ آپ نے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وقت گزارا ہے اور آپ نے حضرت کو یہ عمل کرتے ہوئے ضرور دیکھا ہوگا؟ ان صاحب نے کہا کہ جی، میں نے حضرت کو یہ عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت

سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر وہی سنّت ہے۔[1] مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ صرف نِرے صوفی نہیں تھے، بہت بڑے محقّق بھی تھے، انہیں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر عمل کے سنّت طریقے کے مطابق ہونے کا اتنا یقین تھا کہ ان کے عمل سے سنّت پر احتجاج کیا کہ حضرت کا عمل عین سنّت کے مطابق ہوگا، تو یہ جو کہا جاتا ہے کہ اکابر کے نقشِ قدم پر چلو، اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کی زندگیاں اتّباعِ سنّت والی تھیں، اس لئے اگر ہم ان کی اتّباع کریں گے تو سنّت کی اتّباع ہوگی اور اگر ان کے طریق سے ہٹیں گے تو اتّباعِ سنّت سے دور ہوجائیں گے، اس دور میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کو قرآن وحدیث کا جو فہم عطا فرمایا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی توفیق دیں اور آپ سب دوستوں کو بھی توفیق دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دیں کہ آپ کی حسنِ طلب کی برکت سے مجھے ایک نیک عمل میں حصّہ دار بننے کی سعادت ملی، بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ



[1] اصلاحی تقریریں: ۷/ ۲۰۷

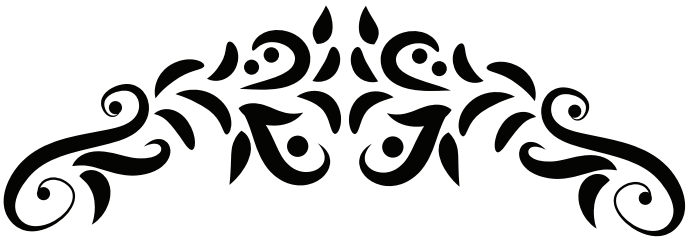
ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسّسة الريّان، بيروت
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل
۴	مسند أبي يعلٰى	الإمام أبو يعلٰى الحنبلي	دار الكتب العلمية، بيروت
۵	المعجم الأوسط	الإمام الطبراني	دار الحرمين، القاهرة
۶	سير أعلام النبلاء	الإمام الذهبي	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۷	مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	طیب پبلشرز، لاہور
۸	اصلاحی تقریریں	حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی	میمن پبلشرز، کراچی

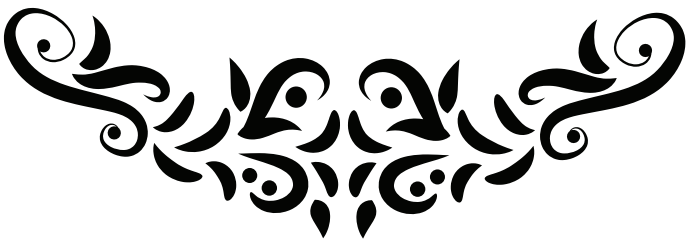
ایک حدیث کا ناغہ ہونا

فقیہ الاُمّت حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں جب دیوبند میں پڑھتا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ شیخ کی طبیعت خراب ہے، میں نے خط لکھا کہ معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے، جی چاہتا ہے کہ آکر دیکھ لوں، صرف ایک سبق کا حرج ہوگا۔ تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ سبق کا حرج تو بہت ہے، صرف ایک حدیث کا بھی استاذ کی نظروں سے چھوٹ جانا میرے نزدیک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

(ملفوظاتِ فقیہ الاُمّت: ۱۹۵/۲)



عالمِ رَبّانی کسے کہتے ہیں





تفصیلات

وعظ کا نام	:	عالمِ رَبّانی کسے کہتے ہیں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ۔ مئی ۲۰۰۹ء
مقامِ وعظ	:	دارالعلوم بولٹن، یوکے
تقریب	:	فضلاء کا اجتماع



فہرست

تقریظ: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۱۹۳

تقریظ: حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴

تقریظ: حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم ۱۹۶

مکتوبِ گرامی: حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۱۹۷

مکتوبِ گرامی: حضرت مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم ۱۹۹

عالمِ رَبّانی کسے کہتے ہیں ۲۰۱

فقیہ فی الدّین کی فضیلت ۲۰۲

اپنی مادرِ علمی سے وابستگی ۲۰۳

فیصلہ کر کے اُٹھو ۲۰۴

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ ۲۰۵

عالم ہونا کوئی معمولی بات نہیں ۲۰۶

علماءِ سوء کی کثرت ۲۰۷

وارثینِ انبیاء قوم کے ہمدرد ہوتے ہیں ۲۰۸

فقیہ فی الدّین کسے کہتے ہیں؟ ۲۱۰

فقیہ فی الدّین کی پہلی علامت ۲۱۰

فقیہ فی الدّین کی دوسری علامت ۲۱۰

علم عمل کے لئے پڑھا جاتا ہے ۲۱۱

نوافل کی اہمیت ۲۱۲

مستحب کام کرنے کے لئے ہوتا ہے ۲۱۳

اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ۲۱۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فکرِ آخرت ۲۱۴
عشقِ الٰہی اور فنائیت ۲۱۶
فقیہ فی الدّین کی تیسری علامت ۲۱۸
طلبِ علم کی لذّت ۲۱۹
علّامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا علمی ذوق ۲۲۰
طالبِ علم کسے کہتے ہیں؟ ۲۲۲
مستحب کرنے کے لئے اور مکروہ بچنے کے لئے ۲۲۳
اکابر اور اتباعِ سنّت ۲۲۴
حضرت شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عالمگیر کا خواب ۲۲۴
حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کُڑھن ۲۲۶
اپنے آپ کو بزرگوں سے وابستہ کیجئے ۲۲۷
دین کا پہرہ دار صرف عالمِ رَبّانی ۲۲۸
ایک بہت ضروری بات ۲۲۸
احساسِ کمتری سے بچو ۲۳۰
دین کی خدمت کا واحد طریقہ ۲۳۰
علم صرف علمِ نبوّت ہے ۲۳۱
ایک محفل تھی فرشتوں کی جو برخاست ہوئی ۲۳۲
ماٰخذ و مراجع ۲۳۴

تقریظ

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث ونائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، أَمَّا بَعْدُ:

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم جو برطانیہ میں علم و دین کی ترویج اور نوجوانوں میں دعوتی اور اصلاحی کام کے ذریعہ ماشاء اللہ گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں، انہوں نے اپنا ایک خطاب ''**عالمِ رَبّانی کسے کہتے ہیں**'' بندے کو ارسال فرمایا جو انہوں نے دارالعلوم بولٹن میں علماء کے ایک مجمع میں کیا تھا۔ یہ خطاب نہایت قیمتی نصیحتوں پر مشتمل ہے جس سے بندے نے استفادہ کیا، اور بندے کو بھی اس سے فائدہ پہنچا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔

اسی کے ساتھ ''**فضلاء کی خدمت میں**'' کے عنوان سے ان کی وہ نصائح بھی نظر سے گزریں جو انہوں نے اپنے یہاں سے درسِ نظامی کی تکمیل کرنے والے طلبہ کو کی تھیں۔ یہ دونوں قسم کی نصیحتیں ہم طالبِ علموں کے لئے مشعلِ راہ ہیں، اور ان کا استحضار اپنی اصلاح کے لئے سودمند، فَجَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى خَيْراً۔



بندہ محمد تقی عثمانی

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، انڈیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی أَشْرَفِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِہٖ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، أَمَّا بَعْدُ:

اس دور میں بفضلہٖ تعالیٰ دینی مکاتب اور اسلامی مدارس کی جو کثرت نظر آتی ہے وہ سابقہ زمانے کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے، ہر طرف جامعات، دارالعلوم تعمیر ہو رہے ہیں، کمیت کے اس اضافہ کے باوجود کیفیت میں کمی اور علمی ذوق اور عمل میں پختگی کا فقدان بھی نظر آرہا ہے۔

جو علم خالص اللہ تعالیٰ کی معرفت اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پہچان کے لئے سیکھا جاتا تھا وہ اکتسابِ زر کا وسیلہ بن چکا ہے۔ طلباءِ مدارس اپنے مقاصد سے غافل ہو کر ایسے امور میں مشغول ہوتے جارہے ہیں جو علماء رَبّانی کی شان اور ان کے عظیم مرتبہ کے منافی ہوتے ہیں۔

مادّہ پرستی اور جاہ طلبی کی صرصر اِن دینی اداروں میں اب چلنے لگی ہے۔ جس کے نتیجے میں علماء کا وقار مجروح ہو رہا ہے اور عوام میں بدظنی پھیلتی جارہی ہے۔ جن علماءِ کرام کو بنیانِ مرصوص بن کر باطل کے مقابلہ کے لئے متحد ہونا چاہئے تھا وہ خود آپس میں دست و گریباں ہونے میں مصروف ہیں، إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ایک دوسرے کا اکرام اور پردہ پوشی کے بجائے اہانت اور دوسروں کی غلطیوں کو

اچھالنے میں مشغول ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان فتنوں سے محفوظ رکھے۔

ان افسوس ناک حالات میں شدید ضرورت ہے کہ طلباءِ مدارس کو ان کے اصلی مقام و مقصد سے آگاہ کیا جائے، ان میں نفس پرستی اور دنیا طلبی کے بجائے خدا پرستی اور آخرت طلبی کا رجحان مضبوط کیا جائے۔

زیرِ نظر رسالہ میں حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید فضلہ، بانی و شیخ الحدیث، جامعہ ریاض العلوم، لیسٹر، یوکے، کی ایک اہم اور قیمتی تقریر طبع ہوئی ہے جو موصوف نے پورے سوزِ جگر سے دارالعلوم بولٹن کے فضلاء کے سامنے کی ہے اور جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد

مولانا مدّظلہ کی یہ تقریر ہر مدرسہ کے طلباء میں تقسیم کرنے کے قابل ہے، تاکہ طلبہ عزیز ہمارے اسلاف کے ذوقِ علم، ذوقِ عبادت اور بلند اخلاق سے متصف ہو کر روشنی کا مینار ثابت ہوں اور یہ اوصاف تزکیۂ نفس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے، اور یہ تزکیہ کسی صاحبِ دل سے وابستہ ہوئے بغیر عادۃً مشکل سے حاصل ہوتا ہے، حکیمِ مشرق علامہ اقبال نے کہا ہے:

پیرِ رومی را رفیقِ راہ ساز
تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَیْراً مِّنَ الْأُوْلٰی.
آمِیْنَ، یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

والسلام

احقر عبداللہ کاپودروی

مقیم حال ٹورنٹو، کنیڈا

۱۷ جمادی الاولی ۱۴۳۲ھ، ۲۸ اپریل ۲۰۱۱ء

تقریظ

حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، گجرات، انڈیا

بِاسْمِہٖ تَعَالیٰ

محب مکرّم ومحترم حضرت مولانا محمد سلیم صاحب مدت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سفر میں لیسٹر کی حاضری پر آپ نے دو کتابچے ''عالمِ رَبّانی کسے کہتے ہیں'' اور ''فضلاء کی خدمت میں'' عنایت فرمائے، ڈیوز بری سے لندن جاتے ہوئے دونوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، ماشاء اللہ آپ نے حضرات فضلاء کو جن امور کی طرف توجہ دلائی ہے وہ نہایت اہم ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ علماء کی نئی نسل میں علمی ذوق، اپنی اصلاح کی فکر اور اپنے اسلاف واکابر سے وابستگی میں کمی کا جو احساس آپ شدت سے فرمارہے ہیں بالکل بجا ہے، آپ نے مرض کی صحیح تشخیص فرما کر جو علاج تجویز فرمایا ہے اس کو پوری قوت ویقین کے ساتھ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلِ دردمند کے ساتھ زبانِ ہوش مند عطا فرمائی ہے جن کے ذریعہ آپ نئی نسل کی رہنمائی کا فریضہ نہایت عمدگی اور سلیقہ سے انجام دے رہے ہیں، یہ دونوں خطاب اس کا بیّن ثبوت ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علوم و فیوض سے اُمتِ مسلمہ کو بیش از بیش فیض یاب فرمائے، گاڑی میں بیٹھ کر یہ چند سطور اس خیال سے لکھ دی ہیں کہ معلوم نہیں بعد میں موقع ملے یا نہ ملے، آپ کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

فقط

کتبہ: احمد خانپوری

۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

مکتوبِ گرامی

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مفتیٔ اعظم پاکستان وصدر مفتی دارالعلوم کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عزیز محترم جناب مولانا محمد سلیم دھورات صاحب حَفِظَهُ اللّٰهُ وَرَعَاهُ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرمائے اور دین کی جو عظیم خدمات اللہ تعالیٰ آپ سے لے رہے ہیں وہ عافیت کے ساتھ آپ کے ذریعہ جاری رہیں۔

پرسوں آپ کا محبت نامہ بذریعہ فیکس مل کر نظر نواز ہوا، جس سے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ ''اسلامک دعوہ اکیڈمی'' کی سالانہ ''مؤتمر الشبان'' جس کا سلسلہ ماشاء اللہ تعالیٰ اٹھارہ سال سے جاری ہے، اس سال اس کا اجلاس ۱۱ مارچ ۲۰۱۲ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ دل کی گہرائی سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو بھی عافیت کے ساتھ اور تیز گام ترقیوں کے ساتھ جاری رکھے، آمین۔

نیز یہ معلوم ہو کر بھی مسرّت ہوئی کہ مستورات کے لئے بھی یہ مفید سلسلہ چودہ سال سے جاری ہے۔ ان دونوں سلسلوں کے لئے دل کی گہرائی سے کامیابی اور آسانی کی دعا کر رہا ہوں۔

اس محبت نامہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ پچھلی مرتبہ برطانیہ میں اپنی آمد کے موقع پر آپ کی طرف سے آپ کا ایک مطبوعہ بیان جو ''عالمِ رَبّانی کسے کہتے ہیں'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے، مجھے وصول ہوا تھا، اور ساتھ ہی ایک دوسرا بیان بنام ''فضلاء کی خدمت میں''

بھی ملا تھا، اس وقت سے دل چاہتا رہا کہ ان دونوں بیانات کو پڑھ کر ان کے بارے میں کچھ لکھوں، آپ کی طرف سے بھی اس خواہش کا اظہار ہوا تھا، لیکن زندگی ہجومِ مشاغل کے سیلاب میں اس طرح گزر رہی ہے کہ بہت سے کام دن رات کی محنت کے باوجود اور پوری خواہش کے باوجود شروع تک کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔

آج جب آپ کے خط کا جواب لکھنا چاہا تو بے ساختہ ان دونوں رسالوں کو اٹھایا جو مہلت اور فرصت کے انتظار میں میری لکھنے کی میز پر اسی وقت سے رکھے تھے۔ اور الحمدللہ آج گاڑی کے ایک مختصر سفر کے دوران ان دونوں رسالوں کے مطالعہ کا موقع مل گیا، اور پڑھ کر خوشی ہوئی۔

آپ نے بزرگانِ دین کے حوالے سے جس دل سوزی کے ساتھ ''اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ'' پر عمل کیا ہے، اور آیات واحادیث اور بزرگانِ دین کے حکیمانہ اقوال نقل کر کے فارغ التحصیل علماء اور زیرِ تعلیم طلبہ کو جو قیمتی راہِ عمل دکھائی ہے، امید ہے کہ اس سے سامعین نے خوب استفادہ کیا ہوگا، مجھے بھی ان کے مطالعہ سے بحمد اللہ فائدہ محسوس ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے، اور آپ کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے، اور ان دونوں رسالوں اور آپ کے دوسرے بیانات کو اُمت کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنا کر شرفِ قبولیت سے نوازے۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

محمد رفیع عثمانی

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

مکتوبِ گرامی

حضرت مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم

مفتی واستاذِ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد، یوپی، انڈیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محب مکرّم محترم المقام حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدکم السامی ومدّ ظلّکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاجِ عالی بعافیت ہوں گے، والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا، آں جناب نے اس ناکارہ کے ساتھ انتہائی حسنِ ظن کا معاملہ فرماتے ہوئے اپنے طبع شدہ قیمتی خطاب پر کچھ قلم اٹھانے کا حکم دیا ہے، جو بظاہر بالکل بے جوڑ بات ہے؛ کیوں کہ کہاں آپ جیسا پیکرِ اخلاص بافیض عالمِ دین، جس نے کفرستان میں دین کی شمعیں روشن کرکے سلفِ صالحین کی یاد تازہ کررکھی ہے، اور کہاں مجھ جیسا سیہ کار اور غفلت شعار شخص، جو قول وعمل میں تضاد روی اور ظاہر وباطن میں عدمِ توافق کا شکار ہے؟ البتہ اتنا ضرور عرض ہے کہ حضرت والا کا یہ خطاب ہم جیسوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور ہمارے مردہ ضمیر کو جھنجوڑنے کے لئے اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے، اور فاضل خطیب نے اپنے مخاطب حاضرین وقارئین کے سامنے جس سوز دروں کا اظہار فرمایا ہے وہ نہایت مؤثر اور قابل قدر ہے۔

احقر نے کئی سال قبل علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب سے تلخیص کرکے علم اور علماء کے متعلق کچھ باتیں جمع کرکے شائع کی تھیں، انہیں اس عریضہ کے

ساتھ ارسال کرتا ہوں، وہ سب یا ان میں سے منتخب چیزیں اگر اس رسالے میں شامل کردیں تو مناسب ہوگا۔[1]

اخیر میں آں جناب کے حسنِ ظن پر شکریہ ادا کرتے ہوئے عاجزی کے ساتھ دعاؤں میں شامل کرنے کی گذارش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آں جناب کو بھی ہر قسم کی صحت وعافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھیں، اور آں جناب کے فیوضِ عالیہ سے اُمت کو مستفیض فرماتے رہیں، آمین۔

فقط والسلام

احقر محمد سلمان منصور پوری

مدرسہ شاہی مرادآباد

۲۳/۵/۱۴۳۳ھ

كُونُوا رَبَّانِيِّينَ
بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ
الْكِتَابَ
وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ

اللہ والے بن جاؤ، کیونکہ تم جو کتاب پڑھاتے رہے ہو اور جو کچھ پڑھتے رہے ہو، اس کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے۔ (آل عمران: ۷۹)

عالمِ رَبّانی کسے کہتے ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى،وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ،[1] وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ.[2]

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

دارالعلوم بولٹن کے مکرّم فضلاء اور عزیز طلبہ!

اس مجلس میں آپ حضرات کے درجۂ عُلیا کے اساتذۂ کرام تشریف فرما ہیں، اسی طرح جنوبی افریقہ سے تشریف لائے ہوئے مہمان، ہمارے بزرگ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم اور دارالعلوم لیسٹر کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا ایوب صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف فرما ہیں، ان حضراتِ اکابر کی موجودگی میں میرے جیسے طالبِ علم کا گفتگو کرنا ایک جسارت ہی ہے، حق تعالیٰ شانہٗ ان حضرات کی

---

[1] سنن الترمذی،أبواب العلم،بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ،ح(۲۸۷۴)

[2] صحيح البخاري،كتاب العلم،بابُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ،ح(۷۲)

توجّہات اور ان کے وجود کی برکت سے مجھے وہ باتیں کہنے کی توفیق عطا فرمائیں جو سب سے پہلے میرے لئے نافع بنیں اور اس کے بعد آپ سب دوستوں کے لئے نافع بنیں۔ (آمین)

فقیہ فی الدّین کی فضیلت

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ[1]

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیرِ عظیم کا ارادہ فرماتے ہیں اسے فقیہ فی الدّین بناتے ہیں۔

اس حدیث میں ''خَيْرًا'' کی تنوین میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ یہ تعمیم کے لئے ہے اور دوسرا یہ کہ یہ تعظیم کے لئے ہے۔[2] اب مطلب یہ ہوگا کہ جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ ہر قسم کی خیر کا ارادہ فرماتے ہیں یا جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ بڑی خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، جسے حق تعالیٰ شانہٗ خیرِ کثیر یا خیرِ عظیم عطا فرمانا چاہتے ہیں، اسے فقیہ فی الدّین بناتے ہیں۔

طلبہ اس حدیث سے خوب واقف ہیں اس لئے کہ ان کے سامنے جب علم اور اہلِ علم کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں، اس وقت یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے، طلبہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، بابُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، ح(۷۲)

[2] فتح الباري: ۱/ ۳۴۸

اسے عالم بناتے ہیں، اور ہم بھی چونکہ مدرسے میں چھ سال پڑھنے کے بعد عالم کی سند حاصل کرلیں گے، اس لئے اس عظیم فضیلت کے مستحق ہوجائیں گے، گویا اس حدیث کو سن کر طلبہ خوشی محسوس کرتے ہیں کہ اس میں ہماری فضیلت بیان ہورہی ہے، مگر یہ غور نہیں کرتے کہ اس حدیثِ پاک میں فقیہ فی الدّین کا جو ذکر آیا ہے اس کے معنیٰ کیا ہیں؟ ہمیں چاہئے کہ ہم فقیہ کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھیں اور اس کے بعد پوری کوشش کریں کہ ہم اپنے آپ کو اس مفہوم کے مطابق فقیہ بنائیں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائیں اور آپ سب دوستوں کو بھی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

اپنی مادرِ علمی سے وابستگی

ماشاء اللہ! آپ کی مادرِ علمی نے آپ سب کو یاد کیا اور اس اجتماع کا اہتمام کیا، یہ بہت ہی اچھا سلسلہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مہتمم صاحب، یہاں کے منتظمین حضرات اور آپ کے اساتذہ کے دلوں میں آپ کے لئے محبت ہے، آپ حضرات کو اس کی قدر کرنی چاہئے اور محبت کا جواب محبت سے دینا چاہئے، آج جس تعلّق کی تجدید ہورہی ہے، اس تعلّق کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، میرے ایک بہت ہی مشفق اور مہربان بزرگ ہیں، مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا سیف الرّحمٰن صاحب دامت برکاتہم، آپ حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم بری کے چند اساتذۂ کرام کی ایک حادثے میں شہادت ہوئی تھی، اس وقت کتابوں کی تکمیل کے لئے قطب الاقطاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہ نے ان کا انتخاب فرمایا تھا اور انہیں بھیجا تھا، انہوں نے تشریف لاکر حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا

یعقوب ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی تکمیل کرائی تھی، مکّہ مکرّمہ حاضری پر حضرت سے ملاقات رہتی ہے، آپ علماء اور طلبہ کو ایک نصیحت ضرور کرتے ہیں کہ اپنی مادرِ علمی سے جڑے رہنا، اپنی مادرِ علمی سے تعلق رکھنا، میں بھی آپ حضرات سے پوری امید رکھتا ہوں کہ اب آپ اپنی مادرِ علمی سے وابستہ رہیں گے۔

فیصلہ کر کے اُٹھو

عرض یہ کر رہا تھا کہ آپ حضرات کو یہاں مدعو کیا گیا اور آپ آئے، اب یہاں سے کچھ فیصلے کر کے اُٹھنا چاہئے، یہ کافی نہیں ہوگا کہ آپ آئے اور قراءت ونعت اور اکابر و مشائخ کی نصیحتیں سن کر چلے گئے، نہیں میرے عزیزو! ہم یہاں سے ایک نیا ولولہ لے کر جائیں گے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی زندگی کا نیا ورق کھولیں گے، ہم غور کریں گے کہ فقیہ فی الدّین کسے کہتے ہیں اور انصاف کے ساتھ اپنا جائزہ لیں گے کہ فقیہ فی الدّین ہونے کے جو تقاضے ہیں ہم سے پورے ہو رہے ہیں یا نہیں؟ جو تقاضے پورے ہو رہے ہیں ان پر حق تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کریں گے اور جن میں کمی اور کوتاہی ہے ان کی اصلاح کی فکر کریں گے، ہم یہاں سے ایک نیا عزم لے کر اُٹھیں گے اور اپنی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کرنے کی سعی کریں گے۔

میرے دوستو! ایک بات یاد رکھیں، آپ چاہیں اپنے آپ کو عالم سمجھیں نہ سمجھیں، مگر دنیا آپ کو ایک عالم کی حیثیت سے دیکھتی ہے، آپ کوئی اچھا عمل کریں گے، آپ کے اساتذہ کا، آپ کے بزرگوں کا، آپ کے مدرسے کا اور آپ کی علمی برادری کا نام روشن ہوگا، اور اگر کوئی دوسری بات ہوگی تو سب کی بدنامی ہوگی چاہے آپ کا اپنے

اساتذہ سے، بزرگوں سے اور مدرسے سے کسی درجے کا بھی تعلّق نہ ہو، اس لئے ہماری کوشش یہی ہونی چاہئے کہ لوگ ہمیں جس حسنِ ظن کے ساتھ دیکھتے ہیں، ہم اسی طرح زندگی گزاریں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے، یہ بات تو آپ سب حضرات کو معلوم ہی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔[1] یہ ایک مشہور بات ہے مگر اس کا پس منظر کیا ہے؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستے میں دو شخص آپس میں بات کررہے تھے، جب انہوں نے امام صاحب کو دیکھا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں جو پوری رات جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

یہ بات حقیقت کے خلاف تھی، حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھنے کا معمول نہیں تھا، مگر حق تعالیٰ شانہٗ نے اس شخص کے دل میں یہ بات ڈال رکھی تھی، شاید اسی کے ذریعے حق تعالیٰ شانہٗ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس معمول پر لانے کا ارادہ فرمارہے تھے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ بات سنی تو شرم سے پانی پانی ہوگئے اور یہ خیال آیا کہ اللہ کے بندے جب میرے بارے میں اتنا حسنِ ظن رکھتے ہیں حالانکہ میں ایسا نہیں ہوں، تو مجھے اب ایسا بننے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے، فرمایا کہ سبحان اللہ! ابو یوسف دیکھ رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ہمارا ایسا ذکر پھیلا رکھا ہے، کیا یہ بات

---

[1] تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۸۴

بری نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خبر کے خلاف ہمارا عمل دیکھیں؟ خدا کی قسم! لوگ میری طرف ایسا عمل منسوب نہیں کر سکتے ہیں جسے میں نہ کرتا ہوں۔[1] عزم کرلیا اور اس دن سے انتقال تک روزانہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری رات عبادت میں گزاری۔[2]

عالم ہونا کوئی معمولی بات نہیں

ہمیں تو اپنے بارے میں یہ خیال بھی نہیں آنا چاہئے کہ ہمارا شمار علماء میں ہے، میرے عزیزو! عالم ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے، بہت بڑی بات ہے، عالم تو عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جی مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ حضرات علماء بھی ہیں اور فقہاء بھی، یہ وہ حضرات ہیں جنہیں علماء، فقہاء اور وارثینِ انبیاء کا لقب زیب دیتا ہے، ہمیں تو اپنے بارے میں یہ خیال بھی نہیں آنا چاہئے کہ میں عالم ہوں، مگر حق تعالیٰ شانہٗ نے ہم پر احسان فرمایا کہ اس نے ہماری تمام تر نااہلیت کے باوجود، لوگوں کے دلوں میں ہمارے بارے میں یہ حسنِ ظن پیدا کیا کہ ہم علماء ہیں۔ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمارے ساتھ یہ لطف وانعام کیا تو ہمیں بھی شرم سے پانی پانی ہوجانا چاہئے اور وہ صفات جو ایک متوسّط درجے کے عالم میں ہونی چاہئے، کم از کم انہیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ کسی درجے میں فقیہ، عالم اور وارثِ نبی ہونے کی سعادت نصیب ہوجائے۔

---

[1] الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم وأبي حنيفة النعمان، ص: ۸۵

[2] تاريخ بغداد: ۱۵/ ۴۸۵، ۴۸۶

علماءِ سوء کی کثرت

احادیث میں فقیہ فی الدّین کا ذکر ہے، اسی کو عالمِ ربّانی بھی کہتے ہیں اور وارثِ نبی بھی، یہ ایک ہی مصداق کے الگ الگ نام ہیں، آپ حضرات جانتے ہیں کہ علماء کی دو قسمیں ہیں: علماءِ ربّانی اور علماءِ سوء، جیسے جیسے قیامت قریب آتی جائے گی علماءِ ربّانی کی قلّت اور علماءِ سوء کی کثرت ہوتی جائے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ بدقسمتی سے اب ہمارے مدارس سے بھی علماءِ سوء پیدا ہونے لگے ہیں۔ معلوم ہوا کہ پہلے ہمارے مدارس سے علماءِ سوء پیدا نہیں ہوتے تھے، بلکہ علماءِ ربّانیین ہی پیدا ہوتے تھے، حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ہیں، فرماتے تھے کہ ہم نے وہ زمانہ دیکھا جب دار العلوم دیوبند کے مہتمم سے لے کر چپراسی تک، ہر شخص صاحبِ نسبت، اللہ کا ولی ہوتا تھا۔[1]

میرے حضرت، مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک مرتبہ میں ایئرپورٹ پر تھا، حضرت گردن جھکائے بیٹھے ہوئے تھے، میں حضرت کے ساتھ اکیلا تھا، دوسرے حضرات سامان کا وزن کرا رہے تھے، اچانک میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ مولوی صاحب! علماءِ سوء میں سے ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، اس لئے کہ اب علماءِ سوء کی کثرت ہو رہی ہے۔

خیر القرون میں علماءِ سوء کا وجود ہی نہیں تھا، وہاں تو خشیت والے علماء تھے، تواضع

---

[1] مجالسِ مفتیٔ اعظم، ص: ۲۴۸

والے علماء تھے، علماءِ ربّانیین تھے، فقہاء فی الدّین تھے، وارثینِ انبیاء تھے، علماءِ سوء کا وہاں تصوّر ہی نہیں تھا، نبوی زمانے سے جیسے جیسے دوری ہوتی چلی گئی علماءِ سوء کا وجود ہونے لگا اور بڑھتے بڑھتے اب کثرت ہورہی ہے، أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ۔

تو علماء کی دو قسمیں ہیں، علماءِ ربّانی اور علماءِ سوء، جو عالمِ ربّانی ہے وہی فقیہ فی الدّین اور وارثِ نبی ہے، جب اس سلسلے کے فضائل سنائے جاتے ہیں جیسے إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ،[1] تو ہم بہت خوش ہوتے ہیں کہ یہ ہمارے فضائل ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ہم چونکہ انبیاء کے وارث ہیں اس لئے عوام کو ہمارا احترام کرنا چاہئے، اکرام کرنا چاہئے، ہماری خدمت کرنی چاہئے اور ہمارے حقوق ادا کرنے چاہئے، سوال یہ ہے کہ ہمارے ذمّے بھی عوام کے کچھ حقوق ہیں یا نہیں؟

وارثینِ انبیاء قوم کے ہمدرد ہوتے ہیں

ہم میرے بھائیو! تطفیف کے جرم میں مبتلا ہیں۔

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ، الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ، وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ (المطففین:۱-۳)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے کہ جب وہ لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کر لیں تو پورا لے لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔

یہ بھی تطفیف ہے کہ ہم عوام سے اپنے حق کو تو پورا وصول کریں اور ان کے حق میں

---

[1] سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، ح(۲۸۷۴)

کوتاہی کریں، جس طرح ان کے ذمّے ہمارے کچھ حقوق ہیں، اسی طرح ہمارے ذمّے ان کے حقوق بھی ہیں، ان حقوق میں سے ان کی دینی ہمدردی بھی ہے، اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت کیا تھی؟

كَانَ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ[1]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگاتار غموں والے اور دائمی فکر والے تھے۔

اگر ہم وارثینِ انبیاء ہونے کے مدّعی ہیں تو وراثت میں یہ اوصاف بھی منتقل ہونے چاہئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگاتار غموں والے اور دائمی فکر والے تھے، کوئی نبی بھی عیش والی زندگی نہیں گزارتا تھا، تنعّم پروری والی زندگی نہیں گزارتا تھا، نبی دنیا کی طرف رغبت والی زندگی نہیں گزارتا تھا، نبی مال کمانے کے چکّر میں نہیں رہتا تھا، نبی کو اچھی اچھی سواریوں کی، اچھے اچھے گھوڑوں کی، اچھے اچھے اونٹوں کی فکر نہیں تھی، نبی کو بڑے بڑے بنگلوں کی فکر نہیں تھی، نبی کو عمدہ عمدہ کپڑوں کی فکر نہیں تھی، نبی کو تو ایک ہی فکر تھی کہ اس زمین پر بسنے والا ہر انسان اللہ والا کیسے بن جائے، جنّت میں جانے والا کیسے بن جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ انبیاء علیہم السلام کے سردار تھے اس لئے اس وصف میں بھی آپ دوسروں پر فائق تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ'' تھے، ہر وقت سوچ، ہر وقت فکر اور ہر وقت غم کہ اللہ کے بندے جہنّم سے کیسے بچ جائیں؟ ہمیں تو میرے بھائیو! اپنے بھائی، اپنی بہن، اپنی ماں اور اپنے والد کے جہنّم کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر بھی دل میں بے چینی اور کڑھن محسوس نہیں ہوتی، اگر ہم حقیقی معنیٰ میں وارثِ نبی ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ وصف بھی ہمارے اندر ہونا چاہئے۔

---

[1] الشمائل المحمدية، باب كيف كان كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم، ح(۲۲۵)

فقیہ فی الدّین کسے کہتے ہیں؟

عرض یہ کر رہا تھا کہ ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ فقیہ فی الدّین کسے کہتے ہیں؟ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

إِنَّمَا الْفَقِيْهُ الزَّاهِدُ فِيْ الدُّنْيَا، الرَّاغِبُ فِيْ الْاٰخِرَةِ، الْبَصِيْرُ بِأَمْرِ دِيْنِهٖ، الْمُدَاوِمُ عَلٰى عِبَادَةِ رَبِّهٖ[1]

فقیہ فی الدّین کی پہلی علامت

فقیہ فی الدّین کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ وہ ''الزَّاهِدُ فِيْ الدُّنْيَا'' ہے، وہ دنیا کے معاملے میں زاہد ہوتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چونکہ فقیہ فی الدّین تھے، عالمِ رَبّانی تھے، وارثِ نبی تھے اس لئے ''الزَّاهِدُ فِيْ الدُّنْيَا'' تھے، دنیا کی کوئی رغبت نہیں تھی حتّٰی کہ آپ امیر المؤمنین تھے، مگر کپڑوں میں پیوند ہوتے تھے۔ ہمارے اسلاف دنیا سے اتنے دور رہتے تھے کہ حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بزرگانِ سلف کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا اس دنیا میں رہتے ہی نہیں تھے، کسی اور ہی عالَم میں رہتے تھے۔[2]

فقیہ فی الدّین کی دوسری علامت

فقیہ فی الدّین کی دوسری علامت ''الرَّاغِبُ فِيْ الْاٰخِرَةِ'' ہے، آخرت کی طرف رغبت، یہ دو وصف فقیہ کے قلب میں ایسے رچ بس جاتے ہیں کہ ان کے آثار پھوٹ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم: ۱/۴۱۰

[2] مجالسِ حکیم الاُمّت، ص: ۳۳۵

پھوٹ کر ایسے ظاہر ہوتے ہیں کہ اس کی صحبت میں بیٹھنے والے کو بھی آخرت کی طرف رغبت اور دنیا سے بے رغبتی محسوس ہوتی ہے، اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسے شخص کی مجالست کی ترغیب دی ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا ''مَنْ نُجَالِسُ؟'' ہم کس کی مجالست اختیار کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس شخص کے ساتھ بیٹھا کرو جس کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے، جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل سے تمہارے دلوں میں آخرت کی رغبت بڑھے اور دنیا کی رغبت کم ہو۔[1]

اللہ تعالیٰ یہ اوصاف ہمیں بھی نصیب فرمادیں۔ (آمین)

فقیہ فی الدّین کو دنیا سے رغبت نہیں ہوتی، وہ ہر وقت آخرت کی فکر میں مشغول رہتا ہے، اس کی رغبت کا مرکز آخرت ہوتا ہے، اس کو ہر کام میں آخرت کا نفع پیشِ نظر ہوتا ہے؛ دو رکعت نفل پڑھلوں گا تو مجھے اتنا ثواب ملے گا، کسی کو نصیحت کروں گا تو مجھے یہ فائدہ حاصل ہوگا، کسی کو کوئی بھلی بات بتلاؤں گا تو مجھے آخرت میں نفع ہوگا، کسی کو علم سکھاؤں گا تو اللہ کا قرب نصیب ہوگا، ہر کام میں حتّٰی کہ دنیوی کاموں میں بھی مقصد آخرت کا نفع اور قربِ خداوندی ہوتا ہے، جب یہ کیفیت ہوجاتی ہے تو پھر وہ گنجائش کی تلاش میں نہیں رہتا، اس کی کوشش یہی رہتی ہے کہ رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل ہو۔

علم عمل کے لئے پڑھا جاتا ہے

آج ہمارا حال بالکل مختلف ہے، علم عمل کے لئے پڑھا جاتا ہے، مگر ہماری ایک بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ علم پڑھ کر ہم سہولت پسند ہوجاتے ہیں، بجائے عمل کرنے

---

[1] کنز العمال، کتاب الصحبة، باب فی آداب الصحبة، ح(۲۵۵۸۸)

کے ہمارا علم عمل چھوڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، معلوم ہوگیا کہ یہ عمل مستحب ہے، یہ نفل ہے، یہ سنّت ہے، یہ سنّتِ غیر مؤکدہ ہے، کیا معنیٰ؟ اب چھٹی، مستحب، نفل، سنّت، یہ وہ امور ہیں جن کے ترک پر کوئی مؤاخذہ نہیں لہٰذا چھوڑ دو، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

نوافل کی اہمیت

میرے بھائیو! یقیناً یہ اعمال ضروری نہیں، مگر ہیں کرنے کے لئے، حصولِ قربِ الٰہی میں ان کو بڑا دخل ہے، حدیثِ قدسی میں ''وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ'' میں فرض کا بیان ہے، اس کے بعد نفل کے بارے میں ارشاد ہے:

وَمَا زَالَ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ[1]

اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں اسے دے دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

معلوم ہوا کہ نوافل کا بھی بڑا فائدہ ہے، اس کے اہتمام سے بندہ حق تعالیٰ شانہٗ کا محبوب بنتا ہے پھر اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور وہ مستجاب الدعوات ہوجاتا ہے۔

مستحب کام کرنے کے لئے ہوتا ہے

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی مستحب پسندیدہ عمل کو کہتے ہیں اور پسندیدہ عمل کرنے کے لئے ہوتا ہے، چھوڑنے کے لئے نہیں۔[1]

ہمارے ذہنوں میں کیا بات پیدا ہوجاتی ہے؟ یہ فرض ہے، اسے کرنا پڑے گا، واجب ہے، اسے بھی کرنا پڑے گا، سنّتِ مؤکدہ ہے، اسے بھی کرنا پڑے گا، سنّتِ غیر مؤکدہ ہے، کوئی حرج نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ ترک پر مؤاخذہ نہیں۔ اللہ اکبر! سنّتِ غیر مؤکدہ کی کیا تعریف ہے میرے بھائیو! سنّتِ غیر مؤکدہ وہ عمل ہے جسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی کبھی چھوڑا کرتے تھے، اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سنّتِ غیر مؤکدہ کو کبھی کبھی پڑھ لیا کرتے ہیں، اور اگر کبھی کبھی پڑھ لینے کا معمول ہے تب بھی بسا غنیمت ہے، اب تو اس حد تک انحطاط ہے کہ سنّتِ غیر مؤکدہ کو ادا کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی، غور کرو میرے بھائیو! آپ سب میرے دوست ہیں، میں بھی آپ ہی کی طرح ایک طالبِ علم ہوں، یہ ان حضراتِ اکابر کی برکت ہے کہ میں کچھ عرض کررہا ہوں۔

اپنا جائزہ لینے کی ضرورت

ہمیں صدقِ دل سے اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

---

[1] یادگار باتیں، ص: ۱۳۴

حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا، وَزِنُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوْزَنُوْا، وَتَأَهَّبُوْا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ عَلٰى مَنْ لَا تَخْفٰى عَلَيْهِ أَعْمَالُكُمْ[1]

تم اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے (قیامت کے دن) حساب لیا جائے، اور اپنے اعمال کا وزن کرو اس سے پہلے کہ (میدانِ حشر میں) ان کو تولا جائے، اور سب سے بڑی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ جو اس ذات کے سامنے ہوگی جس پر تمہارے اعمال مخفی نہیں۔

جو بھی عالمِ ربّانی ہوگا، وارث نبی ہوگا، فقیہ فی الدّین ہوگا، متّقی ہوگا، ولی ہوگا اسے دنیا سے بے رغبتی ہوگی اور آخرت کی خوب رغبت ہوگی، وہ ہر وقت آخرت میں کام آنے والے اعمال میں مشغول رہے گا۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حالات جو کچھ بھی ہوں حضرت کے نظامُ الاوقات اور معمولات کی پابندی میں کوئی تغیّر نہیں دیکھا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فکرِ آخرت

مختارات میں آپ حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں حضرت ضرار بن ضمرۃ رحمۃ اللہ علیہ کی بات پڑھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

يَسْتَوْحِشُ مِنَ الدُّنْيَا وَزَهْرَتِهَا وَيَسْتَأْنِسُ بِاللَّيْلِ وَظُلْمَتِهِ

آپ دنیا اور اس کی چمک دمک سے وحشت محسوس کرتے تھے اور رات اور رات کی تاریکی سے مانوس تھے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۰۵

[2] تذکرۃ الخلیل، ص: ۶۳

آپ ڈاڑھی پکڑ کر محراب میں کھڑے ہوجاتے تھے اور آپ کی کیفیت یہ ہوتی تھی:

يَتَمَلْمَلُ تَمَلْمُلَ السَّلِيْمِ، وَيَبْكِيْ بُكَاءَ الْحَزِيْنِ

آپ سانپ اور بچھو کے ڈنسے ہوئے کی طرح تلملاتے تھے اور غمزدہ کے رونے کی طرح روتے تھے۔

اور عاجزی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے:

يَا رَبَّنَا! يَا رَبَّنَا!

اے ہمارے پروردگار! اے ہمارے پروردگار!

اور دنیا سے کہتے تھے:

يَا دُنْيَا! أَبِيْ تَعَرَّضْتِ، أَمْ لِيْ تَشَوَّفْتِ؟ هَيْهَاتَ! هَيْهَاتَ! غُرِّيْ غَيْرِيْ، قَدْ بَتَتُّكِ ثَلَاثًا، لَا رَجْعَةَ لِيْ فِيْكِ

اے دنیا! کیا تو میرے سامنے آتی ہے؟ کیا تو میرے لئے مزین ہوتی ہے؟ دور ہوجا! دور ہوجا! کسی اور کو دھوکہ دے! میں تو تجھے تین طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

فَعُمْرُكِ قَصِيْرٌ، وَعَيْشُكِ حَقِيْرٌ، وَخَطَرُكِ كَبِيْرٌ، آه! آه! مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَبُعْدِ السَّفَرِ، وَوَحْشَةِ الطَّرِيْقِ[1]

تیری عمر تھوڑی ہے اور تیرا عیش بے قیمت ہے اور تیرے خطرات بڑے ہیں! ہائے! ہائے! توشہ کم ہے، اور سفر لمبا ہے، اور راستہ انجانے کا ہے۔

میرے بھائیو! ہمیں اپنے اندر اس طرح کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے، دنیا سے بے رغبتی ہو اور آخرت کی رغبت، اور یہ چیز حاصل ہوگی حضراتِ اہل اللہ

---

[1] صفة الصفوة: ۱/ ۱۱۸

سے وابستگی اختیار کرنے سے جن کے دلوں میں دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی رغبت پیدا ہوچکی ہے۔

حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم ایک شعر میں ارشاد فرماتے ہیں:

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آ گیا ہے جینا اسے آ گیا ہے مرنا

میرے بھائیو! یہ جینے کا سلیقہ ہمیں بزرگوں کی صحبت ہی سے حاصل ہوگا، اکبرالٰہ آبادی نے کہا تھا:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

عشقِ الٰہی اور فنائیت

آج کل اس سلسلے میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے، اس کی طرف توجّہ کی برکت سے عشقِ الٰہی نصیب ہوگا جس کے نتیجے میں فنائیت اور تواضع کی صفت حاصل ہوگی، اور یہ بڑی نعمتیں ہیں، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ کی دو خصوصیتیں ہیں جو انہی کا حصّہ ہیں، ایک عشقِ الٰہی اور دوسری فنائیت اور تواضع۔[1]

’تُو‘ کو اتنا مٹا کہ ’تُو‘ نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
’ہُو‘ میں اتنا کمال پیدا کر
کہ ’ہُو‘ تو رہے ’تُو‘ نہ رہے

---

[1] اکابر کا مقامِ تواضع، ص:۶۹

'ہُو' میں کمال پیدا کر یعنی اللہ کے تعلق میں، عشق ومحبت میں اتنا کمال پیدا کر کہ اس کے بعد تجھے تیرے ہر کام میں اللہ کی قدرت ہی کارفرما نظر آئے، جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے پھر رفعت ہی رفعت ہے، میرے محبوب حضرت، حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مٹانا کیا ہے؟ پانا ہے، اور پانا کیا ہے؟ مٹانا ہے۔

دوسروں کو وہی لوگ فائدہ پہنچاتے ہیں جو اپنے کو مٹاتے ہیں۔

جو عالی ظرف ہوتے ہیں، ہمیشہ جُھک کے ملتے ہیں
صُراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

صُراحی میں موجود پانی سے دوسروں کو اسی وقت فائدہ پہنچے گا جب وہ جُھکے گی، اگر وہ جُھکنے سے انکار کرے تو اس سے کوئی فیض یاب نہیں ہو سکے گا، اور کسی کی بھی پیاس نہیں بجھے گی، جب وہ جُھکے گی تب پیمانہ اور جام بھرے گا، اور جب پیمانہ بھرے گا تو فیض جاری ہوگا، جو اپنے آپ کو جتنا مٹائے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس کے سینے سے اتنا ہی فیض جاری فرمائیں گے، اور اپنے اندر تواضع، للّٰہیت، اخلاص، خشیت وغیرہ اوصافِ حمیدہ پیدا کرنے کے لئے بزرگوں کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی، کسی کامل سے وابستہ ہو کر اپنے آپ کو مٹانا پڑے گا، یہ دولت میرے بھائیو، بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر حاصل نہیں ہوتی، حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ایک شعر کہا:

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے مٹا دیجئے یہاں مٹنے کو آیا ہوں [1]

---

[1] اشرف السوانح: ۱۵۵/۲

بزرگوں سے وابستگی اور ان کی صحبت کے نتیجے میں ان کے اوصاف ہمارے اندر منتقل ہوتے ہیں، خربوزہ، خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے، اس لئے بزرگوں سے وابستگی کو خوب اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔

فقیہ فی الدّین کی تیسری علامت

فقیہ فی الدّین کا تیسرا وصف ہے ''اَلْبَصِیْرُ بِاَمْرِ دِیْنِہٖ''، اپنے دین کے امور میں بصیرت رکھتا ہے، اس کا علم ٹھوس اور پختہ ہوتا ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے، جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے، گنجائش کی حد کیا ہے اور عزیمت کی اہمیت کیا ہے، مجھے عوام کو کس حد تک گنجائش بتلانی ہے اور مجھے خود گنجائش پر کتنا عمل کرنا ہے، اس وصف کو حاصل کرنے کے لئے علمی انہماک کی ضرورت ہے، اس کے لئے مزاج کو علمی بنانا پڑے گا، مدارس کے طلبہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی خدمت میں عرض کرتا چلا جاؤں کہ اس وصف کو حاصل کرنے کے لئے پڑھنے کے زمانے میں خوب محنت کرنی ہوگی، علمِ نحو، علمِ صرف، علمِ فصاحت، علمِ بلاغت، عربی ادب، اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ تمام ہی علوم وفنون میں خوب محنت کرنی پڑے گی، اتنی محنت ہو کہ آپ علوم کو پی جائیں، پھر فراغت کے بعد بھی ان علوم کے ساتھ برابر وابستگی رہے، آج کل عام حالت یہ ہے کہ طلبہ پڑھنے کے زمانے میں کوئی خاص محنت نہیں کرتے اور جو دو چار پڑھنے والے اور محنت کرنے والے ہوتے ہیں انہیں بھی فارغ ہونے کے بعد کتابوں کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں رہتا، جو ذوق اور شوق ہونا چاہئے وہ نظر نہیں آتا۔

طلبِ علم کی لذّت

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَهَرِيْ لِتَنْقِيْحِ الْعُلُوْمِ أَلَذُّ لِيْ
مِنْ وَصْلِ غَانِيَةٍ وَطِيْبِ عِنَاقِ

علوم کی تنقیح اور تحقیق کے لئے میرا راتوں کو جاگنا، خوبصورت لڑکی کی ملاقات اور اس سے گلے لگنے کی مٹھاس سے بھی زیادہ لذیذ ہے۔

وَتَمَايُلِيْ طَرَبًا لِحَلِّ عَوِيْصَةٍ
أَشْهٰى وَأَحْلٰى مِنْ مُدَامَةِ سَاقِ

اور میرا جھومنا کسی مشکل مقام کو حل کرنے کے نتیجے میں شراب پلانے والے کے جام سے بھی زیادہ مزیدار اور میٹھا ہے۔

وَصَرِيْرُ أَقْلَامِيْ عَلٰى أَوْرَاقِهَا
أَحْلٰى مِنَ الدُّوْكَاهِ وَالْعُشَّاقِ

کاغذ پر لکھتے وقت میرے قلم کے چلنے کی آواز 'دُوْکَاہ' اور 'عُشَّاق' نغموں سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

وَأَلَذُّ مِنْ نَقْرِ الْفَتَاةِ لِدُفِّهَا
نَقْرِيْ لِأُلْقِيَ الرَّمْلَ عَنْ أَوْرَاقِيْ

اور ایک نوعمر لڑکی کے دُف بجانے کی کھنک سے بھی زیادہ لذّت مجھے اپنی کتابوں کے اوراق سے غبار جھاڑنے کی آواز میں محسوس ہوتی ہے۔[1]

---

[1] صفحات من صبر العلماء، ص: ۱۳۹

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

لَذَّاتُ الْأَفْكَارِ خَيْرٌ مِنْ لَذَّاتِ الْأَبْكَارِ[1]

علمی مسائل میں غور وفکر کی لذّت دوشیزاؤں سے لطف اندوز ہونے سے بھی بہتر ہے۔

جب میں کتاب اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر بیٹھتا ہوں اور مسائل کے استنباط کے لئے ان میں غور وفکر کرتا ہوں اس وقت مجھے جو لذّت نصیب ہوتی ہے وہ کسی کنواری دوشیزہ سے لطف اندوز ہونے کے وقت بھی نہیں ہوتی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ علم میں آپ کو کیسی لذّت محسوس ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے کانوں میں جب کوئی علمی بات پہلی مرتبہ پڑتی ہے تو اتنی لذّت محسوس ہوتی ہے کہ اس وقت میرے جسم کے باقی اعضاء یہ تمنّا کرتے ہیں کہ کاش ان کے کان ہوتے تاکہ انہیں بھی وہ لذّت حاصل ہوتی۔[2]

میرے بھائیو! حصولِ علم میں ہمیں یہ لذّت محسوس ہونی چاہئے، جب یہ لذّت نصیب ہوگی تو مطالعہ کے بغیر چین حاصل نہیں ہوگا۔

علّامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا علمی ذوق

ہمارے اسلاف اور اکابر کا اسی طرح کا حال تھا، ہمارے قریب کے زمانے کے ایک بزرگ، حضرت علّامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا حال سنئے! ڈابھیل میں جب مجلسِ علمی

---

[1] حدائق الحنفیۃ، ص: ۱۵۴

[2] قیمۃ الزمن عند العلماء، ص: ۵۷

کی بنیاد رکھی گئی تو حضرت علّامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو پیشکش ہوئی کہ آپ آئیں اور مجلسِ علمی کے لئے تحقیق کا کام کریں، آپ کو سب سے پہلے اپنے محبوب استاذ حضرت علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ''العرف الشّذی'' کی تحقیق کا کام سونپا گیا، حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریر کے حوالوں کی تخریج کر کے انہیں مکمّل طور پر تحریر کرنا تھا، حضرت علّامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک ایک حوالے کے لئے بسا اوقات مجھے سینکڑوں صفحات دیکھنے پڑتے تھے۔

اس سلسلے کی مثالیں بھی حضرت علّامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک حیرت کن بات کی طرف اشارے پر اکتفاء کرنا چاہوں گا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''العرف الشّذي'' پڑھتے پڑھتے ایک جگہ پر پہنچا جہاں حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے متعارض روایات کی تطبیق بیان کرتے ہوئے محدثین کا ایک قاعدہ بیان کیا تھا، اور قاعدہ بیان کر کے حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے تبصرہ کیا تھا کہ یہ بہت ہی اہم قاعدہ ہے، مگر افسوس کہ مصطلح الحدیث کے مدوّنین نے اس کو اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا، ہاں حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فتح الباری میں متعدد جگہوں پر ذکر کیا ہے۔ علّامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے فتح الباری کو اوّل سے پڑھنا شروع کیا اور پڑھتے پڑھتے مجھے وہ حوالہ مل گیا، مگر حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا تھا کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متعدّد جگہوں پر ذکر کیا ہے، میں دیکھنا چاہتا تھا کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی جگہوں پر اور کہاں کہاں ذکر کیا ہے، اس لئے صرف اس ایک اصول کی تلاش کے لئے میں نے فتح الباری از اوّل تا آخر حرفاً حرفاً پڑھی۔[1]

---

[1] بیّنات، اشاعتِ خاص، بیادِ محدّث العصر، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، ص: ۱۴۰

اللہ کرے ہمیں بھی یہ علمی ذوق اور کتابوں کے ساتھ اس طرح کی وابستگی نصیب ہو اس لئے کہ علم میں ترقّی کے لئے کتابوں کے ساتھ تعلق، علمی ذوق اور علمی مزاج کا ہونا بہت اہم ہے، اس دلچسپی کے بغیر طالبِ علم طالبِ علم نہیں۔

طالبِ علم کسے کہتے ہیں؟

طالبِ علم کسے کہتے ہیں؟ جو دارالعلوم بولٹن میں داخلہ لے لے اسے طالبِ علم کہتے ہیں؟ جو ہماری اکیڈمی میں داخلہ لے لے اسے طالبِ علم کہتے ہیں؟ جو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لے اسے طالبِ علم کہتے ہیں؟ نہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ طالبِ علم اس کو کہتے ہیں جس کے دماغ میں ہر وقت کوئی علمی سوال گردش کرتا رہتا ہو۔[1]

طالب اسمِ فاعل کا صیغہ ہے اور اسمِ فاعل میں استمرار کا معنیٰ ہوتا ہے، اگر آپ طالبِ علم ہیں تو ہر وقت آپ کے دماغ میں کوئی نہ کوئی علمی سوال رہنا چاہئے، میرے بھائیو! ہمارے اکابر میں علم کی نہ بجھنے والی پیاس تھی، اس سلسلے کے ان کے سینکڑوں واقعات ہیں، ہمیں بھی یہ پیاس اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے، طالبِ علمی کے زمانے میں اپنے اندر علم کے لئے محنت کا ذوق پیدا کیجئے اور خوب محنت سے پڑھیں تاکہ علوم اور فنون میں پختگی آجائے اور فراغت کے بعد اپنے آپ کو اس علم سے پورے طور پر وابستہ رکھیں، اگر کسی جگہ تدریس کا موقع مل جائے تو الحمدللہ بڑی خوشی کی بات ہے، مگر یہ یاد رہے کہ علم سے وابستگی کے لئے ہمیں تدریس کا محتاج نہیں رہنا چاہئے، کسی جگہ پڑھانے

---

[1] ملفوظات وواقعات حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، ص: ۳۳

کا موقع ملے نہ ملے، حق تعالیٰ شانہٗ نے جو علم دیا ہے اسے برقرار رکھنا چاہئے، تازہ رکھنا چاہئے اور بڑھانا چاہئے، یاد رکھو! علم رُکتا نہیں ہے، یا تو وہ بڑھے گا یا گھٹے گا، آپ اگر بڑھانے کی سعی نہیں کریں گے تو وہ کمی کی طرف جائے گا اور رفتہ رفتہ ختم ہی ہوجائے گا۔

مستحب کرنے کے لئے اور مکروہ بچنے کے لئے

تو فقیہ کی ایک صفت دینی علوم پر بصیرت ہے، جب علم میں پختگی ہوگی اور اصلاح کی فکر کے ساتھ بزرگوں کے ساتھ تعلّق بھی رہے گا تو ''اَلزَّاھِدُ فِیْ الدُّنْیَا وَالرَّاغِبُ فِیْ الْاٰخِرَۃِ'' بن جائے گا، جب دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت نصیب ہوجائے گی تو ''اَلْمُدَاوِمُ عَلٰی عِبَادَۃِ رَبِّہٖ'' کا مصداق بھی ہوجائے گا، یعنی ایسا شخص اپنے پروردگار کی عبادت پر مداومت کرنے والا ہوگا، پھر وہ اعمال سے بھاگنے کی غرض سے حیلے بہانے تلاش نہیں کرے گا، گنجائشوں کے چکّر میں نہیں پڑے گا، رخصتوں کی جستجو میں نہیں رہے گا، اس کا علم، اس کی رغبت الی الاٰخرۃ اور اس کا زہد عن الدنیا، یہ امور اسے اس بات کی طرف متوجّہ کریں گے کہ مستحب عمل کرنے کے لئے ہوتا ہے اور مکروہ بچنے کے لئے، وہ مستحبات کا اہتمام کرے گا اور مکروہات سے بچنے کی سعی کرے گا، آج کل عوام اور خواص سب ہی کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ اگر عمل مستحب ہے تو چونکہ کرنا ضروری نہیں ہے لہٰذا چھوڑ دو، یہی حال مکروہِ تنزیہی کا ہے کہ چونکہ اس کو کرنا گناہ نہیں ہے لہٰذا اس سے بچنے کا اہتمام مت کرو، نہیں میرے عزیزو! مکروہ ناپسندیدہ ہے اور ناپسندیدہ چیز سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے اور مستحب پسندیدہ ہے اور پسندیدہ چیز کو بجا لانے کی ہر ممکن سعی ہونی چاہئے۔

اکابر اور اتباعِ سنّت

اس سلسلے میں ہمارے بزرگوں کا طرزِ عمل دیکھو! وہ حضرات سنن اور مستحبات پر بہت زیادہ پابندی کرنے والے تھے، انہیں چھوٹے سے چھوٹے عمل میں سنّت طریقے کی جستجو رہتی تھی، یہ حضرات ہر چیز میں سنّت طریقے کو معلوم کرتے رہتے تھے تاکہ اس کے مطابق زندگی کو آراستہ کیا جاسکے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت، فلاں عمل میں سنّت طریقہ کیا ہے؟ پوچھنے والے نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی وقت گزارا تھا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وقت گزارا ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عمل کیا دیکھا؟ عرض کیا کہ اس طرح دیکھا، حضرت نے فرمایا کہ بس یہی سنّت ہے۔ یعنی جس طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تم نے وہ عمل کرتے ہوئے دیکھا وہ عین سنّت کے مطابق ہی ہے۔[1] اللہ اکبر! حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عمل کے سنّت کے مطابق ہونے کا کتنا یقین تھا کہ ذرا تردّد نہیں ہوا، بلکہ پورے وثوق کے ساتھ فوراً کہہ دیا کہ یہی سنّت ہے، یہ تھی ہمارے اکابر کی زندگی، ان حضرات کے اعمال سنّت سے اتنے آراستہ تھے کہ ان کے عمل کو دیکھ کر اس کے سنّت ہونے نہ ہونے پر استدلال کیا جاتا تھا۔

حضرت شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عالمگیر کا خواب

حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلفاء میں سے حضرت شیخ آدم

---

[1] اصلاحی تقریریں: ۷/ ۲۰۷

بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے خلفاء میں سے ہیں، شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے مکّہ مکرّمہ کی طرف ہجرت کی اجازت چاہی، حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دے کر فرمایا کہ سفر کے دوران اگر کوئی مردِ خدا تمہیں ٹھہرنے کو کہے تو ٹھہر جانا، چلتے چلتے یہ رائے بریلی پہنچے، وہاں کے ایک بزرگ نے باصرار کہا کہ آپ رُک جائیں اور یہیں قیام فرمالیں! شیخ کا حکم تھا اس لئے رُک گئے۔[1] حق تعالیٰ شانہٗ نے بہت مقبولیت عطا فرمائی اور ان ہی کی نسل سے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

یہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے بزرگ تھے، عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات خواب دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوگئی، بہت تشویش ہوئی، علماء سے تعبیر دریافت کی، انہوں نے تعبیر دیتے ہوئے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ علم اللہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ تحقیق سے پتا چلا کہ شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعی انتقال ہوگیا ہے، تعبیر کی وجہ یہ تھی کہ شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اتباعِ سنّت میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم بہ قدم تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّتوں سے شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی جتنی آراستہ تھی اتنی اور کسی کی نہیں تھی، جب خواب میں یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے، اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک ایسے شخص کا انتقال ہوگیا ہے جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا کامل نمونہ تھی اور اس وقت اس اعتبار سے ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا۔[2]

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت، حصّہ ششم، جلد اوّل، ص: ۹۱

[2] تاریخ دعوت وعزیمت: ۴/ ۳۷۹

اللہ اکبر! میرے بھائیو! ہم ان ہی حضرات کے نام لیوا ہیں، ہم اپنے آپ کو حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر ان میں اور ہم میں کتنا فرق ہے؟ اِن حضرات کا عمل کیسا تھا اور ہمارا کیسا ہے؟

عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ علم میں پختگی بھی خوب ہو اور اس علم پر عمل بھی کامل درجے کا ہو، ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ علم کی تمام فضیلتیں عالم باعمل کے لئے ہے، علم بغیر عمل کے وبال ہوگا اور ایسے لوگ قیامت کے دن سب سے پہلے جہنّم میں پھینکے جانے والوں میں ہوں گے، اب معلوم ہوگیا کہ فقیہ اور عالمِ ربّانی اور وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی کو کہتے ہیں جس کا علم پختہ اور ٹھوس ہو، جو دنیا سے بے رغبتی کرنے والا ہو اور آخرت کی رغبت رکھنے والا ہو، اور یہ زہد کی دولت حاصل ہوگی مشائخ اور بزرگوں کے ساتھ وابستگی سے، جب وابستگی ہوگی تو اصلاح ہوگی اور اصلاح ہوگی تو "اَلْمُدَاوِمُ عَلٰی عِبَادَةِ رَبِّهٖ" کا مصداق ہوگا، جب زندگی میں دین ہوگا، استقامت اور تقویٰ ہوگا، فکرِ آخرت ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے ہمدردی اور بے چینی محسوس کرے گا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کُڑھن

اسی لئے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُمّت کے لئے تڑپتے تھے، چونکہ وہ نرے عالم نہیں تھے، وہ فقیہ تھے، عالمِ ربّانی تھے اور حقیقی معنی میں وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے، راتوں کو تڑپتے تھے اور بے قراری میں اِدھر اُدھر کروٹ بدلتے رہتے تھے، اگر بے چینی بڑھتی تو اٹھ کر ٹہلنے لگتے، ایک دن بی بی نے پوچھا کہ آپ کو کیا تکلیف

ہے؟ آپ کو نیند کیوں نہیں آتی؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا بتلاؤں؟ اگر تم کو وہ بات معلوم ہوجائے تو جاگنے والا ایک نہ رہے، جاگنے والے دو ہوجائیں۔[1]

میرے عزیزو! اُمّت کی فکر اور اُمّت کے لئے ہمدردی میں ہمارے سب اکابر مشترک تھے، ہر وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وصف وراثت میں ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا، وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَأَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدَيَّ[2]

میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور مچھر اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ انہیں آگ سے دور ہٹا رہا ہے، میں بھی تمہیں پیچھے سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلے جارہے ہو۔

اپنے آپ کو بزرگوں سے وابستہ کیجئے

عزیزو! میں آپ کو بہت مخلصانہ مشورہ دے رہا ہوں، آپ اپنے آپ کو بزرگوں سے وابستہ کیجئے، جن مشائخ سے آپ وابستہ ہیں ان سے تعلّق مضبوط کیجئے، ان سے رابطہ میں رہو، اطّلاع اور اتّباع کا اہتمام کرو، اور جو حضرات کسی سے وابستہ نہیں ہیں، وہ کسی شیخِ محقّق سے اپنے آپ کو جلد وابستہ کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ علم میں محنت اور اصلاح

---

[1] سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، ص: ۱۵۷

[2] صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب شفقته صلّى الله عليه وسلّم على أمّته ومبالغته في تحذيرهم ممّا يضرّهم، ح(۲۳۵۷)

کی فکر کے نتیجے میں جب زہد آئے گا تب جا کر فقیہ بن جائیں گے، عالمِ ربّانی بن جائیں گے اور وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بن جائیں گے، پھر آپ جہاں کہیں بھی ہوں گے چاروں طرف خوشبو ہی خوشبو مہک رہی ہوگی، اور حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے ذریعے حفاظتِ دین اور اشاعتِ دین کی خدمت لے گا۔

دین کا پہرہ دار صرف عالمِ رَبّانی

آپ اسلامی تاریخ اُٹھا کر دیکھئے! تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام پر جب بھی کوئی آڑا وقت آیا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ نے دین کی اور اُمّتِ مسلمہ کی حفاظت کے لئے جس شخص کو بھی ذریعہ بنایا، وہ شخص فقیہ فی الدّین، عالمِ ربّانی اور وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے بعد کے ہمارے اکابرین تک، جب بھی اُمّت کو کسی فتنے سے خطرہ لاحق ہوا ہے تو اس کے مقابلے کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمیشہ کسی فقیہ فی الدّین، عالمِ ربّانی اور وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کا انتخاب کیا ہے، ایسے شخص کا جو علم میں بھی ٹھوس تھا، ''الزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا'' بھی تھا، ''الرَّاغِبُ فِي الْاٰخِرَةِ'' بھی تھا اور عبادت پر جما ہوا بھی تھا، اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اصلاح کی طرف خوب توجّہ فرمائیں اور اپنے کو ان اوصاف سے متّصف کریں۔

ایک بہت ضروری بات

اخیر میں ایک بہت ہی ضروری بات کی طرف توجّہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اپنے

اکابر اور اسلاف کے منہج کو خوب مضبوطی کے ساتھ پکڑ کر رکھیں، وہ حضرات علم وعمل کے جامع تھے اور ان کا طریق اقرب الی السنۃ اور اقرب الی الصواب ہے، ہم ہمارے ان اکابر کے مرہونِ منت ہیں، ہم جو کچھ ہیں، ان ہی کی وجہ سے ہیں، ہماری آج جو عزت ہے وہ انہی کی وجہ سے ہے، ہم تک ظاہری علوم ان ہی کے واسطے سے پہنچے ہیں جس کی وجہ سے ہم علماء کہلاتے ہیں، اور ہم تک باطنی علوم بھی ان ہی کے واسطے سے پہنچے ہیں جس کی وجہ سے آج ہمارے اندر اخلاق کی کچھ رمق باقی ہے، ان بزرگوں سے ہم کسی طرح بے نیاز نہیں ہوسکتے، ان کے ہمارے اوپر بہت احسانات ہیں، اس لئے اپنے آپ کو ان حضرات کے طریق پر اور ان حضرات کی فکر ونظر سے کامل درجے میں وابستہ رکھیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کی سوانح کا مطالعہ کرکے ان کے حالات سے باخبر رہیں، اسی طرح ان کے مواعظ وملفوظات اور ان کی کتب کا بہت اہتمام سے مطالعہ کریں، موجودہ بزرگوں کی قدر کریں اور ان سے استفادہ کریں۔

میرے بھائیو! یہ دور بڑا پرفتن ہے، چاروں طرف فتنے ہی فتنے ہیں، بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم ان اکابر کے طریق پر مضبوطی کے ساتھ رہیں جو کامیابی کے ساتھ منزل تک پہنچ چکے ہیں۔ میرے بھائیو! آپ پوری دنیا پر نظر ڈال کر دیکھ لیجئے، حق تعالیٰ شانہٗ اس وقت بھی دین کی خدمت (یعنی وہ دین کی خدمت جسے دین کی خدمت کہا جاسکے) اسی سے لے رہا ہے جو بزرگوں کی تعلیمات سے وابستہ ہے، حق تعالیٰ شانہٗ دین کی حفاظت کے لئے کسی بھی دنیوی سبب کے محتاج نہیں ہیں، نہ وہ کسی عہدے کے محتاج ہیں، نہ کسی ڈگری (degree) کے، ان کے یہاں قدر تقویٰ اور خلوص کی ہے۔

احساسِ کمتری سے بچو

نری چمک دمک سے متاثّر نہیں ہونا چاہئے، میرے بھائی!

"All that glitters is not gold. Old is gold."

ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں، بلکہ جو چیز پرانی ہوتی ہے وہ سونا ہے۔

احساسِ کمتری کا ہرگز شکار نہیں ہونا چاہئے، حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہارے سینے کو علمِ نبوّت سے معمور کیا ہے اور پھر تم احساسِ کمتری کے شکار ہوتے ہیں؟ کس قدر افسوس کی بات ہے! یہ علمِ نبوّت کی ناقدری ہے، میرے بھائی! ایک شخص کو وزارت کا منصب مل جائے اور وہ اسے ٹھوکر مار کر بھنگی بننا پسند کرے وہ بھی اپنے منصب کی اتنی ناقدری کرنے والا نہیں ہوگا جتنا ایک عالم اپنے منصب سے گر کر اپنے منصب کی ناقدری کرنے والا بنتا ہے۔

دین کی خدمت کا واحد طریقہ

ہمارا مقصد دین کی خدمت ہے، اور دین کی خدمت اسلاف کے طریق پر ہی ہوگی، مفتیٔ اعظم پاکستان، حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو بات بھی اسلاف کے طریقے کے خلاف نظر آئے چاہے وہ کتنے ہی خلوص سے کی جا رہی ہو، سمجھ لیجئے کہ وہ ہمارے مسلک کا راستہ نہیں ہے، اس لئے کہ ہمارے بزرگوں کے تمام کام سنّت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے، جو کام بھی اس کے خلاف ہوگا وہ سنّت کے خلاف ہوگا، آپ مزید فرماتے ہیں کہ یاد رکھئے! ہم اپنے بزرگوں کے طریقے سے جتنا ہٹیں گے اتنا ہی راہِ اعتدال اور راہِ سنّت سے ہٹیں گے، اس بات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں کہ جو بھی کام کریں بزرگوں کے طریقے کے مطابق کریں۔

میں دوبارہ عرض کرتا ہوں، آپ پوری دنیا پر نظر ڈال کر دیکھ لیجئے، آپ کو نظر آئے گا کہ آج بھی حق تعالیٰ شانُہ دین کی حفاظت اور دین کی اشاعت کی خدمت انہی سے لے رہے ہیں جو بزرگوں کے منہج پر ہیں، اگر آپ کو اللہ کے دین کے خدّام میں شامل ہونے کی چاہت ہے تو آپ اپنے آپ کو بزرگوں کی تعلیمات اور اصول سے وابستہ رکھیں اور ان کے طریق پر اپنے آپ کو جمائیں۔

علم صرف علمِ نبوّت ہے

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ علماءِ محقّقین کا اتّفاق ہے کہ علم صرف علمِ نبوّت ہے، علمِ نبوّت کے علاوہ باقی جتنی بھی چیزیں ہیں وہ علوم نہیں، فنون ہیں یا ہنر، اور یہ سب علمِ نبوّت کی لونڈیاں ہیں، اس سے آگے ان کی کوئی حیثیت نہیں، ان کو ایک آلہ کے طور پر دین کے فروغ کے لئے مقصود بنائے بغیر شرعی حدود میں رہ کر کوئی سیکھتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر کوئی اسی کو مقصود سمجھ لیتا ہے یا یونیورسٹی اور کالج کی تعلیم کے بعد مدارس اور اہلِ مدارس کی، ان کے نظام اور نصاب کی حقارت دل میں آجاتی ہے اور اس سے بھی آگے ترقی کر کے ان پر بے جا تنقید شروع ہو جاتی ہے تو یہ بہت ہی خطرناک چیز ہے، یہ دین کے خادم کا شیوہ نہیں ہے، جس چشمے سے علمِ حدیث اور علمِ قرآن کی سیرابی نصیب ہوئی اس کی تنقید کرنے والا، لادینیت کے مراکز کو عظمت کی نظر سے دیکھنے والا اور ہمارے بزرگوں کے طریق کو تنگ نظر سمجھنے والا دین کی صحیح اور قابلِ قدر خدمت کیسے کر سکے گا؟ اس قسم کے نقصان سے اپنے آپ کو بچاؤ! ہماری کامیابی اسلاف کے طریق ہی میں ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا يُصْلِحُ اٰخِرَ هٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوَّلَهَا[1]

اس اُمّت کے آخری طبقے کی اصلاح اسی طریق سے ہوگی جس طریق سے پہلے طبقے کی اصلاح ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ، فَأَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّةَ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهِ أَذَلَّنَا اللّٰهُ[2]

ہم ذلیل تھے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تعلیمات کی برکت سے عزّت عطا فرمائی، اس راہ کو چھوڑ کر اگر ہم کسی اور طریق میں کامیابی تلاش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کردے گا۔

کامیابی صرف اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے میں ہے، دوسرے طریقوں میں کامیابی نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق سے سب سے زیادہ قریب ہمارے بزرگوں کا طریق ہے۔

ایک محفل تھی فرشتوں کی جو برخاست ہوئی

جن لوگوں کو ان نفوس قدسیہ کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے ان سے پوچھئے، شاہ عطاء اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قافلہ جارہا تھا، یہ پیچھے رہ گئے تھے۔[3]

---

[1] التمهيد: ۱۳/ ۳۷۲

[2] المستدرك للحاكم على الصحيحين، كتاب الإيمان، ح(۲۰۸)

[3] بیس بڑے مسلمان، ص: ۳۷۴

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب کبھی اپنی مصروف زندگی سے چند لمحات فراغت کے میسّر آتے تو آپ اکابرِ علماء دیوبند کا تذکرہ شروع کردیتے اور دیر تک ان کے واقعات سناتے رہتے اور اخیر میں بڑی حسرت سے یہ مصرع پڑھتے:

ایک محفل تھی فرشتوں کی جو برخاست ہوئی

میرے عزیزو! ہمارے اکابر انسانوں میں فرشتے تھے اور خاک میں چمکنے والے ہیرے تھے۔

بھیڑ میں دنیا کی جانے وہ کہاں گم ہوگئے
کچھ فرشتے بھی رہا کرتے تھے انسانوں میں
شاذ ہی دیکھو گے ان جیسے فقیروں کی طرح
خاک میں بھی جو چمکتے ہیں ہیروں کی طرح

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت دونوں جہاں میں ان حضرات سے وابستگی نصیب فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنیٰ میں وارثینِ انبیاء علیہم السلام بنائیں، فقہاء بنائیں، علماءِ ربّانیین بنائیں، اپنے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشّاق اور اپنے محبوب دین کے خدّام میں شامل فرمائیں اور اپنی مرضیات پر چلاکر حسنِ خاتمہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنف/مرتب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل
۴	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل
۵	كنز العمّال	العلّامة على المتقى الهندى	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۶	الشمائل المحمديّة	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار الغرب الإسلامي، تونس
۷	تفسير ابن كثير	الإمام ابن كثير	دار ابن الجوزى، رياض
۸	فتح البارى	العلّامة ابن حجر العسقلاني	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۹	التمهيد	الإمام ابن عبد البر الأندلسي	دار الوعي، حلب
۱۰	مرقاة المفاتيح	ملّا على القاري	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۱	تاريخ بغداد	الحافظ أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي	دار الغرب الإسلامي، تونس
۱۲	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث، القاهرة
۱۳	الخيرات الحسان	العلّامة ابن حجر المكّي	ایچ۔ایم۔کمپنی، کراچی
۱۴	صفحات من صبر العلماء	الشيخ عبد الفتاح أبو غدّة	مكتبة مطبوعات الاسلامية، بيروت
۱۵	قيمة الزمن عند العلماء	الشيخ عبد الفتاح أبو غدّة	دار السلام، القاهرة
۱۶	حدائق الحنفیہ	مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب	مکتبہ ربیعہ، کراچی
۱۷	تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی
۱۸	تذکرۃ الخلیل	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی	مکتبۃ الشیخ، کراچی
۱۹	اشرف السوانح	حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان

۲۰	سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب	حضرت مولانا سیّد محمّد ثانی حسنی	معہد الخلیل الاسلامی، کراچی
۲۱	بیس بڑے مسلمان	عبدالرّشید ارشد	مکتبہ رشیدیہ، لاہور
۲۲	بیّنات، اشاعتِ خاص، بیادِ محدّث العصر، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری	بیّنات	بیّنات، کراچی
۲۳	اکابر کا مقامِ تواضع	مولانا محمد صادق آبادی	ادارہ اسلامیات، کراچی
۲۴	مجالسِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع	دارالاشاعت، کراچی
۲۵	مجالسِ مفتیٔ اعظم	حضرت مفتی عبدالرؤوف سکھروی	ادارۃ المعارف، کراچی
۲۶	اصلاحی تقریریں	حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی	بیت العلوم، لاہور
۲۷	ملفوظات وواقعات حضرت مفتی محمد شفیع صاحب	حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی	ادارۃ المعارف، کراچی
۲۸	یادگار باتیں	حافظ محمد اسحق ملتانی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان

عمل کے بغیر وعظ مؤثّر نہیں

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عالم اپنی نصیحت پر عامل نہ ہو تو اس کی نصیحت لوگوں کے دلوں سے ایسے گذر جاتی ہے جیسے چکنے پتھر سے بارش کے قطرات پھسل جاتے ہیں (یعنی عمل کے بغیر وعظ میں اثر پیدا نہیں ہوتا)۔

جامع بیان العلم وفضلہ، ص: ۷۰۰

علماءِ کرام کی ذمہ داری

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

(۱) جن لوگوں کی زندگیاں اعمالِ ظاہرہ سے آراستہ ہیں، مگر ان کے قلوب تزکیہ سے محروم ہیں، ایسے لوگوں کے دلوں کو ''وَيُزَكِّيهِمْ'' کا مصداق بن کر اخلاقِ حسنہ سے مزین کرنا۔

(۲) جو لوگ احکامِ ظاہرہ اور احکامِ باطنہ دونوں سے دور ہیں، گو وہ علم رکھتے ہیں، ان کو ظاہری و باطنی دونوں قسم کے اعمال سے آراستہ کرنا۔

(۳) جو لوگ عمل سے بھی دور ہیں اور علم کی دولت سے بھی محروم ہیں، ان کو علم کے زیور سے آراستہ کر کے ظاہری اور باطنی اعمال پر لانا۔

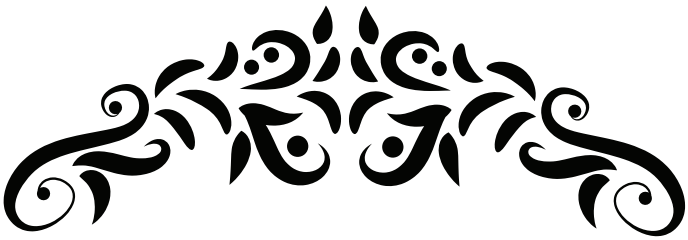
(۴) جو لوگ علم و عمل کی دولت سے محرومی کے ساتھ عقائد میں بھی تذبذب کے شکار ہیں، ان کے عقائد کو درست اور پختہ کر کے علم و عمل کی طرف لانا۔

(۵) جو لوگ ایمان کی بیش بہا دولت ہی سے محروم ہیں، ان کو کفر کی ظلمت سے نکال کر ایمان کی شاہراہ پے لانا۔

(۶) جو ادارے، تنظیمیں، تحریکات اور افراد مذکورہ کاموں کی کسی بھی جہت سے صحیح طریقہ سے انجام دہی کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، ان کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہوئے اُن کا جتنا تعاون ہو سکے کرنا۔

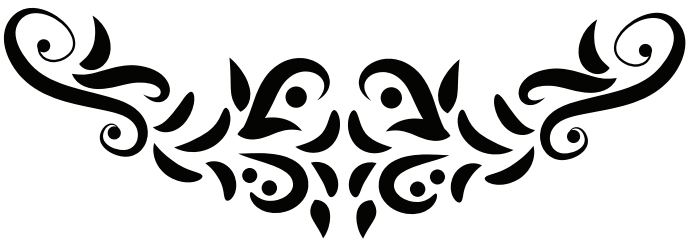
(۷) ان امور میں کامیابی کے لئے اپنے آپ کو ''الزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا وَالرَّاغِبُ فِي الْاٰخِرَةِ، الْبَصِيْرُ بِأَمْرِ دِيْنِهٖ وَالْمُدَاوِمُ عَلٰى عِبَادَةِ رَبِّهٖ'' کا اعلیٰ درجے میں مصداق بنانا۔

وَلَدَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ آدَمَ بَاكِيا وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرا
فَاعْمَلْ لِنَفْسِكَ أَنْ تَكُوْنَ إِذَا بَكَوْا عَلٰى يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكاً مَسْرُوْرا



فضلاء کی

خدمت میں





تفصیلات

وعظ کا نام	:	فضلاء کی خدمت میں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	شوال ۱۴۲۹ھ۔ اکتوبر ۲۰۰۸ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
تقریب	:	فضلاء کا اجتماع



فہرست

پیش لفظ ۲۴۰
فضلاء کی خدمت میں ۲۴۱
عالم ہونا کوئی معمولی بات نہیں ۲۴۱
انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث ۲۴۱
علماء: اُمّت کے نگراں ۲۴۳
اپنی حیثیت کو پہچانو ۲۴۴
خیارالعلماء ۲۴۵
بڑی لجاجت سے درخواست ۲۴۶
میرے پیارو! اپنی قدر پہچانو ۲۴۶
دین کے ذریعے دنیا ۲۴۷
لائحہ عمل ۲۴۸
اندیشہ ۲۴۹
وظائفِ نبوّت لے کر اُٹھو ۲۴۹
ماٰخذ و مراجع ۲۵۱

◇◇◇

پیش لفظ

۱۴۲۹ھ، مطابق ۲۰۰۸ء میں جامعہ ریاض العلوم کے فضلاء کو اپنی مادرِ علمی میں دو دن قیام کی سعادت نصیب ہوئی، ہمارے مشفق ومحسن استاذ ومربی، جامعہ کے بانی وشیخ الحدیث، حضرت اقدس مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم نے بھی از راہِ شفقت جامعہ کی مسجد میں ہمارے ساتھ قیام فرمایا اور پوری توجہ اور خیر خواہی کے ساتھ اپنے روحانی اور علمی فرزندوں کو قیمتی نصائح سے نوازا۔ اپنے اکابر کے منہج پر قائم رہنے کی وصیت کے ساتھ ساتھ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اُمت کے لئے سعی کی تاکید برابر فرماتے رہے۔

یہ نصیحت اُس اجتماع کی الوداعی نشست کا کچھ حصہ ہے جو تمام نشستوں کا لُبِّ لباب بھی ہے اور ''خِتَامُهٗ مِسْكٌ'' کا مصداق بھی، اس نصیحت نے سامعین کو رلایا، سوئے ہوئے ضمیروں کو جگایا اور دلوں میں ایک نیا ولولہ پیدا کیا، کاش اس نشست کی کیفیت کو ضبط کرنے کا کوئی آلہ ہوتا! تاہم ''مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهُ'' کے پیشِ نظر قارئین کی خدمت میں الفاظ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

امید ہے کہ یہ باتیں قارئین کے لئے بھی مقصد میں کامیابی کے لئے معین اور مددگار ہوں گی۔ وما ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

ناشر

فضلاء کی خدمت میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

عالم ہونا کوئی معمولی بات نہیں

میرے پیارو! میرے عزیزو! ماشاء اللہ آپ کا شمار اب علماء میں ہونے لگا ہے، لوگ آپ کو عالم ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے ہمیں بغیر استحقاق کے اہلِ علم کے ساتھ جوڑ دیا، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ لیکن ہم میں سے کسی کو بھی یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ میں عالم ہوں، اس لئے کہ عالم ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے، حقیقی عالم فقیہ ہوتا ہے اور فقیہ کی تعریف حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے:

إِنَّمَا الْفَقِیْہُ الزَّاھِدُ فِیْ الدُّنْیَا، الرَّاغِبُ فِیْ الْآخِرَۃِ، الْبَصِیْرُ بِأَمْرِ دِیْنِہٖ، الْمُدَاوِمُ عَلٰی عِبَادَۃِ رَبِّہٖ[1]

انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث

اس تعریف کی روشنی میں عالم کون ہے؟ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ، عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ، عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مجدّد الفِ

---

[1] سنن الدارمي، باب من قال: العلم الخشية وتقوى الله، ح(۳۰۳)

ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد القادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مسیح اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ، علماء کہلانے کے لائق تو یہ اور ان جیسے حضرات ہیں۔

ان حضرات کے کارنامے اور کردار، اخلاص اور للّٰہیت، سادگی اور بے نفسی، فکرِ آخرت اور دنیا سے بے رغبتی، اُمّت کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی، علمی کاوش اور جد وجہد، دین کی حفاظت کے لئے کوشش اور اُمّت کو فتنوں سے بچانے کی محنتیں؛ اگر ہم ان حضرات کے ان کارناموں کو اور اوصافِ حمیدہ کو دیکھیں اور ہماری غفلت والی زندگی کو دیکھیں تو اس بات پر ندامت اور شرمندگی ہوتی ہے کہ ہم کو عالم اور مولوی کہا جارہا ہے، ڈر لگتا ہے کہ ہمارے اکابر اور بزرگوں سے ناواقف لوگ ہمارے اعمال واخلاق وکردار کو دیکھ کر کہیں ہمارے ان بزرگوں کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کرلیں۔

مگر بہر حال اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں علماء کی جماعت میں شامل کرلیا ہے، یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ایک انعام ہے اور ان کی صفتِ ستّاری کا ایک مظہر ہے جس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، اور اس شکر کی سب سے اہم شق یہ ہے کہ ہم علماءِ ربّانیین جیسا بننے کی کوشش کریں اور ان کو اپنے لئے اسوۂ حسنہ بنائیں کیونکہ یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

علماء: اُمّت کے نگراں

آگے جو بات عرض کرنی ہے اس سے پہلے بطورِ تمہید ایک بات سمجھ لیجئے، اُمّت کی مثال بکریوں جیسی ہے یعنی اُمّت کے افراد بکریوں کے مانند ہیں، اور ان کے حق میں شیاطین الانس والجن خطرناک بھیڑیے ہیں جو ہر وقت ان کی روحانی زندگی برباد کرنے کی تاک میں رہتے ہیں اور مختلف طریقوں سے ان پر حملہ آور ہوتے ہیں، اُمّت کے علماء ان بکریوں کے نگراں اور چرواہے ہیں اور ایک چرواہے کی سب سے بڑی ذمّہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی بکریوں کی پوری خیر خواہی کے ساتھ دیکھ بھال کرے۔

دیکھئے! چرواہا اپنی بکریوں کی کس طرح دیکھ بھال کرتا ہے؟ بکریاں نادان، بھولی بھالی اور ضدی ہوتی ہیں، اس کے باوجود چرواہا اپنے غصّے پر کنٹرول کرتا ہے اور انہیں سنبھالتا ہے اس لئے کہ وہ ان بکریوں کو قیمتی سرمایہ سمجھتا ہے، وہ ڈرتا ہے کہ اگر صبر وتحمّل سے کام نہ لیا گیا تو کہیں یہ قیمتی سرمایہ ضائع نہ ہوجائے، وہ پوری بیدار مغزی کے ساتھ اور پوری مستعدّی کے ساتھ بکریوں پر نظر رکھتا ہے، ہر وقت ہوشیار اور چوکنّا رہتا ہے، اسے بکریوں کی حفاظت کا ہر وقت خیال رہتا ہے، وہ بکریوں کے سلسلے میں ہر وقت فکرمند رہتا ہے اور ماحول پر برابر نظر رکھتا ہے، وہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ بھیڑیے کس جہت میں رہتے ہیں، کہاں سے حملہ آور ہوسکتے ہیں اور ان کو دور رکھنے کی کیا تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے؟ بکریاں کہیں اِدھر اُدھر غلط رُخ پر تو نہیں جارہی ہیں؟ کوئی بکری ریوڑ سے الگ تو نہیں ہورہی ہے؟ غرض چرواہا اپنی ہر بکری کو ایک قیمتی سرمایہ سمجھتا ہے، اس کی حفاظت کی کوشش میں برابر لگا رہتا ہے اور اپنی اس ذمّہ داری سے کبھی بھی غافل نہیں ہوتا۔

میرے عزیزو! علماء اُمّت کے چرواہے ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں یہ جذبہ

ہونا چاہئے کہ وہ اپنے ہر مصلّی، ہر شاگرد، بستی میں رہنے والے ہر مسلمان بلکہ اُمّت کے ہر فرد کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر اس کی حفاظت کی کوشش میں ہر وقت لگا رہے، یہ ہمارا آخرت کا بہت بڑا سرمایہ ہے، جس طرح ایک چرواہے کو بکریوں کے منافع حاصل ہوتے ہیں، دودھ، گوشت، کھال، بال وغیرہ، اسی طرح اُمّت کے افراد کو سنبھالنے سے علماء کو بھی بے شمار منافع حاصل ہوں گے، علم وتقویٰ میں اضافہ ہوگا، میزانِ حسنات بھاری ہوگا، قربِ الٰہی میں ترقّی ہوگی اور حق تعالیٰ شانہٗ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توجّہ حاصل ہوگی، اُمّت کا ہر فرد ہماری آخرت کے لئے بڑا قیمتی سرمایہ ہے، اس کی نگرانی میں تن من اور دھن کی بازی لگانی چاہئے اور ہر وقت یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اُمّت کا ایک فرد بھی شیاطین بھیڑیوں کا لقمہ نہ بنے، وارثینِ انبیاء کے سردار صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

أَيُنْقَصُ وَأَنَا حَيٌّ؟[1]

کیا میرے جیتے جاگتے دین میں کوئی نقصان آسکتا ہے؟

نہیں! چرواہے کے ہوتے ہوئے کسی بھی بکری کو کوئی بھی روحانی یا دینی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

اپنی حیثیت کو پہچانو

بس میرے عزیزو! اپنی حیثیت کو پہچانو اور ساتھ ساتھ اُمّت کو اپنا بہت ہی قیمتی سرمایہ جانو! اگر یہ احساس پیدا ہوگیا تو پھر کوئی بھی لمحہ غفلت سے نہیں گزرے گا، جنگل کی طرف بھی نظر ہوگی، بھیڑیے پر بھی اور بکریوں پر بھی، اگر کسی وقت بھیڑیے کا خوف محسوس

---

[1] مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر، ح(٦٠٣٤)

ہوگا تو فوراً اُٹھ کھڑا ہوگا اور پوری مستعدّی کے ساتھ مقابلہ کرے گا، اور خطرات سے بچانے کی فکر کے ساتھ ساتھ بکریوں کی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں لگا رہے گا۔

خیارالعلماء

میرے پیارو! ہم صحیح معنی میں علماء کہلانے کے قابل اس وقت ہوں گے جب ہم اچھے راعی بن کر اُمّت کو اچھی طرح سنبھال لیں، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے مقصد کو سمجھیں، اپنی ذمّہ داری کا احساس پیدا کریں اور پھر اس احساس کو باقی رکھیں، ہر وقت چرواہے بن کر اپنی بکریوں کی نگرانی میں مشغول رہیں، اور ظاہر ہے کہ جو اپنی بکریوں کی فلاح و بہبودی کی فکر میں لگا رہے گا اسے اپنی فلاح و کامیابی کی بطریقِ اولیٰ فکر ہوگی، جو بکریوں کو بھیڑیے سے بچانے کی کوشش کرے گا وہ اپنی ذات کو بھی بھیڑیے اور دوسرے تمام داخلی خارجی خطرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا۔

﴿إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا﴾ (المزمل:۷)

دن میں بکریوں کی فکر میں لگا رہے گا اور خود کی فکر سے غافل نہیں ہوگا، بلکہ رات کو خلوت میں حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں راز و نیاز کر کے اپنی فلاح کی بھی فکر کرتا رہے گا۔

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ (المزمل:۸)

یہی حضرات علماءِ ربّانیین ہیں جنہیں حدیث میں خیارالعلماء کا لقب دیا گیا ہے اور یہی خیارالناس ہیں۔

إِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ[1]

---

[1] سنن الدارمي، باب التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله، ح(۳۸۰)

بڑی لجاجت سے درخواست

کچھ حضرات مدارس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے چرواہے ہونے کا احساس کھو دیتے ہیں، علمی اشتغال اور دین کی خدمت سے دور رہنے اور عوام کے ساتھ بہ کثرت اُٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے احساسِ کمتری کے شکار ہوجاتے ہیں، وہ اُمّت کے عام افراد کی طرح ہوجاتے ہیں، اگر کسی جگہ پر منکر دیکھتے ہیں تو خاموشی اختیار کرجاتے ہیں، بلکہ بسا اوقات اس کے منکر ہونے کا احساس بھی نہیں ہوتا، اگر شیطانی بھیڑیے لوگوں کے دین پر حملہ آور ہوتے ہیں تو وہ بھی بکریوں کے ساتھ ان کے شکار ہوجاتے ہیں، وہ حق اور باطل، اچھے اور بُرے، صحیح اور غلط میں تمیز نہیں کر پاتے اور بڑی آسانی سے فتنے میں مبتلا ہوجاتے ہیں، میں آپ عزیزوں سے بڑی لجاجت سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ سب اچھی طرح اپنا محاسبہ کریں اور اگر کوئی اپنے آپ کو اس قسم میں پاتا ہے تو وہ جلد اس سے نجات حاصل کرکے علماءِ ربّانیین میں شامل ہوجائے۔

میرے پیارو! اپنی قدر پہچانو

میرے پیارو! حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ دہرانے کو جی چاہتا ہے، آپ نے دار العلوم کراچی کے طلبہ اور اساتذہ کے سامنے فقط ایک جملہ ارشاد فرمایا تھا، ''میرے پیارو! اپنی قدر پہچانو!''[1] میں بھی کہتا ہوں، ''میرے پیارو! اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی قدر پہچانو!''

---

[1] اصلاحی خطبات: ۷/ ۱۰۴

دین کے ذریعے دنیا

اس سے بھی نیچے ایک اور درجہ ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں، یہ وہ لوگ ہیں جو چرواہوں کی شکل میں بھیڑیے ہوتے ہیں، ان میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں جو چرواہے کی شکل اختیار کر کے بکریوں سے دنیوی منافع حاصل کرتے ہیں، عوام سے دنیوی مفادات حاصل کرتے ہیں، مالی اور جاہی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، دعوتوں اور ہدایا کی کثرت ان کی تمنّاؤں کی آخری منزل ہوتی ہے، افسوس صد افسوس! جو علم آخرت کے لئے تھا اسے دنیا کمانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کرتب دکھا رہا تھا، آپ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا:

إِنَّ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ أَصْحَابِنَا لِأَنَّهُ يَأْكُلُ الدُّنْيَا بِالدُّنْيَا وَأَصْحَابُنَا يَأْكُلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ[1]

یہ ہماری برادری سے بہت اچھا ہے، اس لئے کہ یہ دنیا کے ذریعے دنیا کماتا ہے اور ہمارے ساتھی دین کے ذریعے دنیا کماتے ہیں۔

یہ تو دنیا کمانے والے تھے، دوسرا گروہ ان سے بھی زیادہ خطرناک ہے، وہ چرواہوں کی شکل میں لوگوں کے دین پر حملہ کرتے ہیں، جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز بتلاتے ہیں، دینی تصلّب، دینی پختگی، ورع، احتیاط اور تقویٰ کو تنگ نظری قرار دیتے ہیں اور اُمّت کو "اَلدِّيْنُ يُسْرٌ" سے مغالطہ دے کر نئے نئے فتنوں میں ڈالتے ہیں اور نصوص

---

[1] مرقاة المفاتيح: ۱/۴۳۹

کے ظاہر سے غلط استنباط کر کے لوگوں کو صراطِ مستقیم سے دور لے جاتے ہیں، ان دونوں گروہ کو علماءِ سوء کہتے ہیں جنہیں حدیث میں شرار العلماء کہا گیا ہے اور یہی شرار الناس ہیں۔

إِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ[1]

لائحہ عمل

میرے پیارو! شرار العلماء میں سے ہونے سے حق تعالیٰ شانہٗ کی پناہ مانگتے رہنا چاہئے اور اس کوشش میں لگے رہنا چاہئے کہ ہمارا شمار خیار العلماء میں ہوجائے، اس کا طریقہ کیا ہے؟ اپنے نفس کی اصلاح کی سعی کر کے دل میں خشیت پیدا کریں، اور اس کے لئے اپنے اپنے مشائخ سے تعلق قائم کریں اور برابر رابطہ رکھیں اور اپنی اصلاح کرائیں، آج ہی اور اسی وقت یہ طے کر لو کہ زندگی کو بدلنا ہے اور اپنے آپ کو خیار العلماء میں شامل کرنا ہے۔

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (الحدید:۱۶)

میرے پیارو! دل کی گہرائی سے کہو "قَدْ آنَ وَقَدْ حَانَ"۔ میرے پیارو! مت گھبراؤ! ہمّت مت ہارو! رجوع الی اللہ کے ساتھ آگے بڑھو اور اپنے اپنے مشائخ سے کامل وابستگی اختیار کرو، وہ آپ کے روحانی باپ ہیں، ان سے دوری کیسی؟ وہ آپ کے روحانی طبیب ہیں، بھلا کوئی مریض اپنے طبیب سے مستغنی ہوسکتا ہے؟ اگر طبیب

---

[1] سنن الدارمي، باب التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله، ح(۳۸۰)

ناراض بھی ہوجائے اور استغناء کا برتاؤ بھی کرے تب بھی منت کی جائے گی اس لئے کہ ہم بیمار ہیں اور علاج کے محتاج ہیں۔

اندیشہ

اگر اس امر سے غفلت برتی گئی تو علماءِ سوء میں شامل ہونے کا اندیشہ ہے، میرے حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی صاحب! علماءِ سوء میں سے ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو اس لئے کہ ہمارے زمانے میں علماءِ سوء کی کثرت ہورہی ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدقسمتی سے اب ہمارے مدارس سے بھی علماءِ سوء پیدا ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ کچھ سالوں سے ہمارے مدرسے بانجھ ہوگئے ہیں، مولانا تو بہت پیدا ہورہے ہیں، مگر مولوی پیدا نہیں ہوتے۔ یعنی اللہ والے، علماءِ ربّانیین پیدا نہیں ہوتے۔

وظائفِ نبوّت لے کر اُٹھو

میرے پیارو! میں تمہیں کیا بتاؤں؟ تمہارے چہروں پر نظر ڈالتا ہوں اور تصوّرات کی دنیا میں تمہارے زمانہ طالبِ علمی میں چلا جاتا ہوں اور تمہاری دین کی خدمت کے حوالے سے قناعت پسندی کو دیکھتا ہوں تو دل کو ایسی تکلیف ہوتی ہے جو بیان سے باہر ہے، آپ کی اُس وقت کی صلاحیتوں کو دیکھ کر مستقبل کی دنیا میں چلا جاتا تھا اور سوچتا تھا کہ میرا یہ بچّہ یہ کام کرے گا، میرے اس بچّے سے یہ دینی فائدہ ہوگا، اور دین کی خدمت واشاعت کا ذہن میں ایک نقشہ آتا تھا، اب جب آپ میں سے بعض حضرات کی قوتوں اور صلاحیتوں کو ضائع ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ چھوٹی چھوٹی خدمات پر قناعت کرلی

ہے اور اپنے آپ کو بہت محدود کرلیا ہے، نہ بیوی بچّوں کو دینی فائدہ ہو رہا ہے، نہ خاندان کو، نہ اُمّت کو، تو یہ سب کچھ دیکھ کر دل کو ایسی تکلیف ہوتی ہے جس کی کیفیت کو بیان کرنے سے زبان قاصر ہے، میرے پیارو! یہاں سے وظائفِ نبوّت کو لے کر اُٹھو!

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

(اٰل عمرٰن: ۱۶۴)

﴿هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (التوبة: ۳۳)

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے نعرہ "أَيَنْقَصُ وَأَنَا حَيٌّ" کو لے کر اُٹھو! سوچو میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو "وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ" کے مقام پر فائز کیا اور اُمّت کی قیادت کے لئے منتخب کیا اور یہ کتنا بڑا سانحہ ہوگا کہ آپ اس عظیم منصب سے گریں اور ایسے گریں کہ ہمارے اور عوام کے درمیان کوئی فرق باقی نہ رہے، ہم بلندی کے کس مقام کو ٹھوکر مار کر پستی کے کس گڑھے میں گر رہے ہیں؟ اگر کوئی وزارت کے منصب کو ٹھوکر مار کر بھنگی بننا پسند کرتا وہ بھی اپنے منصب کی اتنی ناقدری کرنے والا شمار نہ ہوتا جتنی ناقدری کرنے والے ہم ہو رہے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الْعُلَمَاءُ وَيَا مِلْحَ الْبَلَدِ
مَا يُصْلِحُ الْمِلْحَ إِذِ الْمِلْحُ فَسَدَ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنف/مرتب	ناشر
۱	سنن الدارمي	الإمام الدارمي	دار التأصيل
۲	مشكاة المصابيح	الخطيب التبريزي	دار ابن حزم، مصر
۳	مرقاة المفاتيح	ملّا على القاري	دار الكتب العلمية، بيروت
۴	اصلاحی خطبات	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	میمن پبلشرز، کراچی

بڑوں کی نگرانی

جب کار چلتی ہے تو ڈرائیور کا پاؤں اس کے بریک پر ہوتا ہے اور اس کا ہینڈل (steering) اس کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، پھر کار ٹھیک ٹھیک چلتی ہے اور ٹکر نہیں ہوتی۔

اسی طرح جب مرید کی گردن پر شیخ کا پاؤں ہوتا ہے اور اس کا ہینڈل اس کے ہاتھوں میں ہوتا ہے (یعنی مرید شیخ کے مشورے سے اس کی نگرانی میں چلتا ہے) تو وہ مرید بھی ٹھیک ٹھیک چلتا ہے، اگر کار پر ڈرائیور نہ ہو تو سیدھے راستے پر چلے گی مگر جہاں چوراہا آئے گا وہاں ٹکر کھائے گی۔

اسی طرح جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے ہیں ان کے بانی سب اہلِ علم ہیں، لیکن سب کے سب بدونِ شیخ اور رہبر رہنے والے ہیں، پس شروع شروع میں تو ٹھیک چلتے ہیں لیکن جب موڑ یا چوراہا آتا ہے وہ بھٹک جاتے ہیں، عجب و کبر میں مبتلا ہوتے ہیں، کسی کی سنتے بھی نہیں ہیں۔

(ملفوظ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ)



علماءِ کرام کے لئے کچھ کارآمد باتیں

مشہور مصنف امام ابو عمر یوسف بن عبد البر قرطبی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۴۶۳ھ) نے علمِ دین کی اہمیت اور علماء کے فضائل اور ان کی ذمہ داریوں سے متعلق ایک جامع ترین کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' کے نام سے تالیف فرمائی ہے جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے ایک شاہکار کتاب قرار دی گئی ہے، بعد میں بیروت (لبنان) کے ایک عالم جلیل شیخ احمد بن عمر المحمصانی (المتوفی سنہ ۱۳۴۹ھ) نے اس وقیع کتاب کو مختصر کرنے کا کام انجام دیا، موصوف نے غیر ضروری اسانید اور مکررات کو حذف کر کے کتاب سے استفادہ کو آسان بنا دیا۔ احقر کو اس کتاب کے مطالعہ کی سعادت ملی تو مطالعہ کے دوران کچھ مفید باتیں احقر نے نوٹ کر لیں۔ اور آسانی کے لئے عنوانات لگا دیئے اور کہیں کہیں کچھ تشریح بھی کر دی، امید ہے کہ ان قیمتی جواہر پاروں سے قارئین کو فائدہ ہوگا۔

(حضرت مفتی) محمد سلمان منصور پوری صاحب (دامت برکاتہم)
جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد



علماءِ کرام کے لئے کچھ کارآمد باتیں

علم کا خلاصہ

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لوگوں کے علم کا خلاصہ سب کا سب صرف چار باتوں میں ہے: (۱) یہ کہ آدمی اپنے رب کو پہچانے۔ (۲) یہ کہ آدمی یہ جانے کہ رب العالمین نے اس کے ساتھ کیا کیا احسانات فرمائے ہیں۔ (۳) یہ جانے کہ رب اس سے کیا چاہتا ہے۔ (۴) اور یہ پہچانے کہ کن باتوں سے وہ رب کی نافرمانی سے نکل سکتا ہے؟[۱]

ف: مطلب یہ ہے کہ جو علم مذکورہ چار باتوں کی طرف انسان کی رہنمائی کرے اور ان پر عمل کرنے کی طرف راغب کرے وہی علم دراصل نفع بخش ہے۔ اور جس علم سے یہ باتیں حاصل نہ ہوں وہ علم کہلائے جانے کے لائق نہیں۔

تین نصیحتیں

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹے! لوگوں کو دکھلانے، ان سے جھگڑا کرنے یا فخر ومباہات کے لئے کبھی علم مت حاصل کرنا۔[۲]

عالمِ کامل کی تین پہچان

علماء سے یہ بات منقول ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنی میں عالم کہلائے جانے

---

[۱] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۲۷، ۲۸

[۲] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۹۷

کے لائق نہیں ہے جب تک کہ اس میں تین صفات نہ پائی جائیں: (۱) علم میں اپنے سے کمتر کو حقیر نہ سمجھے۔ (۲) اپنے سے برتر سے حسد نہ رکھے۔ (۳) اور اپنے علم پر کوئی قیمت نہ لے۔[۱]

جھک بازی سے پرہیز

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ جھک بازی سے دل سخت ہوجاتے ہیں اور اس سے کینہ کی پرورش ہوتی ہے۔[۲]

ف: یعنی خواہ مخواہ بحث بازی اور کٹ حجتی سے پرہیز کرنا چاہئے، جس بات کو حق سمجھے اسے ظاہر کردے، لیکن اس پر پیچ نہ کرے۔

جاہل کی تین علامتیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہالت کی تین علامتیں ہیں: (۱) اپنے کو اچھا سمجھنا۔ (۲) فضول گوئی کرنا۔ (۳) اپنی بیان کردہ نصیحت پر خود عامل نہ ہونا۔[۳]

ف: یعنی جس شخص میں مذکورہ تین باتیں پائی جائیں وہ گو کہ عالم کہلاتا ہو، مگر در اصل وہ جاہلانہ باتوں میں مبتلا ہے۔

حبِّ جاہ کی نحوست

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص بھی 'حبِّ جاہ' میں مبتلا ہوگا اس میں درج ذیل برائیاں ضرور پائی جائیں گی: (۱) وہ دوسرے ہم عصر لوگوں سے حسد

---

[۱] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۱۹

[۲] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۲۳

[۳] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۳۴

کرے گا۔ (۲) اس میں سرکشی کے جذبات پروان چڑھیں گے۔ (۳) وہ دوسرے لوگوں کے عیوب کی ٹوہ میں رہے گا۔ (۴) اور جب اس کے سامنے کسی شخص کی تعریف کی جائے گی تو اسے دل سے پسند نہیں کرے گا۔[1]

سیدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ ایک مرتبہ مسجد سے باہر تشریف لائے تو لوگ آپ کے پیچھے چلنے لگے، یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اس شان کو دیکھ کر کسی کا دل سلامت رہ سکتا ہے؟ اس کے بعد فرمایا کہ اپنے پیچھے جوتوں کی کھسکھساہٹ سننا بے وقوف لوگوں کے دلوں کو فاسد کرنے کا سبب ہے۔ (یعنی اس شان کو دیکھ کر احمق لوگ اپنے کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں، حالاں کہ یہ بڑائی کی دلیل نہیں ہے)۔[2]

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ کسی کے پیچھے چلنا متبوع (جس کے پیچھے چلا جائے) کے لئے موجبِ فساد اور تابع (جو پیچھے چلے) کے لئے موجبِ ذلت ہے۔[3]

دو طبقوں پر اصلاح کا مدار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے دو طبقے اگر سدھر جائیں تو سب لوگ سدھر جائیں گے: (۱) علماء۔ (۲) اصحابِ اقتدار۔[4]

---

[1] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۳۴

[2] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۳۶

[3] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۳۶

[4] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۵۶

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علماء کی مثال نمک کے مانند ہے کہ اگر کوئی چیز بگڑ جائے تو نمک کے ذریعہ اس کی اصلاح کی جاتی ہے لیکن اگر نمک ہی خراب ہوجائے تو پھر اس کی درستگی کی کوئی صورت نہیں ہے۔[1]

ف: معلوم ہوا کہ اُمت کی اصلاح کے لئے مذہبی وسیاسی قائدین کا اولاً سدھرنا اور صلاح سے متصف ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر عمومی اصلاح کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

عالمانہ وقار کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اہلِ علم اپنے علم کے وقار کو بچا کر رکھیں تو ساری دنیا کی سرداری انہیں اس علم کی وجہ سے نصیب ہوگی، لیکن وہ اہلِ دنیا سے مال ودولت کے حصول کے لئے اپنے علم کو استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا والوں کی نظر میں ان کا مرتبہ گر جاتا ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر حاملینِ علومِ نبوّت علم کے تقاضوں کو بجالائیں تو اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور نیک لوگوں کے محبوب بن جائیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی دھاک بیٹھ جائے، مگر (افسوس ہے کہ) یہ علماء اپنے علم سے دنیا طلب کرتے ہیں جس کی بنا پر نہ صرف اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسند قرار پاتے ہیں بلکہ لوگوں کی نظروں سے بھی گر جاتے ہیں۔[3]

ف: مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عزت کے قابل وہی عالم سمجھا جاتا ہے جو اپنے علمی وقار کی حفاظت کرے اور اپنے دینی منصب کو مادّیت کے اثرات سے داغدار نہ ہونے دے۔

---

[1] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۵۷

[2] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۵۹

[3] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۶۱

گناہ: موجبِ نسیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے عالم کے ذہن سے علمی باتوں کو بھلا دیا جاتا ہے۔ (یعنی گناہ علم کے بھول جانے کا سبب بنتا ہے، اور تجربہ سے یہ بات بالکل مشاہد ہے)۔[1]

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی علماء کو نصیحت

سیدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اے حاملینِ علومِ نبوت! اپنے علم پر عمل کیا کرو، اس لئے کہ اصل میں عالم وہی ہے جو علم سیکھ کر اس پر عامل بھی ہو، اور عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اگرچہ عالم کہلائیں گے مگر علم ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا، ان کی ظاہری زندگی تنہائی کی زندگی کے خلاف ہوگی، اور ان کے علم اور عمل میں تضاد ہوگا، وہ حلقے لگا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کیا کریں گے (کہ کس سے کتنے لوگ وابستہ ہیں) حتّی کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھنے والے پر اس وجہ سے بھی ناراض ہوجایا کرے گا کہ اس نے اس کی مجلس چھوڑ کر دوسرے کی مجالست کیوں اختیار کی؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال بارگاہِ خداوندی میں باریاب نہ ہو پائیں گے۔[2]

ف: اس ارشادِ عالی کا حاصل یہ ہے کہ علماء کو اپنا حلقہ بڑھانے کی فکر کرنے کے بجائے زیادہ توجہ اپنے عمل کی درستگی اور رضائے خداوندی کی طرف لگانی چاہئے۔

---

[1] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۶۸

[2] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۷۴

عمل کے بغیر وعظ مؤثر نہیں

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عالم اپنی نصیحت پر عامل نہ ہو تو اس کی نصیحت لوگوں کے دلوں سے ایسے گذر جاتی ہے جیسے چکنے پتھر سے بارش کے قطرات پھسل جاتے ہیں (یعنی عمل کے بغیر وعظ میں اثر پیدا نہیں ہوتا)۔[۱]

از دل خیزد، بر دل ریزد

حضرت سوار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دلوں کی گہرائی سے نکلنے والی بات دلوں پر دستک دیتی ہے جب کہ محض زبان سے نکلی ہوئی بات دلوں کے اوپر ہی سے گذر جاتی ہے۔[۲]

عالم کے لئے عمل لازم ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم میں لوگوں پر فوقیت رکھتا ہے وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ عمل میں بھی وہ سب سے ممتاز ہو۔[۳]

دنیادار عالم سے اُمت کو نفع نہیں ہوتا

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ عالم اس اُمت کا طبیب (اور ڈاکٹر) ہوتا ہے اور اُمت کا مرض مال ہے، اگر خود عالم ہی (ناحق طور پر) مال کھینچنے میں لگ جائے تو وہ خود دوسروں کا علاج کیسے کر سکے گا؟۔[۴]

---

[۱] مختصر جامع بیان العلم، ص:۱۷۶

[۲] مختصر جامع بیان العلم، ص:۱۷۶

[۳] مختصر جامع بیان العلم، ص:۱۷۸

[۴] مختصر جامع بیان العلم، ص:۱۸۰

عارف باللہ شخص کی طرف دل کھینچے چلے جاتے ہیں

حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت میں جتنا بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی لوگ اس کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔[۱]

ف: ایسے اصحابِ معرفت حضرات کا فیض چار دانگِ عالَم میں پھیل جاتا ہے، اور بے اختیار لوگوں کا رجوع ان کی طرف ہونے لگتا ہے۔

فتوی میں جلد بازی کم علمی کی دلیل ہے

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فتوی دینے میں سب سے زیادہ جسارت وہ شخص کرتا ہے جو لوگوں میں سب سے کم علم ہوتا ہے، اور فتوی میں سب سے زیادہ احتیاط وہ شخص کرتا ہے جو علماء کے اختلاف سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔[۲]

ہر مسئلہ کا جواب دینے میں نہ پڑیں

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آدمی سے علم زائل ہونے کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ ہر پوچھی گئی بات پر رائے زنی اور گفتگو کرنے کی کوشش کرتا ہو۔[۳]

حضرت عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے تو ایک شخص نے آپ کے پاس آکر عرض کیا کہ میں چھ مہینے کی مسافت سے سفر کر کے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور مجھے میری بستی والوں نے باصرار آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو پوچھنا ہے

---

[۱] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۲۱۴

[۲] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۲۱۶

[۳] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۱۷۹

پوچھو، چنانچہ اس شخص نے اپنا مسئلہ پیش کیا، تو اسے سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بے تکلف جواب دیا کہ ''اس مسئلہ کا جواب مجھے نہیں آتا۔'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس مسئلہ کی لاعلمی کے اظہار پر وہ شخص ہکا بکا اور حیرت زدہ رہ گیا، کیوں کہ وہ تو یہ سمجھ کر آیا تھا کہ یہاں تو ہر بات کا علم دستیاب ہے، پھر اس شخص نے اپنے حواس بجا کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت! جب میں اپنی بستی میں پہنچوں تو ان سے کیا کہوں؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جا کر کہہ دینا کہ امام مالک کو یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔[1]

مسلسل مطالعہ سے حافظہ تیز ہوتا ہے

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ قوتِ حافظہ تیز ہونے کے لئے کیا تدبیر اپنائی جائے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ''کتابوں کا مطالعہ مسلسل جاری رکھا جائے (اسی سے حافظہ مضبوط ہوگا)''۔[2]

ف: لہٰذا جو عالم اپنا علم محفوظ رکھنا چاہتا ہے اسے مطالعہ و مذاکرہ کا اہتمام رکھنا چاہئے۔ اس کے بغیر اس کا علم محفوظ نہیں رہ سکتا، اور نہ ہی علمی باتیں اس کے دماغ میں مستحضر رہ سکتی ہیں، اگر مطالعۂ کتب چھوٹ جائے تو دماغ میں محفوظ علوم بھی رفتہ رفتہ رخصت ہو جاتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

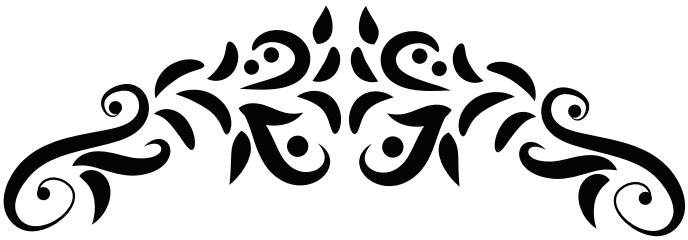
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ



---

[1] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۲۲۳

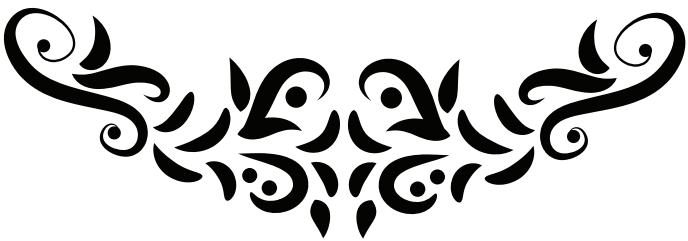
[2] مختصر جامع بیان العلم، ص: ۳۹۸



حسین فکر و عمل

اور

حسین تعلیم و تربیت





تفصیلات

وعظ کا نام	:	حسین فکر و عمل اور حسین تعلیم و تربیت
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادول، جنوبی افریقہ
تقریب	:	علماء کا اجتماع



فہرست

تقریظ: حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدّظلّہم العالی ۲۶۵

حسین فکر و عمل اور حسین تعلیم و تربیت ۲۶۹

اللہ تعالیٰ کی صفتِ ستّاری ۲۶۹

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور انکساری ۲۷۰

اپنا حقیقی حال ۲۷۰

میں تو اپنی ذات کو خطاب کرتا ہوں ۲۷۱

اعمال کی تقسیم ۲۷۲

قلب کے اعمال کی تعبیر: سوچ ۲۷۳

اچھائی اور بُرائی کا مدار سوچ پر ہے ۲۷۴

دل کی تمام کیفیات پر اللہ کی یاد غالب آجائے ۲۷۵

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جُھک کے رہتے ہیں ۲۷۷

تزکیہ کی برکت سے سوچ بدلتی ہے اور پھر اعمال ۲۷۸

حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب بات ۲۷۸

بغیر تزکیہ کے دین کی خدمت بھی بے کار ہوتی ہے ۲۷۹

تخلیہ اور تحلیہ کا نتیجہ تزکیہ ۲۸۰

ہمارے بزرگوں کی امتیازی شان ۲۸۲

موطّا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کا راز ۲۸۳

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ ۲۸۳

ہمارے اکابر کا اخلاص ۲۸۴

ہمارے اکابر چُھپتے تھے اور ہم چَھپتے ہیں ۲۸۵

ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال ایثار ۲۸۷

عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ۲۸۸
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یومیہ دوسو (۲۰۰) رکعات نوافل کا معمول ۲۸۹
یومیہ تین سو (۳۰۰) اور پانچ سو (۵۰۰) رکعات نوافل کا معمول ۲۸۹
پچاس (۵۰) اور ستّر (۷۰) سال تک تکبیرِ اُولیٰ کا اہتمام ۲۹۰
اونٹ پر سواری کی حالت میں راستے میں دو قرآن کا ختم ۲۹۰
امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ ۲۹۱
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ ۲۹۱
محمد بن سَمَاعہ القاضی رحمۃ اللہ علیہ کا تکبیرِ اُولیٰ کا تیس (۳۰) سال تک اہتمام ۲۹۱
حضرت ابو عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز عمل ۲۹۳
حضرت ابو عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ کا علم پر فوراً عمل ۲۹۳
محبوب بننے کا طریقہ ۲۹۵
ہماری ذمّہ داری ۲۹۵
تبلیغ کے مختلف طریقے ۲۹۶
مغفرت نہ کرنی ہوتی تو عالم نہ بناتا ۲۹۶
مرتے دم تک طالبِ علم ۲۹۷
خشیت: کامیابی کی کنجی ۲۹۷
علماء کی پہچان: خشیت ۳۰۰
تزکیہ کا راستہ ۳۰۳
حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علماء کے بارے میں ایک قیمتی ملفوظ ۳۰۴
صاحبِ نسبت ہونے کی دلیل ۳۰۷
دعا ۳۰۷
ماٰخذ و مراجع ۳۰۹

تقریظ

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدّظلّہم العالی

مؤلّفِ تالیفاتِ مفیدہ وکثیرہ ومحشّی مرغوب الفتاویٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علماءِ دیوبند کی وہ شخصیات جنہیں آج ہم: شیخ الہند، حکیم الاُمّت، شیخ الاسلام، حکیم الاسلام، مفکّرِ اسلام، مسیح الاُمّت، مفکّرِ ملّت، مجاہدِ ملّت، مبلّغِ اسلام، شیخ الحدیث، شیخ القرآن، مفتیٔ اعظم، داعی الی اللہ جیسے بامعنی اور حقیقت پر مشتمل القاب وخطابات سے یاد کرتے ہیں، یہ وہی طلباء ہیں جنہوں نے صرف مدرسہ کی چہار دیواری میں نہیں، بلکہ ایک ایسے پاکیزہ ماحول میں رہ کر علومِ ظاہری کے ساتھ علومِ باطنی کی تکمیل فرمائی ہے جہاں چپراسی سے لے کر شیخ الحدیث تک تمام افراد صاحبِ نسبت تھے اور جنہوں نے عالم کے چپے چپے کو اپنے روحانی وتعلیمی وتبلیغی فیض سے منوّر کر دیا۔ یہ سطریں صرف مبالغہ یا کاغذ کی نری زینت کے طور پر نہیں لکھی گئیں، کوئی بھی صاحبِ انصاف اس کی حقانیت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک طائرانہ نظر ان کی خدمات پر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے فیض سے لاکھوں قرآن کے حفّاظ، ہزاروں مصنّفین، سینکڑوں مصلحین ومرشدین ومبلّغین کی ایسی جماعت تیار ہوئی جس نے دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

افسوس ہے کہ آج کچھ لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو مدارس کی خدمت کو صفر بتلاتے ہیں، ان کی زبانوں سے ایسے جملے سننے کو ملتے ہیں اور ان کی تحریروں سے ایسی

سطریں پڑھنے کو ملتی ہیں جن پر بہت معذرت کے ساتھ لکھنے پر مجبور ہوں کہ یا تو وہ خواب کی دنیا میں رہتے ہیں یا بالقصد حقیقت سے ناواقف بن کر تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ چند افراد کے غیر حقیقت پسندانہ بلکہ عصبیت سے معمور اظہارِ خیال کی حقائق کی دنیا میں کچھ بھی حیثیت نہیں ہوسکتی۔

آپ حقیقت پسندی کے ساتھ دیکھئے کہ ان حضرات نے تصنیف میں قدم اٹھایا تو تفسیرِ قرآن، شروحِ احادیث اور فقہ وفتویٰ کے علاوہ مختلف موضوعات پر دفاتر کے دفاتر تیار کر لئے، اور علم کے ایسے کتب خانے وجود میں آئے کہ امم سابقہ میں ان کا عشرِ عشیر بھی نہیں ملتا۔ مدارس ومکاتب کا ایسا جال بچھایا کہ دنیا کے اکثر ممالک میں قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آوازیں گونجنے لگیں۔ مدارس کے انہی فضلاء کے طفیل مسجد مسجد مکاتبِ دینیہ کا مثالی نظام جاری وساری ہے۔ اسی طرح انحطاط کے اس دور میں بھی انہی مدارس سے فارغ ہونے والے اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے خانقاہ کے ذریعہ اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کی عظیم ذمّہ داری بھی سنبھالے ہوئے ہیں جو مقاصدِ نبوّت میں بڑی اہمیت کی حامل ہے، اور قرآنِ کریم نے مختلف جگہوں پر ان الفاظ میں اس کا اعلان کیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعة:۲)

وہی ہے جس نے امّی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کریں، اور ان کو پاکیزہ بنائیں، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں۔

رجالِ کار چونکہ اُمّت کو مدارسِ اسلامیہ ہی سے مہیّا ہوتے ہیں اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مدارسِ اسلامیہ اور مکاتبِ دینیہ میں اعلیٰ تعلیم کے ساتھ بہترین تربیت پر بھی خصوصی توجّہ دی جائے، والدین بڑی مالی قربانیوں سے اپنے نورِ عین اور لختِ جگر کو مدارس اور اربابِ انتظام کے حوالے کرتے ہیں، ان کے اوقات کا ہر ہر سیکنڈ امانت ہے، ان کی تعلیم وتربیت سے ذرا سی بھی غفلت آخرت کے مواخذہ کا سبب بن سکتی ہے، ہم سب ہی کے لئے بڑے غور وفکر کا مقام ہے کہ اس ذمّہ داری کو ہم احسن طریقے پر نبھائیں۔

زبانِ سلیمی سے نکلی ہوئی چند مؤثّر نصیحتیں برائے علماء اس مجموعہ میں جمع کی گئی ہیں،[1] کہنے کو تو یہ علماء کے لئے ہیں، لیکن انصاف سے مطالعہ کیا جائے تو علماء وطلباء اور عوام سب کے لئے یکساں مفید اور ضروری ہیں۔ زندگی کے کسی شعبے میں رہتے ہوئے اگر ہماری سوچ اور فکر کی راہ درست اور صحیح نہیں تو اچھے نظر آنے والے اعمال بھی برے ہیں اور فکر کی درستگی سے بظاہر دنیا نظر آنے والے اعمال بھی دین بن جاتے ہیں۔ موصوف نے بڑی عمدگی سے صرف زبان سے نہیں بلکہ قلبِ مضطر سے اپنے دل کی فکر کو علماء کے سامنے پیش کیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت برطانیہ ہی نہیں، بلکہ پورے یورپ میں، اور صرف وعظ وخطابت میں نہیں، بلکہ اصلاح و تربیت کے میدان میں موصوف لاثانی ہیں۔

---

[1] حضرت مولانا دامت برکاتہم کی یہ تقریظ ''قیمتی تحفہ برائے وارثینِ انبیاء'' کے لئے لکھی گئی تھی جو آگے آنے والی دو تقریروں، ''حسین فکر وعمل اور حسین تعلیم وتربیت'' اور ''مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں'' پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

انہی کلمات کو آپ کے تلامذہ نے کاغذ کے حوالے کر کے اس پیغام کو غائبین تک بھی پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو بے انتہا قبول فرمائے اور جس مقصد کے لئے یہ باتیں کہی گئی ہیں ان میں کامیابی نصیب فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۴ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ، مطابق ۱ مئی ۲۰۱۷ء بروز پیر

حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات اور مواعظ وملفوظات کی تاثیر

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس دور میں دین کی صحیح سمجھ پیدا کرنے کے لئے، دین کا صحیح طریقہ سیکھنے کے لئے حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات، ان کے مواعظ وملفوظات سے بڑھ کر کوئی شئے مؤثر نہیں، کوئی مجھے شخصیت پرستی کا طعنہ دے تو دیا کرے، کوئی مجھے یہ کہے کہ یہ جانب داری سے کام لے رہا ہے تو کہا کرے، لیکن پہلے یہ بات تقلیداً مان لی تھی، اب تحقیقاً کہہ رہا ہوں کہ دین کی سمجھ اور اس پر عمل کا مزاج و مذاق جو حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اور مواعظ وملفوظات میں ملے گا، اس دور میں کہیں اور نہیں ملے گا۔

(دارالعلوم کراچی ۱۴۳۰ھ میں دورۂ حدیث کے طلبہ سے خطاب)

حسین فکر و عمل اور حسین تعلیم و تربیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ، إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾(الزمر:۹)

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ کی صفتِ ستّاری

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے بے شمار احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان لوگوں کا حسنِ ظن ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ ہماری تمام تر نالائقیوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور لوگوں کی نظروں سے ہمارے عیوب کو چھپاتے ہیں، جب وہ ہمیں دیکھتے ہیں؛ ہمارا اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا دیکھتے ہیں، جب وہ ہماری گفتگو کو سنتے ہیں، تو انہیں خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں، مگر یہ اس لئے نہیں کہ ہمارے اندر خوبیاں ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفتِ ستّاری کارفرما ہوتی ہے، جب کوئی ہماری تعریف کرتا ہے تو وہ ہماری تعریف نہیں کر رہا ہوتا ہے، بلکہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفتِ ستّاری کی تعریف کر رہا ہوتا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور انکساری

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے درجے کے آدمی تھے، چشمِ فلک نے ایسے کم لوگ دیکھے ہوں گے، اس روئے زمین پر ایسے لوگ کم ہی پیدا ہوئے ہوں گے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے لوگ محبت کرتے ہیں اور میرے ساتھ عقیدت کا معاملہ کرتے ہیں، یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مجھ پر ستّاری کا پردہ ڈال رکھا ہے، اگر تھوڑی دیر کے لئے اللہ تعالیٰ شانہٗ ستّاری کے اس پردے کو ہٹالیں تو میرے پاس آنا تو دور کی بات، لوگ مجھے دیکھنے کے لئے بھی تیار نہ ہوں۔[1]

اپنا حقیقی حال

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں تو یہ بات تواضع اور انکساری کی ہے، جہاں تک میرا تعلّق ہے تو عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے، مسجد میں علماء، فضلاء اور صاحبِ نسبت بزرگوں کے مجمع میں بیٹھا ہوا ہوں، بغیر تصنّع کے میں عرض کر رہا ہوں کہ حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ستّاری کا پردہ ڈال رکھا ہے، حضرت دامت برکاتہم[2] جیسے صالح لوگ محبت سے دیکھتے ہیں، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ حضراتِ علماءِ کرام کے ساتھ بیٹھ کر کچھ مذاکرہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، آپ سب حضرات اربابِ علم و فضل ہیں، دل کی گہرائی سے میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ

---

[1] روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، ص: ۱۵۲

[2] حضرت مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب دامت برکاتہم، خلیفہ عارف باللہ حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادول، جنوبی افریقہ۔

اللہ تعالیٰ شائبہ ستّاری کے اس معاملے کو موت تک اور جنّت تک باقی رکھیں۔ (آمین)

اربابِ معرفت اور حضراتِ علماءِ کرام کے مجمع میں میرے جیسے نااہل کا بولنا جسارت کے سوا کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ شائبہ قرآن وحدیث کی روشنی میں، بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں ایسی باتیں کہنے کی توفیق عطا فرمائیں جو سب سے پہلے میرے لئے نافع ہوں اور اس کے بعد میرے سب ساتھیوں کے لئے بھی نافع ہوں۔ (آمین)

میں تو اپنی ذات کو خطاب کرتا ہوں

میرے محبوب حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا ایک مرتبہ باربے ڈوس (Barbados) جانا ہوا تھا، وہاں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کا آخری حصّہ یہ ہے کہ حضرت نے مجھے مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا کہ تمہیں یہ غلط فہمی کب سے ہے کہ میں جب بیان کرنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو لوگوں کو خطاب کرتا ہوں؟ میں تو جب بھی بیان کرتا ہوں تو اپنی ذات کو خطاب کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ مجلس میں شریک لوگ بھی سن لیتے ہیں۔

میں بھی جو بات عرض کرنے جارہا ہوں وہ میری اپنی ضرورت ہے، میں اپنی ذات سے مخاطِب ہوں، میں نے بہت غور کیا کہ حضراتِ علماءِ کرام کی مجلس ہے، حضرت نے بڑا احسان فرمایا کہ میرے لئے اتنے سارے علماء کو یہاں جمع فرمایا اور مجھے ان کی صحبت نصیب ہوئی، یہ موقع میری زندگی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے، میں نے سوچا کہ ایسی کوئی بات عرض کرنی چاہئے جس کی مجھے ضرورت ہے تاکہ مجھے نفع ہو، اور مجھے قوی امید ہے کہ اتنے سارے علماء اور صلحاء کے وجود کی برکت سے مجھے ان باتوں پر عمل کی ضرور توفیق نصیب ہوگی۔

اعمال کی تقسیم

غور وفکر کے نتیجے میں ایک خاکہ ذہن میں آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان سے صادر ہونے والے اعمال دو قسم کے ہیں، کچھ اعمال قلب سے صادر ہوتے ہیں اور کچھ اعمال قالَب یعنی جسم کے دوسرے اعضاء سے، حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کے بارے میں بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ ربعُ الدین ہے۔[۱] اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ثلثُ الدین ہے۔[۲] اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ حدیث نصفُ العلم ہے، یعنی علم اور دین کا آدھا حصّہ، پھر ہر ایک نے اپنے اپنے قول کی توجیہ فرمائی ہے، جن حضرات نے یہ کہا کہ حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ نصفُ العلم ہے، انہوں نے یہ توجیہ کی ہے کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں؛ کچھ اعمال وہ ہیں جو قلب سے صادر ہوتے ہیں، اور کچھ اعمال وہ ہیں جو قالَب سے صادر ہوتے ہیں، قلب سے صادر ہونے والے اعمال دین کا آدھا حصّہ ہوا اور قالَب سے صادر ہونے والے اعمال یہ دین کا دوسرا آدھا حصّہ ہوا، حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ میں قلب سے صادر ہونے والے اعمال کی اصلاح کی طرف متوجّہ کیا گیا ہے، گویا یہ دین کا آدھا حصّہ ہو گیا۔[۳]

پھر قلب سے جو اعمال صادر ہوتے ہیں ان میں کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے، اسی طرح اعضاء سے صادر ہونے والے جتنے اعمال ہیں ان میں بھی کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں

---

[۱] مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۹۷

[۲] مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۹۷

[۳] مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۹۷

اور کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے، قلب سے صادر ہونے والے وہ اعمال جنہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ پسند فرماتے ہیں انہیں خصائل، اخلاقِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ کہا جاتا ہے، اور دل سے صادر ہونے والے وہ اعمال جنہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ پسند نہیں فرماتے انہیں رذائل یا اخلاقِ رذیلہ کہا جاتا ہے، جسم سے صادر ہونے والے وہ اعمال جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں انہیں مامورات یا اوامر کہتے ہیں، اور وہ اعمال جنہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ پسند نہیں فرماتے انہیں منہیات یا نواہی کہتے ہیں۔

اخلاقِ حمیدہ اور مامورات سے ہمارا قلب اور قالَب مزیّن ہونا چاہئے، اور اخلاقِ رذیلہ اور منہیات سے ہمارا قلب اور قالَب پاک رہنا چاہئے، یہ میری اپنی ضرورت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میرا قلب اخلاقِ رذیلہ سے پاک رہے اور اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہوجائے اور میرا قالَب منہیات سے دور رہے اور مامورات سے مزیّن ہوجائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دیں، اس کے لئے محنت اور کوشش کی توفیق دیں، اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے تزکیہ کا جو صاف شفّاف راستہ ہمیں بتلایا ہے اس پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

قلب کے اعمال کی تعبیر: سوچ

قلب کے جو اعمال ہیں ان کی تعبیر اگر میں اپنی زبان میں کروں تو یہ ایک سوچ ہے، حسد ایک سوچ ہے، میرے دل میں ایک سوچ، ایک خیال جم جاتا ہے کہ میں فلاں کو اپنے سے بڑی حیثیت میں دیکھنا نہیں چاہتا، اور حسد کے بالکل برعکس خیر خواہی بھی ایک سوچ ہے کہ دل یہ چاہتا ہے کہ فلاں صاحب مجھ سے بڑے ہیں، اللہ کرے اور بڑے ہو

جائیں، حسد بھی ایک سوچ ہے اور خیر خواہی بھی ایک سوچ ہے، اسی طرح کبر ایک سوچ ہے، دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ میں بڑا اور یہ چھوٹا، میں اعلیٰ اور یہ ادنیٰ، میں افضل اور یہ مفضول، یہ ایک سوچ ہے، اور اس کے برعکس تواضع ہے، وہ بھی ایک سوچ ہے کہ یہ بھی مجھ سے بڑا، یہ بھی مجھ سے بڑا اور یہ بھی مجھ سے بڑا، اور میں سب سے چھوٹا، اسی طرح اخلاص ایک سوچ ہے کہ میں یہ کام صرف میرے خالق کو راضی کرنے کے لئے کر رہا ہوں، اور ریا بھی ایک سوچ ہے کہ میں یہ کام دوسروں کی تعریف کے لئے اور دوسروں کو خوش کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔

باطن میں ایک سوچ ہوتی ہے، انسان اپنے اوپر جیسی محنت کرتا ہے، جیسے ماحول میں رہتا ہے، جیسی صحبت میں بیٹھتا ہے، جیسے لوگوں کی تحریرات پڑھتا ہے، جیسی چیزیں T.V (ٹیلی ویژن) پر دیکھتا ہے، جیسی چیزیں ریڈیو (Radio) سے سنتا ہے، سوچ ویسی بنتی ہے، اور یہ سوچ دل میں ایسی جم جاتی ہے کہ اعمال بھی پھر اسی کے مطابق صادر ہوتے ہیں، اس لئے سب سے پہلا کام جس کو کرنے کی ضرورت ہے وہ قلب کے اعمال کو حسین بنانا ہے، اندر کے اعمال یعنی اندر کی سوچ ہر اعتبار سے اچھی ہو جائے، بخل کی بُری سوچ نکل جائے اور سخاوت کی حسین سوچ آجائے، ناشکری کی بُری سوچ نکل جائے اور شُکر کی حسین سوچ آجائے، حبِّ مال کی بُری سوچ نکل جائے اور زہد کی حسین سوچ آجائے، تکبّر کی بُری سوچ نکل جائے اور تواضع کی حسین سوچ آجائے۔

اچھائی اور بُرائی کا مدار سوچ پر ہے

اندر کی اچھائی اور بُرائی کا مدار سوچ پر ہے، اگر سوچ صحیح ہے تو اندر اچھائی ہے اور

اگر سوچ غلط ہے تو اندر بُرائی ہے، اگر اندر اچھائی ہے تو جسم سے ہونے والا عمل بھی اس اچھائی کی وجہ سے اچھا ہوگا، اور اگر اندر بُرائی ہے تو جسم سے ہونے والا عمل بھی اس بُرائی کی وجہ سے بُرا ہوگا چاہے ظاہر میں وہ عمل کتنا ہی اچھا کیوں نظر نہ آئے، مثال کے طور پر ایک شخص کرسی چھوڑ کر فرش پر بیٹھ گیا، یہ عمل بظاہر تواضع والا ہے، مگر اس کی سوچ بُری ہے کہ میں تو کرسی کے قابل تھا مگر میں تواضع اختیار کر کے فرش پر بیٹھ گیا، اس کی اس غلط سوچ کی وجہ سے تواضع والا عمل بھی بُرا ہو گیا، یہ تواضع کی شکل میں تکبّر ہو گیا، اس لئے کہ فرش پر بیٹھا ہے مگر سوچ غلط ہے کہ میں کرسی پر بیٹھنے کا اہل ہوں، تواضع تب ہوتی جب فرش پر بیٹھتا اور دل میں سوچ یہ ہوتی کہ کرسی تو کیا، میں تو فرش پر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں ہوں، اگر زمین پر کسی کونے میں جگہ مل جاتی تو بھی میرے لئے بہت تھا، مگر اللہ کا فضل ہوا کہ لوگوں کے دلوں میں میری محبت ڈالی اور مجھے فرش پر بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی، اب یہ عمل تواضع والا ہو گیا اس لئے کہ سوچ صحیح ہے، تزکیہ کے ذریعے سوچ بدلی جاتی ہے، مجاہدہ اور نفس کی مخالفت کی برکت سے، شیخ کی صحبت کی برکت سے، ذکر اللہ کی کثرت کی برکت سے سوچ بدل جاتی ہے، سوچ کبر سے تواضع کی طرف، حسد سے خیر خواہی کی طرف، بے صبری سے صبر کی طرف، ناشکری سے شُکر کی طرف، نفرت سے محبت کی طرف بدل جاتی ہے۔

دل کی تمام کیفیات پر اللہ کی یاد غالب آجائے

میرے حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ اتنا ذکر کرو، اتنا ذکر کرو کہ ذکر کی کیفیت دل کی ساری کیفیات کو مغلوب کر دے۔[1] یعنی ہماری جتنی الٹی اور غلط

---

[1] اصلاحی مواعظ: ۱/ ۲۳۰

سوچ ہیں، وہ مغلوب ہوجائیں اور ذکر اللہ غالب ہوجائے، جب ذکر اللہ غلط سوچ اور بُری کیفیات کو مغلوب کردے گا تو پھر صحیح اور اچھی سوچ کے لئے دل میں جگہ بنے گی اور کامیابی نصیب ہوگی، اس لئے نفس کی مخالفت کرنی چاہئے، اور ساتھ ساتھ ذکر اللہ اور صحبتِ صالح کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے تاکہ ذکر اللہ ہمارے باطن پر غالب ہوجائے اور ہماری سوچ صحیح ہوجائے، اور سوچ کا صحیح ہوجانا یہی باطن کی درستگی ہے، اسی لئے تکبّر اور بڑائی کی سوچ کو ختم کرکے عبدیت اور تواضع کی سوچ کی ترغیب دی جاتی ہے۔

'تُو' کو اتنا مٹا کہ 'تُو' نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

خود کو اتنا مٹاؤ کہ مٹنے کے بعد مٹنے کا احساس بھی باقی نہ رہے، ایک بکری کو جب ذبح کرتے ہیں تو اس کی کھال اتارتے ہیں پھر اس کے گوشت کے ٹکڑے کرکے اسے تقسیم کرتے ہیں، اور اس طرح بکری کی ہستی اور اس کا وجود مٹ جاتا ہے، مگر جب تک بکری کے خون کا رنگ، اس کی بو اور آلائش باقی رہتی ہے، اس وقت تک ذہن بکری کے وجود کی طرف منتقل ہوتا رہے گا اور بکری کی ہستی ذہن میں باقی رہے گی، تو شاعر کہتا ہے کہ 'تُو' کو مٹاؤ اور اتنا مٹاؤ کہ تم کچھ تھے اس کا اثر بھی باقی نہ رہے، اور یہ ہوگا ذکر اللہ سے، جب اللہ کی یاد سے دل ذاکر اور منوّر ہوجائے گا تو پھر اس 'تُو' اور 'انا' کا خاتمہ ہوجائے گا۔

'تُو' کو اتنا مٹا کہ 'تُو' نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
'ہُو' میں اتنا کمال پیدا کر
کہ 'ہُو' تو رہے، 'تُو' نہ رہے

نیک صحبت اور ذکر اللہ کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی یاد کو جب دل میں رچایا اور بسایا جاتا ہے تو غفلت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں، دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سرشار ہو جاتا ہے، اور دل کی سوچ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہے، اور 'تُو' اور 'میں' کا وجود ختم ہو جاتا ہے، اب بڑائی کے بجائے تواضع ہوگی اور احساسِ برتری کے بجائے فروتنی ہوگی۔

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جُھک کے رہتے ہیں

جو حوصلے والے ہوتے ہیں، جو بڑے ہوتے ہیں، کمال والے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ جُھک کے رہتے ہیں، پھل دار ٹہنی، پھلوں سے لدی ہوئی ٹہنی ہمیشہ جُھکی رہتی ہے، اور جو ٹہنی جُھکی ہوئی نہ ہو وہ پھلوں سے خالی ہوتی ہے، اسی طرح جو لوگ عالی ظرف ہوتے ہیں، جو بڑے ہوتے ہیں، صاحبِ کمال ہوتے ہیں وہ ہمیشہ جُھک کے رہتے ہیں، تواضع اور انکساری کے ساتھ رہتے ہیں، اور ایسے لوگوں ہی سے فیض جاری ہوتا ہے، فرض کر لیجئے کہ یہ گلاس جو میرے ہاتھ میں ہے، یہ جُھکنے سے انکار کر دے اور کہے کہ میں منہ تک جانے کے لئے تو تیار ہوں لیکن جُھکنے کے لئے نہیں، تو اس کا فیض اس کے پاس ہی رہے گا، آگے منتقل نہیں ہوگا، فیض اسی وقت منتقل ہوگا جب وہ جُھکے گا۔

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جُھک کے ملتے ہیں
صُراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

صُراحی ایک برتن ہے جس میں پانی رکھا جاتا ہے، وہ سرنگوں ہو کر یعنی جُھک کر پیمانوں کو اور گلاسوں کو بھرا کرتی ہے، ٹھیک اسی طرح جب بندہ بھی اپنے آپ کو جُھکاتا ہے، مٹاتا ہے اور تواضع اختیار کرتا ہے تب جا کر وہ صاحبِ فیض بنتا ہے اور اس سے

دوسروں کے قلوب کو روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔

تزکیہ کی برکت سے سوچ بدلتی ہے اور پھر اعمال

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سوچ کو بدلنے کی ضرورت ہے، اور سوچ بدلے گی تزکیہ سے، اسی وجہ سے تزکیہ کی بڑی اہمیت ہے، جب تزکیہ ہوگا تو سوچ بدلے گی اور جب سوچ بدلے گی تو ہمارے اعمال میں بھی تبدیلی آئے گی، قلب اگر بدل گیا تو قالَب ضرور بدلے گا، قلب اگر اچھا ہو گیا تو قالَب بھی اچھا ہو جائے گا، اور قلب اگر بُرا رہا تو قالَب بھی بُرا رہے گا، معلوم ہوا کہ تزکیہ بہت اہم اور ضروری ہے، اسی لئے مشائخ دل پر محنت کراتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَلَا وَإِنَّ فِيْ الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ[1]

غور سے سنو! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، غور سے سنو! وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے۔

جب دل درست ہوتا ہے تو جسم سے صادر ہونے والے اعمال بھی درست ہوتے ہیں، اور جب دل بگڑتا ہے تو جسم سے صادر ہونے والے اعمال بھی بُرے ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب بات

دل اگر درست نہیں تو جسم سے صادر ہونے والے اچھے اعمال بھی خطرے سے خالی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، ح(۵۲)

نہیں اس لئے کہ دل بُرا ہے تو نیت بُری ہوگی، اب نماز پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کے لئے پڑھے گا، دین کی خدمت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کے لئے کرے گا، بظاہر نظر آئے گا کہ بہت کچھ کر رہا ہے؛ مدرسے کی بنیاد ڈالی ہے، بڑا مدرسہ چلا رہا ہے، بڑی خانقاہ چلا رہا ہے، ہزاروں انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا، مگر قیامت کے دن ریا اور عجب جیسی بیماریوں کی وجہ سے وہ خود خالی ہاتھ ہوگا، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے ایک بیان سنا تھا، بیان کرتے کرتے روتے ہوئے تبلیغ جماعت کے کارکنوں سے فرما رہے تھے کہ میرے بھائیو! ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ جن پر ہم نے محنت کی ہے، وہ توکل قیامت کے دن بجلی کی چمک کی طرح پُل صراط پر سے گزر رہے ہوں اور ہم اپنی بدعملیوں کی وجہ سے بڑی حسرت سے جہنّم کی گہرائی سے ان کو دیکھ رہے ہوں۔

بغیر تزکیہ کے دین کی خدمت بھی بے کار ہوتی ہے

میرے بھائیو! ہر شخص محتاج ہے اور اپنے اوپر محنت کرنے کی بہت ضرورت ہے، بغیر اصلاح اور تزکیہ کے ہماری دین کی خدمت، ہماری تقریر، ہماری تدریس، ہماری تحریر، ہماری تبلیغ ہمارے نفس کی غذا بن جاتی ہے، ہم یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہ نظر آ رہا ہوتا ہے کہ ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں، حالانکہ حقیقت میں نفس کی خدمت ہو رہی ہوتی ہے، مقصود دنیا، دولت، شہرت اور واہ واہ ہوتی ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہم سے اگر دین کا کوئی کام لیا جا رہا ہے تو ہم عنداللہ مقبول ہی ہیں، نہیں، عمل کی مقبولیت کا مدار باطن کی اچھی سوچ اور حسنِ نیت پر ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ[1]

بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص کے ذریعے سے بھی کرتا ہے۔

تخلیہ اور تحلیہ کا نتیجہ تزکیہ

میرے بھائیو! اسی لئے ضروری ہے کہ ہم تزکیہ کی فکر کریں تاکہ ہماری سوچ بدلے، اور سوچ کے بدلنے سے ان شاء اللہ اعمال بھی اچھے ہوں گے اور عند اللہ مقبول ہوں گے، اور تزکیہ میں دو چیزیں ہوتی ہیں؛ پہلی تخلیہ اور دوسری تحلیہ۔

پہلے تخلیہ ہوگا؛ باطن کی بُری اور گندی چیزیں نکلیں گی، اس کے بعد تحلیہ کا مرحلہ آئے گا؛ باطن اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہوگا، جیسے کمرے کو decorate (آراستہ) کرنا ہو تو پہلے اس میں جو پُرانی اور بے کار چیزیں ہیں انہیں نکالنا پڑے گا، پُرانی carpet (قالین)، پُرانے دروازے، پُرانی کھڑکیاں، پُرانی light (لائٹ)، سب پُرانی چیزوں کو پہلے نکالیں گے پھر اس کے بعد نئی اور عمدہ چیزیں لاکر ان سے کمرے کو آراستہ کریں گے۔

مشائخ کے بتلائے ہوئے ذکر میں لَا إِلٰهَ سے تخلیہ ہوتا ہے کہ دل میں اللہ جلَّ جلالُہ و عمَّ نوالُہ کی ذات اور اس سے تعلّق رکھنے والی چیزوں کی محبت کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اسے میں نکال کر پیچھے پھینک رہا ہوں، اس کے بعد إِلَّا اللّٰهُ سے تحلیہ ہوتا ہے کہ اب اس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو پیوست کرکے اسے اللہ تعالیٰ کی یاد سے آراستہ کر رہا ہوں، دل کو گندی محبت سے صاف کرنا، رذائل سے پاک کرنا، بُری سوچ سے نجات دلانا تخلیہ ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے، پاک محبت سے، فضائل سے اور اچھی سوچ سے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب إنّ اللّٰه يؤيد الدين بالرجل الفاجر، ح(۳۰۷۳)

آراستہ کرنا تحلیہ ہے۔

اس تخلیہ اور تحلیہ کے نتیجے میں جو result (نتیجہ) حاصل ہوتا ہے وہ ہے تزکیہ، اور یہ بڑے کمال کی چیز ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و احسان سے نصیب ہوتی ہے، اسی سے بندہ کامیابی کی تمام منزلوں کو طے کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾ (الشمس:۹)
یقیناً وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا۔

جس نے تخلیہ اور تحلیہ کے عمل سے گزر کر دل کا تزکیہ کر لیا اس کا دل اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت پسندیدہ ہو گیا، اب یہ دل جملہ خوبیوں سے آراستہ اور معمور ہو گیا، اس لئے اب جسم سے بھی بہت اچھے اچھے اعمال صادر ہوں گے جن کے نتیجے میں یہ جنّت کا وارث ہوگا:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ، الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ، إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ، فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ، أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ، الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (المؤمنون:۱-۱۱)

یقیناً کامیاب ہو گئے وہ مؤمنین جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں، اور جو لغو چیزوں سے اعراض کرنے والے ہیں، اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ اس لئے کہ ایسے لوگ قابلِ ملامت نہیں ہیں، پھر جو اس کے علاوہ تلاش کرے گا تو وہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی دیکھ بھال کرنے والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، یہی لوگ وارث ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ہمارے بزرگوں کی امتیازی شان

تزکیہ کی برکت سے دل میں ساری خوبیاں آجاتی ہیں، وہ اخلاقِ حمیدہ اور فضائل سے آراستہ ہو کر حسین ہو جاتا ہے، اور جب دل حسین ہوگا تو جسم سے صادر ہونے والے اعمال بھی حسین ہوں گے اس لئے کہ جسم کے سارے اعضاء دل کے تابع ہوتے ہیں، اب یہ شخص حسین سوچ والا بھی ہوگا اور حسین عمل والا بھی، ہمارے بزرگانِ دین، اکابرِ علماءِ دیوبند جن کی برکت سے ہمیں بہت کچھ ملا ہے؛ دین ملا، عزّت ملی، علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ ملے، احادیث کا ذخیرہ ملا، جن کی برکت سے ہماری زندگیوں میں دین نظر آتا ہے، یہ خانقاہیں، یہ مدارس، یہ دعوت و تبلیغ، سب کچھ ان حضرات کی برکت ہی سے تو ہے، ہمارے ان بزرگوں کی جو امتیازی شان ہے وہ یہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے تزکیہ کو مقصود بنا کر اپنے دل کا تزکیہ کیا۔

موطّا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کا راز

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہمارے دور تک جتنی بھی بڑی بڑی شخصیتیں گزری ہیں وہ بڑی اسی لئے ہوئیں کہ انہوں نے تزکیہ کا اہتمام کیا، دنیا میں انہی لوگوں کا نام روشن ہوا جنہوں نے تزکیہ کا اہتمام کیا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جب موطّا کی تصنیف کا کام شروع کیا تو کسی نے کہا کہ جو کام آپ کر رہے ہیں وہ اور علماء بھی کر رہے ہیں۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہت اچھا ہے، دین کا کام ہے، میں بھی موطّا تیار کر رہا ہوں اور دوسرے علماء بھی کر رہے ہیں، دین کی خدمت ہو رہی ہے، مگر ایک بات غور سے سنو اور یاد رکھو کہ اسی کا کام مقبول ہوگا اور باقی رہے گا جس کے قلب میں اخلاص ہوگا اور جس کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگا۔[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے تزکیہ کا اہتمام کر کے اپنے دل کو اخلاص وغیرہ فضائل سے آراستہ کیا ہوگا، اس کا کام دنیا میں باقی رہے گا، اور کام باقی رہے گا تو نام بھی باقی رہے گا، اخلاص سے کام میں برکت بھی بہت ہوتی ہے اور کام کو مقبولیت بھی خوب نصیب ہوتی ہے، اور یہ اخلاص آتا ہے تزکیہ سے، اس لئے تزکیہ کی محنت سے دل کو آراستہ کرنا ہے اور دل کو حسین بنانا ہے، اور جب یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے تو پھر ایسے عجیب و غریب اعمال صادر ہوتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ دیوبند میں بارش نہیں ہوئی، صلاۃُ الاستسقاء کا فیصلہ ہوا، اس وقت تقسیمِ

---

[1] التمہید: ۳/ ۱۶۲، ۱۶۳

ہند کے بارے میں ہمارے بزرگوں میں ایک شدید اختلاف چل رہا تھا، کچھ لوگ کانگریس (Congress) کے حامی تھے، کچھ لوگ مسلم لیگ (Muslim league) کے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ ہر ایک نے اس جماعت کی حمایت کی جس کے بارے میں وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کانگریس کی حمایت میں تھے کہ ہندوستان تقسیم نہیں ہونا چاہئے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تقسیم اور پاکستان بننے کے حامی تھے، دونوں بڑے تھے، دونوں مخلص تھے، دونوں مزکّی مجلّی مصفّی تھے، دونوں رجالِ آخرت میں سے تھے، دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے اعلیٰ درجے کا احترام تھا، یہ اختلاف کے دوران بھی رہا اور بعد میں بھی، حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت میں تھے، اسی طرح حضرت میاں جی سیّد اصغر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا۔

ہمارے اکابر کا اخلاص

جب صلاۃُ الاستسقاء کے لئے نکلے تو سب ہی کو معلوم تھا کہ نماز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پڑھائیں گے اس لئے کہ وہ سب میں بڑے اور محترم تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے موافقت رکھنے والے جتنے بڑے حضرات دیوبند میں تھے وہ بھی سب صلاۃُ الاستسقاء کے لئے آئے یہ جانتے ہوئے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھائیں گے، یہ ان کے اخلاص کی بات تھی اور دل کی صفائی کی بات تھی، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کرائی اور سب نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھی، کسی کو تکلیف محسوس نہیں ہوئی، آج ہمارا حال اس کے برعکس ہے، بدقسمتی سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ پڑتے ہیں اور ایک

دوسرے کا چہرہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اور ہمارے آپس کے اختلاف اور انتشار کی وجہ سے اُمّت کتنے حصّوں میں بٹ کر بکھر جاتی ہے اس کا ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی مگر بارش نہیں ہوئی، دوسرے دن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر نماز پڑھائی مگر بارش نہیں ہوئی، تیسرے دن پھر سب جمع ہوئے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ حضرت، اگر اجازت ہو تو آج میں نماز پڑھادوں۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا، میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو کبھی فرض نمازوں میں بھی امامت نہیں فرماتے تھے، اور آج خود کہہ رہے ہیں کہ حضرت! آج میں نماز پڑھادوں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خوشی سے پیچھے ہٹ گئے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آگے کر دیا، میاں صاحب بھی بڑے بزرگ تھے، صاحبِ کشف و کرامات تھے، انہوں نے نماز پڑھائی مگر آج بھی بارش نہیں ہوئی۔

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت گہرا تعلّق تھا، آپ کو یہ جستجو ہوئی کہ میاں صاحب نے آج ایسا کیوں کیا؟ ضرور کوئی راز ہے جو معلوم کرنا چاہئے، مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت! قصّہ کیا ہے؟ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بات ٹال دی۔

ہمارے اکابر چُھپتے تھے اور ہم چَھپتے ہیں

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر اپنے نوجوان علماء دوستوں کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اکابر کرتے بہت کچھ تھے مگر چُھپتے تھے اور ہم لوگ کرتے

کچھ نہیں پھر بھی چھپتے ہیں، چھوٹے چھوٹے کاموں کو بڑھا چڑھا کر whatsapp پر نشر کرتے ہیں، ہم خود ہی اپنی تصویر کھینچ کر یا اپنی شہرت بڑھانے والی کوئی چیز facebook یا twitter کے ذریعے پوری دنیا میں بھیجتے ہیں، وہ حضرات بہت کچھ کرتے تھے مگر چھپتے تھے، ہم کرتے کچھ نہیں مگر چھپتے ہیں، میرے بھائیو! ہمارے ان بزرگوں کے حالات پر اگر ہم غور کر کے انہیں اپنے لئے اسوۂ حسنہ بنائیں گے تو اصلاح میں ان شاء اللہ دیر نہیں لگے گی اور اس کے بعد کامیابی ہمارے قدموں کو چومے گی۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت گہرا تعلّق تھا مگر ان کو بھی نہیں بتایا، لیکن مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا تب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجبور ہو کر فرمایا کہ مجھے کشف کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھائیں، میں نماز پڑھاؤں یا اور کوئی نماز پڑھائے، بارش ہونے والی نہیں ہے، میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دو دن نماز پڑھائی مگر بارش نہیں ہوئی، تیسرے دن بھی اگر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی اور بارش نہ ہوئی تو مخالفین کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ چونکہ انہوں نے نماز پڑھائی اس لئے بارش نہیں ہوئی، اس لئے میں نے سوچا کہ میں بھی نماز پڑھا دوں۔[1]

جس سے اختلاف ہے اس کے بارے میں بھی کیسی خیر خواہی؟ اللہ اکبر! چونکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تزکیہ ہو چکا تھا اس لئے سوچ عمدہ اور حسین تھی، آپ نے سوچا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ عالم ہیں اس لئے ان کی عزّت کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح

[1] اصلاحی مجالس: ۷/ ۲۸۰، اصلاحی تقریریں: ۲/ ۸۰

عام مسلمانوں کی خیر خواہی بھی پیشِ نظر رہی ہوگی کہ ان کے خلاف کسی کی زبان سے کوئی ادنیٰ سی بے ادبی کا جملہ بھی نکل گیا تو اس کا دین خطرے میں پڑ جائے گا، یہ تزکیہ کی برکت ہے کہ اندر کی سوچ اتنی حسین اور اعلیٰ ہو جاتی ہے کہ اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والا عمل بھی بہت حسین اور اعلیٰ ہوتا ہے۔

ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال ایثار

ایک اور واقعہ دیکھئے! دو بڑے بزرگ گزرے ہیں، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ، حجّاج بن یوسف کا دور تھا، وہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی بات پر ناراض ہو گیا اور اس نے گرفتاری کا وارنٹ (warrant) جاری کر دیا، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کرتے کرتے پولیس (police) ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئی اور انہیں ابراہیم نخعی سمجھ کر گرفتار کر لیا اور جیل میں بند کر دیا، جیل کی حالت بہت خراب تھی، چند دنوں کے بعد جب ان کی والدہ انہیں دیکھنے گئیں تو اپنے بیٹے کو نہ پہنچان سکیں، ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انہیں غلطی سے گرفتار کر لیا گیا ہے، مگر اس کے باوجود نہیں بتلا رہے تھے کہ میں ابراہیم نخعی نہیں ہوں۔

اللہ اکبر! تزکیہ ہو جانے کے بعد اندر کی سوچ کتنی بدل جاتی ہے، اور جب اندر کی سوچ بدل جاتی ہے تو کیسے بڑے بڑے کارنامے وجود میں آتے ہیں کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی آج ہم دار العلوم آزادول (Azaadville) کی مسجد میں علماء کے مجمع میں ان کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اپنے لئے انہیں اُسوۂ حسنہ قرار دے کر ان سے روشنی پا رہے ہیں، جن کا تزکیہ ہو جاتا ہے وہ مرتے نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے کارنامے ہمیشہ

زندہ جاوید رہتے ہیں، اور جو لوگ اپنے نفس کو نہیں مٹا پاتے وہ خود بھی مٹ جاتے ہیں اور ان کا تذکرہ بھی مٹ جاتا ہے۔

ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ جیل میں پڑے رہے اور ظلم و تشدّد برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ جیل ہی میں انتقال ہو گیا۔[1] بات کیا تھی؟ حقیقت کو کیوں چُھپا رہے تھے؟ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ایک اونچے درجے کے عالم اور امامِ وقت تھے، اُمّت کو ان سے بہت نفع پہنچ رہا تھا، ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا ہوگا کہ اگر میں بتاتا ہوں کہ میں ابراہیم تیمی ہوں تو ابراہیم نخعی کو گرفتار کر لیا جائے گا اور اُمّت ایک بڑے عالم کے فیض سے محروم ہو جائے گی، میرے بھائیو! اگر ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ یہ قربانی نہ دیتے تو شاید ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم سے اُمّت محروم رہتی۔

یہ تزکیہ کا نتیجہ ہے کہ اندر کی سوچ بدل جاتی ہے، دل کی دنیا بدل جاتی ہے، لینے کے بجائے دینے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، انتقام کے بجائے معاف کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اپنوں پرایوں کا فرق ختم ہو جاتا ہے اور ہر ایک کی فلاح پیشِ نظر رہتی ہے، ہمارے اکابر اور اسلاف کے ایسے سینکڑوں واقعات ہیں، یہ سب تزکیہ کا نتیجہ ہے۔

عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز

دل حسین ہو جاتا ہے، باطن حسین ہو جاتا ہے تو ظاہر بھی حسین ہو جاتا ہے، اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال حسین ہو جاتے ہیں، کیفیت اور کمّیت دونوں اعتبار سے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا عالم یہ تھا کہ چالیس (۴۰) سال تک عشاء

---

[1] الطبقات الکبریٰ: ۶/۲۹۱

کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی۔[۱] منصور بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ نے بیس (۲۰) سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی۔[۲] حضرت ہُشیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیس (۲۰) سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی۔[۳]

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یومیہ دوسو (۲۰۰) رکعات نوافل کا معمول

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضیُ القضاۃ تھے، فقہاء کے سرخیل تھے، فقہ کا کام، مسائل کے استنباط کا کام، پڑھنے پڑھانے کا کام، ماتحتوں کی نگرانی، اتنی ساری مصروفیات کے باوجود دل حسین تھا تو عمل بھی حسین تھا، تلاوت، ذکر واذکار اور دیگر معمولات پتا نہیں کتنے ہوں گے؟ صرف نوافل کا معمول دیکھئے؛ یومیہ بلا ناغہ دوسو (۲۰۰) رکعات پڑھتے تھے۔[۴]

یومیہ تین سو (۳۰۰) اور پانچ سو (۵۰۰) رکعات نوافل کا معمول

ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ ہر رات بلا ناغہ تین سو (۳۰۰) رکعات نفل نماز پڑھتے تھے۔[۵] مرّہ الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بڑھاپے میں پوچھا کہ نوافل کا کیا معمول ہے؟ فرمایا کہ پہلے جو معمول تھا اب اس کا آدھا ہو گیا ہے، یومیہ ڈھائی سو (۲۵۰) رکعات۔[۶] اللہ اکبر! بڑھاپے میں ڈھائی سو (۲۵۰) رکعات کا معمول! اس کا

---

[۱] سیر أعلام النبلاء: ۶/۳۹۹

[۲] صفة الصفوة: ۲/۷

[۳] سیر أعلام النبلاء: ۸/۲۹۰

[۴] سیر أعلام النبلاء: ۸/۵۳۷

[۵] صفة الصفوة: ۲/۱۵۴

[۶] حلية الأولياء: ۴/۱۶۲

مطلب یہ ہوا کہ بڑھاپے سے پہلے پانچ سو (۵۰۰) رکعات کا معمول تھا۔

پچاس (۵۰) اور ستّر (۷۰) سال تک تکبیرِ اُولیٰ کا اہتمام

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ تکبیرِ اُولیٰ کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ پچاس (۵۰) سال تک تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی۔[۱] آپ پر تیس (۳۰) سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق چالیس (۴۰) سال ایسے گزرے کہ مسجد میں پانچوں وقت کی نمازوں میں ایسے وقت میں پہنچے کہ ابھی اذان نہیں ہوئی تھی۔[۲] حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ستّر (۷۰) سال تک تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی۔[۳]

اونٹ پر سواری کی حالت میں راستے میں دو قرآن کا ختم

حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ حج کے لئے تشریف لے گئے، سفر کے دوران بسا اوقات اونٹ پر سواری کی حالت میں ایک ہی رات میں دو قرآن ختم فرماتے تھے۔[۴]

یہ باتیں مستبعد نہیں ہیں، خیر کا دور تھا، وقت میں برکت تھی، پھر یہ کہ جو معمولات اور اعمالِ صالحہ کی پابندی کرتا ہے اس کی زندگی بھی برکات سے معمور ہوجاتی ہے، اس لئے شروع شروع میں جن معمولات کو پورا کرنے میں ایک گھنٹہ لگتا ہے، وہی سارے معمولات بعد میں اس سے کم وقت میں پورے ہوجاتے ہیں۔

---

[۱] تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام: ۴/ ۱۱۰۴

[۲] تهذيب التهذيب: ۲/ ۴۵، سير أعلام النبلاء: ۴/ ۲۲۱

[۳] تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام: ۳/ ۸۸۴

[۴] التمهيد: ۲۰/ ۱۵۸

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ نمازِ تہجّد کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو قیام اتنا طویل ہوتا تھا کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا، ان کی بیوی ان کے پیچھے بیٹھی رہتی تھی اور ان کی حالت دیکھ کر روتی تھی۔[1] ان کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حج کے لئے گئے تو گھر سے نکلنے سے لے کر واپس آنے تک کمر کو زمین پر نہیں لگایا:

فَلَمْ يَنَمْ إِلَّا سَاجِدًا عَلَى وَجْهِهِ حَتّٰى رَجَعَ[2]

آپ گھر لوٹنے تک صرف سجدے کی حالت میں سوئے۔

نیند کے لئے سجدے کی حالت بنا لیتے اور کچھ دیر سو لیتے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتے تھے تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر دعا میں مشغول ہو جاتے تھے اور گڑگڑاتے رہتے تھے یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہوتا تھا اور آنکھ لگ جاتی تھی، جب بیدار ہوتے تھے تو پھر ہاتھ اُٹھا لیتے تھے اور گڑگڑا کر اللہ سے سوال کرتے تھے، یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا تھا۔[3] دوستو! دل کی حالت جب حسین ہو جاتی ہے تو کیسے کیسے اعمال وجود میں آتے ہیں؟

محمد بن سَمَاعہ القاضی رحمۃ اللہ علیہ کا تکبیرِ اُولیٰ کا تیس (۳۰) سال تک اہتمام

ایک بڑے فقیہ بزرگ گزرے ہیں محمد بن سَمَاعہ القاضی رحمۃ اللہ علیہ، وہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] صفة الصفوة: ۲/ ۱۵

[2] صفة الصفوة: ۲/ ۱۵

[3] سير أعلام النبلاء: ۵/ ۱۳۷

میرے اوپر تیس (۳۰) سال ایسے گزرے کہ میری تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی سوائے اس دن جس دن میری والدہ کا انتقال ہوگیا، اس دن میری ایک وقت کی نماز جماعت ہی سے چھوٹ گئی۔ لیکن دل چونکہ حسین تھا اس لئے سوچ بھی اعلیٰ تھی، انہوں نے فوراً یہ احساس کرلیا کہ میری نمازِ باجماعت چھوٹ گئی ہے اس لئے ثواب ایک ہی نماز کا ملا ہے، اگر جماعت کے ساتھ پڑھتا تو ثواب پچیس (۲۵) گُنا ہوجاتا، اور سوچ جب حسین ہوتی ہے تو عمل بھی حسین ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

فَقُمْتُ فَصَلَّيْتُ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ صَلٰوةً
میں کھڑا ہوگیا اور میں نے پچیس (۲۵) نمازیں پڑھیں۔

ایک فرض کی نیت سے اور باقی چوبیس (۲۴) نفل کی نیت سے، چاہت یہ تھی کہ کسی طرح یہ نماز بھی جماعت والی نماز کے برابر پچیس (۲۵) گُنا ہوجائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں کمی نہ آئے اور قیامت کے دن بھی نقصان نہ ہو، آگے فرماتے ہیں کہ جب میں سویا تو خواب میں ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا:

يَا مُحَمَّدُ! قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ صلٰوةً، وَلٰكِنْ كَيْفَ لَكَ بِتَأْمِيْنِ الْمَلَائِكَةِ؟
اے محمد! تم نے جماعت سے فوت شدہ نماز کی جگہ پچیس (۲۵) نمازیں پڑھیں، لیکن تمہیں فرشتوں کی آمین کیسے ملے گی؟[1]

اشارہ اس حدیث کی طرف تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام کی آمین کے ساتھ مقتدی آمین کہے اور مقتدی کی وہ آمین فرشتوں کی آمین کی موافقت کرلے تو:

---

[1] المنتظم: ۱۱/ ۱۹۷، ۱۹۸

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ[1]

اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

تنبیہ کی گئی کہ گنتی کے اعتبار سے تو تم نے نماز کو پچیس (۲۵) گُنا کر دیا، لیکن یہ فضیلت تو ہاتھ سے چلی ہی گئی اس لئے کہ جماعت فوت ہوجانے کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ آمین کی موافقت کا موقع ہاتھ سے چلا گیا۔

حضرت ابوعثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز عمل

حضرت ابوعثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں، ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے، کسی نے گھر کی کھڑکی سے راکھ پھینکی، اتّفاق سے حضرت اسی وقت وہاں سے گزر رہے تھے اور وہ راکھ حضرت کے اوپر گری، آپ سجدے میں گر گئے اور شُکر بجالائے، آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے راکھ پھینکنے والے کو تنبیہ نہیں کی؟ جواب میں فرمایا کہ ابوعثمان تو اس قابل تھا کہ اس کے اوپر انگارے برسائے جاتے، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ صرف راکھ گری، ایسے شخص کے لئے غصّہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔[2]

حضرت ابوعثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ کا علم پر فوراً عمل

انہی ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے ابوعمر محمد بن ابی جعفر النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے اس مسجد میں گیا جہاں حضرت ابوعثمان الحیری

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب فضل التأمين، ح(۷۹۰)

[2] إحياء علوم الدين: ۵/۲۴۹، ۲۵۰

رحمۃ اللہ علیہ امام تھے، جب وہ نماز پڑھانے آئے تو آپ کے بدن پر لنگی اور چادر تھی جیسے حالتِ احرام میں پہنی جاتی ہے، میں نے گھر جا کر اپنے والد، محدّثِ کبیر ابو جعفر النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

يَا اَبَهْ! اَبُوْ عُثْمَانَ قَدْ اَحْرَمَ!

ابّا جان، حضرت ابو عثمان نے تو احرام پہن لیا ہے!

میرے والد نے فرمایا کہ ایسی بات نہیں ہے، ان کا حج یا عمرے کا ارادہ نہیں ہے، ابو عثمان کی عادت یہ ہے کہ جب وہ کسی حدیث کو پڑھتے ہیں تو اس پر فوراً عمل کرتے ہیں، اس وقت وہ میرے پاس حدیثیں پڑھ رہے ہیں اور آج انہوں نے جو حدیثیں پڑھیں ان میں ایک حدیث یہ تھی:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ إِزَارٍ وَرِدَاءٍ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لنگی اور چادر پہن کر نماز پڑھائی۔

اس لئے انہوں نے چاہا کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے اس حدیث پر عمل کر لے، اسی لئے وہ عشاء کی نماز میں لنگی اور چادر پہن کر آئے۔[1]

میرے ساتھیو! یہ واقعہ سن کر ہمارے دلوں میں بھی یہ جذبہ ضرور پیدا ہوا ہوگا کہ ہم بھی اس حدیث پر عمل کریں، اللہ کرے ہمیں بھی اتّباعِ سنّت کا ایسا جذبہ نصیب ہو، اصل بات یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا مدار اندر کی سوچ پر ہے، نیت اور سوچ حسین ہے تو عمل بھی حسین ہوگا اور اگر سوچ حسین نہیں تو حسین عمل کا وجود میں آنا بہت مشکل ہے۔

---

[1] الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۶۴، ۶۵

محبوب بننے کا طریقہ

اس قسم کے واقعات ہمیں بہت اچھے لگتے ہیں اور ہمارے قلوب متاثّر بھی ہوتے ہیں، ان واقعات کی وجہ سے یہ شخصیتیں بھی ہماری نظروں میں برگزیدہ اور محبوب ہوجاتی ہیں، ہمارے زمانے میں بھی اس طرح کے حسین کارنامے جن حضرات کی زندگیوں میں ہمیں نظر آتے ہیں وہ بھی ہماری نظروں میں برگزیدہ اور محبوب ہوجاتے ہیں، میرے بھائیو! ہمیں اس سے سبق لینے کی ضرورت ہے کہ جن خصوصیتوں، خوبیوں اور خصلتوں کی وجہ سے یہ حضرات عنداللہ اور عندالناس محبوب ہوگئے، اگر ہم بھی ان خصلتوں کو اپنائیں گے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی نظر میں ان شاءاللہ محبوب ہوجائیں گے۔

تو عرض یہ کررہا تھا کہ میں نے اپنی ضرورت پر جب غور کیا تو یہ سمجھ میں آیا کہ قلب کو، باطن کو اور سوچ کو حسین بنانے کی ضرورت ہے، اس کے نتیجے میں ان شاءاللہ ظاہری اعمال بھی حسین ہوجائیں گے، اور جب ایسا ہوگا تو حسین سوچ اور حسین اعمال کی برکت سے اپنی ذمّہ داری بھی بہت آسانی کے ساتھ حسین طریقے سے ادا ہوسکے گی۔

ہماری ذمّہ داری

ہماری ذمّہ داری کیا ہے؟ ہماری ذمّہ داری تربیت کے ساتھ تعلیم وتبلیغ ہے، جو علم ہم تک جس طرح پہنچا ہے ہم اس کو دوسروں تک اسی طرح پہنچادیں، اور اس جذبے کے ساتھ کہ وہ اس پر عمل کرنے والے بن جائیں، ہماری ذمّہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ جو بخاری شریف ہم تک پہنچی ہے اسے ہم آگے پہنچادیں، نہیں، ہماری ذمّہ داری تربیت کے ساتھ تعلیم وتبلیغ ہے، جو علم ہم تک پہنچا ہے اسے ہم اُمّت کے زیادہ سے زیادہ افراد

تک اس جذبے کے ساتھ پہنچائیں کہ وہ اس پر عمل کرنے والے بن جائیں، جب یہ جذبہ ہوگا تو تعلیم بھی بہت عمدہ ہوگی اور تربیت بھی، اس جذبے کے بغیر تعلیم میں بھی سستی اور کمزوری رہے گی اور تربیت میں بھی۔

تبلیغ کے مختلف طریقے

تو ہماری ذمّہ داری تربیت کے ساتھ تعلیم و تبلیغ ہے، تعلیم و تبلیغ ایک ہی چیز ہے، اس لئے کہ تبلیغ دین پہنچانے کا نام ہے اور اس کی مختلف شکلیں ہیں، ایک شخص جو بخاری شریف پڑھا رہا ہے، یہ بھی تبلیغ ہے، وہ چالیس (۴۰) طالبِ علموں تک بخاری شریف پہنچا رہا ہے، خانقاہ میں ایک شیخ بیٹھ کر تین سو، چار سو (۳۰۰، ۴۰۰) مریدوں کو نصیحت کر رہا ہے، یہ بھی تبلیغ ہے، مروّجہ دعوت کا کام بھی تبلیغ ہے، مسجد کا ایک امام وعظ و نصیحت کرتا ہے اور درسِ قرآن اور درسِ حدیث کے ذریعے لوگوں کو دین سمجھاتا ہے، یہ بھی تبلیغ ہے، تو ہماری ذمّہ داری تربیت کے ساتھ تعلیم و تبلیغ ہے، تزکیہ کے نتیجے میں اگر سوچ اور نیت حسین ہوگی اور اعمال حسین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ ہمارے کام میں برکت پیدا کریں گے اور ہماری تعلیم و تبلیغ بھی حسین ہوگی اور تربیت بھی حسین ہوگی۔

مغفرت نہ کرنی ہوتی تو عالم نہ بناتا

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ شانہٗ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمیں علم کے ساتھ نسبت عطا فرمائی ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا کہ مغفرت کردی۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ کس عمل کی بنیاد پر؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ ہم نے

تمہیں عالم اسی لئے بنایا کہ ہم تمہاری بخشش کرنا چاہتے تھے۔[1] اللہ اکبر! علم کتنی بڑی دولت ہے! اللہ تعالیٰ ہم سب کو مرتے دم تک علم سے وابستہ رکھیں۔ (آمین)

مرتے دم تک طالبِ علم

ہمارے اسلاف کی یہی چاہت رہتی تھی کہ مرتے دم تک علم سے وابستہ رہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے بڑھاپے میں دوات، قلم اور کاغذ کے ساتھ دیکھا تو پوچھا کہ اے ابوعبداللہ! آپ بہت اونچے مرتبے کے امام ہیں، امام المسلمین ہیں، اس کے باوجود دوات، قلم اور کاغذ لے کر پھر رہے ہیں؟ کب تک طالبِ علم بن کر رہو گے؟

تو آپ نے فرمایا:

مَعَ الْمِحْبَرَةِ إِلَى الْمَقْبَرَةِ[2]

قبر تک طالبِ علم رہوں گا اور قلم اور دوات دونوں ساتھ رہیں گے۔

طلبِ علم، حصولِ علم، پھر اس کی تعلیم و تبلیغ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدردانی کی توفیق نصیب کریں۔ (آمین)

خشیت: کامیابی کی کنجی

میرے بھائیو! یہ میری اپنی ضرورت ہے اور علم سے تعلّق رکھنے والے ہر شخص کی ضرورت ہے کہ اس کی تعلیم بھی حسین ہو اور اس کی تربیت بھی حسین ہو، اور اس کے لئے

---

[1] بلوغ الأماني، ص: ۲۰۰

[2] مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي، ص: ۳۱

ضروری ہے کہ وہ حسین سوچ اور حسین عمل سے آراستہ ہو، اس کا باطن بھی اچھا ہو اور ظاہر بھی اچھا ہو، اور یہ ہوگا تزکیہ سے، جب تزکیہ ہوگا تو سوچ درست ہوگی، باطن اچھا ہوگا، دل اچھی اچھی خصلتوں سے آراستہ ہوگا، خشیت بھی نصیب ہوگی جو کہ کامیابی کی کنجی ہے، بخاری شریف کی آخری حدیث ہے:

كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ[1]

دو جملے ایسے ہیں جو رحمٰن تعالیٰ کو محبوب ہیں، جو زبان پر ہلکے ہیں، (البتہ قیامت کے دن) ترازو میں بھاری ہوں گے، (وہ جملے) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ (ہیں)۔

یہ دو جملے بہت بھاری اس لئے ہیں کہ اس کے ورد سے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے، بعض اربابِ معرفت نے کہا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ میں اللہ تعالیٰ کے جمال کا ذکر ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ میں اللہ تعالیٰ کے جلال کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کے جلال کے استحضار سے خوف وجود میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے جمال کے استحضار سے محبت وجود میں آتی ہے، اور خوف مع المحبت یا محبت مع الخوف ہی کو خشیت کہتے ہیں۔[2] تو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کے ورد سے خشیت وجود میں آتی ہے، اور خشیت بہت بڑی نعمت ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: {وَنَضَعُ المَوَازِينَ القِسْطَ لِيَوْمِ القِيَامَةِ} وأنّ أعمال بني آدم وقولهم يوزن، ح(۷۵۵۹)

[2] ختمِ بخاری شریف: ص ۶۲

رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ[1]

حکمت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے۔

اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ کا اصل سرچشمہ یہی خشیت ہے، جب دل میں خشیت ہوگی تو اعمالِ صالحہ کی توفیق ملے گی اور بُرے اعمال سے دوری نصیب ہوگی، پورا دین زندگی میں ہوگا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ، جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ (البیّنة:۷-۸)

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمالِ صالحہ اختیار کئے، وہی لوگ مخلوق میں سے بہترین ہیں، ان کے رب کے یہاں ان کا بدلہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے رہیں گے، اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہوگا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے، یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جو اپنے رب کی خشیت رکھتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی توفیق خشیت کی برکت سے نصیب ہوتی ہے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰئِكَ لَهُمُ

---

[1] شعب الإيمان، باب في الخوف من الله تعالى، ح(۷۴۵)

الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى، جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ (طٰہٰ:۷۵-۷۶)

اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ایسا مؤمن بن کر آئے گا جس نے اعمالِ صالحہ بھی کئے ہوں گے تو ان کے لئے بلند درجے ہوں گے، یعنی ہمیشہ رہنے کے ایسے باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے، اور یہ اس شخص کا بدلہ ہے جس نے اپنا تزکیہ کرلیا۔

پہلی جگہ پر ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ اور یہاں ہے وَذٰلِكَ جَزٰؤُا مَنْ تَزَكّٰى، معلوم ہوا کہ خشیت اور تزکیہ لازم ملزوم ہیں، اگر خشیت ہے تو تزکیہ ہو چکا ہے، اور اگر تزکیہ ہو گیا ہے تو خشیت ضرور ہوگی، اس لئے کہ جب دل کا تزکیہ ہوجاتا ہے تو وہ جملہ خصائل سے آراستہ ہوجاتا ہے اور خصائل میں سے ایک بہت اہم خصلت خشیت ہے، اور خشیت ہی علم کا مقصودِ اصلی ہے۔

علماء کی پہچان: خشیت

علماء کی تو پہچان ہی خشیت ہے۔

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (الفاطر:۲۸)

اللہ تعالیٰ کی اس کے بندوں میں سے علم والے ہی خشیت رکھتے ہیں۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الرِّوَايَةِ وَلٰكِنَّ الْعِلْمَ الْخَشِيَّةُ[۱]

بہت زیادہ حدیثوں کو روایت کرنے کا نام علم نہیں ہے، علم تو خشیت کا نام ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ طَلَبُ الْعِلْمِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَإِنَّمَا طَلَبُ الْعِلْمِ الْخَشِيَّةُ لِلّٰهِ عزَّ وَجَلَّ[۲]

صرف حَدَّثَنَا فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ طلبِ علم نہیں ہے، حقیقی طلبِ علم تو وہ ہے جس کے نتیجے میں اللہ کی خشیت دل میں پیدا ہو۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْعَالِمُ مَنْ يَّخَافُ اللّٰهَ[۳]

عالم وہ شخص ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْفَقِيْهُ مَنْ يَّخَافُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ[۴]

فقیہ اس کو کہتے ہیں جو اللہ عزَّ وجلَّ سے ڈرتا ہو اور جس کے دل میں اللہ عزَّ وجلَّ کی خشیت ہو۔

---

[۱] حلية الأولياء: ۱/۱۳۱

[۲] حلية الأولياء: ۶/۳۷۰

[۳] حلية الأولياء: ۳/۳۱۱

[۴] طبقات الحنابلة: ۲/۱۴۹

امام یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْعَالِمُ مَنْ يَخْشَى اللّٰهَ[1]

عالم اس کو کہتے ہیں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہو۔

میرے بھائیو! جب دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہوگی تو دنیا سے بے رغبتی ہوگی، آخرت کی رغبت بڑھے گی، دین کی بصیرت میں اضافہ ہوگا اور عبادت پر استقامت اور مداومت نصیب ہوگی، اسی وجہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں کسی نے فقہاء کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

وَيْحَكَ! وَهَلْ رَأَيْتَ فَقِيْهًا قَطُّ؟

تم پر افسوس ہو! کیا تم نے کبھی فقیہ دیکھا بھی ہے؟

اس کے بعد فرمایا:

إِنَّمَا الْفَقِيْهُ الزَّاهِدُ فِيْ الدُّنْيَا، اَلرَّاغِبُ فِيْ الْاٰخِرَةِ، اَلْبَصِيْرُ بِاَمْرِ دِيْنِهٖ، اَلْمُدَاوِمُ عَلٰى عِبَادَةِ رَبِّهٖ

فقیہ کہلائے جانے کا مستحق تو وہی شخص ہے جو دنیا سے بے رغبتی کرنے والا ہو، آخرت کی طرف رغبت کرنے والا ہو، جو اپنے دین کے معاملے میں بصیرت رکھنے والا ہو اور اپنے رب کی عبادت پر مداومت کرنے والا ہو۔[2]

اسی لئے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام: ۵/۵۵۶

[2] مرقاة المفاتيح: ۲/۲۸۳

لَيْسَ الْعَالِمُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، إِنَّمَا الْعَالِمُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْخَيْرَ فَيَتَّبِعُهُ وَيَعْرِفُ الشَّرَّ فَيَجْتَنِبُهُ[1]

حقیقی عالم وہ نہیں ہے جو خیر اور شر کی پہچان رکھتا ہو، حقیقی عالم وہ ہے جو خیر کو پہچان کر اس کی اتباع کرتا ہو اور شر کو پہچان کر اس سے دور رہتا ہو۔

حقیقی عالم وہ نہیں ہے جو خیر اور شر میں تمیز کر سکتا ہو کہ یہ خیر ہے، یہ شر ہے، یہ اچھا ہے، یہ بُرا ہے، یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، نہیں، عالم کہلائے جانے کے قابل تو وہ شخص ہے جو خیر کو پہچان کر اس کی اتّباع کرے اور شر کو پہچان کر اس سے اجتناب کرے، یہ تب ہی ہوگا جب خشیت ہوگی اور خشیت تب ہی آئے گی جب تزکیہ ہوگا۔

تزکیہ کا راستہ

اب سوال یہ ہے کہ تزکیہ کیسے ہوگا؟ آپ سب حضرات اربابِ علم ہیں اور تزکیہ کا راستہ اچھی طرح جانتے ہیں، مگر اس مرکزِ علم و عرفان میں بیٹھ کر اگر حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا تذکرہ نہ ہو تو مجلس ناقص رہے گی، حضرت فرماتے ہیں:

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب

تزکیہ کے راستے سے اگر نہ گزرتا تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد کیا ہے اس کا پتا بھی نہ چلتا، شیخِ کامل کو تلاش کیا، ان کی صحبت ملی، توجّہ ملی، رہنمائی ملی، اطّلاع اور اتّباع کی توفیق نصیب ہوئی تو کچھ تھوڑی بہت سوجھ بوجھ آئی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی طلب کرنے کی چیز ہے، ورنہ پہلے کبھی اس کا خیال بھی نہیں آتا تھا، ایک پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر کے دین دار

[1] تہذیب الکمال: ۳/۲۲۷

شخص نے ایک خانقاہ میں کچھ دن گزارنے کے بعد روتے ہوئے مجھ سے کہا کہ پینسٹھ (۶۵) سال ضائع ہوگئے، اب جا کے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی طلب کرنے کی چیز ہے، زندگی میں کبھی کسی نے اس کی طرف متوجّہ نہیں کیا، جہنّم اور اللہ کے عذاب سے ڈر کر دین پر چلتے رہے، پینسٹھ (۶۵) سال کے بعد پہلی مرتبہ اللہ سے کہا کہ اے اللہ، اپنی محبت عطا فرما!

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب
تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگِ در پے مرنا

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا، اسے آگیا ہے مرنا

اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علماء کے بارے میں ایک قیمتی ملفوظ

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچّے کباب کو کوئی پسند نہیں کرتا، اگر کوئی کھالے گا تو فوراً تھوک دے گا، لیکن اگر یہ کباب تھوڑا وقت گرم تیل میں گزار لیں تو تیل میں داخل ہوتے ہی ان کی خوشبو چاروں طرف محسوس ہوگی اور جو بھی کھائے گا وہ دل سے خوش ہوگا، مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء بھی کچّے کباب کی طرح ہیں، جب تک یہ تیل میں داخل ہو کر اپنے کو تلواتے نہیں اور اپنی اصلاح نہیں کرواتے وہاں تک وہ

محبوب نہیں بنتے، اگر یہ حضرات گرم تیل میں تھوڑا وقت گزار لیں، اپنے کو کسی ماہر اور کامل شیخ کے حوالے کر کے تلوالیں اور اپنی اصلاح کرالیں تو تیل میں جاتے ہی ان کی خوشبو محسوس ہونے لگے گی اور چاروں طرف سے لوگ ان کی طرف متوجّہ ہوں گے، ان کی عزّت ہوگی اور لوگ ان سے فائدہ اُٹھائیں گے۔[1]

یہ گرم تیل کیا ہے؟ گرم تیل یہی ہے کہ مجاہدہ کر کے، نفس کو مجبور کر کے اپنے آپ کو مٹا کر کسی ماہرِ فن شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی رائے کو فنا کر کے اپنے دل کی اصلاح کرائے، اپنا تزکیہ کرائے، جب دل کی اصلاح ہوگی، قلب کا تزکیہ ہوگا تو باطن حسین ہوگا، سوچ حسین ہوگی، جب سوچ حسین ہوگی تو قول و عمل اچھا ہوگا، اور جب قول و عمل اچھا ہوگا تو تعلیم اور تربیت بھی حسین ہوگی، باطن کا حسن جتنا بڑھتا چلا جائے گا تعلیم و تربیت کے حسن میں بھی اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

آپ سب حضرات تو ماشاءاللہ کوشش کر ہی رہے ہیں، اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

میرے بھائیو! میں بغیر کسی غرض یا خوشامد کے یہ کہوں گا کہ ماشاءاللہ، اللہ تعالیٰ نے South Africa (جنوبی افریقہ) کو بہت نوازا ہے، یہاں اچھے اچھے علمی مراکز قائم ہو گئے ہیں جہاں ایسے اساتذہ تعلیم میں مشغول ہیں کہ مختلف ملکوں کے علماء اور صلحاء ان کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اور ماشاءاللہ بزرگوں کی آمد و رفت کی برکت سے یہاں کے اچھے اچھے علماء نے گرم تیل میں غوطہ بھی لگایا، جس کے نتیجے میں روحانی اطبّاء

[1] باتیں ان کی یاد رہیں گی، ص: ۱۱۴

وجود میں آئے جن کی خوشبو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے، مدارس کی لائن سے بھی علماء بہت اچھا کام کر رہے ہیں، خانقاہ کی لائن سے بھی بہت اچھا کام ہو رہا ہے، میری آپ سب حضرات سے گزارش ہے کہ ان مشائخ کی قدر کرلو، عموماً ہوتا یہ ہے کہ 'گھر کی مرغی دال کے برابر'، جب یہ نہیں رہیں گے تب ہمیں افسوس ہوگا، ایسے وقت کے آنے سے پہلے ان سے خوب فائدہ اُٹھالو۔

حضرت (مولانا عبدالحمید صاحب) کی موجودگی میں ان کے بارے میں کوئی بات کہنا مناسب نہیں ہے، مگر میں اپنا خود کا ایک ذاتی احساس عرض کر دیتا ہوں؛ جب بھی حضرت پر میری نظر پڑتی ہے تو میرا دل اندر سے کہتا ہے کہ هُوَ مِنْ رِجَالِ الْآخِرَة، یہ رجالِ آخرت میں سے ہیں، مجھے حضرت سے کوئی دنیوی غرض نہیں ہے، حضرت سے میری رشتہ داری ہے، آپ میرے cousin (رشتہ دار) ہوتے ہیں، ٹیلی فون، خط و کتابت وغیرہ سے رابطہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے، مگر قلبی ربط جانبین سے ہے، میرے دل میں حضرت کے لئے محبت اور احترام ہے اور حضرت کے دل میں بھی میرے لئے شفقت اور محبت ہے، میں حضرت کو میرے ان بزرگوں میں سے سمجھتا ہوں جن کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے کاموں میں فضل فرماتے ہیں، حضرت اور حضرت جیسے اور بھی بہت سارے اربابِ علم وفضل ہیں، اربابِ نسبت ہیں، ان کی طرف آپ حضرات رجوع کریں اور اپنی اصلاح کرائیں، حضراتِ علماء میں سے اکثر بیعت تو ہو چکے ہوتے ہیں، بس اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے، خوب کوشش ہو کہ دل اچھا ہو جائے، اس لئے کہ دل اچھا ہوگا تو اعمال اچھے ہوں گے، پھر دیکھو کہ تعلیم، تبلیغ اور تربیت کے کام میں کیسی برکت ہوتی ہے۔

صاحبِ نسبت ہونے کی دلیل

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت، یہ کیسے پتا چلتا ہے کہ ایک شخص کو استقامت حاصل ہوگئی ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب یہ کیفیت ہوجائے کہ جب تک ذکر پورا نہ کرلے بے قراری رہے اور سکون اور سرور تب ملے جب ذکر پورا ہوجائے، جب اس درجے پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا تمام وجود ہی تبلیغ ہو جاتا ہے، اور اس حالت سے پہلے اس نے جو کچھ کیا ہوتا ہے وہ اس کا مجاہدہ ہوتا ہے۔[1]

جب کوئی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے معمولات اور ذکر کی پابندی کے ساتھ مجاہدہ یعنی نفس کی مخالفت کے ذریعے اپنی اصلاح کراتا ہے تو اس کا تزکیہ ہوجاتا ہے اور وہ مقامِ احسان پر پہنچ جاتا ہے، اب اسے ذکر کے بغیر سکون نہیں ملتا، یہ اب صاحبِ نسبت ہوگیا، اللہ والا ہوگیا، اب اللہ تعالیٰ اس سے جو کام لینا منظور ہوتا ہے لے لیتا ہے، اس کو مثال سے سمجھئے! اگر مجھے اس وقت پانی کی ضرورت ہو تو میں اُس سے کہوں گا جس کو میں اپنا سمجھتا ہوں، جو میری نظر میں پرایا ہوگا اس کو نہیں کہوں گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنا کام اپنوں سے لیتے ہیں، اسی لئے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ بندہ جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کام کی طرف متوجّہ کردیتے ہیں جو اس سے لینا ہوتا ہے، چاہے وہ تبلیغ ہو یا تدریس ہو یا تصنیف ہو یا تزکیہ ہو۔[2]

دعا

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو قبول فرمائیں اور توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور

---

[1] سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ، ص: ۹۸

[2] سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ، ص: ۹۸

آپ کو اپنی رضا کی خاطر جنوبی افریقہ میں، انگلینڈ میں اور حرمین شریفین میں بار بار ملاقات کی سعادت نصیب فرمائیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی اپنے عرش کے سایے کے نیچے ہماری ملاقات کرائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں جنّت الفردوس میں بھی انبیاء، صدّیقین، شہداء، صلحاء اور اولیاء کے ساتھ اِکٹھا رکھیں اور جنّت کے دسترخوان پر جمع فرمائیں۔ (آمین)

میں آپ سب حضرات کا، بالخصوص حضرت کا بہت زیادہ مشکور وممنون ہوں کہ میرے جیسے حقیر شخص کو حیثیت دی اور بہت اہمیت دی، آپ سب حضرات سے میری درخواست ہے کہ میرے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان پر رکھیں اور حسنِ خاتمہ نصیب کریں۔ (آمین)

ہر دم اللہ اللہ کر
نور سے اپنا سینہ بھر
جئے تو اس کا ہو کر جی
مرے تو اس کا ہوکر مر

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذ ومراجع

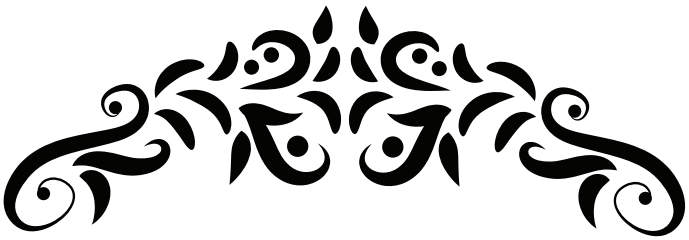
شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية، بيروت
۳	حلية الأولياء	الإمام أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۴	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلمية، بيروت
۵	التمهيد	الإمام ابن عبد البر الأندلسي	دار الوعي، حلب
۶	تذكرة الحفّاظ	العلّامة الذهبي	دار إحياء التراث العربي، بيروت
۷	تهذيب التهذيب	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۸	تهذيب الكمال	الحافظ المزّي	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۹	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۱۰	الطبقات الكبرٰى	ابن سعد	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۱	طبقات الحنابلة	الإمام ابن أبي يعلى الحنبلي	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۲	تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام	العلّامة الذهبي	دار الغرب الإسلامي، تونس
۱۳	المنتظم	الإمام ابن الجوزي	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۴	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث، القاهرة
۱۵	مناقب الإمام أحمد	الإمام ابن الجوزي	دار هجر، مصر
۱۶	بلوغ الأماني	الشيخ محمد زاهد الكوثري	دار الفتح، عمّان
۱۷	الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع	الخطيب البغدادي	دار ابن كثير، كويت
۱۸	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج، جدّة

۱۹	سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی
۲۰	اصلاحی مواعظ	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی، کراچی
۲۱	اصلاحی تقریریں	حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی	میمن پبلشرز، کراچی
۲۲	اصلاحی مجالس	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	میمن پبلشرز، کراچی
۲۳	روح کی بیماریاں اوران کا علاج	حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر	کتب خانہ مظہری، کراچی
۲۴	باتیں ان کی یاد رہیں گی	حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر	کتب خانہ مظہری، کراچی
۲۵	ختمِ بخاری شریف	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر

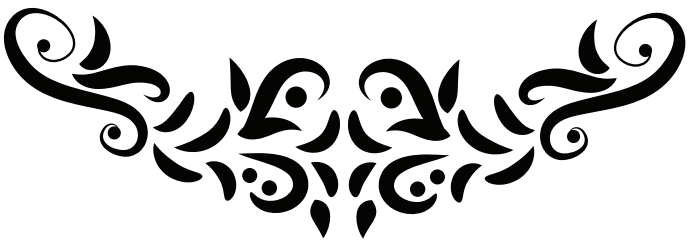
سب سے بڑی سعادت

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستقل کتابیں تالیف کم کی ہیں لیکن بزرگانِ سلف کی کتابوں کی تحقیق وتخریج اور تعلیق پر زیادہ کام کیا ہے، اور ایک دن اس کی وجہ خود یہ بیان فرمائی کہ ہم لوگوں کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے، ہمارے لئے سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ سلف کے کسی بزرگ کے دامن سے وابستہ ہوجائیں، لہٰذا کسی بڑے کی کتاب کی خدمت میں عافیت بھی ہے اور برکت بھی۔

(نقوشِ رفتگاں، ص: ۳۹۳)



مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں





تفصیلات

نام	:	مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	الفلاح اکیڈمی، لُوساکا، زامبیا
تقریب	:	مدرّسین کے ساتھ مذکرہ



فہرست

مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں ۳۱۴
تزکیہ اور اصلاحِ نفس کی فکر ۳۱۴
علمی استعداد کو خوب مضبوط کریں اور درس کے لئے اچھی طرح تیاری کریں ۳۱۵
وقت کی پابندی اور اس کا صحیح استعمال ۳۱۶
اصلاح کے لئے اپنے شیخ سے رابطے کا اہتمام ۳۱۷
معمولات کی پابندی ۳۱۷
نظامُ الاوقات اور اس کی پابندی ۳۱۸
تقویٰ کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا اہتمام ۳۱۸
ہر ایک کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا چاہئے ۳۱۹
ہر ادارے کو تعلیم و تربیت میں مثالی ہونا چاہئے ۳۲۰
قاعدے قانون سے تربیت نہیں ہوگی ۳۲۱
سب کے لئے دعا کا اہتمام ۳۲۱
ماٰخذ و مراجع ۳۲۲

مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

تزکیہ اور اصلاحِ نفس کی فکر

جو حضرات مدارس میں خدمت انجام دے رہے ہیں، ان کی سب سے بڑی ذمّہ داری یہ ہے کہ طلبہ کو عمدہ اور پختہ تعلیم دے کر ان کی اچھی تربیت کر کے ایسے رجال تیار کریں جو اُمّت کو سنبھال سکے اور اس کی صحیح رہنمائی کر سکے۔

اچھی تعلیم اور اچھی تربیت کے لئے معلّم اور مربّی میں دو چیزیں بہت ضروری ہیں؛ ایک یہ کہ باطن اعلیٰ درجے کا ہو اور دوسری یہ کہ علمی استعداد ٹھوس اور پختہ ہو، ہمارے باطن کی جتنی ترقّی ہوگی اور ہماری علمی استعداد جتنی پختہ اور ٹھوس ہوگی، ہماری تعلیم اور تربیت اتنی ہی پختہ اور بہتر ہوگی۔

جب ہماری ذمّہ داری یہ ہے کہ ہم طلبہ کو عمدہ تعلیم اور اچھی تربیت دے کر اُمّت کو سنبھالنے والے افراد تیار کریں، تو بہت ضروری ہے کہ ہم ان دونوں اسباب کی طرف پوری توجّہ کریں جو اس مقصد میں کامیابی کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہیں، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی خود کی اصلاح کی طرف توجّہ کریں، اپنے تزکیہ کی فکر کریں، اس سلسلے میں بار بار اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے، معمولات کی بہت زیادہ پابندی ہونی چاہئے، اور مجاہدہ یعنی مخالفتِ نفس کا اہتمام کر کے اعمالِ صالحہ کو بجالانا چاہئے، اگر ہماری اپنی اصلاح ہی نہیں ہوگی تو ہم سے کسی اور کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ حضرت سفیان

ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

الْأَعْمَالُ السَّيِّئَةُ دَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ دَوَاءٌ، فَإِذَا فَسَدَ الْعُلَمَاءُ فَمَنْ يَشْفِيْ الدَّاءَ[1]

بُرے اعمال بیماریاں ہیں اور علماء ان کے لئے دوا، علماء ہی اگر بگڑ جائیں یعنی دوا ہی اگر خراب ہوجائے تو بیماری کا ازالہ کیسے ہوگا؟

اس لئے پہلی بات یہ ہے کہ ہم اصلاح اور تزکیہ کی فکر کریں تاکہ ہم روحانی اعتبار سے تندرست ہوجائیں اور ہمارے پاس بیٹھنے والا ہر شخص فائدہ محسوس کرے۔

علمی استعداد کو خوب مضبوط کریں اور درس کے لئے اچھی طرح تیاری کریں

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اپنی علمی استعداد کو خوب مضبوط کریں، جو اسباق ہمارے سپرد کئے گئے ہیں ان کے لئے خوب تیاری کریں، صرف کتاب کو نہیں، بلکہ فن کو سمجھیں، کتاب کو غور سے دیکھیں، پہلا مرحلہ ہوتا ہے کتاب کو سمجھنا، ہر جملے کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں، اس کے لئے حلِّ لغات، حلِّ عبارت ضروری ہے، مابین السطور، حاشیہ اور شروحات کا اچھی طرح مطالعہ ہو، اس فن سے رکھنے والی دوسری کتابوں پر بھی نظر ہو، جب کتاب حل ہوجائے اور سمجھ میں آجائے تو اب دوسرا مرحلہ ہے سمجھانا۔

اب یہ سوچنا ہے کہ مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ طلبہ کے سامنے کس طرح پیش کروں؟ اس عبارت کے لئے مابین السطور یہ لکھا ہے، حاشیہ میں یہ لکھا ہے، فلاں شرح میں یہ لکھا ہے اور فلاں شرح میں یہ، ان سب چیزوں کو طلبہ کے سامنے کس ترتیب

---

[1] حلية الأولياء: ٦/٣٦١

سے بیان کروں؟ اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے کون سی مثال مناسب ہوگی؟ یہ جگہ مشکل ہے، یہ جگہ آسان ہے، یہ مضمون مختصر ہے، یہ طویل ہے، خوب اچھی طرح سمجھ کر تیاری کر کے درس گاہ میں جانا چاہئے، درس گاہ میں داخل ہونے سے پہلے ہر مدرّس کو چاہئے کہ وہ اپنے ضمیر سے پوچھے کہ آج کے سبق کے لئے جتنی تیاری کرنی چاہئے تھی، کر کے آیا ہوں یا نہیں؟ اسی طرح سبق سے فارغ ہو کر درس گاہ سے نکلنے کے بعد بھی سوال کرے کہ کیا اس سبق کو پڑھانے کے لئے جتنی ability (صلاحیت) اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہے اس کو میں نے کماحقّہٗ استعمال کیا یا نہیں؟ بہر حال خوب محنت ہو، اچھی طرح مطالعہ ہو اور اچھی طرح پڑھانا ہو۔

وقت کی پابندی اور اس کا صحیح استعمال

پھر وقت پر آنا چاہئے اور وقت پر جانا چاہئے، بلکہ وقت سے پہلے آنا چاہئے اور وقت کے بعد جانا چاہئے، ہم جسم، دل اور دماغ کے ساتھ سبق میں حاضر رہیں اور پورا وقت طلبہ پر خرچ کریں، کلاس کے دوران موبائل کا استعمال بالکل نہ ہو، اسے ہم silent (خاموش) پر رکھیں، بلکہ off (بند) ہی کر دیں، اس طرح سب متعلّقین کو پتا چل جائے گا کہ پڑھانے کے اوقات میں یہ نہ فون اُٹھاتے ہیں نہ message (ایس ایم ایس) دیکھتے ہیں، اگر اُس وقت کوئی emergency (شدید ضرورت) ہوگی تو وہ دوسرا ذریعہ اختیار کر کے رابطہ کرلیں گے، اگر free period (فارغ گھنٹہ) ہے اور اس میں آپ نے message (ایس ایم ایس) دیکھ لیا تب کوئی حرج نہیں ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس وقت بھی نہ دیکھیں تاکہ ذہن distract (منتشر) نہ ہو، اس فارغ گھنٹے کو آگے والے سبق کی تیاری کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

سبق کے اوقات میں اساتذہ کا آپس میں بات چیت کرنا غلط بات ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے کہ طلبہ درس گاہ میں انتظار کررہے ہیں اور اساتذہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہیں، وقت کی پابندی ہو اور پوری توجّہ اور پورے دھیان کے ساتھ طلبہ پر محنت ہو، امتحان کے زمانے میں بھی یہ خیال نہ آئے کہ طلبہ خود دور کرلیں گے، نہیں، ہمیں ان کا تعاون کرنا چاہئے تاکہ وہ سستی اور غفلت کے شکار نہ ہوں، اگر استاذ طلبہ سے کہے کہ میں روزانہ دو رسنوں گا تو وہ تسویف سے بچیں گے، اگر ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے تو 'کل' 'کل' میں ان کا دور رہ جائے گا اور امتحان کے لئے تیاری نہیں کرسکیں گے، نتیجہ ان کا علمی نقصان ہوگا، اس صورت میں ہمارا اپنے شاگردوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ نہیں ہوگا۔

اصلاح کے لئے اپنے شیخ سے رابطے کا اہتمام

اصلاح کے سلسلے میں اپنے شیخ سے برابر رابطے میں رہنا چاہئے، دو مہینے کا target (ہدف) بنا کر ہر دو مہینے کے احوال سے اپنے شیخ کو بذریعہ ای میل (email) یا خط مطّلع کرنا چاہئے، اور اگر اس میں تاخیر ہوئی تو تین مہینے پر تو ایک دن بھی نہیں بڑھنا چاہئے، اس سلسلے کو شروع کرنے کا ہمیں اسی وقت فیصلہ کرکے اس مہینے کے اخیر تک ایک خط بھیج دینا چاہئے، اس کے بعد اعتماد اور انقیاد کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہئے اور اطّلاع کے ساتھ اتّباع کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔

معمولات کی پابندی

معمولات اور ذکر کی خوب پابندی ہو، تدبّر کے ساتھ تلاوتِ کلامِ پاک کا التزام

ہو، مسنون دعاؤں کا بھی معانی کے استحضار کے ساتھ اہتمام ہو، مسنون دعائیں جتنی ہو سکیں یاد کر کے پڑھنی چاہئے، اس سے راہِ سلوک میں بھی خوب ترقّی ہوگی۔

نظامُ الاوقات اور اس کی پابندی

تو دو چیزیں بہت اہم ہیں؛ اصلاح اور تزکیہ کی فکر اور علمی استعداد کو پختہ کرنا، اور ان دونوں میں کامیابی کے لئے timetable (نظامُ الاوقات) ضروری ہے، نظامُ الاوقات مقرّر کر کے پابندی کے ساتھ اس کے مطابق چلنا چاہئے، نظامُ الاوقات کے خلاف چلنے میں نقصان ہے، مثال کے طور پر کسی نے یہ نظامُ الاوقات بنایا کہ مجھے شام کا کھانا عشاء کی نماز کے بعد کھانا ہے، اب عشاء کے بعد وہ کسی کے ساتھ باتوں میں لگ گئے، گھر تاخیر سے پہنچیں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ کھانے کے بعد جو مطالعہ یا سونے کا نظام ہے اس میں تاخیر ہوگی، اس کے نتیجے میں جلدی اُٹھنے کا جو پروگرام ہے اس میں بھی خلل واقع ہوگا، تو نظامُ الاوقات بنا کر پابندی کے ساتھ اس کے مطابق چلنا چاہئے، نظامُ الاوقات سے آپ کو اپنے کام میں بہت مدد ملے گی اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل ہوگی، نظامُ الاوقات کے بغیر اصلاح اور علمی محنت میں کماحقّہٗ کامیابی نہیں ملے گی۔

تقویٰ کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا اہتمام

ہر معلّم کو تقوے والی زندگی اختیار کرنی چاہئے، اپنے نفس کی مخالفت کر کے اللہ کو ناراض کرنے والے ہر کام سے بچنا چاہئے، فرائض و واجبات کا اہتمام ہو اور حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے اجتناب، اس کے ساتھ سنن و مستحبّات اور نوافل کا جتنا ہو سکے اہتمام ہو، یہ مخالفتِ نفس اور مجاہدے کے دو درجے ہیں جنہیں اس حدیثِ قدسی میں

بیان کیا گیا ہے:

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ[1]

پہلے جملے میں فرض، واجب، حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ کا ذکر ہے اور دوسرے میں سنن، مستحبّات اور نوافل کا، دونوں قسم کے مجاہدوں کو اختیار کرنا چاہئے، ایسا کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، اگر اس مخالفتِ نفس کی کوشش کے باوجود لغزش ہوجائے اور گناہ کا ارتکاب ہوجائے تو فوراً توبہ کرنی چاہئے، بار بار اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے اس لئے کہ محاسبہ کی برکت سے اپنا قصور نظر آئے گا اور توبہ کی توفیق ملے گی۔

إِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا[2]

تم جہاں کہیں بھی ہوں، اللہ کو ناراض کرنے والی چیزوں سے بچو، اور (اگر بُرائی ہوجائے تو اس) بُرائی کے پیچھے اچھائی کو لاؤ جو اُس بُرائی کو مٹادے۔

ہر ایک کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا چاہئے

ہر ایک کے ساتھ اخلاق اور تواضع کے ساتھ پیش آنا چاہئے، اگر دل میں کچھ روگ ہے پھر بھی حسنِ اخلاق سے پیش آنا چاہئے، اپنی طبیعت پر بوجھ ڈال کر حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا دل پر بھی اثر پڑے گا، اس کی صفائی ہوگی اور وہ بھی ساتھ دے گا، حسد اور کبر کی گندگی کو قریب بھی نہیں آنے دینا چاہئے، اور اگر ہے تو ان سے نجات پانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، زبان سے ہمیشہ اچھی باتیں ہونی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥٠٢)

[2] سنن الترمذي، باب ما جاء في معاشرة الناس، ح(١٩٨٧)

چاہئے، اچھی باتیں کرنے سے اچھائی پھیلتی ہے جب کہ بُری باتیں کرنے سے بُرائی پھیلتی ہے، مخالفین کے ساتھ بھی ہمیشہ اچھا برتاؤ ہونا چاہئے۔

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ (حٰمٓ السّجدۃ: ۳۴)

میرا اپنا تجربہ ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق والا برتاؤ کیا، جہاں کہیں ملے اکرام اور احترام سے پیش آیا، ان کے بارے میں غائبانہ بھی اچھے کلمات کہے تو الحمد للہ کامیابی ملی اور جو دوری تھی وہ ختم ہوئی، اور اگر ہمارے حسنِ اخلاق کے باوجود کسی کے رویّے میں فرق نہ آئے تو ہمارا کیا نقصان ہے؟ اگر خلوص ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہی فائدہ ہے، اس مجاہدے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں ترقّی سے مالا مال کرے گا۔

ہر ادارے کو تعلیم و تربیت میں مثالی ہونا چاہئے

ہمارا یہ ادارہ تعلیم میں، تربیت میں مثالی ہونا چاہئے، اور اس بات میں بھی مثالی ہونا چاہئے کہ ہم ہر ایک کے ساتھ پیار محبت سے مل جُل کر رہتے ہیں، gaps (دوریاں) نہیں ہونی چاہئے، اور اگر ہیں تو ان کو bridge (ختم) کرنا چاہئے، اپنے آپ کو اس طرح سمجھانا چاہئے کہ دوسرے اداروں سے، دوسری جماعتوں سے اور دوسرے علماء سے اگر gap (دوری) رہی تو دین کا اور اُمّت کا نقصان ہوگا، چلو دین اور اُمّت کو نقصان سے بچانے کے لئے ہی ہم جُھک جاتے ہیں۔

قاعدے قانون سے تربیت نہیں ہوگی

اسی طرح بچّوں کی ذہنی تربیت کا بھی خوب اہتمام ہو اس لئے کہ صرف قاعدے قانون بنا لینے سے تربیت نہیں ہوگی، طلبہ جب تک ادارے میں رہیں گے عمل کریں گے، ادارے کے باہر سب کچھ چھوڑ دیں گے، تو طلبہ کی بہت اچھی ذہنی تربیت کرنی چاہئے اور ان کے اخلاق اور اعمال کی نگرانی بھی کرنی چاہئے۔

سب کے لئے دعا کا اہتمام

ان سب کوششوں کے ساتھ ان میں کامیابی کے لئے دعاؤں کا بہت اہتمام ہو، اپنے لئے، اپنے طلبہ کے لئے، اساتذہ کے لئے، اربابِ اہتمام کے لئے اور ادارے کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے، اپنے اِس ادارے کے ساتھ اپنی مادرِ علمی کے لئے بھی دعا کا اہتمام ہونا چاہئے اس لئے کہ سیرابی کا جو کام یہاں ہو رہا ہے وہ اُسی سمندر کی برکت ہے، اسی طرح اپنے روحانی اور علمی دونوں سلسلوں کے لئے ایصالِ ثواب اور دعا کا بھی اہتمام ہو، اس کے علاوہ پوری دنیا میں باقی جتنے سلاسل ہیں، جتنے مدارس ہیں، جتنے دینی کام ہیں ان سب کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے، اس لئے کہ وہ بھی ہمارے اپنے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ



ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل
۳	حلية الأولياء	الإمام أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت

علماء کرام کے لئے ایک اہم اور قیمتی نصیحت

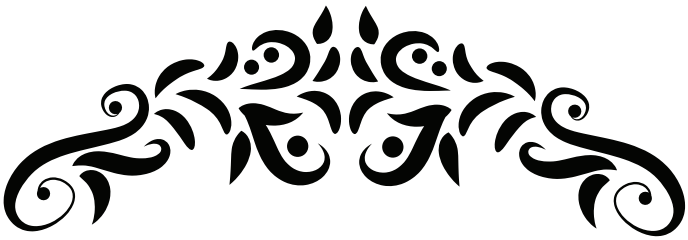
حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

یاد رکھئے! جو عالم مدرسے سے فارغ ہو کر خانقاہ میں نہ جائے (یعنی اپنی اصلاح نہ کرائے) وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وضوء کر کے اسی پر قناعت کرے اور نماز نہ پڑھے، محض پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اہل اللہ کی صحبت میں نہ رہے۔

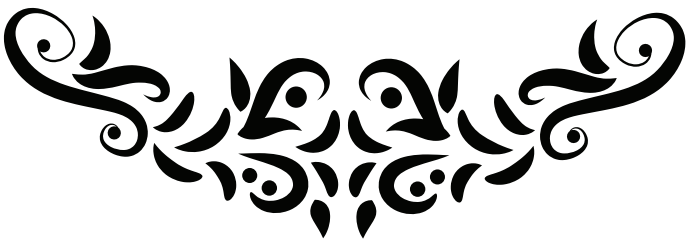
ہم نے ایک آدمی بھی ایسا نہیں دیکھا کہ درس اور کتابی اعتبار سے پورا عالم ہو اور صحبت یافتہ نہ ہو اور پھر اس سے ہدایت ہوئی ہو، اور ایسے بہت سے دیکھے ہیں کہ شین اور قاف بھی ان کا درست نہیں، یعنی کتابی اور درسی علم حاصل نہیں، لیکن صحبت حاصل ہو جانے کی برکت اور فیض سے دین کی خدمت کرتے ہیں، پس نرا علم شیطان اور بلعم باعور کا سا ہے۔

دین سے کامل مناسبت بزرگوں کی صحبت ہی سے ہوتی ہے، کتابوں سے نہیں ہوتی، کتابی قابلیت کیسی ہی اونچی ہو، کتنا ہی بڑا ذی استعداد ہو، شیخِ کامل کی صحبت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

(تحفۃ العلماء: جلد ۱، ص ۲۰۳، ۲۰۴)



علماء کا آپس کا احترام





تفصیلات

وعظ کا نام	:	علماء کا آپس کا احترام
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	صفر ۱۴۳۴ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۲ء
مقامِ وعظ	:	جامع مسجد، باٹلی
تقریب	:	علماء کا اجتماع



فہرست

پیش لفظ ۳۲۷

تقریظ: حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۳

تقریظ: حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم ۳۳۵

تقریظ: حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم ۳۳۸

تعارفی کلمات: حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم ۳۳۹

علماء کا آپس کا احترام ۳۴۳

وعظ ونصیحت خود کو کرتا ہوں ۳۴۴

اپنے اندر کوئی کمی پاتا ہوں تو اس پر وعظ کہتا ہوں ۳۴۴

امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۵

اصحابُ الرّأی کا مطلب ۳۴۵

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شانِ تفقّہ ۳۴۶

ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علماء کی آراء ۳۴۸

ایک بہت اہم بات ۳۴۹

ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ۳۴۹

ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ۳۵۰

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقت پسندی ۳۵۱

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرے کے لئے احترام ۳۵۲

نحو کے دو اماموں کا ایک دوسرے کی تعظیم کرنا ۳۵۳

ہمارے زمانے میں اختلاف ہی اختلاف ۳۵۳

تمام اکابر قابلِ احترام ہیں ۳۵۴

جب تک ہم بٹے رہیں گے اُمّت بکھری رہے گی ۳۵۵
حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد ۳۵۶
امام نافع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کبھی فتویٰ نہیں دیا ۳۵۷
سہل تُستری رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کو بوسہ دینا ۳۵۷
سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ بلند ۳۵۸
ابن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا احترام ۳۵۹
صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں ایک دوسرے کا احترام ۳۶۰
ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے بیٹے سالم رحمۃ اللہ علیہ کو احترام میں بوسہ دینا ۳۶۲
ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا عامرِ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں اعتراف ۳۶۲
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھڑے ہوگئے ۳۶۳
حضرت مدنیؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک دوسرے کے لئے احترام ۳۶۳
سب کا احترام اور گروہ بندی سے اجتناب ۳۶۵
ایک قیمتی بات ۳۶۶
آپس میں احترام نہ کرکے ہم اپنا ہی نقصان کررہے ہیں ۳۶۷
آمدم برسرِ مطلب ۳۶۷
امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۶۸
علم کو مال کا ذریعہ نہ بنائے ۳۶۸
علم کو امراء کے تقرّب کا ذریعہ نہ بنائے ۳۶۹
علم کی حفاظت کرنی چاہئے ۳۷۰
خلاصہ ۳۷۱
مأخذ ومراجع ۳۷۲

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ واشاعت کے لئے ہر دور میں ایسے با برکت افراد اور با فیض ہستیوں کا انتخاب فرماتے ہیں جن کے فیض سے نہ صرف اس دور کے لوگ مستفیض ہوتے ہیں، بلکہ بعد میں آنے والی نسلیں بھی ان کے علوم ومعارف سے بہرہ ور ہو کر صراطِ مستقیم پر چلنے لگتی ہیں، مفتیٔ اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں بندوں کی ہدایت کے لئے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کو بھیجنے کا اہتمام فرمایا ہے، اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی ان کے نائبین کے ذریعے یہ سلسلہ آج تک بحسن وخوبی جاری ہے۔

ہمارے دور کی ایک بہت ہی گراں قدر اور محترم شخصیت، میرے مشفق استاذ و محبوب شیخ، محبوب العلماء والمشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَۃُ وَمَتَّعَنَا اللّٰہُ بِعُلُوْمِھِمْ وَفُیُوْضِھِمْ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں، ان کا وجودِ با برکت صرف عوام کے لئے نہیں بلکہ علماء اور طلباء کے لئے بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے جس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ سے مختلف شعبوں کے ذریعے دین کی جو خدمت لے رہے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔

گزشتہ پچیس (۲۵) سالوں سے آپ درس وتدریس، اہتمام وانتظام، تصنیف و تالیف، وعظ ونصیحت، اصلاح وتزکیہ اور اشاعت وتبلیغ کے فرائض بیک وقت انجام دے

رہے ہیں، نوجوان نسل کے عقائد کی حفاظت، اخلاقی تربیت اور اعمال کی درستگی میں بھی آپ کا بڑا کردار ہے، اس میدان میں آپ نے تقریر وتحریر دونوں ذرائع کا استعمال کیا، سالانہ کانفرنس، ماہانہ تربیتی پروگرام، انگریزی زبان میں دروسِ قرآن وحدیث، چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور کتابچوں کے علاوہ ماہانہ رسالہ ''ریاض الجنۃ'' کے ذریعے آپ پچھلے ۲۵ سال سے مسلسل خدمت انجام دے رہے ہیں، جو یورپ کے خطے میں ایک تجدیدی کارنامہ ہے۔

انہی خدمات کی وجہ سے آپ کو اپنے اکابر ومشائخ اور عوام وخواص کے درمیان غیر معمولی مقبولیت ومحبوبیت حاصل ہے، اسی مقبولیت ومحبوبیت کی بنا پر ملک کے طول وعرض میں حضرت والا کو وعظ ونصیحت کے لئے، بالخصوص ختمِ قرآن، ختمِ بخاری، مؤتمر الشّبان جیسے اہم پروگراموں کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔

پچھلے چند سالوں سے باٹلی کی جامع مسجد کی انتظامیہ کے اراکین اور وہاں کے مشہور بزرگ حضرت مولانا عبد الرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم (خلیفہ مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی دعوت پر ان کے سالانہ نوجوانوں کے پروگرام میں حضرت والا دامت برکاتہم مہمانِ خصوصی کے طور پر تشریف لے جاتے ہیں اور انگریزی زبان میں بہت مؤثر انداز میں اپنے ارشادات سے نوجوانوں کو جو بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں مستفید فرماتے ہیں۔

دسمبر ۲۰۱۲ء میں منعقد ہونے والے پروگرام میں حضرت مولانا عبد الرؤوف صاحب دامت برکاتہم اور وہاں کے دیگر علماء کرام نے یہ تقاضا بھی فرمایا کہ علماء کرام

کے لئے بھی ایک الگ مجلس کا انعقاد کیا جائے، حضرت والا دامت برکاتہم اپنی تواضع اور انکساری کی وجہ سے علماء کرام کے مجمع میں گفتگو کرنے سے بچنے کی بہت کوشش کرتے ہیں، اس موقع پر بھی ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ حضرات مصر رہے اور بالآخر یہ مجلس طے ہوگئی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت والا اس دن علیل تھے، سفر کے دوران بار بار فرما رہے تھے کہ بیمار بھی ہوں اور علماء کرام کی مجلس کا بھی طبیعت پر ایک بوجھ ہے، بخاری شریف میں امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ ہے، ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں علماء کے ارشادات عرض کردوں گا، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بندے کو بھی نفع ہوگا اور حاضرین کو بھی۔

جب وعظ شروع ہوا تو ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ کا فضل متوجہ ہوا اور امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کراتے ہوئے بات دوسرے رُخ پر چلی گئی اور اسلاف کے مابین احترام ومحبت کے موضوع پر فی البدیہ بیان ہوا اور کئی قصّے یکے بعد دیگرے زبان پر جاری ہوئے، علماء کرام اور صاحبِ نسبت بزرگانِ دین کی اچھی خاصی تعداد جمع تھی، الگ الگ مدارس کے فارغ التحصیل علماء موجود تھے اور پورا ہال تقریباً بھرا ہوا تھا، سب پر بیان کا بہت اچھا اثر ہوا، حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب دامت برکاتہم پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی، آپ وعظ کے بعد فوراً کھڑے ہوگئے اور اپنے محبت بھرے انداز میں حضرت والا کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ”یہ تو الہامی بیان تھا، میں حضرت سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو قلمبند کر کے جلد از جلد طبع کرایا جائے اور منظرِ عام پر لایا جائے۔“

پیشِ نظر وعظ ''علماء کا آپس کا احترام'' حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب دامت برکاتہم کی اسی فرمائش پر CD سے ورق پر بہت جلد منتقل کر دیا گیا، لیکن حضرت والا کی مشغولی کی وجہ سے نظرِ ثانی نہ ہوسکی اور یہ وعظ الماری کی زینت بنا رہا اور کچھ عرصے کے بعد نسیاً منسیّا ہوگیا، اچانک جولائی ۲۰۱۵ء کے اواخر میں دارالعلوم زکریا (جنوبی افریقہ) کے استاذِ حدیث حضرت مولانا عباس بن آدم سریگت صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے ایک خط حضرت والا کو موصول ہوا جو درجِ ذیل ہے:

ذو المجد و الکرم حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب/ شیخ الحدیث جامعہ ریاض العلوم أَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكُمْ وَجَعَلَ حَيَاتَكُمْ نَافِعَةً لِلْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ فِي الْعَالَمِ كُلِّهٖ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد تسلیمِ مسنون امید ہے کہ حضرت والا بہمہ وجوہ بعافیت ہوں گے۔ دیگر عرض یہ ہے کہ ابھی چند روز قبل عزیزم مفتی محمود دانا کی پرخلوص دعوت پر ''باربے ڈوس'' حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں کے دو روزہ قیام کے درمیان آنحضرت کے خطابات و تقاریر کے (مطبوعہ مختلف رسائل) کے مطالعہ کی سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔ الحمد للہ تمام رسائل کا از اول تا آخر پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا۔ واقعی خطابات ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق ہیں۔ رسائل کے درمیان ایک تازہ رسالہ ''دین کے لئے علماء کی قربانیاں''، یہ بیت

القصید اور واسطۃ العقد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں وہاں کے موجودہ حالات پر جو بے لاگ تبصرہ کیا ہے، یہ حضرت ہی کا حق ہے، اور ناقص خیال یہ ہے کہ ان خیالات کا اظہار فرما کر آپ نے تمام علماء کرام کی جانب سے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے، اور اظہارِ حق فرما کر لَا یَخَافُ فِي اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ کا ایک عملی نمونہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس دورِ پرفتن میں بھی ایسے حضرات موجود ہیں جو متاعِ حقیر کی پرواہ کئے بغیر حق کا اعلان کرتے ہیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

مذکورہ رسائل کے علاوہ آنحضرت کا ایک اور پروگرام ''**علماء کا آپس کا احترام**'' (CD) سے مکمل سنا۔ یہ خطاب بھی جلد از جلد کتابی صورت میں منظرِ عام پر آنا چاہئے، یہ وقت کی پکار ہے، امت کی ضرورت ہے، حضراتِ علماء کرام کے لئے دل کی دوا ہے، آپسی رقابت کے دور کرنے کا نسخۂ کیمیاء ہے، اور دلوں میں جوڑ پیدا کرنے کا روحانی علاج ہے، اسے گوشۂ دل سے سن کر لوحِ دل پر نقش کرنا چاہئے اور حرزِ جان بنانا چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ آنحضرت کو باعافیتِ تمام عمرِ طویل نصیب فرمائے اور آپ کے فیض کو عام و تام فرمائے اور عوام و خواص کو آپ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

عباس بن آدم سریگت
خادم دارالعلوم زکریا

حضرت مولانا کے اس خط نے حضرت والا کو دوبارہ اس وعظ کی طباعت کی طرف متوجہ کیا، امراض اور کثرتِ مشاغل کے باوجود آپ نے اس پر نظرِ ثانی فرمائی، اور رفقاء نے بڑی محنت کر کے اسے حوالوں سے مزیّن کیا اور اب الحمدللہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ وعظ بھی رسالے کی شکل میں تیار ہو گیا، امید ہے کہ اربابِ علم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ میرے مشفق استاذ ومحبوب مرشد دامت برکاتہم العالیہ کو صحتِ کاملہ اور عافیتِ تامّہ کے ساتھ دین کی خدمت، علم وعمل، اخلاص وللّٰہیت میں مزید ترقّی عطا فرمائیں، آپ کے فیوض کو عام اور تام فرما کر خلقِ کثیر کو فیض یاب فرمائیں، اور جن مقاصد کے پیشِ نظر آپ نے یہ وعظ فرمایا تھا اس پر عمل پیرا ہونے کی سب کو توفیق عطا فرمائیں تا کہ علماءِ کرام کی جماعت سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اس پُرفتن دور میں اُمّت کی صحیح رہنمائی کر سکے۔ (آمین)

احمد پٹیل

خادم اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

۲۲ جمادی الأخریٰ ۱۴۳۷ھ، ۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء

تقریظ

حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، انڈیا

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

محترم المقام مولانا محمد سلیم دھورات زید مجدہ بانی وشیخ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم لیسٹر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آں محترم بخیر و عافیت ہوں گے، دیگر آں جناب کا مرسلہ قیمتی مضمون موصول ہوکر باعثِ مسرّت وتشکّر ہوا، فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

حلقۂ علماء میں آپ نے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے بہت ضروری اور اہم ہیں، کاش کہ ہمارے دور کے اہل علم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر ایک دوسرے کا اکرام، چھوٹوں کی ہمت افزائی، معاصرین کی خوبیوں کا اعتراف اور ان کی عزت افزائی کرتے تو امت کے عام افراد میں بھی اس کے اثرات پیدا ہوتے اور محبت و یگانگت کا ماحول عام ہوتا، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان اخلاق عالیہ سے مزین فرمائے، آمین۔

علّامہ اقبال نے صحیح فرمایا ہے:

یقینِ محکم، عملِ پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

آپ کے دیگر رسائل کی طرح یہ مفید رسالہ بھی طبع ہوجائے تو ان شاء اللہ علمی حلقوں میں مقبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور بہترین اجر عطا

فرمائے، آمین۔

آپ کی صحت و عافیت کے لئے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ بندہ کی صحت کے لئے بھی دعا فرماتے رہیں، دوا تو جاری ہے، شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

گھر میں والدہ محترمہ، اہلیہ محترمہ اور احباب کو سلام مسنون اور درخواست دعا۔

والسلام

احقر عبداللہ غفرلہ

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۴ اپریل ۲۰۱۶ء

حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت جامع جواب

ایک مرتبہ حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں علماء کی کبر و تواضع پر بحث ہو رہی تھی کہ ایک عالم آخر کیسے اپنے آپ کو جاہل سے کمتر سمجھ سکتا ہے، کیونکہ جب اس نے علم پڑھا ہے تو یہ کیسے سمجھے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں؟ تو حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت جامع ارشاد فرمایا کہ کسی کمال کے سبب اکمل سمجھنا تو جائز ہے، لیکن افضل بمعنیٰ مقبول سمجھنا جائز نہیں، پس یہ سمجھنا کہ میں عالم ہوں کوئی حرج نہیں، مگر اس پر اپنے آپ کو مقبول عند اللہ سمجھنا یہ بڑا خطرناک ہے، پس یہ سمجھے کہ ممکن ہے کہ باوجود اس کے جاہل ہونے کے اس میں کوئی ایسی خوبی ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے، اور ہم گو بڑے عالم ہوں، مگر ہم میں ایسی کوئی بُرائی ہو جس سے ہم ان کو پسند نہ آئیں پھر ہم کس کام کے؟

(اللہ والوں کی مقبولیت کا راز، ص:۴۹)

تقریظ

حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم

صدر معہد الشریعہ لکھنؤ واستاذِ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی أَشْرَفِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْأَمِیْنِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی زبان سے ایسی باتیں کہلاتا ہے، جو وقت کی ضرورت ہوتی ہیں، اوران خامیوں کی نشان دہی کراتا ہے، جوخواص یاعوام میں پائی جاتی ہیں، اوران کاازالہ ضروری ہوتاہے، عام طور سے مقررین، خطباء اور واعظین ایسی باتیں کہتے ہیں اوراس انداز سے کہتے ہیں جن سے حاضرین خوش ہوں اوروہ مقرر کی تقریر، واعظ کے وعظ اورخطیب کی خطابت سے متاثر ہوں، اس کی سحر بیانی، وسعتِ معلومات و اندازِ خطابت کے اسیر ہو جائیں، لیکن اللہ کے مقبول اورمخلص بندے مسلمانوں اور انسانوں کی دینی ضرورت اور لوگوں میں پائی جانے والی خامیوں اورکمزوریوں کے ازالہ کی خاطر ایسی باتیں فرماتے ہیں جو ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کے لئے بارِخاطر ہوں، مگر دینی لحاظ سے ان کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب کے علمی اور اصلاحی مواعظ میں اللہ جلّ شانُہ نے خاص تاثیر رکھی ہے، وہ بڑی سادگی اور پرکاری کے ساتھ دل کے مِضراب کو چھیڑتے ہیں، بڑی حکمت، لینت اور جرأت کے ساتھ دُکھتی رگوں پر ہاتھ رکھتے ہیں، اور جو بات بھی فرماتے ہیں علمی حوالوں کے ساتھ ہوتی ہے، ان کی یہ صفت قابلِ

ستائش اور قابلِ تقلید ہے کہ اپنے مواعظ وخطابات کی اشاعت میں جلد بازی نہیں کرتے بلکہ تمام باتوں کی تحقیق اور انہیں مستند حوالوں سے مزین کرنے کے بعد ہی خطبات ومواعظ کی اشاعت کی اجازت دیتے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ ''**علماء کا آپس کا احترام**'' جو باٹلی (برطانیہ) کی جامع مسجد میں اس علاقے کے ممتاز علماء کے درمیان حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب کا خطاب ہے، بڑا مفید مؤثر اور بروقت ہے، علماء کی باہمی آویزش اور معمولی اختلاف کو نزاع کی شکل دینا اور ایک دوسرے کی بے احترامی ایک ایسا مرض ہے جو تقریباً پورے عالم میں پایا جارہا ہے، ہمارے اسلاف اختلافِ فکر ونظر اور اختلافِ استنباط و اجتہاد کے باوجود باہم شیر وشکر تھے، ایک دوسرے کی توقیر واحترام ان کا شیوہ تھا، ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے کے قدر داں تھے، اپنے معاصرین کے معایب کے بجائے ان کے محاسن اور خوبیوں پر نظر رکھتے تھے، ان کا اختلاف حدود میں ہوتا تھا، اختلاف منازعت وافتراق کی صورت نہیں اختیار کرتا تھا، افسوس ہے کہ آج صورتِ حال اس سے کافی مختلف ہے، اور خود علماء بسا اوقات معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے برسرِ پیکار ہوجاتے ہیں، اور ایک دوسرے کی بے توقیری بلکہ تنقیص سے بھی احتراز نہیں کرتے، اس کی وجہ سے عوام میں علماء کی عزت واحترام میں کافی کمی آتی جارہی ہے، بلکہ بسا اوقات عامّۃ الناس علماء سے ہی نہیں بلکہ دین سے بھی بیزار ہوجاتے ہیں، اس صورتِ حال کا تدارک انتہائی ضروری ہے۔

بڑی مسرت واطمینان کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب نے اپنے زیرِ نظر خطاب میں اس موضوع پر بڑا مؤثر اور پرمغز مواد اہلِ علم کے سامنے پیش کردیا ہے، اسلافِ امت میں ایک دوسرے کے احترام کی جو روایت تھی اسے

حوالوں کے ساتھ پیش کر کے ہمیں آئینہ دکھایا ہے، سچی بات یہ ہے کہ موصوف نے اپنا دل چیر کے رکھ دیا ہے، اوران کے دردِ دل کی کسک ان شاء اللہ ہر مطالعہ کرنے والے کو محسوس ہوگی، اس خطاب کو علماء کے درمیان زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے، صحت وعافیت کے ساتھ ان کی علمی ودینی واصلاحی خدمات کا سلسلہ جاری رکھے، اور خاص طور سے علماء امت کو اس رسالہ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

عتیق احمد بستوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

صدر معہد الشریعہ لکھنؤ

۱۳ شعبان ۱۴۳۷ھ

۲۰ مئی ۲۰۱۶ء

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طلبِ دین کا حیرت انگیز مقام

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طلبِ دین کا عالم یہ تھا کہ علم وفضل میں مرجعِ خلائق ہونے کے باوجود دین کی کوئی بات جہاں سے ملتی، اسے ذوق وشوق کے ساتھ حاصل کرنے کی فکر میں رہتے، آپ کو اپنے معاصرین بلکہ چھوٹوں سے بھی استفادے میں نہ صرف یہ کہ کبھی عار محسوس نہیں ہوئی، بلکہ بعض اوقات دوسروں پر اس کا اظہار بھی فرمادیتے تھے کہ یہ بات مجھے فلاں شخص سے معلوم ہوئی۔

(میرے والد میرے شیخ، ص ۱۴۹)

تقریظ

حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

خلیفہ مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم صاحب مدّ ظلّہم کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے محبوبیت کی شان عطا فرمائی ہے، طبقۂ علماءِ کرام میں، طبقۂ مشائخِ عظام میں اور عام مسلمانوں میں محبوبیت عطا ہوئی ہے، اسی محبوبیت کا اثر ہے کہ شہر شہر اور علاقہ علاقہ کے علماءِ کرام اور عام مسلمان منتظر و مشتاق رہتے ہیں کہ حضرت والا مدّ ظلّہم ہمارے یہاں کب تشریف لائیں گے، اسی طرح مسلمانوں کا نوجوانوں کا طبقہ منتظر رہتا ہے کہ یوتھ کانفرنس کے عنوان سے اصلاحی پروگرام ہو اور ہم مستفیض ہوں۔

اسی یوتھ کانفرنس کے عنوان سے ہمارے شہر باٹلی کی جامع مسجد میں اصلاحی پروگرام طے ہوا اور حضرت والا مدّ ظلّہم کی تشریف آوری ہوئی، اس موقع پر علماءِ کرام کے لئے (بھی) مجلس کا انعقاد ہوا، اس مجلس میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا مدّ ظلّہم کی زبانِ مبارک سے بے وہم وگمان عجیب مفید باتیں کہلوائی جن کو الہامی باتیں کہنا مناسب ہے، ضرورت تھی کہ اس کو منظرِ عام پر لایا جاتا چنانچہ قادرِ مطلق جلّ جلالہ نے انتظام فرمادیا اور اب عنقریب طبع ہوکر ہمارے ہاتھوں میں ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دعا ہے کہ ان الہامی باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم صاحب مدّ ظلّہم کی عمر میں صحت وعافیت کے ساتھ خوب خوب برکت عطا فرمائیں اور حضرت والا کے فیوض سے ہمیں مستفیض فرمائیں۔ (آمین)

والسلام

عبدالرؤوف لاجپوری

تعارفی کلمات

حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

خلیفہ مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ:

ہمارے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ ہمارے درمیان شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بہت بڑا انعام ہے، بڑا احسان ہے کہ حضرت دامت برکاتہم اپنا قیمتی وقت فارغ کر کے ہمارے یہاں تشریف لائے۔

حضرت کی خدمت میں جب ہم لیسٹر حاضر ہوئے تھے تو حضرت نے کچھ باتیں ارشاد فرمائی تھیں، اس وقت ہم نوجوانوں کے پروگرام کے سلسلے میں گئے تھے، یہ علماء کی مجلس تو بعد میں طے ہوئی، لیکن ہم سب کے لئے سعادت ہے کہ ہم سب مولانا کے سامنے شاگرد کی طرح ہیں، مولانا ہم سب کے بڑے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کافی باتیں ہمارے سامنے، علماءِ کرام کی خدمت میں آئیں گی، لیکن میں نے ایک جملہ وہاں بھی سنا تھا حضرت کی زبانِ مبارک سے اور ابھی عشاء سے پہلے بھی سنا کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری نحوست کے اثر سے اس پروگرام اور اس جلسے کو بچائے۔ کیسی تواضع کی بات ہے! ہم لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ حضرت کی تشریف آوری بار بار ہو لیکن حضرت فرمارہے ہیں کہ میری نحوست کی وجہ سے جلسے میں گویا جتنے اثرات ہونے چاہئے اتنے نہ ہوں، ہمارے اکابرین کی تواضع کی شان یہی رہی ہے کہ اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔

اُس وقت جب حاضری ہوئی تھی تو حضرت نے ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی تھی جو علماء کے لئے بڑی کام کی ہے، استاذِ مکرّم حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ جب دار العلوم دیوبند میں کچھ حالات پیش آئے تو مفتی صاحب وہاں سے اور جگہ تشریف لے گئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے تو حضرت نے فرمایا کہ مفتی جی! کام تو (کسی جگہ) بیٹھ کر ہوتا ہے، آپ نے عرض کیا کہ حضرت! وہاں (دیوبند میں) تو حالات ایسے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ یہاں سہارنپور آکر بیٹھ جاؤ۔

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دار العلوم دیوبند میں جو حالات ہیں وہ میری وجہ سے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میں وہاں نہ رہوں، کیسی تواضع تھی ہمارے اکابرین کی! حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو غالباً چالیس سال کے بعد حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت دی ہے، کتنا مجاہدہ کرایا ہوگا؟ آپ کی تواضع دیکھیں کہ میری وجہ سے دار العلوم کے یہ حالات ہیں، ہمارے اکابرین کی ان باتوں میں ہمارے لئے بڑی نصیحت ہوتی ہے۔

مجھے نماز سے پہلے ہی یاد آیا کہ ایک وقت یہ بھی آیا تھا ہماری اس مسجد میں کہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلّہ جو ہمارے استاذ ہیں، ان کا بیان وہاں عوام میں طے ہوا، اور حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان یہاں ہمارے علماءِ کرام میں طے ہوا، آج اُسی مجلس کی شکل ہوگئی کہ آج ہمارے درمیان حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں، ہمیں نصیحت فرمائیں گے، اور وہاں حضرت کے اجازت یافتہ

مولانا عیاض صاحب بیان فرمائیں گے۔

حضرت دامت برکاتہم کا فیض سب کے سامنے ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں (حضرت دامت برکاتہم کی موجودگی میں کہنا بھی نہیں چاہئے) کہ اس وقت پورے برطانیہ کے اندر، بلکہ پورے عالَمِ اسلام کے اندر حضرت دامت برکاتہم سے اللہ تعالیٰ شانہٗ خدمت لے رہے ہیں، تزکیہ کی لائن سے اور اسی طریقے سے تعلیم وتبلیغ کی لائن سے خدمت اللہ تعالیٰ شانہٗ کے فضل وکرم سے بڑی مقبول ہوئی ہے، اور یہ ہمارے لئے بڑی سعادت ہے کہ آپ تشریف لائے ایسی مشغولی کے ساتھ اور پھر وہاں بخاری شریف جیسی کتاب پڑھانے کی ذمہ داری، اور پھر لوگوں کا آنا جانا، مشورہ وغیرہ۔

ہمیں حضرت دامت برکاتہم نے کچھ وقت دیا تھا، لیکن جب ہماری حاضری ہوئی تو میرے ساتھ جو ساتھی تھے انہوں نے کہا کہ یہ تو ہمیں حضرت دامت برکاتہم نے تین گھنٹے دے دئے، حالانکہ ان کے پاس وقت بھی بہت کم، لیکن اس قدر حضرت دامت برکاتہم کی شفقت اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتیوں پر کہ اپنی صحت جیسی بھی ہو لیکن اُس کے باوجود بھی وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کوئی خیر کا کلمہ کہلوادے، کرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے کسی بندے کو ذریعہ بنادیتے ہیں، تو الحمدللہ، بڑی تعداد میں علماء کرام تشریف فرما ہیں، میں نے تو حضرت دامت برکاتہم کے حکم سے کچھ باتیں عرض کردیں، ہمارے لئے بڑی سعادت ہے، حضرت دامت برکاتہم جو بھی بات فرمائیں، ہمارے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ چلنے کے لئے، آئندہ خدمات کے لئے، مشعلِ راہ ہوگی، میں خود ان باتوں کا محتاج ہوں، اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم کی عمر میں خوب برکت عطا فرمائیں۔ (آمین)

میں ایک اور بات کہوں کہ اس وقت جو ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں، میں نے یہ بھی دیکھا کہ حاجی فاروق صاحب سکھروی رحمۃ اللہ علیہ جو ہم سب کے بڑے تھے، وہ بھی حضرت کو بہت چاہتے تھے اور یہ اکیڈمی کے لئے جب عمارت خریدنے کا مرحلہ آیا تو میں نے حضرت مولانا محمد سلیم صاحب دامت برکاتہم کی زبانِ مبارک سے سنا کہ جب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کے لئے درخواست کی گئی تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے آپ کے لئے میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا کر دی ہے، وہ جگہ آپ کو مل جائے گی، ایسی جگہ ملی کہ بالکل بستی کے درمیان، چاروں طرف مسلم آبادی، اللہ تعالیٰ نے ایسی بہترین جگہ عطا فرمائی کہ دارالعلوم ہے، مسجد ہے، مدرسہ ہے، الحمدللہ کئی علماء وہاں سے فارغ ہوئے، ابھی بھی جو مولانا وہاں عوام میں بیان فرمائیں گے وہ بھی وہاں کے تربیت یافتہ ہیں، وہاں کے اور بھی علماءِ کرام یہاں تشریف فرما ہیں۔

حضرت دامت برکاتہم کی موجودگی میں کچھ کہنا سخت بے ادبی ہے اور حضرت دامت برکاتہم ایسا چاہتے بھی نہیں کہ کوئی میری تعریف کرے، لیکن میں نے یہ اس لئے عرض کیا کہ حضرت دامت برکاتہم کی عمر ایسے دیکھنے جائیں تو کم ہے لیکن اس کم عمر میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت دامت برکاتہم سے بہت کام لیا ہے، تو ہمارے لئے سعادت ہے، ہم غور سے حضرت دامت برکاتہم کی نصیحتوں کو سنیں گے، عوام کا مجمع بھی منتظر ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم وہاں بھی کچھ باتیں فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)



علماء کا آپس کا احترام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ شانہٗ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ اُس نے بغیر استحقاق کے محض اپنے لُطف وکرم سے، اربابِ علم وفضل کی اتنی بڑی تعداد کی صحبت نصیب فرمائی، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ، بالخصوص حضرت مولانا دامت برکاتہم کی صحبت اور اُن کے کلمات اپنے اندر بہت فوائد لئے ہوئے ہیں، اور میں بغیر کسی تصنّع کے پورے صدق وخلوص کے ساتھ عرض کررہا ہوں کہ حضرت کی تو صرف زیارت بھی ہمارے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی صحیح قدر کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں اور ان کے سایے کو ہم لوگوں پر تادیر قائم رکھیں۔ (آمین)

حقیقت یہ ہے کہ اربابِ علم وفضل کے سامنے، میرے جیسے طالبِ علم کا کچھ عرض کرنا جسارت اور جرأت کے سوا کچھ نہیں ہے، مگر حضرت کی میرے دل میں محبت بھی ہے اور عقیدت بھی، حضرت بھی محبت اور احترام دونوں کا معاملہ فرماتے ہیں اس لئے جب وہ درمیان میں آجاتے ہیں تو میرے لئے انکار بہت مشکل ہوجاتا ہے، پھر یہ سوچا کہ چھوٹے اپنے بڑوں کو سبق سنایا ہی کرتے ہیں، ایسا کوئی ضروری تو نہیں کہ بولنے والا اگر بڑوں کے سامنے کوئی بات کہے تو وہ بڑا ہے اور بڑے چھوٹے ہیں، درس گاہوں میں چھوٹے اپنے بڑوں کو سبق کی شکل میں کچھ نہ کچھ سنایا ہی کرتے ہیں، اور جہاں تک معاصر ساتھیوں کا تعلق ہے تو سوچا کہ اُن کے ساتھ تکرار ہوجائے گی، مزید یہ کہ اس موقع سے

فائدہ اُٹھا کر میں اپنا محاسبہ بھی کرلوں گا اور مجھے جس چیز کی ضرورت ہے، اُسے بیان کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ خود کی اصلاح ہو۔

وعظ ونصیحت خود کو کرتا ہوں

میرے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ باربے ڈوس (Barbados) کے سفر میں ایک واقعہ پیش آیا تھا، اُس وقت حضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تجھے یہ غلط فہمی کب سے ہے کہ میں دوسروں کو وعظ کرتا ہوں، میں تو جہاں کہیں جاتا ہوں، جب بھی کچھ کہنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو نصیحت اور وعظ خود کو کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ دوسرے بھی سن لیتے ہیں، تو میں نے بھی سوچا کہ بڑوں کو سبق سنادوں گا، اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کے ساتھ تکرار ہوجائے گی اور خود کو خطاب کروں گا، خود کو نفع ہوگا۔

اپنے اندر کوئی کمی پاتا ہوں تو اس پر وعظ کہتا ہوں

حضرت حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے آدمی تھے؟ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے اندر جب کوئی کمی نظر آتی ہے اور کسی عمل میں کم ہمتی ہوتی ہے تو میں اُس کو اپنی تقریر کا موضوع بنالیتا ہوں اور مجمعِ عام میں بیان کرتا ہوں۔[1]

یہ حضرات اعلیٰ درجے کے کمال کو پہنچنے کے بعد بھی اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے، دیکھا کرتے تھے کہ میری زندگی میں کوئی کمی تو نہیں، کوئی چیز قابلِ اصلاح تو نہیں اور ظاہر ہے کہ ان حضرات میں جو کمی یا کوئی قابلِ اصلاح چیز ہوگی، اُس کا تعلّق فرض، واجب یا حرام سے تو ہوگا نہیں، مگر پھر بھی اس کی اصلاح کی طرف متوجّہ ہوجاتے تھے اور اس

---

[1] دوائے دل، افادات حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۵۲

پر وعظ کہتے تھے۔

امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ

تو اس وقت دل میں آیا کہ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیحُ البخاری سے ایک بہت بڑے فقیہ کا ایک ملفوظ عرض کروں اور اُس کے بارے میں حضراتِ علماءِ کرام نے جو مفید باتیں بتلائی ہیں اُن کا مذاکرہ کروں، یہ فقیہ ربیعہ بن فرّوخ ہیں، اور مشہور ہیں ربیعۃ الرّأی سے، یہ مدینہ منوّرہ کے مفتی اور اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم ہیں۔

اصحابُ الرّأی کا مطلب

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب کو بھی اصحابُ الرّأی کہا جاتا ہے، کتابوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ محدّثین یہ فرماتے ہیں اور اصحابُ الرّأی یہ فرماتے ہیں، فلاں طبقہ یہ کہتا ہے اور اصحابُ الرّأی یہ کہتے ہیں، اور بالعموم مراد اُن سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب ہوتے ہیں، اسی لقب کی وجہ سے احناف پر نقد کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور قرآن پر عمل کرنے والے لوگ نہیں ہیں، یہ اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، اسی لئے انہیں اصحابُ الرّأی اور اہلُ الرّأی کہا گیا ہے، مگر یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جیسے فنِّ حدیث میں مہارت رکھنے والے حضرات کے لئے اہلُ الحدیث کا لفظ مستعمل ہے۔

بہت مرتبہ الفاظ کے ظاہری معنوں سے لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے، مثال کے طور پر صحیحُ البخاری کی ساری روایات صحیح ہیں، اس سے یہ مغالطہ پیدا کیا جاتا ہے کہ صحیحُ البخاری کے علاوہ اور جتنی کتب ہیں ان میں روایات غیر صحیح ہیں، اور غیر صحیح سے مراد غلط لیا جاتا

ہے،لغوی معنی سمجھا کر دھوکہ دیا جاتا ہے،اسی طرح ضعیف حدیث کے بارے میں اس کا لغوی معنی سمجھا کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث کمزور ہے یعنی کسی کام کی نہیں،تو ٹھیک اسی طرح اصحابُ الرّأی کا یہ معنی بتلایا جاتا ہے کہ یہ اپنی رائے پر عمل کرنے والے لوگ ہیں،قرآن اور حدیث پر عمل نہیں کرتے ،حالانکہ بات یہ نہیں ہے، یہاں لفظِ رائے فقہ اور تفقّہ کے معنی میں ہے، اور اصحابُ الرّأی سے مراد اصحابِ تفقّہ واصحابِ عقل وفہم ہیں،وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ شانُہ کی طرف سے فقہ وفہم،عقل و دانش اور گہری بصیرت کی خاص دولت نصیب ہوتی ہے جس سے وہ قرآن وحدیث کی گہرائی سے مسائل کا استخراج کر کے اُمّت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شانِ تفقّہ

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ یہ حدیث کے اپنے ایک استاذ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، استاذ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا گیا، بہت غور کیا،محدّث تھے، بہت ساری حدیثیں یاد تھیں،مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے،تب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجّہ ہوئے اور کہا کہ آپ کے پاس اس سلسلے میں کوئی علم ہے؟ تو یہ چونکہ صاحبُ الرّأی تھے،صاحبُ التفقّہ تھے،صاحبُ العقل والفہم تھے اس لئے مسئلہ بتادیا۔امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ نے اس مسئلے کا استنباط کہاں سے کیا؟ تو جواب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُسی حدیث سے جو آپ نے ہم سے بیان کی ہے۔ پوچھا کہ کون سی حدیث؟ کہا کہ فلاں حدیث۔ جب آپ کے محدّث استاذ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ان کا وہاں ذہن بھی نہیں گیا جہاں فقیہ شاگرد کا گیا،تو انہوں نے کہا:

أَنْتُمُ الْأَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَةُ[۱]

آپ حضرات طبیب ہیں اور ہم لوگ جڑی بُوٹی والے دوافروش ہیں۔

ہم تو جڑی بُوٹی والے لوگ ہیں، ہماری تو جڑی بُوٹیوں کی دکان ہے، ان میں سے کس کو کس کے ساتھ ملا کر کون سی دوا بنائی جاتی ہے وہ ہم نہیں جانتے، وہ تو آپ طبیب حضرات ہی جانتے ہیں۔

خیر یہ دوسرا موضوع ہے، عرض یہ کر رہا تھا کہ اصحابُ الرّأی کے بارے میں یہ جو تأثّر قائم کیا جاتا ہے کہ ان کو فنِّ حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ غلط ہے، ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے بارے میں علّامہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ، تَقُوْلُوْنَ: رَبِيْعَةُ الرَّأْيِ، وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا اَحْفَظَ لِسُنَّةٍ مِنْهُ[۲]

اے عراق والو! تم ربیعہ الرّأی کہتے ہو؟ اللہ کی قسم، میں نے اپنی زندگی میں ربیعہ سے زیادہ حدیثوں کو محفوظ کرنے والا اور محفوظ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

اسی وجہ سے علّامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کی روایات سے تمام علماء نے استدلال اور احتجاج کیا ہے۔[۳]

---

[۱] مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص: ۳۴، ۳۵

[۲] سير أعلام النبلاء: ۶/ ۲۵۱

[۳] ميزان الاعتدال: ۳/ ۶۸

ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علماء کی آراء

خیر، ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، محدّث اور فقیہ ہیں، مسجدِ نبوی میں اُن کی مجلس کی ایک رونق تھی، بڑے بڑے علماء ان کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کرتے تھے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد فرمایا تھا:

ذَهَبَتْ حَلَاوَةُ الْفِقْهِ مُنْذُ مَاتَ رَبِيْعَةُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ[1]

امام ربیعہ کا جب سے انتقال ہوگیا ہے اُس وقت سے فقہ کی مٹھاس اور حلاوت ختم ہوگئی ہے۔

لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدّث بھی ہیں اور فقیہ بھی، وہ ایک دوسرے بڑے عالم عبید اللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ یہ فرماتے تھے:

رَبِيْعَةُ صَاحِبُ مُعْضِلَاتِنَا، وَعالِمُنَا، وَاَفْضَلُنَا[2]

امام ربیعہ ہمارے مشکل اور اُلجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے والے ہیں اور ہم میں علم والے اور سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔

جب ہمیں پیچیدہ مسائل کا سامنا ہوتا ہے اور اُن کی گتھیاں سلجھانے سے ہم قاصر رہتے ہیں، اُس وقت ہمیں اُن مشکلات سے نکالنے والے ربیعہ ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے ہیں اور ہم میں مرتبے کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہیں۔

---

[1] تہذیب الکمال: ۲/۴۷۱

[2] تہذیب الکمال: ۲/۴۷۰

ایک بہت اہم بات

یہاں ایک اور بات عرض کرنے کو جی چاہتا ہے جو بہت ہی اہم ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرّ ائی رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانے کے ہیں، ربیعۃ الرّ ائی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے، علم میں دونوں بہت بڑے ہیں، مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے ایک عالم کی کتنی اونچی تعریف کررہے ہیں، ہمارے زمانے کے علماء میں سے ایسے کتنے افراد ہیں جن کی زبان سے کسی اور عالم کی تعریف میں کوئی اچھا کلمہ نکلتا ہے؟ اس پر بہت غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے ساتھیوں کی، اپنی علمی برادری کے افراد کی غلطیاں تو فوراً نظر آجاتی ہیں، بلکہ جو غلطی ان میں نہیں ہوتی وہ بھی ہمیں نظر آتی ہے، ہم کسی کی چھوٹی غلطی کی سو غلطیاں بنا کر اس کا چرچا کرتے ہیں، مگر ہمارے ساتھی عالم کی ایک خوبی بیان کرنے کی ہم میں ہمت نہیں ہوتی، ہمیں اپنے اسلاف کے عمل کو دیکھنا چاہئے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ متقدمین و متأخرین، اور پھر ہمارے اکابر، ان سب کی زندگیوں میں ہمیں یہ وصف نمایاں نظر آتا ہے کہ اُن میں کسی کی خوبی کو دیکھ کر اُس کا برملا اعتراف کرنے کی ہمت، جرأت اور بہادری تھی، اس کام کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لئے گُردہ چاہئے، کتابوں میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔

ابن شہاب الزّ ہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے عالم تھے، ان کی مجلس میں ایک مرتبہ ابن شہاب الزّ ہری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ آیا تو عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَأَيُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ؟

ابن شہاب کے پاس کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ تنقیدی تبصرہ اس لئے تھا کہ علم کی حفاظت ہو کہ بھائی! حدیث لینے میں فلاں اِس درجے کا ہے اور فلاں اِس درجے کا، فقہ کے مسائل میں فلاں اِس درجے کا اور فلاں اِس درجے کا، فلاں فلاں سے علم لینے میں احتیاط کرنا، تو عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو خبر پہنچی تھی اُس کے مطابق وہ کہتے تھے کہ ابن شہاب کی علمی حیثیت کچھ نہیں ہے، حالانکہ ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اونچا مقام ہے۔

ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

آپ مدوّنِ حدیث ہیں، فنِّ حدیث کے شہسوار ہیں اور روحانیت اور بزرگی میں بھی اعلیٰ درجے کے مالک ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا میں نظیر نہیں ہے۔[1] اُن کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جب اُن کا انتقال ہونے لگا تو وصیت کی کہ مجھے مقابرِ مسلمین میں دفن مت کرنا، مجھے کسی راستے کے کنارہ دفن کرنا۔[2] ایسا لگتا ہے کہ ان کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ آخرت کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ گزرنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ میرے لئے دعا کرے جس کی برکت سے میری نجات ہوجائے۔

جو جتنا بڑا ہوتا ہے وہ اُتنا ہی چھوٹا بن کر رہتا ہے، حضرت مجھ سے بہت بڑے ہیں، اس لئے چھوٹے بن کر میری تعریف کی اور یہ نہیں کہ اوپر اوپر سے، بڑے اپنے آپ کو

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ۵/۳۳۶

[2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۵/۳۵۶

ایسا ہی سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی مبارک زبان سے علماء کے اتنے بڑے مجمع میں نکلے ہوئے الفاظ کو میرے حق میں قبول فرمالیں اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنادیں، (آمین)، یہ ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے آدمی تھے۔

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقت پسندی

ایک مرتبہ ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ مکّہ مکرّمہ آئے، عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا تو انہوں نے چاہا کہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جائیں، معذور ہونے کے باوجود اپنے شاگردوں پر اصرار کیا کہ مجھے ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جاؤ۔ اللہ اکبر! ایسے شخص کے پاس جانا چاہ رہے ہیں جس کے بارے میں اُن کی رائے یہ ہے کہ وہ کچھ نہیں ہے، گئے اور ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھ گئے اور بہت دیر تک بیٹھے رہے۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ علم کے آفتاب تھے، عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جب مجلس سے واپس ہوئے تو شاگردوں نے پوچھا کہ ابن شہاب کو کیسا پایا؟ تو عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا الْقُرَشِيِّ قَطُّ

اللہ کی قسم! میں نے اس قُرشی جیسا شخص زندگی میں نہیں دیکھا۔[1]

صرف ایک مجلس سے اُن کی رائے بدلی اور اُس کے اظہار میں انہوں نے شرم محسوس نہیں کی، انہیں یہ خیال نہیں آیا کہ میں نے تو ان کے بارے میں یہ کہا تھا کہ وہ کچھ نہیں ہے، اب میں اپنے شاگردوں کو اس بات کے خلاف کس طرح کہوں؟ کچھ حیلے

---

[1] التمهيد: ۱۰/ ۱۲

بہانے سے کام لوں کہ بھائی! ابھی تو ایک مجلس ہوئی ہے، ذرا دو چار مجلسیں اور دیکھیں گے پھر رائے قائم کریں گے، نہیں، فوراً فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے ایسا عالم کبھی نہیں دیکھا۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرے کے لئے احترام

اب ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنئے! ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں ایک کمرے میں چلے گئے، ان کی یہ مجلس فجر سے ظہر تک رہی، ظہر کے لئے نکلے، دوبارہ اندر چلے گئے، پھر مجلس عصر تک رہی، دونوں آپس میں علمی مذاکرہ اور بحث ومباحثہ کرتے رہے، ایک دوسرے کے علوم کو جانچنے کا موقع ملا، جب دونوں عصر کے وقت باہر نکلے تو علماء کا مجمع منتظر تھا کہ دیکھیں آج کیا ہوتا ہے، ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ نے نکلتے ہی حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ مدینہ منوّرہ میں ربیعہ کے پایے کا عالم ہے۔ حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص علم میں اُس درجے پر پہنچا ہو جس درجے پر ابن شہاب پہنچے ہیں۔[1]

دیکھو! یہ اِن کی تعریف کر رہے ہیں اور اِن کو سب سے افضل بتلا رہے ہیں اور وہ اُن کی تعریف کر رہے ہیں اور اُنہیں سب سے افضل کہہ رہے ہیں، حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے معاصر ہیں، ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ معاصرت کتنا بڑا حجاب ہوتا ہے، بڑے چھوٹوں کی صلاحیت کو کسی حد تک تسلیم کر لیتے ہیں اور اسی طرح چھوٹے بھی بڑوں کی، مگر معاصر اور ہمعصر اپنے ساتھی کی حیثیت بڑی مشکل سے قبول کرتے ہیں، مگر یہ مخلصین کی جماعت تھی، یہ رجالُ اللہ اور رجالُ الآخرت تھے۔

---

[1] تذکرۃ الحفّاظ: ۱/ ۱۳۷

نحو کے دو اماموں کا ایک دوسرے کی تعظیم کرنا

امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ اور امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ دونوں نحو کے بڑے امام ہیں، عربیت اور لغت میں ان دونوں کا بڑا اونچا مقام ہے، امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کی غرض سے گئے، امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے ساتھ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، ظاہر ہے کہ ان کے شاگرد کے دلوں میں اپنے استاذ کا اعلیٰ درجے کا احترام تھا، اور ایسا ہونا بھی چاہئے، اپنے اساتذہ کو اور اپنے شیخ کو خوب احترام کی نظر سے دیکھنا چاہئے، لیکن امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ نے جیسے ہی امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اُنہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ عربیت اور لغت کا سردار آ گیا۔ امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جملہ سنتے ہی فرمایا کہ نہیں، جب تک امام اخفش زندہ ہیں یہ نہیں ہوسکتا۔[1]

یہ اِن کو سردار کہہ رہے ہیں اور وہ اُن کو سردار کہہ رہے ہیں، اور ہیں دونوں معاصر، سبحان اللہ! ایک دوسرے کے لئے کتنا احترام ہے! ایک دوسرے کی خوبیوں کا کس قدر اعتراف ہے! اصل میں ان حضرات کا تزکیہ ہو چکا تھا، یہ سب اپنی نظر میں چھوٹے تھے اس لئے ہر ایک دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا تھا۔

ہمارے زمانے میں اختلاف ہی اختلاف

ایک عالم نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضرت، پچھلے زمانے میں علماء میں وہ اختلاف اور وہ دوری نظر نہیں آتی جو ہمارے زمانے میں ہے۔

---

[1] وفیات الأعیان: ۲/۳۸۱

یہ تو کچھ سالوں پہلے کی بات ہے، اب تو اس میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے، پہلے تو مختلف تنظیموں، جماعتوں اور اداروں کا آپس میں اختلاف رہتا تھا اب تو ہر فرد انجمن ہے، ہر شخص انجمن ہے، ہر ایک کی اپنی رائے، اپنا خیال، اور جماعتی اعتبار سے معلوم نہیں ہم کتنے حلقوں میں بٹے ہوئے ہیں،

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ایک مدرسے کے فضلاء دوسرے مدرسے کے فضلاء سے الگ، اسی طرح ایک شیخ کے مرید دوسرے شیخ کے مریدوں سے دور، ہمارے دل میں ہماری مادرِ علمی کی جتنی محبت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے کسی اور ادارے کے لئے نہیں ہوگی، اس لئے کہ ہمیں سیرابی وہاں سے حاصل ہوئی ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ علوم کے دوسرے مراکز کو ہم نظر انداز ہی کر دیں، ہمارے اپنے شیخ کا ہماری نظروں میں جو مقام ہے، ظاہر ہے کہ اتنا کسی دوسرے کا نہیں ہوگا، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوّر اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے تمام اولیاء کسی جگہ جمع ہوں، ان میں ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں اور شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں تو ہم تو حضرت حاجی صاحب کے سامنے شیخ جنید یا کسی اور کی طرف التفات بھی نہ کریں، ہم تو حضرت حاجی صاحب ہی کے پاس بیٹھیں۔[1]

تمام اکابر قابلِ احترام ہیں

یہ اس لئے کہ ہمیں روحانی دولت اپنے شیخ سے جتنی ملتی ہے وہ کسی اور سے نہیں،

---

[1] تاریخ مشائخ چشت، ص: ۲۸۵، حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات، ص: ۱۸۶

اورتوحیدِ مطلب کے بھی کچھ تقاضے ہیں، مگراس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ حضراتِ مشائخ جن کے ہم مرید نہیں ہیں وہ قابلِ احترام نہیں، وہ بھی اہل اللہ ہیں، مشائخِ حقہ میں سے ہیں، ہمارے اکابر ہیں، ان کا بھی سو فیصد احترام ہمارے دلوں میں ہونا ضروری ہے، ہمارے اپنے شیخ کا ایک ہزار فیصد احترام ہو، ایک لاکھ فیصد ہو، مگر جو دوسرے مشائخِ حقہ ہیں، صاحبِ نسبت حضرات ہیں، نیک لوگ ہیں جن پر بزرگوں نے اعتماد کیا ہے، دل میں اُن کا بھی کم از کم سو فیصد احترام ہونا چاہئے، اگر سو فیصد میں سے ایک فیصد بھی کم ہوگیا تو میں اُس کو بے ادبی اور گستاخی سمجھتا ہوں جس کا وبال بہت بُرا ہوسکتا ہے، احترام سب بزرگوں کا سو فیصد ہونا چاہئے۔

جب تک ہم بٹے رہیں گے اُمّت بکھری رہے گی

ہمیں ان خیالی حد بندیوں کو ختم کرنا چاہئے، اور انہیں کوئی باہر سے آکر ختم نہیں کرے گا، خود ہمیں کوشش کرکے، محنت کرکے، تعصّب سے پاک ہوکر ان حد بندیوں کا خاتمہ کرنا پڑے گا، اس لئے کہ جب تک ہم بٹے رہیں گے اُمّت بکھری رہے گی، دین کے ہزاروں مسائل ہیں، ان میں سے کسی ایک مسئلے میں اختلاف ہوگیا، اب غور کیجئے کہ کئی ہزار مسائل میں ہمارا اتّفاق ہے اور اختلاف صرف ایک مسئلے میں ہے، مگر افسوس کہ اُس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا بند ہوجاتا ہے، تعلق ومحبت ختم، ملاقات ہوتی ہے تو بالکل superficial (اوپر اوپر سے)، دیکھنے والوں کو بھی محسوس ہوتا ہے کہ ملنا جُلنا مصلحت پر مبنی ہے، ایک دوسرے کو سینے سے بھی لگاتے ہیں، ایک دوسرے کی پیشانی کو چومتے بھی ہیں، مگر اِدھر بھی احساس ہوتا ہے کہ حجاب ہے اور اُدھر بھی احساس ہوتا ہے کہ حجاب ہے، میں ایک شعر عوام کو سنایا کرتا ہوں:

بے تکلّف دن میں جو کھاتے تھے اُن کی عید کیا
چائے، سِگریٹ نوش فرماتے تھے اُن کی عید کیا
بغض وکینہ دل میں لے کے مل گئے تو عید کیا
عید کے دن بھی دل سے نہ دل ملے تو عید کیا

بڑے بڑے جلسوں میں ملتے ہیں، جنازوں میں ملتے ہیں، مگر وہ حجاب دور نہیں ہوتا، دل صاف نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

تو حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم نے پوچھا کہ آج کل علماء میں اختلاف بہت زیادہ ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ پہلے تو بہت کم تھا، بالکل نہ ہونے کے برابر۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب! اصل بات یہ ہے کہ پچھلے زمانے میں چھوٹے لوگ رہتے تھے اور چھوٹوں میں سے کسی کو بڑا بنانا پڑتا تھا کہ بھائی! آپ بڑے ہیں آپ نماز پڑھائیں، آپ بڑے ہیں آپ صدارت قبول کیجئے، تو وہاں کھینچا تانی نہیں ہوتی تھی اس لئے کہ جو چھوٹا ہوتا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو آگے بڑھایا جائے، ایسی صورت میں ہر شخص دوسرے کو بڑا سمجھتا ہے اس لئے ہر ایک کا دل میں احترام ہوتا ہے، تو فرمایا کہ پہلے سب چھوٹے تھے اور چھوٹوں میں سے کسی ایک کو بڑا بنانا بہت آسان تھا، اب ہمارے زمانے میں سب بڑے ہیں، ان بڑوں میں سے کس کو بڑا بنایا جائے؟ ظاہر ہے کہ اختلاف ہوگا۔

حضرت نے حبِّ جاہ کی طرف اشارہ فرمایا، اور ظاہر ہے کہ حبِّ جاہ کی وجہ سے کبر اور حسد بھی آجاتا ہے، اسی وجہ سے ہم کسی کے کمالات کا اعتراف نہیں کر سکتے، عرض یہ کر

رہا تھا کہ جو بڑے تھے وہ سب ایک دوسرے کا خوب احترام کرتے تھے اور ایک دوسرے کی برتری کو تسلیم کرتے تھے۔

امام نافع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کبھی فتویٰ نہیں دیا

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ اور امام نافع رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی عمر قریب قریب تھی اور دونوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بہت استفادہ کیا تھا، اور دونوں بڑے اونچے درجے کے صاحبِ علم تھے، مگر جب تک حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے اس وقت تک امام نافع رحمۃ اللہ علیہ نہ فتویٰ دیتے تھے نہ حدیث سناتے تھے۔[1]

سہل تُستری رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کو بوسہ دینا

حضرت سہل بن عبداللہ تُستری رحمۃ اللہ علیہ مشہور مشائخِ کبار میں سے ہیں، یہ اور امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ دونوں معاصر ہیں، ایک مرتبہ وہ امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے گئے، امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے احترام سے ان کا استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا، حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةٌ

میں ایک ضرورت لے کر آیا ہوں۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بتلائیے۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ پہلے وعدہ کرو کہ آپ اس حاجت کو اگر ممکن ہوگا تو ضرور پوری کریں گے۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ممکن ہونے کی شرط کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ۵/ ۲۷۳

اَخْرِجْ إِلَيَّ لِسَانَكَ الَّذِيْ تُحَدِّثُ بِهٖ أَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أُقَبِّلَهٗ

آپ میرے لئے اپنی وہ مبارک زبان نکالئے جس سے آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کو بیان کرتے ہیں، اس لئے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کو چوموں۔

چونکہ وعدہ کر چکے تھے اس لئے امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے زبان نکالی اور حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے اسے چوما۔[1]

یہ اِن حضرات کے آپس کے احترام ومحبت والے تعلقات ہیں، اور ہمارا حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے پاس صرف جانا اور ملاقات کرنا بھی بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، خیال آتا ہے کہ مجھے کسی نے اس کے پاس جاتے ہوئے دیکھ لیا تو سمجھے گا کہ یہ جانے والا چھوٹا ہے اور وہ دوسرا بڑا، ہم نے معیار ہی غلط مقرر کر لیا ہے۔

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ بلند

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں، آپ کو حَمَامَةُ الْمَسْجِدِ (مسجد کا کبوتر) کا لقب دیا گیا تھا، اس لئے کہ وقت کا ایک بڑا حصّہ مسجدِ نبوی میں گزارتے تھے۔[2] آپ پر چالیس سال ایسے گزرے کہ پانچوں نمازوں میں اذان سے پہلے مسجد میں پہنچ جایا کرتے تھے۔[3] جب مسجدِ نبوی جنگِ حرّہ کے بعد چند دنوں کے لئے بند رہی

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۱۳/ ۲۱۳

[2] قوت القلوب: ۲/ ۱۶۸

[3] تهذيب التهذيب: ۲/ ۴۵

تو آپ مسجد میں اکیلے رہ گئے، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوگا کہ مسجدِ نبوی میں کم سے کم ایک آدمی تو نماز پڑھے، تو آپ اندر رہ گئے، روشن دان، کھڑکیاں سب کچھ بند تھا اس لئے پتا نہیں چل رہا تھا کہ وقت کیا ہے؟ اندھیرا تھا، مثلِ اوّل، مثلِ ثانی، غروب، طلوع وغیرہ کا پتا لگانا مشکل تھا، سب سے پہلی نماز کا وقت جب آیا تو روضۂ پاک سے اذان شروع ہوئی، آپ نے نماز پڑھ لی، فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں میرے علاوہ مسجد میں کوئی نہیں تھا، جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو قبر مبارک سے اذان کی آواز آتی، میں آگے بڑھ کر اقامت کہتا اور اکیلا ہی نماز پڑھتا۔[1]

بہت اونچے درجے کے پرہیزگار شخص تھے، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ چالیس سال اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ پچاس سال تک تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔[2] پھر مزید یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد، کتنا اکتسابِ فیض کیا ہوگا؟ احادیث کی سندوں میں جگہ جگہ ان کا نام آتا ہے، اسی طرح فقہ میں بھی ان کی رائے ہر جگہ ملتی ہے، علم وعمل دونوں میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

ابن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا احترام

اس جلالتِ شان کے باوجود جب کوئی آپ کے پاس علمی سوال لے کر حاضر ہوتا تھا تو فرماتے کہ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اس لئے کہ وہ ہمارے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔[3] دوسری طرف سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ ان کو

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۵/ ۱۲۹

[2] تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام: ۴/ ۱۱۰۴، قوت القلوب: ۲/ ۱۶۸

[3] سير أعلام النبلاء: ۵/ ۲۶۴

بَقِيَّةُ النَّاسِ کہتے تھے۔[1]

یہ آپس کا احترام تابعین میں بھی تھا اور تبع تابعین میں بھی تھا اور بعد کے تمام رجالُ الآخرت میں پایا جاتا ہے، دراصل یہ خصوصیت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں ایک دوسرے کا احترام

بخاری شریف میں ایک واقعہ ہے، حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو کسی نے میراث کا ایک مسئلہ پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ فلاں کو اتنا ملے گا اور فلاں کو اتنا ملے گا، اور پھر کہا کہ تم ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ بھی یہی فتویٰ دیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتنا یقین تھا کہ آپ بھی وہی فتویٰ دیں گے تو ان کے پاس بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ چاہت ہو کہ مستفتی اور سائل کے لئے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی استفادے کی راہ ہموار ہو، سائل وہاں چلا گیا اور پوری صورتِ حال بیان کی کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ سوال رکھا، انہوں نے مجھے یہ جواب دیا اور کہا کہ تم وہاں جا کر پوچھو، یہی جواب ملے گا، تو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ

اگر میں وہی جواب دوں تب تو غلطی میں پڑ جاؤں گا اور سیدھی راہ پر نہیں رہ سکوں گا۔

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۵/ ۲۶۴

مطلب یہ تھا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے غلطی ہوئی ہے، اس کے بعد حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب بتلایا۔

سوچو میرے ساتھیو! کیا اس طرح کا حوصلہ ہمارے پاس ہے؟ ہمارے پاس اگر کوئی سائل آئے اور ہمیں سوال کا جواب معلوم ہو تو کیا جواب دے کر ہم اسے کسی اور عالم یا مفتی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیں گے؟ اگر کوئی با حوصلہ عالم یا مفتی ہمارے پاس کسی کو بھیجے اور اس کا جواب غلط ہو تو کیا ہم بھی اتنی بے تکلفی سے کہہ سکیں گے کہ جواب غلط ہے؟ خوف محسوس ہوگا کہ کہیں جھگڑا نہ شروع ہو جائے، لیکن وہاں یہ بات نہیں تھی، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے غلط کہہ کر صحیح جواب دے دیا، سائل حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس پہنچا اور کہا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے تو یہ فرمایا۔ اب دیکھئے کہ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا کیا رویہ رہا؟ آپ نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے کہا:

لَا تَسْئَلُونِّيْ مَادَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيْكُمْ[1]

تم مجھ سے مسائل کے بارے میں ہرگز سوال نہ کرنا جب تک یہ علّامہ تم میں موجود ہیں۔

اب تک وہ واقعات بیان ہوئے جن سے بڑوں کے لئے چھوٹوں کا احترام یا معاصرین کا ایک دوسرے کے لئے احترام سامنے آیا، مگر ہمارے اسلاف ایسے مصفّٰی اور مجلّٰی تھے کہ بڑوں کو بھی چھوٹوں کے ساتھ احترام سے پیش آنے میں کوئی دقّت نہیں ہوتی تھی۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنةِ الابن مع بنت، ح(٦٧٤٤)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے بیٹے سالم رحمۃ اللہ علیہ کو احترام میں بوسہ دینا

حضرت سالم رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے ہیں، مدینہ منوّرہ کے فقہاءِ سبعہ میں سے تھے، بڑے صاحبِ علم وفضل تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جب اپنے اس بیٹے سے ملاقات ہوتی تھی تو پیشانی پر بوسہ دیتے تھے، عرب حضرات کے یہاں پیشانی پہ بوسہ دینا علم وفضل کا اعتراف ہے، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بیٹے سالم کو پیشانی پر بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے:

شَيْخٌ يُقَبِّلُ شَيْخًا[1]

ایک شیخ دوسرے شیخ کو بوسہ دے رہا ہے۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا عامرِ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں اعتراف

ایک مرتبہ امام عامرِ شعبی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات پر گفتگو فرما رہے تھے کہ فلاں غزوے میں یوں ہوا اور فلاں میں یوں ہوا، فلاں غزوہ فلاں سن میں ہوا تھا اور اس میں اتنے صحابہ تھے وغیرہ؛ غزوات کی تفصیلات بیان فرما رہے تھے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وہاں سے گزر ہوا، سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ صاحب اِن واقعات کو اس طرح بیان کر رہے ہیں کہ گویا یہ خود بھی ہمارے ساتھ موجود تھے، یہ واقعات مجھے اس طرح یاد نہیں جس طرح انہیں یاد ہیں اور مجھ سے زیادہ ان واقعات کا ان کو علم ہے۔[2]

ایک صحابی ایک تابعی کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے دیکھے ہوئے

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۵/۲۷۲

[2] سير أعلام النبلاء: ۵/۱۷۸

واقعات کی جو تفصیل ان صاحب کے پاس ہے وہ میرے پاس نہیں ہے، گویا لوگوں کو متوجّہ کررہے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرنا چاہئے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھڑے ہوگئے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ امام محمد بن یحییٰ ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ آئے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عمر میں بھی بڑے اور مرتبے میں بھی، امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ کے آنے پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ احتراماً کھڑے ہوگئے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کھڑے ہونے کو دیکھ کر پوری مجلس کو تعجب ہوا، اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ دونوں کے مرتبے میں فرق تھا، اسی لئے تو پوری مجلس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کھڑے ہونے پر تعجّب ہوا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے احترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا، پھر اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ جب امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں سے اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاکر ان سے حدیثیں لکھو۔[1]

یہ آپس کے احترام کا معاملہ متقدّمین کی طرح متأخرین کی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے یہاں تک کہ ہمارے اکابر کی زندگیوں میں بھی یہ خوبی بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے، اس سلسلے کے کئی واقعات ہیں، یہاں ایک واقعہ عرض کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

حضرت مدنیؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک دوسرے کے لئے احترام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقسیمِ ہند کے بارے میں اختلاف تھا، مگر اس اختلاف کے باوجود دونوں طرف سے احترام میں کمی

---

[1] تذکرۃ الحفّاظ: ۲/۸۱

نہیں تھی، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کبھی ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اختلاف کا ذکر فرماتے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوتا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور عملی کمالات کا تذکرہ ضرور کرتے تھے کہ آپ ایسے تھے اور ایسے تھے، مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ تقسیمِ ہند کے بارے میں اختلاف کا ذکر آیا ہو اور اس سلسلے میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے والد صاحب نے آپ کے کمالات کو بیان نہ کیا ہو۔[1]

ان دونوں بزرگوں کا ایک فقہی مسئلے میں بھی اختلاف تھا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ چمڑے کے علاوہ کے موٹے موزے پہن کر ان پر مسح کرتے تھے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ تھی کہ ان پر مسح جائز نہیں، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جب پتا چلا تو دار الافتاء میں جا کر کتبِ فقہ سے اپنی تائید میں عبارات نکال کر پیش کیں، مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تشفی نہیں ہوئی اور اپنی رائے پر قائم رہے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی رائے پر قائم رہے کہ ان موزوں پر بھی مسح جائز ہے، وضوء درست ہوگا اور نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔

ایک مرتبہ ایک جگہ دونوں بزرگ جمع تھے، دار العلوم کے اساتذہ بھی تھے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بڑے تھے، آپ نے مغرب کی نماز کے لئے وضوء فرمایا اور ان موزوں پر مسح فرمایا اور وضوء سے فارغ ہو کر فرمایا کہ مفتی محمد شفیع صاحب کے نزدیک تو یہ مسح جائز نہیں ہے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بے تکلفی سے عرض کیا جی ہاں، اور آپ کے پیچھے اس وقت نماز نہیں پڑھوں گا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سب

---

[1] البلاغ اشاعت خصوصی بیادِ فقیہ ملت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، مفتیٔ اعظم پاکستان قدس سرہ، ص: ۳۲۰

میں بڑے ہیں اس لئے نماز کے لئے انہی سے کہا جائے گا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مٹے ہوئے تھے، بے تکلفی سے فرمایا کہ آپ کے پیچھے میری نماز ہوجائے گی اس لئے آپ نماز پڑھائیں اور میں مقتدی ہوجاؤں گا۔

اللہ اکبر! یہ حضرات کتنے بلند مقام والے تھے! یہ خیال نہیں آیا کہ میں بڑا ہوں، مجھے لوگ آگے کریں گے، میں نماز پڑھالوں گا، مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی نماز الگ سے پڑھ لیں گے، نہیں، آپ نے فرمایا کہ مفتی صاحب امام بن جائیں۔[1]

میرے بھائیو! چونکہ یہ دونوں حضرات ہمارے بڑے ہیں، دونوں کا ہمارے دلوں میں احترام ہے اس لئے ہمارے لئے یہ ایثار کیا معنیٰ رکھتا ہے وہ سمجھنا بہت مشکل ہے، ہمیں اُس دور میں جانا پڑے گا جب یہ دونوں زندہ تھے، اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے سمجھے جاتے تھے، اُس وقت یہ کہنا کہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس مسئلے میں چونکہ ہم سے الگ ہے اس لئے ان کی نماز ہمارے پیچھے نہیں ہوگی، لیکن ہماری ان کے پیچھے ہو جائے گی، اس لئے مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھائیں، یہ بہت بڑی بات ہے، اس سے بے نفسی کا بھی پتا چلتا ہے اور اس بات کا بھی کہ آپس میں ایک دوسرے کا احترام کتنا تھا۔

سب کا احترام اور گروہ بندی سے اجتناب

تو ایک بات یہ ہے کہ حد بندی اور گروہ بندی کو ہمیں ختم کرنا ہے، جس عالمِ دین پر بھی ہماری نظر پڑے ہمیں ایسا محسوس ہونا چاہئے کہ یہ ہماری برادری کا فرد ہے اور ہمارا

---

[1] معارفِ مفتیٔ اعظم، ص: ۲۴۳

ہے، اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ کسی سے کسی ایک مسئلے میں اختلاف ہوگیا تو بس تعلّق ہی ختم، اس ایک مسئلے میں اختلاف کی وجہ سے اس شخص کی دوسری ہزاروں خوبیوں کو ہم کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں؟ ہوسکتا ہے وہ اہل اللہ میں سے ہو، پتا نہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا مقام ہے؟ مگر یہ سب چیزیں ایک طرف رہ جاتی ہیں، اب اُس کی ہر چیز کو منفی نظر سے دیکھو، ہر معاملے میں مخالفت کرو، ہر چیز میں کیڑا تلاش کرو، ہم ایک دوسرے کی غیبت میں ایسے مبتلا ہوجاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کی عزت محفوظ نہیں رہتی، تہمتوں تک نوبت آجاتی ہے۔

تو میرے عزیزو! ایک بات یہ ہوئی کہ تعصّب، تحزّب اور گروہ بندی کو ختم کیا جائے، اور دوسری بات یہ کہ ایک دوسرے کا احترام ہو، بڑوں کا بھی، چھوٹوں کا بھی اور ہمعصروں کا بھی، اور اگر کسی مسئلے میں اختلاف ہوجائے تو اس کی وجہ سے خلیج نہیں پیدا ہونی چاہئے، ٹھیک ہے، ایک مسئلے میں ہمارا آپ کا اختلاف ہے، مگر اٹھنا بیٹھنا، ملنا جُلنا جاری رہنا چاہئے، ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات باقی رہنے چاہئے اور ایک دوسرے کے احترام کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔

ایک قیمتی بات

تربیت کرنے والوں نے تو یہاں تک تربیت کی ہے کہ جب تم کسی کو کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھو اور اس کے آدھ گھنٹے، پون گھنٹے بعد تمہاری اس سے دوبارہ ملاقات ہو، تو دل میں اس کے بارے میں بُرا خیال مت لاؤ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کر چکا ہو، یہ بات صرف کسی عالم کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہر شخص کے بارے میں ہے، اگر کسی

عام آدمی کو بھی غلط کام کرتے ہوئے دیکھو، مثال کے طور پر شراب پیتے ہوئے، اور پھر کسی دوسرے وقت میں تمہاری اس پر نظر پڑے تو دل میں یہ خیال مت لاؤ کہ یہ شرابی ہے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کا دوست بن چکا ہو، ایک عام آدمی کے بارے میں جب یہ احتیاط ہے، تو حضراتِ علماءِ کرام کے بارے میں ہمیں کتنا حسنِ ظن رکھنا چاہئے۔

آپس میں احترام نہ کر کے ہم اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں

اگر آپس میں ہم ایک دوسرے کا احترام نہیں کریں گے، ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ ظن کا معاملہ نہیں کریں گے تو ہم خود اپنے پاؤں پر کُلہاڑی مار رہے ہیں اس لئے کہ تمام علماء ایک جسم کے مانند ہیں، لہٰذا ہر عالم ہمارا اپنا ہی حصہ ہے، ہمارے اپنے ہی بدن کا عضو ہے، اگر ہم اسے کاٹیں گے تو خود کو نقصان پہنچے گا، آپس میں ایک دوسرے کے احترام اور عزّت میں سب کی عزّت بڑھے گی اور سب کا احترام بڑھے گا، اس لئے ایک دوسرے کی خوبیوں کا اعتراف بھی کرنا چاہئے اور ایک دوسرے کا احترام بھی۔

آمدم برسرِ مطلب

تو بات یہ چل رہی تھی کہ بڑے بڑے علماء نے امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اونچے کلمات کہے ہیں، اور مقصد میرا امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بیان کرنا تھا مگر بیچ میں اور بھی باتیں آگئیں، خیر، اب وقت چونکہ کم رہ گیا ہے اس لئے میں امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ملفوظ اور اس کا مطلب اختصار کے ساتھ بیان کردوں، جس کو بیان کرنے کا ارادہ تھا، جو آج کی گفتگو کا مقصود تھا، اللہ تعالیٰ شانہٗ اگر موقع نصیب فرمائیں

گے تو جو سبق باقی رہ گیا ہے اسے کسی اور موقع پر سنانے کی کوشش کروں گا۔

امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ عِنْدَهٗ شَيْئٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يُّضَيِّعَ نَفْسَهٗ[1]

کسی ایسے شخص کے لئے جس کے پاس علم کا کچھ بھی حصہ ہو مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضائع کرے۔

ایسا شخص جس کے پاس تھوڑا سا بھی علم ہو، کسی بھی درجے کا صاحبِ علم ہو، اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضائع کرے، اب سوال یہ ہے کہ ایک عالم اپنے آپ کو کس طرح ضائع کرسکتا ہے؟ کن کاموں کو کرے گا تو وہ ضائع ہوگا؟ ضائع ہونے سے بچنے کے لئے اسے کن باتوں کا اہتمام کرنا چاہئے؟ امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ اربابِ علم کو کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟ اس سلسلے میں علماء نے مختلف چیزیں بیان کی ہیں۔

علم کو مال کا ذریعہ نہ بنائے

ایک یہ کہ عالم کو چاہئے کہ وہ علم کو حصولِ مال کا ذریعہ بنا کر اپنے آپ کو ضائع نہ کرے، علم کو حصولِ مال کا ذریعہ نہ بنائے اس لئے کہ اگر علم کو حصولِ مال کا ذریعہ بنائے گا تو وہ ضائع ہوجائے گا، یہ علم آخرت کے لئے ہے اور اس سے آخرت ہی طلب کرنی چاہئے، بڑے افسوس کی بات ہوگی اگر اس علم سے دنیا کمائی جائے، ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل

دیکھا کہ وہ رسّی کے ساتھ کچھ کرتب دکھا رہا تھا، آپ رُک گئے اور اپنے شاگردوں سے فرمایا:

هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ أَصْحَابِنَا، فَإِنَّهٗ يَأْكُلُ الدُّنْيَا بِالدُّنْيَا وَأَصْحَابُنَا يَأْكُلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ[1]

یہ ہماری برادری سے بہت اچھا ہے اس لئے کہ یہ دنیا کے ذریعے دنیا کما رہا ہے جب کہ ہماری برادری کے لوگ دین کے ذریعے دنیا حاصل کرتے ہیں۔

تو پہلی بات یہ ہے کہ کسی عالم کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے علم کو حصولِ مال کا ذریعہ بنا کر اپنے آپ کو ضائع کرے۔

علم کو امراء کے تقرّب کا ذریعہ نہ بنائے

دوسرا مطلب یہ ہے کہ علم کو امراء اور اہلِ ثروت کے تقرّب کا ذریعہ بنا کر اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، علم کی وجہ سے ایک حیثیت ہوگئی، امام ہے، شیخ ہے، شیخ الحدیث ہے، قاضی ہے، مہتمم ہے وغیرہ، سب ہی چاہتے ہیں کہ تعلق پیدا ہو، غریب بھی آتے ہیں، امیر بھی آتے ہیں، عام لوگ بھی آتے ہیں اور اربابِ حکومت بھی آتے ہیں، اب سب کی طرف برابر توجّہ رکھنے کے بجائے امراء اور اہلِ مال کی طرف توجّہ زیادہ ہے اور ان کا تقرّب حاصل کرنے کی فکر اور کوشش رہتی ہے، یہ بھی عالم کا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۱۰۲

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

أَنَا لَا أُذِلُّ الْعِلْمَ وَلَا أَحْمِلُهُ إِلٰى أَبْوَابِ السَّلَاطِيْنِ[1]

میں علم کو ذلیل نہیں کروں گا اور میں اسے لے کر امراء وسلاطین کے دروازے پر نہیں جاؤں گا۔

اربابِ علم کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ اُمّت کے تمام افراد کو برابری کی نگاہ سے دیکھیں اور ہر ایک کو اپنے علم سے سیراب کرنے کی سعی کریں، اپنے نفس پر کڑی نظر نہ رکھنے کی وجہ سے کبھی اس سلسلے میں غلطی ہوجاتی ہے اور اہلِ ثروت کو جتنی توجّہ ملتی ہے اتنی غریبوں کو نہیں ملتی حالانکہ غریب بیچارے صرف دین سیکھنے کی غرض سے آتے ہیں جن کی وجہ سے ہماری آخرت سنورتی ہے، اور یہ عجیب بات ہوگی کہ ایسے لوگوں سے اعراض کیا جائے یا بے پرواہی کا معاملہ کیا جائے، جہاں تک اہلِ مال اور اربابِ منصب کا تعلّق ہے تو ان کی طرف بھی دین پہنچانے کی غرض سے توجہ کرنی چاہئے لیکن اس میں اس خطرے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ دل میں مال یا جاہ کی لالچ آجانے سے آخرت کے نقصان کا اندیشہ ہے۔

علم کی حفاظت کرنی چاہئے

ایک اور مطلب یہ ہے کہ حاصل شدہ علم کو بھول کر اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، جو شخص علم کو حاصل کرتا ہے اور پھر بھول جاتا ہے، یہ بھی اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے، اب حاصل شدہ علم کو نسیان سے کیسے بچایا جائے؟ اس پر عمل کر کے اور اُس کی

---

[1] إرشاد الساري: ۱/ ۵۵

اشاعت وتبلیغ میں مشغول رہ کر، اگر علم پر عمل نہیں ہوگا اور اُس کی اشاعت کی فکر نہیں ہوگی تو علم ضائع ہوجائے گا، اور محنت سے حاصل کئے ہوئے علم کو ضائع کرنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔

خلاصہ

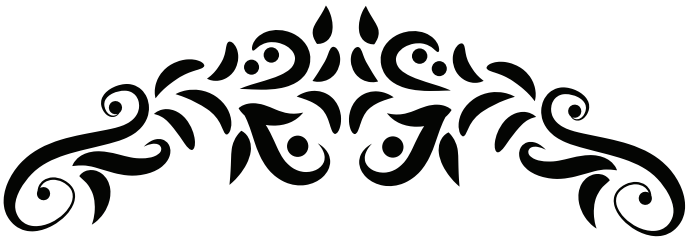
اب خلاصہ یہ نکلا کہ کسی بھی صاحبِ علم کے لئے یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ وہ علم کی دولت کو حصولِ مال کا ذریعہ بنا کر یا اہلِ ثروت اور امراء کے تقرّب کا ذریعہ بنا کر یا علم پر عمل کو چھوڑ کر، اُس کی تعلیم وتبلیغ کو چھوڑ کر، اُسے بھول کر اپنے آپ کو ضائع کرے، ان باتوں کی طرف ہمیں توجّہ کرنی چاہئے اور اپنی حفاظت کی فکر رہنی چاہئے، دنیا سے بے رغبتی ہو، امراء سے استغناء ہو، علم پر خوب عمل ہو اور دوسروں تک پہنچانے کی رات دن فکر ہو۔

اللہ تعالیٰ شانُہ ان باتوں کو سب سے پہلے میرے لئے اور اس کے بعد آپ سب ہی دوستوں کے لئے نافع بنائیں، اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو بہت ہی جزائے خیر دیں کہ میرے جیسے بے علم وعمل کی ہمّت افزائی فرمائی اور ذرّہ نوازی فرمائی اور بالخصوص حضرت دامت برکاتہم سمیت اِن اکابر علماء کا میں بہت شکر گزار ہوں جو آج ہی نہیں، بلکہ ہمیشہ شفقت فرماتے رہتے ہیں، آپ دوستوں سے بھی درخواست کرتا ہوں اور ان بزرگوں سے بھی کہ بندے کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

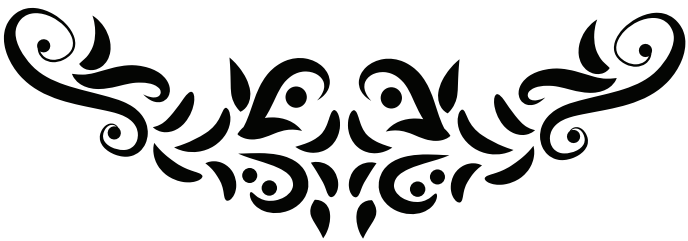
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنف/مرتب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	إرشاد الساري	العلّامة القسطلانی	دار الكتب العلمية، بيروت
۳	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلمية، بيروت
۴	التمهيد	الإمام الحافظ ابن عبد البر	دار الوعي، حلب
۵	تذكرة الحفّاظ	العلّامة الذهبي	دار إحياء التراث العربی، بيروت
۶	تهذيب التهذيب	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۷	ميزان الإعتدال	العلّامة الذهبي	دار المعرفة، لبنان
۸	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	دار الحديث، القاهرة
۹	تهذيب الكمال	الحافظ المزّي	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۱۰	وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان	ابن خلكان	دار صادر، بيروت
۱۱	الطبقات الكبرٰی	ابن سعد	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۲	تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام	العلّامة الذهبي	دار الغرب الاسلامي، تونس
۱۳	مناقب الإمام أبی حنيفة و صاحبيه	العلّامة الذهبي	لجنة إحياء المعارف النعمانی، الهند
۱۴	قوت القلوب	أبو طاهر المكّي	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۵	دوائے دل	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۶	حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات	حضرت قاری ابوالحسن اعظمی	مکتبہ صوت القرآن، دیوبند
۱۷	تاریخ مشائخ چشت	حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی	مکتبۃ الشیخ، کراچی
۱۸	معارفِ مفتیٔ اعظم	سید محمد اکبر شاہ بخاری	زمزم پبلشرز، کراچی
۱۹	اشاعتِ خصوصی البلاغ، بیادِ فقیہ ملّت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب	ماہنامہ البلاغ، کراچی	ماہنامہ البلاغ، کراچی



دین کے لئے
علماء کی قربانیاں





تفصیلات

وعظ کا نام	:	دین کے لئے علماء کی قربانیاں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	شوّال ۱۴۳۵ھ۔ اگست ۲۰۱۴ء
مقامِ وعظ	:	جامع مسجد، لُوساکا، زامبیا، افریقہ
تقریب	:	الفلاح اکیڈمی کا تیسرا جلسۂ تکمیلِ حفظِ قرآن



فہرست

تقریظ: حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب مدّظلّہم العالی ۳۷۷

مکتوبِ گرامی: حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم ۳۸۱

مکتوبِ گرامی: حضرت مولانا عباس بن آدم سریگت صاحب دامت برکاتہم ۳۸۳

مسلمانوں کی ایک اجتماعی کوتاہی ۳۸۵

علماء کا کام نبیّوں والا کام ہے ۳۸۶

علم کی خدمت حقیقت میں دین کی ہی خدمت ہے ۳۸۷

دین کی حفاظت اور تبلیغ: علماء کا عظیم کارنامہ ۳۸۸

علماء میں دو کاموں کی نہ بجھنے والی پیاس ۳۸۹

علماءِ کرام محنت نہ کرتے تو ہم دین پر عمل نہ کر سکتے ۳۸۹

علماء کا پوری اُمّت پر احسان ۳۹۰

علماء کی دو عظیم خدمات ۳۹۱

علماء کا دین کی خدمت میں انہماک اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قابلِ رشک واقعہ ۳۹۱

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اُمّت کی فکر میں راتوں کو جاگنا ۳۹۲

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا علم اور عمل میں مثالی اہتمام ۳۹۳

ایک شیطانی خیال ۳۹۴

ایک عالم کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں پینتالیس (۴۵) سال کا سفر ۳۹۴

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا گھاس کھا کر گزارہ کرنا ۳۹۶

ایک محدّث کی حیرت انگیز قربانی ۳۹۶

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھ (۶) ماہ مدرسے سے باہر نہ نکلنا ۳۹۷

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا محیّرُ العقول کارنامہ ۳۹۸

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک سوال کے جواب کے لئے حیرت انگیز قربانی ۳۹۹

بھوکے شیر کے سامنے بھی علم اور دین کی فکر ۴۰۲

حدیث کی خدمت کی وجہ سے محدّث ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا آخرت میں مقام ۴۰۳
یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجّہ ۴۰۴
چار طالبِ علموں کی قربانی اور نصرتِ غیبی ۴۰۵
ایک طالبِ علم کا دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقام ۴۰۷
علماء اور محدّثین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت ہیں ۴۰۹
علماء اُمّت کے محسن ہیں ۴۱۰
علماء کی محنت نہ ہوتی تو ہم تلاوت سے بھی محروم رہتے ۴۱۰
علماء کے بغیر لوگ چوپایوں کی طرح ہوتے ۴۱۱
علماء مفت میں رہنمائی کرتے ہیں ۴۱۱
پہلی اپیل: علم، علماء اور مدارس کی قدر کرو ۴۱۲
علماء کی کفالت: قوم کی شرعی ذمّہ داری ۴۱۲
علماء کی توہین کرنے والے کا گھرانہ علم سے محروم رہتا ہے ۴۱۳
دوسری اپیل: خود علم حاصل کرو ۴۱۴
علم بڑھے گا تو عمل بڑھے گا ۴۱۵
کچھ صاف صاف باتیں ۴۱۶
میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر ۴۱۸
تیسری اپیل: درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کرو ۴۲۰
چوتھی اپیل: اپنی اولاد کو علمِ دین سے وابستہ کرو ۴۲۰
علم اور علماء کی قدر کرنے والوں کے لئے دونوں جہان کی سرخروئی ۴۲۱
کرنے کے ضروری کام ۴۲۲
تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ ہمارے کام ہیں اور بقاءِ دین کے لئے ضروری ۴۲۲
دعا ۴۲۳
مأخذ و مراجع ۴۲۵

تقریظ

حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب مدّظلّہم العالی

مفتی مرغوب الفتاویٰ ومؤلف تالیفاتِ مفیدہ وکثیرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر وعظ مؤثر نہیں ہوتا، اس لئے کہ تاثیر کے لئے وعظ و واعظ کے شرائط وآداب کا پورا ہونا ضروری ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ:

(۱) واعظ، وعظ سے پہلے حتّی الامکان صلوۃ الحاجہ اور دعا کا اہتمام کرے (۲) مجمع کے حالات کے مطابق وعظ ہو، یہ نہ ہو کہ درد تو سر میں ہے اور مرہم پیر پر لگایا جارہا ہے (۳) مضمون کو آہستہ اس انداز میں بیان کیا جائے کہ سامعین اچھی طرح ذہن نشین کرسکیں (۴) سامعین کی استعداد کے مطابق بات کی جائے (۵) بعض مرتبہ اہم مضمون کو قسمیہ بیان کیا جائے (۶) مجمع پر اکتاہٹ نظر آئے تو افراط وتفریط سے بچ کر دل لگی اور مزاح سے کام لے (۷) وعظ نہ بہت مختصر نہ بہت طویل ہو (۸) اپنی بات کو خوب قوت سے پیش کرے (۹) مثالوں سے بات کو سمجھایا جائے (۱۰) سنی سنائی بات سے احتراز کرے (۱۱) جس چیز کی نصیحت کررہا ہو اس پر خود عامل بھی ہو (۱۲) مخلوق سے طمع بالکل نہ ہو (۱۳) وعظ کو صرف ترغیب یا ترہیب کے ساتھ مخصوص نہ کرے، بلکہ وعظ دونوں کو جامع ہو (۱۴) روزانہ وعظ نہ کہتا رہے۔

اگر واعظ ان آداب کو ملحوظ رکھے تو ان شاء اللہ اس کے بیان میں اللہ تعالیٰ ایک تاثیر ڈالے گا۔

کچھ عرصے سے ''خطباتِ سلیم'' کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور اس کی قسطیں منظرِ عام پر جلوہ گر ہو چکی ہیں۔ الحمد للہ راقم کو ان مواعظ کے من وعن مطالعہ کا موقع ملا۔ وعظ وواعظ کے آداب جو کتابوں میں پڑھے تھے، ان مواعظ میں وہ موجود پائے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مواعظ نرے مواعظ ہی نہیں بلکہ اُمّت کی رہنمائی کا ایک سنہرا دفتر ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ یہ مواعظ اُمّت کی رہبری میں ایک مؤثر کردار ادا کریں گے، اس لئے کہ وعظ میں قرآنی آیات اور ان کی مؤثر تفسیر، احادیث اور ان کی عمدہ تشریح، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب کو نرم کرنے والے آثار، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلافِ اُمّت کے آخرت کی طرف متوجہ کرنے والے واقعات، امثال ولطائف، اردو، عربی کے اشعار، وغیرہ وہ سب چیزیں ہیں جو کسی وعظ کی عمدگی کے لئے ضروری ہیں۔

پھر واعظ کا شمار مدرّس میں کیا جائے تو اس میں برسوں کا تجربہ لئے ہوئے، مقرر میں ہو تو پورے برطانیہ میں لاثانی، ایک شیخ کی حیثیت سے ہو تو بے مثال، (خانقاہ سلیمی اس کی شاہد)، دار العلوم، مکتب اور اکیڈمی کے بانی، ماہنامہ ''ریاض الجنّۃ'' کے مدیر، اگر قلم اجازت دے اور کوئی ناقد تنقید نہ کرے تو کہہ سکتا ہوں کہ یورپ میں نوجوان طبقے کی اصلاح وہدایت کے مجدّد، پھر بزرگوں کی صحبت، اکابر سے ربط وتعلق، بڑوں کے محبوب، چھوٹے ان کے معتقد، ہمعصر، دوستی کے ساتھ بڑائی کے معترف بھی، اور اس شعر کے صحیح مصداق:

دوست دشمن سب تیرے قائل ہیں مگر
کوئی قائل ہے زباں سے، کوئی قائل دل سے ہے

اس وقت صاحبِ وعظ کی نہ سوانح مطلوب نہ اس کا ارادہ، راقم کے ذہن میں اس موضوع کا ایک خاکہ محفوظ ہے، جو کسی مناسب وقت تک کے لئے ملتوی۔ زیرِ نظر رسالہ ''دین کے لئے علماء کی قربانیاں'' لوساکا (زامبیا) میں کیا گیا ایک مثالی وعظ ہے۔ دوپہر کی دھوپ میں سورج کا انکار کسی صاحبِ عقل سے ممکن نہیں، مگر کیا کہئے؟ اب کچھ حضرات دن کی روشنی میں سورج کا انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں، یعنی یہ کہ علماء نے کیا کیا؟ علماء کچھ نہیں کر رہے ہیں۔

دین و دنیا کا کون سا شعبہ ہے جہاں علماء کی خدمات نہیں ہیں؟ درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و تقریر، تزکیہ و تصوف، دعوت و تبلیغ، مدارس و مساجد کی تعمیر وغیرہ امور میں تو ان کی نظیر نہیں، مگر دنیاوی سمجھے جانے والے شعبوں میں بھی ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں اور ان کا انکار کرنا خیانت سے کم نہیں، مثلاً: مسلم اسکول، شفاخانوں کی تعمیرات، رفاہی کام، سیاسی مصروفیات وغیرہ۔

صرف دین کے لئے اسلاف نے جو قربانیاں دی ہیں ان کی ایک ہلکی سی جھلک اس رسالے میں دیکھی جاسکتی ہے، دورانِ سفر بروقت اور برجستہ وعظ میں جو مواد و واقعات آگئے ہیں کسی تحقیقی تصنیف سے کم نہیں۔ پڑھئے اور پڑھایئے، سنئے اور سنایئے۔ اللہ کرے یہ آواز ہر طبقہ تک پہنچے اور دل میں اترے، اور حقائق سے آنکھ بند کرنے کا رویہ ختم ہو۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

نااہلی کے باوجود یہ چند سطریں ''اَلْأَمْرُ فَوْقَ الْأَدَبِ'' کے پیشِ نظر تحریر میں آگئی ہیں، راقم نہ تقریظ کا اہل، نہ اس کا شائق وجویا، البتہ ان مواعظ کے مطالعہ کا زبردست

سفارشی ضرور۔ اکثر مواعظ جو بلا کسی تیاری کے برجستہ موقع بموقع کئے گئے ہیں، بعض (نام کے تحقیقی) رسائل سے زیادہ اپنے اندر موضوع سے متعلّق مواد کو لئے ہوئے نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ صاحبِ وعظ کی طرح ان مواعظ کو بھی قبولیت سے نوازے اور اُمّت کی ہدایت کا ذریعہ اور صاحبِ وعظ و مرتّبین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔



مرغوب احمد لاجپوری

ڈیوزبری، برطانیہ

علم کا نفع

علم میں کتنا بڑا نفع ہے کہ اس سے رضاءِ حق نصیب ہوتی ہے، اس لئے اس کے سلسلے کو بند نہیں کرنا چاہئے، اور اگر کبھی سلسلہ ٹوٹ جاوے تو اس کو پھر جوڑ لینا چاہئے، اگر کسی سے پابندی کے ساتھ نہ ہو سکے تو بدوں پابندی ہی علم حاصل کرتا رہے، نہ ہونے سے ہونا پھر غنیمت ہے، اسی طرح کرتے کرتے ان شاء اللہ ایک دن نظام بھی پیدا ہو جائے گا۔

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مجالسِ حکیم الاُمّت، ص: ۲۳۹

مکتوبِ گرامی

حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم

صدر معہد الشریعہ لکھنؤ واستاذِ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مکرم ومحترم حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ حضرت والا صحت وعافیت کے ساتھ دینی واصلاحی خدمات میں مشغول ہوں گے، احقر بھی آپ کی دعاؤں سے صحت وسلامتی کے ساتھ ہے۔

آپ کی یاد برابر آتی ہے اور الحمد للہ دعا کی توفیق بھی ہوتی ہے.... آپ کی زامبیا کی تقریر کا سفر ہی میں مطالعہ کیا، دل سے بہت دعا نکلی، اللہ تعالیٰ نے بڑی اہم اور کارآمد باتیں آپ کی زبان سے نکلوائی ہیں، بڑی تعداد میں اس کی اشاعت ہونی چاہئے اور اربابِ مدارس، تبلیغی ذمّہ داران نیز اہلِ خانقاہ تک یہ کتاب پہنچنی چاہئے، مختلف دینی کاموں کے ذمّہ داروں اور ان سے وابستہ افراد کے درمیان بے اعتمادی، چپقلش اور صرف اپنے ہی کام کو کام سمجھنا اس زمانہ کا بڑا فتنہ ہے جو روز بروز بڑھتا جارہا ہے، نیز علم اور علماء کی ناقدری ایسا سنگین المیہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، آپ نے بڑی حکمت اور جرأت کے ساتھ اس موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا اور کلیجہ نکال کر رکھ دیا ہے، اللہ کرے آپ کی باتوں کا اثر ہو اور حالات میں بہتر تبدیلی آئے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ میں جلد معہد الشریعہ لکھنؤ کی طرف سے اس رسالہ کو شائع کرکے ان حلقوں اور افراد تک پہنچانے کی کوشش کروں گا جہاں تک اس کے پہنچنے کی ضرورت ہے۔

محتاجِ دعا

عتیق احمد قاسمی بستوی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳ جنوری ۲۰۱۶ء



مکتوبِ گرامی

حضرت مولانا عباس بن آدم سریگت صاحب دامت برکاتہم

استاذِ حدیث دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذوالمجد والکرم حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب/ شیخ الحدیث جامعہ ریاض العلوم أَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكُمْ وَجَعَلَ حَيَاتَكُمْ نَافِعَةً لِلْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ فِي الْعَالَمِ كُلِّهٖ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد تسلیمِ مسنون امید ہے کہ حضرت والا بہمہ وجوہ بعافیت ہوں گے۔ دیگر عرض یہ ہے کہ ابھی چند روز قبل عزیزم مفتی محمود دانا کی پرخلوص دعوت پر ''باربے ڈوس'' حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں کے دوروزہ قیام کے درمیان آنحضرت کے خطابات و تقاریر کے (مطبوعہ مختلف رسائل) کے مطالعے کی سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔ الحمدللہ تمام رسائل کا از اوّل تا آخر پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا۔ واقعی خطابات ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق ہیں۔ رسائل کے درمیان ایک تازہ رسالہ ''دین کے لئے علماء کی قربانیاں''، یہ بیت القصید اور واسطۃ العقد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں وہاں کے موجودہ حالات پر جو بے لاگ تبصرہ کیا ہے، یہ حضرت ہی کا حق ہے، اور ناقص خیال یہ ہے کہ ان خیالات کا اظہار فرما کر آپ نے تمام علماءِ کرام کی جانب سے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے، اور اظہارِ حق فرما کر لَا يَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ کا ایک

عملی نمونہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس دورِ پرفتن میں بھی ایسے حضرات موجود ہیں جو متاعِ حقیر کی پرواہ کئے بغیر حق کا اعلان کرتے ہیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

مذکورہ رسائل کے علاوہ آنحضرت کا ایک اور پروگرام ''**علماء کا آپس کا احترام**'' CD سے مکمل سنا۔ یہ خطاب بھی جلد از جلد کتابی صورت میں منظرِ عام پر آنا چاہئے، یہ وقت کی پکار ہے، اُمّت کی ضرورت ہے، حضراتِ علماءِ کرام کے لئے دل کی دوا ہے، آپسی رقابت کے دور کرنے کا نسخۂ کیمیاء ہے، اور دلوں میں جوڑ پیدا کرنے کا روحانی علاج ہے، اسے گوشۂ دل سے سن کر لوحِ دل پر نقش کرنا چاہئے اور حرزِ جان بنانا چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ آنحضرت کو باعافیتِ تمام عمرِ طویل نصیب فرمائے اور آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے اور عوام وخواص کو آپ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

عباس بن آدم سریگت
خادم دارالعلوم زکریا

علماء کی اتّباع ضروری ہے

اگر دین کو سنبھالنا چاہتے ہو تو ہر شخص کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی عالمِ متّقی کا اتّباع کرے۔

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
مجالسِ حکیم الاُمّت، ص: ۲۴۷

دین کے لئے علماء کی قربانیاں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ۔[1] وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔[2] وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔[3] أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے آج ہمیں علمِ نبوّت کی نسبت پر لُوسا کا کی جامع مسجد میں الفلاح اکیڈمی کی دعوت پر جمع فرمایا۔

مسلمانوں کی ایک اجتماعی کوتاہی

علم اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ایک بہت بڑی اور نہایت قیمتی نعمت ہے، اسی وجہ سے علم کے

---

[1] سنن الترمذي، أبواب العلم، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ، ح(۲۸۷۴)

[2] سنن ابن ماجه، بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثُّ عَلَى طَلَبِ العِلْمِ، ح(۲۲۳)

[3] سنن الترمذي، أبواب العلم، بَابُ فَضْلِ طَلَبِ العِلْمِ، ح(۲۸۳۷)

مراکز یعنی مدارس اور علم والے یعنی علماء بھی بڑی قدر و قیمت والے ہیں، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ علم کی جتنی قدر ہمارے دلوں میں ہونی چاہئے نہیں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ علم کے مراکز اور علم والوں کی قدر و قیمت بھی ہمارے دلوں میں جیسی ہونی چاہئے ویسی نہیں ہے، اور تقریباً پوری اُمّت مجموعی حیثیت سے اس وقت اس کوتاہی میں مبتلا ہے، بے دین طبقہ بھی اور دین دار طبقہ بھی، اور یہ ایسی کمی اور کوتاہی ہے جس کی اصلاح بہت ضروری ہے، اس لئے کہ اگر ہمارے دلوں میں علم، علماء اور مدارس کی جیسی قدر ہونی چاہئے ویسی نہیں ہوگی تو نقصان نہ علم کا ہوگا، نہ علماء کا اور نہ مدارس کا، بلکہ ہمارا، ہماری اولاد کا اور ہماری نسلوں کا ہوگا، اس لئے میں اپنے سب دوستوں سے التجا کرتا ہوں کہ اس کمی اور کوتاہی کا اعتراف کر کے اصلاح کی فکر کریں تاکہ ہم بھی نقصان سے محفوظ ہوجائیں اور ہماری اولاد بھی اور قیامت تک آنے والی ہماری نسلیں بھی۔

علماء کا کام نبیّوں والا کام ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیّین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نئی شریعت لے کر دنیا میں آنے والا نہیں ہے، حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کے ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کارِ نبوّت علماءِ کرام کے کندھوں پر ڈالا ہے اور اس سلسلے میں حدیث بہت واضح ہے:

إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ[1]

بیشک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

---

[1] سنن الترمذي، أبواب العلم، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ، ح(۲۸۷۴)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ قیامت تک ہر دور میں علماءِ کرام سے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا کام لیں گے، اگر ہم فرض کرلیں کہ اس وقت علماءِ کرام حضراتِ انبیاء علیہم السلام والا کام نہیں کررہے ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ علماءِ کرام حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے وارث نہیں ہیں، اگر وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث نہیں ہیں تو العیاذ باللہ یہ بات ماننی پڑے گی کہ زبانِ نبوّت سے نکلنے والی بات غلط ہے اور یہ ناممکن ہے، اس لئے بغیر کسی حجت اور بغیر کسی شک وشبہ کے یہ ماننا پڑے گا کہ ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کی نیابت کا، وراثت کا، جانشینی کا حق حضراتِ علماءِ کرام نے ادا کیا ہے اور آج بھی کررہے ہیں اور قیامت کی صبح تک ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔

علم کی خدمت حقیقت میں دین کی ہی خدمت ہے

يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ[1]

ہر دور کے لوگوں میں سے اس کے نیک، ثقہ اور معتمد لوگ (کتاب اور سنت کے) اس علم کو حاصل کرکے اس کی حفاظت کریں گے۔

علم اور دین ایک ہی چیز ہے، یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے مقدّمے میں نقل کیا ہے:

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ[2]

بیشک یہ علم دین ہے۔

معلوم ہوا کہ علم اور دین ایک ہی چیز ہے، جو علم کی خدمت کرتا ہے وہ دین کی

---

[1] كنز العمال، حرف العين، كتاب العلم من قسم الأقوال، الباب الأول: في الترغيب فيه، ح(٢٨٩١٨)

[2] صحيح مسلم، مقدّمة الإمام مسلم رحمة الله عليه، بَابٌ فِيْ أَنَّ الْإِسْنَادَ مِنَ الدِّيْنِ

خدمت کرتا ہے، جو علم کی حفاظت کرتا ہے وہ دین کی حفاظت کرتا ہے، جو علم کی اشاعت کرتا ہے وہ دین کی اشاعت کرتا ہے، جو علم کی تبلیغ کرتا ہے وہ دین کی تبلیغ کرتا ہے، جو علم سکھاتا ہے وہ دین سکھاتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہمیں بتلا رہا ہے کہ اس علم کو یعنی دین کو ہر آنے والے طبقے میں سے عادل علماء اپنے کندھوں پر اُٹھائیں گے، وہ اس کی حفاظت بھی کریں گے اور اس کی اشاعت بھی۔

دین کی حفاظت اور تبلیغ: علماء کا عظیم کارنامہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، یہ علماء کی سب سے پہلی جماعت ہے، تابعین دوسری جماعت ہے، تابعین نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس علم اور دین کی امانت کو حاصل کیا اور اپنے کندھوں پر لیا، تابعین سے تبع تابعین نے، تبع تابعین سے آگے بعد والے طبقے نے، اس کے بعد پھر بعد والے طبقے نے، اس کے بعد پھر بعد والے طبقے نے، اس کے بعد پھر بعد والے طبقے نے، یہ علم اور دین جو طبقہ در طبقہ اُمّت میں منتقل ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، اس خدمت کا شرف اللہ تعالیٰ نے صرف علم والوں کو عطا کیا ہے، حفّاظ الفاظ کو یاد کر رہے ہیں، قرّاء اس کے صحیح تلفّظ کو محفوظ کر رہے ہیں، اور علماء اس کے معانی کی حفاظت کر رہے ہیں، پھر حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی اشاعت میں بھی لگے ہوئے ہیں، کامل درجے میں علم اور دین کی حفاظت بھی یہی کر رہے ہیں اور علم اور دین کی اشاعت بھی یہی کر رہے ہیں اس لئے کہ جس کے پاس جتنا علم اور جتنا دین ہوگا وہ اتنی ہی اشاعت کر سکے گا، میرے پاس اگر پانچ باتوں کا علم ہے تو میں پانچ باتوں کو آگے پہنچا سکوں گا، دس باتوں کا علم ہے تو دس باتوں کو، بیس باتوں کا علم ہے تو بیس باتوں کو، اور چونکہ پوری شریعت کا علم صرف علماء کرام کے پاس ہے تو پوری شریعت کو آگے دوسروں

تک پہنچانے کا کام بھی وہی کرسکیں گے، اور الحمد للہ علماءِ کرام نے یہ ذمّہ داری ادا کی ہے اس لئے کہ وراثتِ نبوی انہی کا حصّہ ہے، اگر انہوں نے یہ کام نہ کیا ہوا ہوتا تو دنیا میں آج علم کیسے باقی رہتا؟ دین کیسے باقی رہتا؟ پوری شریعت کیسے باقی رہتی؟

علماء میں دو کاموں کی نہ بجھنے والی پیاس

اللہ جلّ جلالُہ وعمّ نوالُہ نے علماء کو انبیاء علیہم السلام کا وارث بنایا اور وارث بنا کر ان میں دو کاموں کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کی؛ علم کو حاصل کرنے کی پیاس اور آگے پہنچانے کی پیاس یعنی ان میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ جو ہم سے بڑے ہیں ان سے ہم علم لیں اور جو ہم سے چھوٹے ہیں، ہمارے بعد والے ہیں، انہیں ہم علم دیں، ان حضرات نے علم اور دین کو لینے اور دینے کے ایسے ریکارڈ قائم کئے کہ یہ نہیں کہ صرف اس اُمّت کا کوئی دوسرا طبقہ، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی بھی اُمّت کا کوئی طبقہ ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا، کاش کہ ہم علماء کے کارنامے اور ان کی قربانیوں اور محنتوں سے واقف ہوتے اور ان کے احوال سنتے اور سناتے! لیکن افسوس کہ ہمیں حضراتِ علماءِ کرام کی چودہ سو سال کی تاریخ تو کیا معلوم ہوتی، ہمیں اس کی ایک جھلک بھی معلوم نہیں ہے، ایک ایک عالم کی ایک ایک دن کی کارگزاری ہماری پوری زندگی کی کارگزاری سے زیادہ اعلیٰ اور فائق ہے۔

علماءِ کرام محنت نہ کرتے تو ہم دین پر عمل نہ کرسکتے

میرے بھائیو! اگر علماء کی محنت نہ ہوتی تو آج ہم لُوسا کا کی اس جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے نہ ہوتے، علماء کی محنت اگر نہ ہوتی تو ہمیں جائز اور ناجائز کے مسائل بتانے والا

کوئی نہ ہوتا، ہم وضوء کر سکتے نہ غسل، مجھے بتاؤ کہ علماء کی جماعت کو چھوڑ کر اور کون ہے جو آپ کو بتلا سکے کہ کن چیزوں سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے غسل ضروری ہوجاتا ہے؟ تجارت میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز؟ کون سا مال حلال ہے اور کون سا حرام؟ کون سا معاملہ جائز ہے اور کون سا ناجائز؟ علماء کی محنت نہ ہوتی تو ہم اور آپ بلکہ پوری دنیا آج قرآنِ مجید کی تلاوت بھی نہ کرسکتی۔

علماء کا پوری اُمّت پر احسان

میرے بھائیو! علماء کے احسان تلے پوری اُمّت دبی ہوئی ہے، علماء نے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کے لئے بہت محنت کی ہے، کر رہے ہیں اور قیامت تک ان شاء اللہ کرتے رہیں گے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیشن گوئی فرمائی ہے:

لاَ يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ[1]

میری اُمّت میں سے علماء کی ایک جماعت برابر غالب رہے گی یہاں تک کے اسی حالت میں ان کے پاس قیامت آجائے۔

اس لئے آپ سب حضرات سے میری سب سے پہلی درخواست یہ ہے کہ اپنے دلوں میں علم کی، اہلِ علم کی اور مدارس و مکاتب کی قدر پیدا کرو، اِس بات کو تسلیم کرو کہ علماء کی چودہ سو سال کی محنت نہ ہوتی تو دین کی شکل بگڑ چکی ہوتی اور آج ہم شاید مسلمان نہ ہوتے، اور یہ مبالغہ نہیں ہے، ہوسکتا ہے آپ کو مبالغہ معلوم ہو اس لئے کہ آپ علماء کی تاریخ سے ناواقف ہیں اور قاعدہ ہے کہ اَلنَّاسُ أَعْدَاءٌ لِمَا جَهِلُوْا، لوگ اس چیز کے

---

[1] صحيح البخاري، كِتَابُ الإِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، باب لا يزال طائفة، ح(۷۳۰۷)

دشمن ہوتے ہیں جس سے وہ ناواقف ہوتے ہیں۔

اگر ہم واقف ہوتے کہ علماءِ کرام نے علم اور دین کی حفاظت کے لئے کیا کیا قربانیاں دی ہیں اور کس طرح شب و روز اور خون و پسینے کو ایک کیا ہے تو ہم اس طرح کی بات کو مبالغہ پر محمول نہ کرتے۔

علماء کی دو عظیم خدمات

چودہ سو سال کی مدّت میں اُمّت پر کچھ کم فتنے نہیں آئے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان فتنوں کا مقابلہ کس نے کیا؟ آپ تاریخ اُٹھا کر دیکھیں گے تو آپ کو صرف علماء کی جماعت نظر آئے گی، دنیا کے کسی بھی خطّے میں جب بھی کسی فتنے نے سر اُٹھایا تو عقیدے کی حفاظت کے لئے، دین کی حفاظت کے لئے اور اُمّت کی حفاظت کے لئے چودہ سو سال کی تاریخ میں آپ کو علماء کی جماعت کے علاوہ دوسری کوئی جماعت نظر نہیں آئے گی، دو کام صرف علماء نے انجام دئے ہیں؛ اُمّت کو فتنے سے بچانا اور دین اور علم کو اُمّت تک پہنچانا، علماء کے سوا دوسرا کوئی طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے پاس پوری شریعت کا علم ہو، جب یہ بات ہے تو دین کسی اور کے ذریعے دوسروں تک کیسے پہنچے گا؟ اپنے محدود علم کی حد تک یہ دعویٰ کروں تو ان شاء اللہ غلط نہ ہوگا کہ یہ دو کام صرف علماء نے انجام دئے ہیں، باقی لوگ علماء کے توجّہ دلانے پر معاون بن کر شریک ہوجاتے ہیں لیکن ہر موقع پر بنیادی کردار علماء ہی کا نظر آئے گا۔

علماء کا دین کی خدمت میں انہماک اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قابلِ رشک واقعہ

میرے بھائیو! علماء کی بڑی خدمات ہیں، یہ حضرات ہماری طرح نہیں کہ ذہن میں

دین کے بارے میں کوئی سوال پیدا ہوا، حل کیا نہ کیا، کوئی فرق نہیں پڑتا، ان حضرات کے سامنے علم کے بارے میں، دین کے بارے میں جب کوئی سوال آتا تھا تو دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے تھے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا، آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا اور فوراً گھر جا کر مطالعہ میں مشغول ہو گئے اور اس حدیث کو تلاش کرنے لگ گئے، ایسے منہمک ہوئے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے، آپ کی خدمت میں کھجوروں کی ایک ٹوکری پیش کی گئی، آپ حدیث بھی تلاش کرتے رہے اور ساتھ ساتھ کھجوریں بھی کھاتے رہے یہاں تک کہ حدیث بھی مل گئی اور کھجوریں بھی ختم ہو گئیں، علم میں ایسے منہمک تھے کہ احساس بھی نہیں ہوا کہ کتنی کھجوریں کھا رہے ہیں اور کتنی کھانی چاہئے تھی، ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ کھجوریں مقدار سے زیادہ کھالیں اور اسی وجہ سے ان کی وفات ہو گئی۔[1]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اُمّت کی فکر میں راتوں کو جاگنا

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ رات کا اکثر حصّہ جاگتے تھے، مطالعہ اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے، کسی نے کہا کہ آپ آرام کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں کیسے سوؤں جب کہ لوگ رات کو اس بھروسے پر سو جاتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو ہم محمد بن حسن کے پاس چلے جائیں گے، وہ ہماری رہنمائی کریں گے، اب اگر میں بھی سو جاؤں اور علم کا مطالعہ نہ کروں تو دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔[2]

میرے بھائیو! ہمارے لئے یہ کہنا بہت آسان ہے کہ علماء نے کیا کیا ہے؟ علماء کیا

---

[1] تہذیب التہذیب: ۴/ ۶۷

[2] علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات، ص: ۱۴۸، ۱۴۹ بحوالہ مناقب کردری، ص: ۴۳۶

کررہے ہیں؟ ایسا سوال کرنے والوں کو کسی ایسے عالم کے ساتھ ایک ہفتہ گزارنا چاہئے جس نے اپنے آپ کو علم اور دین کی خدمت کے لئے وقف کررکھا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا علم اور عمل میں مثالی اہتمام

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں داخلہ لیا اور انتیس (۲۹) سال آپ کے درس میں آتا جاتا رہا، اس پوری مدّت میں ایک دن ایسا نہیں گزرا کہ میں نے فجر کی نماز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نہ پڑھی ہو۔[1] آپ نے یہ اہتمام کیا تاکہ علم کا کوئی حصّہ نہ چھوٹے، ہوسکتا ہے کہ نماز کے فوراً بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوئی مسئلہ بیان کریں اور وہ چھوٹ جائے، اللہ اکبر! کیسا اہتمام تھا علم کو حاصل کرنے کا! اور فرماتے ہیں کہ سترہ (۱۷) سال ایسے گزرے کہ میں آپ سے بالکل الگ نہیں ہوا حتیٰ کہ عیدین کے موقع پر بھی، صرف بیماری کی شدت مجھے وقتی طور پر الگ کرتی تھی۔[2] فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں، کسی نے مجھے اطّلاع دی کہ تمہارے بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے، عجیب کشمکش میں مبتلا ہوگئے ہوں گے، سوچا ہوگا کہ اگر اُٹھتا ہوں تو درس جاتا ہے اور اگر کہتا ہوں کہ انتظار کرو تو سنت کے خلاف، دیکھ لیا آپ نے؟ علم اور عمل دونوں کا کس قدر اہتمام تھا!

آج ہمارے یہاں لُوسا کا میں جنازہ ہوجاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ جنازے کو روکو اس لئے کہ انڈیا سے، دُبئی سے بیٹا آرہا ہے، خلافِ سنّت عمل کرنے سے قبر میں مرحوم کا بیڑا پار ہوجائے گا؟ قبر میں بیڑا پار ہوگا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق عمل کرنے

---

[1] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص:۳۹

[2] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص:۳۹

سے، عجیب بات ہے کہ ماں باپ جب زندہ ہوتے ہیں تب قدر نہیں کرتے اور مرنے کے بعد لاش کی قدر کرنے کے لئے دُبئی سے آرہا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا ہوگا کہ درس سے فارغ ہونے تک انتظار کرنا سنت کے خلاف ہے، اور اگر ابھی اُٹھ کر جاتا ہوں تو میرا سبق جاتا ہے، کہا کہ غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کردو، میں سبق سے فارغ ہونے کے بعد گھر آرہا ہوں۔[1]

ایک شیطانی خیال

علماء نے کچھ کم محنتیں نہیں کی ہیں میرے بھائیو! ہمیں مسلمان رکھنے کے لئے، ہمارے اندر دین باقی رکھنے کے لئے علماء نے بہت قربانیاں دی ہیں، یہ بات ذہن سے نکال دو کہ علماء نے کچھ نہیں کیا ہے یا علماء کچھ نہیں کر رہے ہیں، یہ شیطانی خیال ہے، مجھے بتلاؤ کہ آپ دین پر کیسے چل رہے ہیں؟ انشورنس کے مسائل آپ کو کون بتلاتا ہے؟ خرید وفروخت کے مسائل آپ کو کون بتلاتا ہے؟ آپ کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو آپ کس کے پاس جاتے ہیں؟ بغیر علماء کی رہنمائی کے دین پر عمل کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

ایک عالم کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں پینتالیس (۴۵) سال کا سفر

امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ، بہت بڑے محدّث گزرے ہیں، بیس (۲۰) سال کی عمر تک انہوں نے اپنے وطن میں رہ کر علم حاصل کیا، جب اطمینان ہوگیا کہ یہاں جو کچھ تھا میں حاصل کر چکا ہوں تو سفر شروع کیا، اس وقت بیس (۲۰) سال کی عمر تھی، جب واپس

---

[1] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص:۱۹

لوٹے تو پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر ہو چکی تھی۔[1]

آج ہم مدرسوں میں جاتے ہیں چھ سال، دس سال کے لئے، جماعت میں جاتے ہیں چالیس دن اور چار مہینے کے لئے، بہت بہت تو علماء ایک سال کے لئے، مگر ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ پینتالیس (۴۵) سال تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں علم حاصل کرتے رہے، پینتالیس (۴۵) سال تک نہ باپ کو معلوم کہ بیٹا کیا کر رہا ہے نہ ماں کو، نہ بھائی کو معلوم کہ بھائی کیا کر رہا ہے نہ بہن کو، نہ چچا کو معلوم کہ بھتیجا کیا کر رہا ہے نہ پھوپھی کو، نہ ماموں کو معلوم کہ بھانجا کیا کر رہا ہے نہ خالہ کو، ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی معلوم نہیں کہ میرے خاندان کے کتنے لوگ زندہ ہیں اور کتنے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، سفر کرتے رہے اور احادیث لکھتے رہے، امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے اگر یہ قربانی نہ دی ہوتی تو آج ہم اور آپ شاید مسلمان نہ ہوتے، ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جب واپس آئے ہیں تو ایک اونٹنی پر خود سوار تھے اور پیچھے چالیس (۴۰) اونٹنیاں علم کی کتابوں سے لدی ہوئی تھیں۔[2]

کیا اب بھی آپ یہ کہیں گے کہ علماء نے کیا کیا ہے؟ پینتالیس (۴۵) سال کے بعد واپس لوٹ رہے ہیں اور مال و متاع کچھ نہیں، ایک پیسہ نہیں، علم ہی علم ہے، ابن مندہ! آپ کو سلام، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں، اگر آپ نے یہ جدوجہد نہ کی ہوتی تو ہم کلمہ نہ پڑھ سکتے، ہم حدیث کا نام نہ لے سکتے، ہم اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین سے اپنے سینے کو منوّر نہ کر سکتے، اللہ تعالیٰ پوری اُمّت کی طرف

---

[1] صفحات من صبر العلماء، ص: ۶۵

[2] تذکرۃ الحفاظ: ۳/۱۶۵

سے آپ کو جزائے خیر دیں۔ (آمین)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا گھاس کھا کر گزارہ کرنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سولہ (۱۶) سال کی عمر میں حصولِ علم کے لئے اپنے وطن سے نکلے۔[۱] جس جگہ کے بارے میں پتا چلا کہ وہاں کوئی محدّث ہیں، چلے گئے، مکّہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ، بغداد، کوفہ، بصرہ، شام، مصر، نیشاپور، غرض تمام بلادِ اسلامیہ کا سفر کیا۔[۲] کتنے اساتذہ سے علم حاصل کیا؟ ایک ہزار اسّی (۱۰۸۰) محدّثین کے پاس جا کر انہوں نے حدیث کا ذخیرہ جمع کیا۔[۳]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب محمد بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ طلبِ علم کے دوران میرے اوپر ایسا وقت بھی آیا کہ گھر سے پیسے پہنچنے میں تاخیر ہوگئی، اُس زمانے کے طلبہ میں علم کے ساتھ عمل بھی ہوتا تھا، مستغنی ہوتے تھے، کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا طبیعت کے خلاف ہوتا تھا، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خرچ جب نہیں پہنچا تو میں دو دن تک بھوکا رہا اور میں نے گھاس کھا کر گزارہ کیا۔[۴]

ایک محدّث کی حیرت انگیز قربانی

ایک محدّث علم کی طلب میں، حدیث کی طلب میں جنگل بیابان میں بھٹک گئے، پانی نہ ملا تو اپنا خود کا پیشاب پینے پر مجبور ہو گئے، اور یہ بات اپنے شاگردوں کے سامنے

---

[۱] هدي السّاري، مقدّمة فتح الباري، ص: ۵۲۸

[۲] سير أعلام النبلاء: ۱۲/ ۳۹۴، ۳۹۵

[۳] هدي السّاري، مقدّمة فتح الباري، ص: ۵۲۸

[۴] هدي السّاري، مقدّمة فتح الباري، ص: ۵۲۹

بعد میں انہوں نے خود بیان کی کہ یہ علم جو میں تمہیں دے رہا ہوں یہ بڑی محنتوں سے حاصل کیا ہے، اس علم کے حصول کے لئے جنگل بیابان میں بھٹک گیا تھا اور جب پیاس نے نڈھال کر دیا تو جان بچانے کے لئے خود اپنے پیشاب کو پینے پر مجبور ہو گیا۔[1]

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھ (۶) ماہ مدرسے سے باہر نہ نکلنا

میرے بھائیو! علم اور دین کے لئے قربانی دینے والے علماء ہر دور میں رہے ہیں، انہوں نے علم اور دین کی حفاظت کی خاطر، علم اور دین کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی خاطر عجیب عجیب قربانیاں پیش کیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے جوتے گم ہو گئے تو چھ (۶) مہینے کے بعد دوسرے خریدے۔[2]

چھ (۶) مہینے کے بعد کیوں؟ اس لئے کہ آپ دین اور علم سیکھنے میں اتنے مشغول تھے کہ چھ مہینے تک مدرسے سے باہر نکلنے کی نوبت ہی نہیں آئی، مدرسہ مسجد سے متصل تھا، صرف مسجد سے مدرسہ اور مدرسے سے مسجد آنا جانا رہا، یہ واقعہ میں نے اس لئے عرض کر دیا کہ شیطان بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ پچھلے زمانے کے علماء نے دین کے لئے بہت کچھ کیا ہے، لیکن اس زمانے کے علماء کیا کر رہے ہیں؟

میرے بھائیو! ہر دور میں ایسے علماء رہے ہیں جن کے حیرت انگیز کارنامے ہیں، علم اور دین کی حفاظت اور اشاعت کا ایسا جذبہ سوار تھا کہ مرتے مرتے بھی انہیں یہی فکر

---

[1] تذکرۃ الحفاظ: ۲/۱۷۸

[2] آپ بیتی: ۱/۲۷۳، ۲۷۴

دامن گیر تھی کہ وہ حاصل شدہ علم شاگردوں کو زیادہ سے زیادہ پہنچا دیں۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا محیّرُ العقول کارنامہ

شمس الائمّہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے زمانے کے امیر کو ناراضگی ہوگئی، خاقان اس کا نام تھا، اُس نے انہیں کنویں میں بند کر دیا، کنویں میں قید کی سزا ہوئی، کتنے سال تک کنویں میں رہے؟ پندرہ (۱۵) سال تک، کیوں؟ حق بات بولنے کی وجہ سے، یہ حق بات بولنے کا کام بھی صرف علماء نے کیا ہے، چودہ سو (۱۴۰۰) سال کی تاریخ دیکھ لیجئے، صرف علماء کی جماعت ہے جو حکّام کے ساتھ compromise (سمجھوتا) نہیں کرتی، میرے بھائیو! علماء آپ کے سامنے اپنی برادری کے کردار کو بیان نہیں کرتے، انہیں حیا آتی ہے کہ علماء کی تعریف کہیں اپنی خود کی تعریف نظر نہ آئے، مجھے بھی یہ احساس رہتا ہے مگر کیا کروں؟ علم اور علماء کی ناقدری کو دیکھ کر مجبور ہوجاتا ہوں اور تھوڑا کچھ بول لیتا ہوں۔

ایک حق بات کہنے کی وجہ سے پندرہ سال تک کنویں میں قید و بند کی مشقّت برداشت کی، شاگردوں کے ساتھ مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ درس کنویں سے ہوا کرے گا، وہاں کتب خانہ وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا، کھانا، پینا، سونا، سب کچھ کنویں میں، کیسی تکلیف کا عالم ہوگا؟ مگر اس حالت میں بھی ایک ہی چیز ذہن میں تھی کہ میرے پاس جو علم ہے وہ مرنے سے پہلے پہلے بعد والوں تک منتقل ہوجائے، روزانہ طلبہ آتے تھے، کنویں کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے اور آپ کنویں سے املا کرواتے تھے، یہ کتاب جو کنویں کے اندر سے لکھوائی گئی اور جسے طلبہ کنویں کے اردگرد بیٹھ کر لکھتے رہے، اس کا نام

''المبسوط'' ہے، یہ کتاب کتنی جلدوں میں ہے؟ تیس (۳۰) جلدوں میں۔[1]

اللہ اکبر! جو شخص کنویں میں بیٹھ کر بغیر کسی کتب خانہ اور مراجع (references) کے تیس جلدوں پر مشتمل کتاب لکھوا سکتا ہے، اس کے پاس علم کتنا ہوگا اور اس علم کو حاصل کرنے کے لئے اس نے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا؟

میرے بھائیو! اگر علماء کے بارے میں دلوں میں کوئی بُرا خیال گزر رہا ہے تو توبہ کرو اور یٰس شریف پڑھ کر ان کو ثواب پہنچاؤ تاکہ ان کی روحوں کو سکون پہنچے اور وبال سے بچ سکو، علماء کے ہم پر اس قدر احسانات کے باوجود ہم بجائے احسان مند ہونے کے اپنا بہت سارا وقت ان کی بُرائی میں خرچ کرتے ہیں، یہ بہت بڑا جرم ہے، اس سے توبہ کرو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک سوال کے جواب کے لئے حیرت انگیز قربانی

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ یا امام ربیع رحمۃ اللہ علیہ میں سے ایک نے نقل کیا ہے کہ ایک دن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کسی ستون یا کسی اور چیز کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک شیخ کو آتے ہوئے دیکھا، اون کا لباس پہنا ہوا تھا اور ہاتھ میں لاٹھی تھی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ شیخ آرہے ہیں تو کھڑے ہوگئے، کپڑوں کو ٹھیک کیا اور سیدھے ہوکر بیٹھ گئے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ حضرات علم اور ادب والے تھے، بہرحال وہ شیخ آئے، علیک سلیک ہوئی، وہ بھی بیٹھ گئے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کو دیکھتے رہے، تھوڑی دیر کے بعد شیخ نے کہا کہ کیا میں سوال کرسکتا ہوں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جی ہاں! شیخ نے کہا کہ جو مسائل آپ بیان کرتے ہیں، ان کے

---

[1] معالم إرشادية، ص: ۹۳

لئے آپ کے پاس کیا دلیل ہوتی ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کِتَابُ اللّٰہِ، اللہ تعالیٰ کی کتاب، میں مسئلہ بیان کرتا ہوں تو قرآن سے دلیل پکڑتا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے علاوہ اور کیا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سُنَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت۔ شیخ نے کہا کہ ان دو چیزوں کے علاوہ اور کیا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اِتِّفَاقُ الْاُمَّۃِ، اجماعِ اُمّت۔

علماء سمجھتے ہیں کہ شریعتِ مطہّرہ کے مسائل کا استخراج چار (۴) اصولوں سے ہوتا ہے؛ کتابُ اللہ، سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماعِ اُمّت اور قیاس، میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، میں اس وقت اس قصّے سے ایک بات بتلانا چاہتا ہوں کہ علماء نے علم کے پیچھے کتنی محنت کی ہے، خیر، تو شیخ نے کہا کہ اجماعِ اُمّت آپ کے نزدیک مسائل استنباط کرنے کے لئے ایک اصول ہے، اس کی آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں، دلیل ہے اور وہ کتابُ اللہ میں ہے۔ شیخ نے کہا کہ کتابُ اللہ میں کون سی آیت؟

اس سوال پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور غور و فکر کرنے لگے، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ دلیل معلوم تھی لیکن اس وقت ذہن سے اوجھل ہو گئی تھی، بالآخر شیخ نے کہا کہ میں آپ کو تین (۳) دن کی مہلت دیتا ہوں، میں تین دن کے بعد دوبارہ آؤں گا، اس وقت یا تو اس سوال کا جواب دیجئے یا پھر توبہ کیجئے۔

قصّے کے راوی کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور تین دن تک باہر نہیں نکلے، میں نے ابھی آپ حضرات کو بتلایا کہ یہ حضرات دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے، ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت

تھا، گھر میں چلے گئے اور تین دن کے بعد اسی وقت یعنی ظہر اور عصر کے درمیان نکلے، اور حال یہ تھا کہ آپ کا پورا بدن سُوج چکا تھا؛ چہرہ، ہاتھ، پیر اور بدن کے ہر عضو پر ورم تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ آپ ایک مدّت سے بیمار ہیں، صرف تین دن میں آپ کی یہ حالت ہوگئی، آپ ابھی گھر سے نکل کر بیٹھے ہی تھے کہ وہ بزرگ بھی پہنچے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور اجماعِ اُمّت پر دلیل مانگی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النّساء:۱۱۵)

یہ علمی بات ہے، میں اس میں جانا نہیں چاہتا، شیخ مطمئن ہوگئے، تصدیق کی اور چلے گئے، ان کے جانے کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس دن گھر میں داخل ہونے کے بعد میں دلیل تلاش کرنے کے لئے قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو گیا، روزانہ تین مرتبہ قرآنِ مجید کو مکمّل کیا۔[1]

اللہ اکبر! آپ دلیل تلاش کر رہے تھے، ظاہر ہے کہ ہر مرتبہ اس آیت پر سے گزر رہا ہوگا، مگر جواب کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا اس لئے برابر پڑھتے رہے، پورا قرآن نو (۹) مرتبہ پڑھا، جب جواب کی طرف ذہن منتقل ہوا کہ یہ آیت دلیل ہے تب سکون ہوا۔

صرف ایک سوال کے جواب کے لئے وہ اپنے آپ کو کیسی مشقّت میں ڈالتے

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ۱۰/ ۸۳، ۸۴

تھے، اصل بات یہ ہے کہ ان حضرات کا اوڑھنا بچھونا سب کچھ علم اور دین کی خدمت ہی تھا، ذہن میں ہر وقت یہی سوال گردش کرتا رہتا تھا کہ کون سی چیز اللہ کو راضی کرنے والی ہے اور کون سی ناراض کرنے والی؟ کون سی چیز جائز ہے اور کون سی ناجائز؟ میرے بھائیو! یہ سب کچھ انہوں نے میرے اور آپ کے لئے کیا، اگر یہ حضرات محنت نہ کرتے تو آج ہمارے لئے دین پر چلنا ممکن نہ ہوتا۔

بھوکے شیر کے سامنے بھی علم اور دین کی فکر

ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ابوالحسن بُنان الزّاہد رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے زمانے میں احمد بن طولون حکمران تھا، بڑا ظالم اور جابر، اس کے ظلم وتشدّد کی وجہ سے اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) لوگوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا گیا۔[1] ابوالحسن بُنان الزّاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن طولون کے سامنے حق بات کہی، جیسے میں نے پہلے کہا کہ یہ حق بات کہنے کا کام علماء ہی کرتے ہیں، ناراض ہوکر غضبناک ہوگیا، حکم دیا کہ ابوالحسن کو شیر کی غذا بنادو! کارِندوں نے شیخ کو arena (میدان) میں لاکر بٹھادیا۔

شیر کو پنجرے میں لایا گیا، لوگ جمع ہوگئے، وہ محفوظ جگہ سے پورا تماشہ دیکھ رہے تھے، پنجرے کا دروازہ کھولا گیا، شیر دھاڑیں مارتا ہوا arena (میدان) میں داخل ہوا، چاروں طرف خوف کا ماحول تھا، ایسا نظر آرہا تھا کہ شیخ چند لمحوں کے مہمان ہیں، مگر شیخ اپنی نظریں زمین کی طرف کئے ہوئے اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے، نہ گھبراہٹ نہ خوف، شیر دوڑتا ہوا آگے بڑھا اور ابھی شیخ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک رُکا اور زمین پر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد اُٹھا اور آہستہ آہستہ شیخ کی طرف آگے بڑھنے لگا، قریب پہنچ

---

[1] شذرات الذهب: ۳/ ۲۹۵

کر شیخ کو دیکھنے اور سونگھنے لگا جیسا کہ ایک پالتو کُتّا اپنے مالک کے ساتھ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے انسان سے شیر خوف زدہ ہوگیا، ادھر شیخ اسی طرح نظریں جُھکا کر خاموش بیٹھے ہیں اور چہرے سے پتا چل رہا تھا کہ آپ کسی چیز کے بارے میں سوچ رہے ہیں، احمد بن طولون نے دیکھا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے، اس سے دشمنی مول لینا اپنے آپ کو بڑے خطرے میں ڈالنا ہے، قصّہ ختم ہوگیا۔

لوگ شیخ کی خاموشی کے بارے میں بحث کرنے لگے، جس کے ذہن میں جو بات آئی وہ کہی، احمد بن طولون نے بھی شیخ سے پوچھا کہ بیٹھے بیٹھے شیر کے سامنے آپ کیا سوچ رہے تھے؟ شیخ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ مجھے ضرور بچالے گا، اس لئے جب شیر قریب آیا تو اس بات پر غور کرنا پڑا کہ آیا شیر کا لُعاب، شیر کا تھوک پاک ہے یا نہیں؟[1]

اللہ اکبر! شیر کے منہ میں ہوتے ہوئے بھی ایک شرعی مسئلے میں غور کر رہے ہیں، میرے بھائیو! اِن علماء کو سلام، اِن علماء پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور ہمارا اور آپ کا حشر اِن علماء کے ساتھ فرمائیں، اگر آخرت کی کامیابی چاہتے ہو تو یہ دعا کرو کہ اے اللہ! اِن کے ساتھ ہمارا حشر فرما اس لئے کہ قیامت کے دن یہ حضرات بہت اونچے مقام پر ہوں گے۔

حدیث کی خدمت کی وجہ سے محدّث ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا آخرت میں مقام

محدّث ابوزرعہ الرّازی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ

---

[1] حلیۃ الأولیاء: ۱۰/ ۳۲۴

فرشتوں کو پہلے آسمان میں نماز پڑھا رہے ہیں، پوچھا کہ یہ مقام آپ کو کیسے ملا؟

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا[1]

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے اس ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھیں اور ہر حدیث پر درودِ پاک پڑھا۔[2]

ظاہر ہے کہ جس پر ایک کروڑ رحمتیں نازل ہوں اسے یہ مقام نہیں تو اور کیا ملے گا؟ میرے بھائیو! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے خیمے صدیوں پہلے جنّت میں گاڑ چکے ہیں، ان کے خلاف زبان گندی کر کے اپنے آپ کو جنّت سے محروم نہیں کرنا چاہئے، حضرت علّامہ انور شاہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حافظ ابن حجر ہوں یا علّامہ عینی، یہ سب حضرات صدیوں پہلے جنّت میں اپنے خیمے گاڑ چکے ہیں، ان کی شان میں کوئی نامناسب بات کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔[3] میرے بھائیو! زبان کی حفاظت کرو، ان کا کچھ نہیں جائے گا مگر ہمارا بہت بڑا نقصان ہوگا۔

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجّہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں علم کی خدمت کرنے والے حضرات

---

[1] صحیح مسلم، کِتَابُ الصَّلَاۃِ، ح(۳۷۸)

[2] تاریخ بغداد: ۱۲/ ۴۶

[3] مجالسِ مفتیٔ اعظم، ص:۶۲۶

کا مقام کتنا اونچا ہے اس کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے، ایک محدّث، یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طلبِ علم میں تیس (۳۰) سال سفر میں رہا، میرے اوپر ایک مرتبہ ایسا وقت آیا کہ کھانے پینے وغیرہ کے لئے کچھ نہیں تھا، پیسے بھی نہیں تھے، مجھے مجبوراً کتابت کا کام اختیار کرنا پڑا، اب ایک طرف طلبِ علم کی مشغولی اور دوسری طرف لکھنے کا کام جس کی تنخواہ سے میں اپنا کام چلا لیتا تھا، دن پورا طلبِ علم میں گزرتا تھا اور رات پوری لکھنے میں۔

ایک رات لکھتے لکھتے اچانک میری آنکھوں میں پانی اُتر آیا اور بینائی چلی گئی، میں پھوٹ پھوٹ کر رویا، کس بات پر؟ اس بات پر کہ جس علم کی طلب میں نکلا تھا اسے اب حاصل نہیں کرسکوں گا، بہت رویا اور روتے روتے مجھے نیند آ گئی، خواب میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یعقوب! تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں علم کی طلب میں نکلا تھا، میری بینائی چلی گئی، مجھے غم ہو رہا ہے کہ میرا مقصد فوت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آنکھوں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور کچھ پڑھ کر دم کیا، جب میں بیدار ہوا تو میری بینائی واپس لوٹ چکی تھی۔[1]

میرے بھائیو! علمِ نبوّت سے نسبت اتنی اونچی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ان حضرات کو تائیدِ غیبی حاصل تھی اور ان کی طرف عجیب عجیب طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت متوجّہ ہوتی تھی۔

---

[1] تہذیب التہذیب: ۴/ ۴۴۲

چار طالبِ علموں کی قربانی اور نصرتِ غیبی

محمد نام کے چار بڑے بڑے امام گزرے ہیں؛ محمد بن جریر الطّبری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن ہارون الرُّویانی رحمۃ اللہ علیہ، چاروں اپنے وقت کے امام، ان کی طالبِ علمی کے زمانے کا ایک عجیب قصّہ ہے، چاروں اتّفاق سے مصر میں اکٹھے ہو گئے، خرچ ختم ہو گیا، بھوک اور فاقوں کی نوبت آئی، بالآخر صورتِ حال نے شدّت اختیار کر لی، جب اپنی رہائش گاہ پر رات کو جمع ہوئے تو بھوک کی وجہ سے تڑپ رہے تھے، چاروں کا اس بات پر اتّفاق ہوا کہ قرعہ ڈالتے ہیں اور جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے بھیک مانگنے کے لئے جانا پڑے گا، قرعہ اندازی ہوئی اور محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا قرعہ نکلا، انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ حضرات مجھے تھوڑی مہلت دو، میں وضوء کر کے دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کروں، چنانچہ یہ طالبِ علم وضوء کر کے نماز میں مشغول ہو گئے، دعا بھی کی ہو گی کہ اے اللہ! مجھے سوال اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلّت سے بچا لیجئے، طالبِ علم تھے مگر مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے جُھک گئے۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، جب دروازہ کھولا تو والیٔ مصر کا قاصد تھا، اس نے کہا کہ محمد بن نصر کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ ہیں، اس نے پچاس دینار سے بھری ہوئی ایک تھیلی نکالی اور ان کے حوالے کر دی، پھر پوچھا کہ محمد بن جریر کون ہیں؟ جب بتلایا گیا تو انہیں بھی ایک ایسی ہی تھیلی دے دی، اس کے بعد محمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا تو ساتھیوں نے بتلایا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، قاصد نے انہیں بھی اور محمد بن ہارون کو بھی پچاس پچاس دینار کی ایک ایک تھیلی دی اور اس کے بعد

کہا کہ امیر گزشتہ کل دوپہر قیلولہ کر رہے تھے، خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے کہا کہ محمد نام کے چار طالبِ علم بھوک سے تڑپ رہے ہیں اور تم خوابِ خرگوش میں مشغول ہو؟ امیر نے یہ تھیلیاں تمہارے لئے بھیجی ہیں اور قسم دے کر کہا ہے کہ جب یہ ختم ہو جائیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو بھیج کر اطّلاع دے دینا تا کہ مزید امداد کی جائے۔[1]

ایک طالبِ علم کا دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقام

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث حاصل کرنے کے لئے گئے، ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عساکر نے مجھ سے حدیث پڑھنا شروع کیا، حدیث پڑھنے کا اور علم حاصل کرنے کا شوق اتنا زیادہ تھا کہ میں ان سے صرف تین (۳) دن میں تنگ آ گیا، اللہ اکبر! یہ طالبِ علم کتنا حریص ہوگا کہ ایک محدّث جنہوں نے اپنے آپ کو اسی کام کے لئے وقف کر رکھا تھا وہ تنگ آ گئے، فرماتے ہیں کہ میں نے قسم کھالی کہ آئندہ اس طالبِ علم کے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا، صبح کو کسی نے دروازے پر دستک دی، میں نے دروازہ کھولا، علیک سلیک کے بعد اس نے کہا:

أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكَ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجا ہے۔

میں نے کہا:

مَرْحَباً بِكَ

آپ کو مرحبا ہو، تشریف لائیے۔

---

[1] طبقات الشافعية الكبرى: ۲/۲۵۱

اس نے کہا کہ میں نے خواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوعبداللہ الفراوی کے پاس جاؤ اور ان سے کہو:

قَدِمَ بَلَدَكُمْ رَجُلٌ شَامِيٌّ اَسْمَرُ اللَّوْنِ يَطْلُبُ حَدِيْثِيْ فَلَا تَمَلَّ مِنْهُ

تمہارے شہر نیشاپور میں ایک شخص آیا ہے شام سے، گندم گوں رنگ والا ہے، وہ صرف میری حدیث کی طلب میں آیا ہے، اس لئے اس سے اُکتانا مت۔

ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدّث تھے اور حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابھی چھوٹے تھے اور طالبِ علم، مگر علم کی محبت اور علم کی اعلیٰ درجے کی طلب کی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا مقام بہت اونچا تھا، محدّث الفراوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ بات سمجھ گئے، اسی لئے آپ نے یہ معمول بنالیا کہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ جب تک پڑھتے رہتے آپ پڑھاتے رہتے، اس واقعے کے راوی کہتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ الْفَرَاوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْمُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْحَافِظُ[1]

اللہ کی قسم! امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ مجلسِ حدیث سے اس وقت تک نہیں اُٹھتے تھے جب تک حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نہیں اُٹھ جاتے تھے۔

یعنی امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ ہر طالبِ علم سے کہتے تھے کہ وقت پورا ہوگیا، اب چلے جاؤ، مگر ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ جب تک خود نہیں کہتے تھے کہ بس، اس وقت تک امام

---

[1] تذکرۃ الحفاظ: ۴/۸۷

الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے نہیں اُٹھتے تھے اور پڑھاتے رہتے تھے۔

میرے بھائیو! یہ وہ جماعت ہے جس کی تائید اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اور دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتی ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب طلبہ اپنے گھروں سے حدیث کی طلب میں نکلتے ہیں تو ان کے اس سفر کی برکت سے اللہ تعالیٰ شانہٗ اِس اُمّت سے بلاؤں کو دور کر دیتے ہیں۔[1]

علماء اور محدّثین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت ہیں

ابونصر الواعظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ محمد بن سلیمان الصُّعلو کی رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، یہ اُس وقت کے امامُ المحدّثین تھے، ابونصر کہتے ہیں کہ میں بھی پیچھے پیچھے گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محمد بن سلیمان کے پاس داخل ہوگیا، میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا، بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ یہ تو امامُ المحدّثین ہیں، بیمار ہیں، ان کا اگر انتقال ہوگیا تو اندیشہ ہے کہ دین میں اور خدمتِ حدیث میں خلل واقع ہوجائے گا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

لَا تُفَكِّرْ فِيْ ذَاكَ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ عِصَابَةً أَنَا سَيِّدُهَا[2]

تم اِس کی فکر نہ کرو (کہ یہ انتقال کرجائیں گے تو حدیث میں خلل واقع ہوجائے گا، یہ جو علماء اور محدّثین کی جماعت ہے، اُس کا میں سردار ہوں، اور) جس جماعت کا میں سردار ہوں، اس جماعت کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع

---

[1] مجموعة رسائل في علوم الحديث، ص: ۱۴۸

[2] طبقات المفسّرين: ۲/ ۱۵۵، ۱۵۴

نہیں کریں گے۔

میرے بھائیو! یہ لوگ بڑے مقدّس ہیں، ان برگزیدہ شخصیتوں کے اور بھی کئی قصّے ذہن میں آرہے ہیں، جی چاہتا ہے کہ میں بولتا ہی چلا جاؤں مگر وقت اجازت نہیں دیتا۔

علماءِ اُمّت کے محسن ہیں

یاد رکھو کہ یہ علماء ہمارے محسن ہیں، پوری اُمّت کے محسن ہیں، انہوں نے رات اور دن ایک کرکے ہم تک علم پہنچایا ہے، انہوں نے بہت محنتیں کی ہیں، اگر یہ خون اور پسینے کو ایک نہ کرتے، رات اور دن کو ایک نہ کرتے تو آج ہمیں دین کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت اسلامی کتب خانے میں کتنا ذخیرہ تھا؟ صرف قرآنِ مجید اور حدیثوں کے کچھ صحیفے اور رسالے، اور قرآنِ مجید بھی پورا ایک جگہ لکھا ہوا نہیں تھا اور نہ حدیث کی کوئی باضابطہ کتاب تھی، لیکن یہ علماء کی محنت کی برکت کہ آج آپ کسی بھی کتب خانے میں چلے جائیں اور قرآن کی تفسیر کے متعلّق پوچھیں تو کتب خانے کا ناظم آپ کو کتب خانے کا ایک حصّہ بتلائے گا جس میں درجنوں کتابیں صرف تفسیر سے متعلّق ہوں گی، آپ بخاری شریف کی شروحات کے بارے میں پوچھیں تو وہ ایک دوسرے حصّے کی طرف اشارہ کرے گا جو صرف بخاری شریف کی شروحات سے بھرا ہوگا، علماءِ کرام نے دین اور علم کی حفاظت اور پھر اس کی اشاعت کے لئے بہت محنت کی ہے۔

علماء کی محنت نہ ہوتی تو ہم تلاوت سے بھی محروم رہتے

اگر یہ حضرات محنت نہ کرتے تو ہم قرآن کی تلاوت بھی نہ کرسکتے، صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم کے زمانے میں عربی حروف پر کوئی علامت نہیں تھی، ب، ت، ث، ج، خ، وغیرہ تمام حروف بغیر نقطے کے تھے، قرآن اگر اسی حالت میں رہتا تو ہم اس کی تلاوت کیسے کرتے؟ علماء نے محنت کی کہ ب، ت، ث میں فرق بتلانے کے لئے نقطے لگائے، پھر نہ زبر تھا، نہ زیر اور پیش، نہ تشدید نہ سکون، سوچو کہ ہم قرآن کیسے پڑھتے؟

علماء کے بغیر لوگ چوپایوں کی طرح ہوتے

میرے بھائیو! نہ ہم قرآن پڑھ سکتے، نہ سمجھ سکتے، نہ دین پر عمل کر سکتے، پھر ہم میں اور جانوروں میں کیا فرق ہوتا؟ اسی لئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَوْلَا الْعُلَمَاءُ لَصَارَ النَّاسُ مِثْلَ الْبَهَائِمِ[1]

اگر علماء نہ ہوتے تو انسان چوپایوں کی طرح ہو جاتے۔

اگر علماء نہ ہوتے تو علم محفوظ نہ رہتا، علم محفوظ نہ رہتا تو ہمارے اندر انسانیت باقی نہ رہتی، میرے بھائیو! یہ علماء اور حفّاظ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچّوں کو دین پڑھاتے ہیں، ہمیں بھی بچپن میں انہوں نے ہی قرآن پڑھایا اور دین سکھایا، ہمیں وضوء اور غسل کا طریقہ سکھایا، نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا سکھایا، انہوں نے ہی ا، ب، ت، ث سے شروع کروا کر ہم پر محنت کر کے علم اور ادب کا شعور دیا، انہی حضرات نے ہمیں اخلاق سکھائے، جینے کا سلیقہ سمجھایا، زندگی کو با مقصد بنایا، یہ مکتب میں بیٹھ کر پڑھانے والے، یہ دار العلوم میں خدمت کرنے والے، یہ فتویٰ لکھنے والے، یہ سب حفّاظ، علماء اور مفتیانِ کرام ہمارے محسن اور قابل قدر ہیں۔

---

[1] إحیاء علوم الدین: ۱/ ۴۵

علماء مفت میں رہنمائی کرتے ہیں

میرے بھائیو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ کو کوئی نیا مسئلہ پیش آتا ہے تو آپ کی کون رہنمائی کرتا ہے؟ میں کہا کرتا ہوں کہ پوری دنیا میں free consultancy (مفت رہنمائی) ایک ہی جگہ مہیّا ہے، علماء اور مفتی حضرات کے پاس، یہ حضرات آپ کے مسائل مفت میں حل کرتے ہیں، ان حضراتِ علماء کا ہم پر بڑا احسان ہے۔

پہلی اپیل: علم، علماء اور مدارس کی قدر کرو

میرے بھائیو! میری سب سے پہلی اپیل آپ حضرات سے یہ ہے کہ آپ اپنے دلوں میں علم کی، علماء کی اور علم کے مراکز یعنی مدارس اور مکاتب کی قدر پیدا کرو، ایسا خیال مت آنے دو کہ یہ کچھ نہیں کر رہے ہیں، یہ خیال بھی مت آنے دو کہ یہ لوگ دین کا کام تنخواہ لے کر کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ حضرات تدریس میں یا امامت میں فُل ٹائم مشغول ہیں، اگر تنخواہ نہ لیں تو کھائیں گے کہاں سے؟ اپنی اور اپنے بچّوں کی ضرورت کہاں سے پوری کریں گے؟ آپ بھی فیکٹری بند کردو، دکان بند کردو، کام کرنا بند کردو، ہم بھی تو دیکھیں!

علماء کی کفالت: قوم کی شرعی ذمّہ داری

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عورت کا نفقہ شوہر کے ذمّے اس لئے واجب ہے کہ وہ شوہر کی وجہ سے محبوس ہے، ٹھیک اسی طرح دین کی خدمت کرنے والے علماء بھی قوم کی وجہ سے محبوس ہیں، امام بھی محبوس ہے اس لئے کہ اسے نمازوں کی

اور مکتب کی پابندی کرنی پڑتی ہے، دار العلوم میں پڑھانے والا شیخ الحدیث، مدرّس اور مفتی بھی محبوس ہے، یہ لوگ اُمّت کی ان خدمتوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنی ضرورتوں کے لئے وسائل جمع نہیں کر پاتے، اس لئے قوم کی یہ ذمّہ داری ہے کہ ان کو نفقہ دے اور ان کی ضرورتیں پوری کرے۔[1]

عورت کی تو آپ ساری ضرورتیں پوری کرتے ہیں، بلکہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں، لیکن ائمّہ کو اتنی تنخواہ بھی نہیں دیتے جس سے ان کی اَوسط درجے کی ضرورت پوری ہو سکے، ہم علماء کو کون سی بہت بڑی تنخواہ دے ڈالتے ہیں کہ ان پر احسان جتاتے ہیں کہ یہ پیسے لے کر دین کا کام کر رہے ہیں، یہ تو ہماری شرعی ذمّہ داری ہے کہ ہم دین کی خدمت کرنے والے علماء کا خیال رکھیں اور ان کا تعاون کریں۔

یہ تو اچھا ہے کہ اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ علماء میں ایک نہ بجھنے والی پیاس پیدا کرتے ہیں کہ میں سیکھوں اور سکھاؤں، اسی وجہ سے یہ مکتبوں میں، مدرسوں میں اور مسجدوں میں پڑے رہتے ہیں، لعن طعن بھی سنتے ہیں، گالیاں بھی کھاتے ہیں اور ذلّت بھی برداشت کرتے ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر نصیب کریں۔ (آمین)

علماء کی توہین کرنے والے کا گھرانہ علم سے محروم رہتا ہے

عرض یہ کر رہا تھا کہ دل میں قدر پیدا کرو، کس کی؟ علم کی، علماء کی، حفّاظ کی، مفتیوں کی، مدارس کی اور مکاتب کی، اس سے کس کو فائدہ ہوگا؟ علماء اور مدارس کو؟ نہیں، بلکہ فائدہ آپ کو ہوگا، آپ کو کامیابی ملے گی، جو علماء کا، مدارس کا، علم کا، علم سے تعلّق رکھنے

---

[1] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۱۲/ ۱۵۱، ۱۵۲

والی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کا احترام کرتا ہے، اسے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں خیر و برکت نصیب ہوتی ہے، اور جو توہین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سزا دیتے ہیں، اور سزا کا ایک حصّہ یہ ہے کہ اس کے گھر میں علم کو نہیں آنے دیتے۔

میں لیسٹر کے جس علاقے میں رہتا ہوں اس کا نام Highfields ہے، میں وہاں لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے آپ کو Highfields سے باہر نہیں جانا پڑے گا، آج میں آپ کو بھی کہتا ہوں کہ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے آپ کو لُوسا کا شہر سے باہر نہیں جانا پڑے گا، ایسے لوگوں کو دیکھئے جو علماء کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، لاکھ کوشش کے باوجود ان کی اولاد علم حاصل نہ کرسکی، اور اگر کسی کا کوئی بچّہ عالم بن بھی گیا تو دین کی خدمت نہیں کرسکا، اور جاہلوں اور گنہگاروں کے گھروں میں علم آیا، آپ کو ایسی درجنوں مثالیں ملیں گی کہ باپ جاہل ہے، چہرے پر ڈاڑھی بھی نہیں ہے، مگر علم اور اہلِ علم کی قدر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس کی اولاد کو، نواسوں کو، پوتوں کو علم کی دولت سے نوازا، اور ان کی برکت سے اس کی زندگی میں بھی ایک خوشگوار تبدیلی آئی، تو ایک کام یہ کرو کہ علم اور علم سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز کی قدر کرو۔

دوسری اپیل: خود علم حاصل کرو

دوسرا کام یہ کرو کہ خود علم حاصل کرو، جن کا نہ خانقاہوں سے تعلّق ہے، نہ دعوت و تبلیغ سے اور نہ علماء و مدارس سے، انہیں تو علم حاصل کرنے کی بہت زیادہ فکر کرنی چاہئے، لیکن میرے خانقاہی اور تبلیغی بھائیوں کو بھی اس اہم کام کی طرف توجّہ کرکے علماء کے قریب آنا چاہئے اور ان سے خوب استفادہ کرنا چاہئے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ گزشتہ بارہ

مہینوں میں آپ نے کتنا علم حاصل کیا؟ علم حاصل کرنے کے لئے کیا کوشش کی؟ علم حاصل کرنا تو بدقسمتی سے ہمارے اعمال اور معمولات میں ہے ہی نہیں، جب علم میں ترقّی نہیں ہوگی تو دین میں ترقّی کیسے ہوگی؟ علم ہوگا تو عمل آئے گا، اسی طرح علم میں ترقّی ہوگی تو عمل میں ترقّی ہوگی، اس لئے خدا کے واسطے علم حاصل کرنے کی فکر کرو اور اس کے لئے عملی اقدام کرو۔

علم بڑھے گا تو عمل بڑھے گا

جن حضرات کا خانقاہوں سے تعلّق ہے وہ اپنے مشائخ کے ساتھ تعلّق رکھتے ہیں جس کی برکت سے ان کے دلوں کو جِلاء ملتی ہے، دل عشقِ الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ اُٹھتا ہے، مگر علم محدود ہونے کی وجہ سے عمل بھی محدود ہوکر رہ جاتا ہے، ہماری تبلیغی جماعت کے ساتھی چالیس (۴۰) دن کے لئے، چار (۴) مہینے کے لئے جاتے ہیں، عمل کا جذبہ لے کر واپس آتے ہیں، مگر علم کی کمی کی وجہ سے عمل میں ترقّی نہیں کرسکتے، ہمارا علم دس (۱۰) سال پہلے جتنا تھا آج بھی اتنا ہی ہے، جب یہ بات ہے تو عمل کے جذبے کے باوجود زندگی میں عمل کیسے آئے گا؟ علم بڑھاؤ، علم بڑھے گا تو عمل بڑھے گا۔

ریل گاڑی کے اِنجن میں بھاپ جتنی چاہے بڑھ جائے مگر وہ وہیں تک جاسکے گی جہاں تک پٹڑیاں ہوں گی، اگر لُوساکا سے جانے والی ریل گاڑی کے لئے پٹڑیاں Petauke تک ہی پہنچتی ہیں تو اس میں جتنی چاہے بھاپ پیدا کرلو وہ گاڑی Petauke سے آگے نہیں جاسکے گی، اِنجن سے چھک، چھک کی آواز آتی رہے گی

مگر گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی، اسی طرح ہمیں بھی خانقاہوں میں حاضری کی برکت سے، دعوت وتبلیغ میں وقت لگانے کی برکت سے دل کی کیفیت میں فرق محسوس ہوتا ہے، اعمال کا جذبہ بڑھتا ہے، لیکن پٹڑی یعنی علم نہ ہونے کی وجہ سے عملی زندگی میں ہم ترقّی نہیں کرسکتے، جب اعمال کا علم ہی نہ ہوتو عمل کیسے کریں گے؟ اندر کے جذبے کو محسوس کرکے ہم سمجھنے لگتے ہیں کہ ایمان میں، معرفت میں بہت ترقّی ہوئی ہے حالانکہ بات یہ ہوتی ہے کہ گاڑی ایک جگہ پر رُک کر کھڑی رہ گئی ہے اور رُکی ہوئی گاڑی کا اِنجن بہت آواز کرتا ہے جس سے سننے والے کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ گاڑی تیز رفتاری کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

کچھ صاف صاف باتیں

اور میں بہت ادب سے یہ بات بھی اہلِ زامبیا اور اہلِ لُوساکا سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کو علماء سے جس طرح اور جتنا فائدہ اُٹھانا چاہئے نہیں اُٹھا رہے ہیں، بلکہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ علماء کو تو یہاں مقیّد کر رکھا ہے، انہیں منبر پر بیٹھنے نہیں دیا جاتا، ذمّہ دار حضرات جس کو چاہتے ہیں اپنی مرضی سے بٹھاتے ہیں، انہیں درسِ قرآن کی اجازت نہیں دی جاتی، درسِ حدیث کی اجازت نہیں دی جاتی، ہمارے یہاں انگلینڈ میں ایسا نہیں ہے، تقریباً تمام مساجد میں منبر امام کو دیا جاتا ہے، ہر جمعے کو وہ آزادی کے ساتھ آدھ گھنٹے کی تقریر کرسکتا ہے، غلط بات پر بغیر کسی ڈر کے نکیر بھی کرتا ہے، کبھی اس کی زد میں کمیٹی بھی آجاتی ہے۔

میرے بھائیو! جو قوم اپنے علماء کی زبانوں کو پابند کرے گی، ان کو دینی معاملات

سے بے دخل کرے گی، منبر اور محراب کو اپنے کنٹرول میں رکھ کر علماء کو آزادی کے ساتھ صحیح اور غلط کے بارے میں بولنے کا موقع نہیں دے گی، وہ قوم اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کے احکام سے واقف کیسے ہوگی؟ اور جو قوم اللہ تعالیٰ کے احکام سے ناواقف ہوگی، وہ جنّت کے راستے پر کیسے چل سکے گی؟ قرآن اور حدیث کے علوم کے حاملین کو آپ نے جکڑ بندیوں میں رکھا ہے، وہ بول نہیں سکتے، انہیں موقع نہیں دیا جاتا، علماء سے اتنی دوری، علماء پر پابندیاں کہ علماء کے بیانات نہیں چاہئے، اگر آپ علماء کے بیانات نہیں سنیں گے تو کس کے بیانات سنیں گے؟ ایسی صورتِ حال میں آپ کے پاس صحیح علم کہاں سے آئے گا؟ میرے بھائیو! یہ بہت ہی خطرناک صورتِ حال ہے، یہ جہالت کو بڑھانے کا راستہ ہے۔

باہر سے جو علماء آتے ہیں ان سے بھی آپ لوگ کماحقّہٗ استفادہ نہیں کرتے، جب تک میزبان از خود مسجد کے ذمّہ داروں کے پاس نہیں جاتا اس وقت تک مسجد والے دلچسپی نہیں لیتے، انہیں یہ خیال نہیں آتا کہ ہماری بستی میں ایک بڑے عالم یا بزرگ آئے ہوئے ہیں، ان کا ہماری مسجد میں بیان ہونا چاہئے تاکہ ہماری مسجد کے مصلّی فائدہ اُٹھا سکیں، ہمیں تو اس بات سے بہت تعجب ہوتا ہے کہ یہاں باہر سے بڑے بڑے علماء آتے ہیں اور بیچارے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں، ان کے پاس جا کر درخواست کرنی چاہئے کہ آپ ہماری مسجد میں تشریف لائیں اور لوگوں کو استفادے کا موقع دیں، میں تو بہت چھوٹا آدمی ہوں، ایک طالبِ علم ہوں، میں یہ بات اپنے لئے نہیں کہہ رہا ہوں، میں نے تو مولوی انس کو کہہ رکھا ہے کہ کسی مسجد میں از خود بیان کے لئے درخواست نہیں کرنی چاہئے، میں آپ حضرات کو یہاں جو بڑے بڑے علماء تشریف لاتے ہیں ان کی طرف

متوجّہ کررہا ہوں۔

ہمارے یہاں انگلینڈ میں جب اکابر تشریف لاتے ہیں تو لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں، مسجدوں کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے کہ فلاں بزرگ ہمارے شہر میں آرہے ہیں تو دوسری مسجد والوں سے پہلے ہم دعوت پیش کردیں تاکہ موقع ہمیں ملے، اور یہاں ایک ایک، دو دو ہفتے تک بزرگانِ دین آکر بیٹھے رہتے ہیں اور ذمّہ داروں میں سے کسی کے دل میں یہ داعیہ پیدا نہیں ہوتا کہ ان سے درخواست کریں کہ آپ ہماری مسجد میں دین کی بات کریں، نہ علم کی طلب نہ علماء سے استفادے کا شوق، اس باعثِ فکر صورتِ حال کے ساتھ پھر دین داری کا ناز!

مجھے یہ خواہش نہیں ہے کہ مجھے موقع دیا جائے، ویسے بھی مجھے اسٹیج کا شوق نہیں ہے، حق بات کہنے کی عادت ہے اور یہ میری ذمّہ داری بھی ہے کہ جو چیز غلط نظر آئے اس کی طرف آپ کو متوجّہ کروں، ورنہ قیامت کے دن آپ میرا گریبان پکڑ کر کہیں گے کہ تجھے جو چیز غلط نظر آئی تھی اسے بتلائے بغیر چلا گیا تھا، تیری اس کوتاہی کی وجہ سے ہم محروم رہے اور آج ہماری پکڑ ہورہی ہے، میں قیامت کے دن بَری رہنا چاہتا ہوں اس لئے جو چیز غلط نظر آئی میں نے آپ کے سامنے صاف صاف کہہ دی تھی۔

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر

میں نے جو بات کہی ہے صحیح سمجھ کر خیر خواہی کی نیت سے کہی ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ قبول فرمائیں، آپ حضرات کو اس پر عمل کی توفیق دیں اور مجھے اس پر اجر عطا فرمائیں، اگر یہ بات کہتے ہوئے زبان سے کوئی غلط لفظ یا جملہ نکل گیا ہے تو میں سب سے پہلے اللہ

تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کے بعد آپ سب دوستوں سے معافی مانگتا ہوں، میں نے کسی کی دل آزاری کے لئے اور کسی کو ایذاء پہنچانے کے لئے کوئی بات نہیں کہی ہے، میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر ہے کہ جب یہاں بیٹھتا ہوں تو اس بات کو کہنے کی کوشش کرتا ہوں جو لوگوں کو جنّت کے قریب لے جائے اور جہنّم سے دور، یہ میرا کام ہے، اس لئے ذہن میں جو بات آتی ہے اسے آخرت کو سامنے رکھ کر کہنے کی کوشش کرتا ہوں، میں پہلی مرتبہ یہاں نہیں آیا ہوں، پہلے بھی کئی مرتبہ آچکا ہوں، یہاں بھی، اپنے مقامی شہر لیسٹر میں بھی، دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھی، عام بیانوں میں اور نجی مجلسوں میں، میرا یہی انداز ہے کہ مجھے جو بات کہنی ہوتی ہے اسے صاف کہہ دیتا ہوں، اس لئے کہ مجھے کسی سے کوئی غرض یا لالچ نہیں، کسی سے میرا تعلّق مال کی بنیاد پر، پیسوں کی بنیاد پر نہیں ہے۔

میں جب کسی ملک کا سفر کرتا ہوں تو کتنا بوجھ محسوس کرتا ہوں وہ میں جانتا ہوں اس لئے کہ لیسٹر میں میرا اپنا کام متاثّر ہوتا ہے، وہاں سے کہیں جانا مجھے بھاری لگتا ہے، لیکن دین کے فائدے کو سامنے رکھ کر سفر کرنا پڑتا ہے، جو دوست احباب میرے ساتھ رہتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے گھومنے پھرنے کا شوق نہیں ہے، مجھے دعوتوں کا شوق نہیں ہے، مجھے ہدایا اور تحائف کی لالچ نہیں ہے، میں کہیں بھی جاتا ہوں تو اپنی ٹکٹ سے سفر کرتا ہوں، میرا آنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی باتیں کروں، اپنے ان دوستوں سے اور مسلمانوں سے ملاقات کروں جو مجھ سے صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہیں، یہاں کے اداروں، علماء، بزرگانِ دین اور دین کی خدمت کرنے والوں کی زیارت کروں اور ان سے استفادہ کروں، اس کے علاوہ میرا

کوئی مطلب نہیں ہوتا، اگر میری زبان سے کوئی لفظ یا جملہ ایسا نکل گیا ہو جو آپ کی دل آزاری کا سبب بنا ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگتا ہوں اور آپ سب دوستوں سے بھی معافی مانگتا ہوں۔

تیسری اپیل: درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کرو

میرے بھائیو! علم کی اور علماء کی اپنے دلوں میں قدر پیدا کرو، مقامی علماء سے بھی استفادہ کرو، یہاں اچھے اچھے علماء ہیں، ان کو منبر پر بٹھاؤ، ایسے علماء کو بٹھاؤ جو ہمیں ایسی باتیں بتلائیں جو قابلِ اصلاح ہیں، چاہے وہ ہمیں کڑوی لگیں، ہماری اصلاح کی فکر رکھنے والے علماء کے لئے دعا کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم میٹھی میٹھی باتیں سننے کے عادی ہو گئے ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص ہماری طبیعت کے خلاف کوئی بات نہ کرے۔

میرے بھائیو! عرض یہ کر رہا ہوں کہ علم کی، علماء کی اور مدارس کی قدر پیدا کرو، خود علم حاصل کرو، علماء سے استفادہ کرو، اچھے علماء کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھو، درسِ قرآن کے سلسلوں کو شروع کرو، درسِ حدیث کے سلسلوں کو شروع کرو، علماء کو آزادی دو، انہیں منبر پر بیٹھنے دو اور بولنے دو ورنہ قیامت کے دن قوم کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا گریبان ہوگا۔

چوتھی اپیل: اپنی اولاد کو علمِ دین سے وابستہ کرو

خود علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو بھی علم سے بہرہ ور کرو، ان کو مدرسوں میں بھیجو، ماشاء اللہ لُوسا کا خود کفیل ہے، ہمیں بہت خوشی ہوتی ہے کہ دعوت و تبلیغ کی محنت بھی اچھی ہو رہی ہے، ساتھ ساتھ خانقاہی لائن سے بھی اچھا کام ہو رہا ہے،

بڑے بڑے اکابر یہاں آتے رہتے ہیں، اور تعلیم وتعلّم کا بھی اچھا انتظام ہے، مساجد کے ساتھ بچوں کی دینی تعلیم کے لئے مکاتب ہیں، لڑکوں کے لئے فُل ٹائم درسِ نظامی کا انتظام بھی ہے، لڑکیوں کے لئے دوفُل ٹائم مدرسے چل رہے ہیں، اِن اداروں سے فائدہ اُٹھاؤ اور اپنے بچّوں کو اچھی تعلیم اور اچھی تربیت دو۔

علم اور علماء کی قدر کرنے والوں کے لئے دونوں جہان کی سرخروئی

تو اپنے دلوں میں علم کی، علماء کی، مدارس کی قدر پیدا کرو، خود علم حاصل کرو اور اپنی اولاد کو علم کی لائن میں لگاؤ، ایسا کروگے تو دنیا اور آخرت میں سرخروئی ملے گی، ایک چھوٹا سا قصّہ بیان کرکے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک نہر کے کنارے پر وضوء فرمارہے تھے، ایک آدمی وضوء کرنے کے لئے اُسی کنارے پر بیٹھا، ابھی پانی میں ہاتھ ڈالنے ہی والا تھا کہ کھینچ لیا، دل میں علماء کی محبت تھی، علم کی قدر تھی، دل میں یہ خیال آیا کہ میں ایک بے علم اور جاہل آدمی، اور یہ وقت کا امام اور اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ، اگر میں ہاتھ ڈالوں گا تو میرا استعمال کیا ہوا پانی بہہ کر ان کی طرف جائے گا، یہ بات ادب کے خلاف ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ میں یہاں سے اُٹھ جاؤں اور دوسری طرف چلا جاؤں تاکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا استعمال کیا ہوا پانی میرے پاس سے گزرے اور میں اس کو استعمال کروں، اپنے بدن کو لگاؤں، اس شخص کا جب انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کہ بھائی! کیا ہوا؟ تو کہا کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے پکڑا گیا، فکر سوار ہوئی کہ پتا نہیں اب کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ تیرے پاس ایک نیکی ہے جو تیرے تمام گناہوں پر بھاری ہے، تو نے ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اُن کے علم کی وجہ سے ادب کیا تھا، اس کی برکت سے

تیرے سارے گناہ معاف کر کے تجھے جنّت میں داخل کر رہا ہوں۔[1]

کرنے کے ضروری کام

میرے بھائیو! کرنے کے ضروری کام چار ہیں:

۱) علم کی قدر کرو، علماء کی قدر کرو، مدارس کی، قرآن کی، کتابوں کی، تصنیف و تالیف کی، غرض علم سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز کی قدر کرو۔

۲) خود علم حاصل کرو، علماء کو پوچھ پوچھ کر اچھی اچھی کتابیں پڑھو، اس کے ساتھ مساجد میں علماء کے دروس اور بیانات سے استفادے کا اہتمام کرو۔

۳) علماء کو مسجدوں میں آزادی کے ساتھ دین سکھانے کا موقع دو، ہر مسجد میں کم سے کم ہفتے میں ایک مرتبہ قرآن یا حدیث کا درس ضرور ہونا چاہئے، اگر تسلسل کے ساتھ ایک ہی عالم کرے تو بہت ہی اچھا ہے، مجمع کم ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، دس (۱۰) سال، پندرہ (۱۵) سال، بیس (۲۰) سال میں ان دروس کی برکت سے افراد تیار ہوں گے، پھر ان کا اثر آگے پھیلے گا، یہ تعلیم و تعلّم کا کام ایسا ہے کہ اس کے فوائد آپ کو پندرہ (۱۵)، بیس (۲۰) سال کے بعد معلوم ہوں گے، آپ حضرات اس کی طرف ضرور توجّہ کریں۔

۴) اپنی اولاد کو علم کی راہ پر ڈالو، اُنہیں حافظ بناؤ، عالم بناؤ اور دین کے خادم بناؤ۔

---

[1] تذكرة الأولياء، ص: ۲۷۸

اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ تینوں ہمارے کام ہیں اور بقاءِ دین کے لئے ضروری

میرے بھائیو! جماعتِ تبلیغ کے ساتھ ہر مسلمان کا دل لگا ہوا ہے، اسی طرح مدارس کے ساتھ بھی اور خانقاہوں کے ساتھ بھی ہر مسلمان کا دل لگا ہوا ہے، یہ تینوں کام اچھے کام ہیں، دین کے کام ہیں اور اہلِ حق کے کام ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کسی مسلمان کے دل میں بُرا خیال آئے، تینوں کاموں سے سب کو محبت ہے مگر تینوں کو ایک ساتھ انجام دینا یہ ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہے، اس لئے جس کام کی طرف ہماری طبیعت کا رجحان ہو اس میں ہمیں پورے انہماک کے ساتھ لگے رہنا چاہئے اور دوسرے کاموں کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ ربط رکھنا چاہئے، یہ سارے کام ہمارے ہیں اور دین کی بقاء کے لئے ضروری ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے ملتے رہیں گے، ملاقات کرتے رہیں گے اور ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہیں گے تو شیطان کو غلط فہمیاں پیدا کرنے کا موقع نہیں ملے گا، جب ہم شیطان کو موقع دیتے ہیں تو وہ ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں نقصان کسی اور کا نہیں، ہمارا ہی ہوتا ہے۔

میرے بھائیو! تکبّر اچھی چیز نہیں ہے، ضد اچھی چیز نہیں ہے، حق بات سامنے آجائے تو قبول کر لینی چاہئے، غلطی کا پتا چل جائے تو اصلاح کر لینا چاہئے، سچے اور اچھے مؤمن کی یہی شان ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ بہت ترقّیات سے نوازیں، یہ سارے کام دین کے کام ہیں، ان میں سے ہر ایک کے لئے اچھی تمنّاؤں کے ساتھ دل

سے دعا کرنی چاہئے، اس طرح اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے پوری دنیا میں ہونے والے تمام دینی کاموں میں ہم حصّہ دار بن جاتے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت کے دن ہمیں ان سب کا اجر ملے گا۔

دعا

اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ الفلاح اکیڈمی کو، اکیڈمی کے اساتذہ اور طلبہ کو، اس کے معاونین اور تعلّق رکھنے والوں کو اور آپ تمام حضرات کو خوب برکتیں عطا کریں، اللہ تعالیٰ الفلاح اکیڈمی کو سہولت اور عافیت کے ساتھ بہت جلد اچھی اور وسیع جگہ عطا فرماویں اور آگے کے تمام مراحل کو عافیت کے ساتھ طے کرادیں، اللہ تعالیٰ جامع مسجد، مسجدِ توحید، مسجدِ نور اور مکینی (Makeni) کی مسجد کے تحت چلنے والے مکاتب، لڑکیوں کے دونوں مدارس، جامعہ اسلامیہ اور دار العلوم سب کو قبولیت سے نوازیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ دعوت وتبلیغ کی محنت میں اور زیادہ ترقّی عطا فرمائیں اور یہاں کے تمام دینی کاموں کو ترقّیات سے نوازیں، آپس میں سب کو ایک اور نیک بنائیں، شیر وشکر بنائیں، ایک دوسرے کا معاون بنائیں اور پوری دنیا میں دین کے جتنے کام ہو رہے ہیں سب کو بہت ترقّیات سے نوازیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

مأخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل
۴	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل
۵	كنز العمّال	العلّامة علي المتقى الهندي	مؤسّسة الرسالة،بيروت
۶	حلية الأولياء	الحافظ أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۷	هدى السّاري، مقدّمة فتح الباري	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسّسة الرسالة،بيروت
۸	تذكرة الحفّاظ	العلّامة الذهبي	دار إحياء التراث العربى،بيروت
۹	تهذيب التهذيب	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسّسة الرسالة،بيروت
۱۰	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	مؤسّسة الرسالة،بيروت
۱۱	طبقات الشافعية الكبرٰى	الشيخ تاج الدين السبكي	دار إحياء الكتب العربية،القاهرة
۱۲	طبقات المفسّرين	الحافظ الدَّاوُوْدِي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۳	شذرات الذهب	الشيخ عبد الحي بن أحمد العكرى الحنبلي	دار ابن كثير،دمشق
۱۴	تاريخ بغداد	الخطيب البغدادي	دار الغرب الإسلامي،تونس
۱۵	حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي	الشيخ محمد زاهد الكوثري	دار الفتح،عمّان
۱۶	مجموعة رسائل في علوم الحديث	الإمام النّسائي والخطيب البغدادي	دار الخاني،الرياض
۱۷	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج،جدّة
۱۸	صفحات من صبر العلماء	الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّة	دار البشائر الإسلامية،بيروت

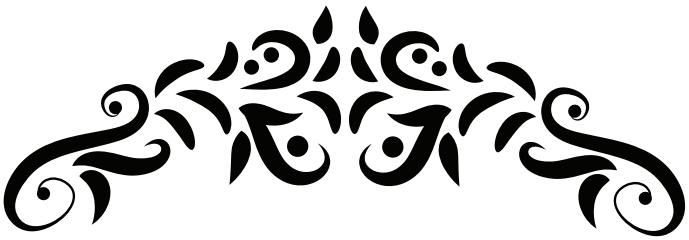
۱۹	معالم إرشادية	الشيخ محمد عوّامة	دار المنهاج، جدّة
۲۰	آپ بیتی	حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ عمر فاروق، کراچی
۲۱	علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات	حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی	کتب خانہ حسینیہ، دیوبند
۲۲	مجالسِ مفتیٔ اعظم	حضرت مفتی عبدالرؤوف سکھروی	ادارۃ المعارف، کراچی
۲۳	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

علماء سے وابستگی

بہت بڑی ضرورت دنیا میں اہلِ علم اور دین کی ہے، ان کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ، مگر وابستگی کے یہ معنیٰ نہیں کہ چندہ میں روپیہ دے کر بے فکر ہو جاؤ، روپیہ تو خدا دے گا، بلکہ ان سے کُھل کر ملو اور ان سے مسئلے پوچھتے رہو تا کہ تم کو دین اور اہلِ دین کی محبت بڑھے، اگر تم کو ان کے ساتھ محبت ہو گئی تو ان شاء اللہ خدا تعالیٰ سے تم کو محبتِ صادقہ ہو جائے گی، اور بعض لوگ خود تو علماء کی طرف متوجّہ ہوتے نہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ علماء ہماری خبر نہیں لیتے۔ تو صاحبو! مریض طبیب کے پاس جایا کرتا ہے، طبیب مریض کے پاس از خود نہیں جاتا، تم نے علماء کو اپنی خبر کب دی؟ تم دو دفعہ جا کر ان کو اپنے مرض کی خبر دو گے تو وہ ایسے شفیق ہیں کہ چار دفعہ خود آئیں گے۔

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مجالسِ حکیم الاُمّت، ص: ۲۴۶



دین کی خدمت
اور دعوت و تبلیغ
کے مختلف طریقے





تفصیلات

وعظ کا نام	:	دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ، مطابق مارچ ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
تقریب	:	ہفتہ واری اصلاحی مجلس



فہرست

تقریظ: حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم ۴۳۲

تقریظ: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۴۳۴

تقریظ: حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم ۴۳۵

تقریظ: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم ۴۳۶

تقریظ: حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم ۴۳۸

تقریظ: حضرت مولانا سیّد محمد سلمان صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم ۴۴۰

تقریظ: حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم ۴۴۲

تقریظ: حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم ۴۴۵

تقریظ: حضرت مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم ۴۴۷

تقریظ: حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم ۴۴۹

تقریظ: حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم ۴۵۲

تقریظ: حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۴۵۵

تقریظ: حضرت مفتی عباس داود بسم اللہ صاحب زید مجدہ ۴۵۷

دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے ۴۵۹

دعوت کے معنیٰ ۴۵۹

تبلیغ کے معنیٰ ۴۵۹

دعوت وتبلیغ کا کام ہر دور میں ہوتا رہا ہے ۴۵۹

''تاریخ دعوت وعزیمت'' کا مطالعہ ۴۶۰

دعوت وتبلیغ کی محنت کے انداز بدلتے رہے ۴۶۱

شریعت نے دعوت کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا ۴۶۱

نماز وغیرہ احکام کے شریعت نے خاص طریقے مقرّر کئے ہیں ۴۶۲

دعوت الی اللہ کے کئی طریقے ۴۶۳
علماءِ کرام بھی دعوت الی اللہ کا فریضہ اپنے طریقے سے انجام دے رہے ہیں ۴۶۳
مدارس میں مدرّسین کا کام بھی دعوت الی اللہ ہے ۴۶۴
ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ ۴۶۴
دعوت وتبلیغ کا وسیع مفہوم ۴۶۵
دعوت وتبلیغ کے تین طریقے ۴۶۵
تبلیغ کا سب سے زیادہ مؤثّر طریقہ عمل ہے ۴۶۶
اُمّت کے اکابر دعوت وتبلیغ جیسا اہم کام کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ ۴۶۶
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان تبلیغ ۴۶۷
دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے: اللہ کی رحمت کا مظہر ۴۶۸
ایک دوسرے کے کام سے خوشی محسوس ہونی چاہئے ۴۷۰
صحیح عقیدہ اور صحیح نظریہ کے تمام حاملین کو اپنا سمجھو ۴۷۱
اسلامک دعوہ اکیڈمی کا قیام ۴۷۱
کسی بھی کام میں اخلاص پہچاننے کا آسان طریقہ ۴۷۲
حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بہت مفید بات ۴۷۲
شعبے الگ الگ ہیں مگر فکر سب کی ایک ۴۷۳
اخلاص کا تھرمامیٹر ۴۷۴
دین کی خدمت کے مختلف شعبے ۴۷۵
شیطان کی چال ۴۷۵
سارے شعبے ایک دوسرے کے رفیق ہوتے تو دنیا کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا ۴۷۶
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام شعبوں کو لے کر چلے ۴۷۶
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے زمانے میں آتے تو اکیلے تمام کاموں کو کرتے ۴۷۷
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جامع الکمالات تھے ۴۷۸

تبلیغ سے شوق، علماء سے علم اور مشائخ سے کمال حاصل ہوتا ہے ۴۷۸
تصنیف وتالیف بھی تبلیغِ دین کا اہم شعبہ ہے ۴۷۹
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآنِ کریم کو لکھوانے کا باقاعدہ اہتمام فرمایا ۴۷۹
دورِ صدّیقی میں قرآنِ کریم کو لکھوانے کا اہتمام ۴۸۰
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآنِ کریم کے نسخے ۴۸۲
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا دوسری مرتبہ انتخاب ۴۸۳
غیر مسلموں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب ۴۸۴
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تدوینِ حدیث کی ابتداء ۴۸۴
تحریر کے ذریعے دعوت وتبلیغ کا کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے سے چل رہا ہے ۴۸۵
اختلاف پیدا کر کے شیطان ہماری محنت کو رائیگاں کرتا ہے ۴۸۶
حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ملفوظ ۴۸۷
دل کی صدا ۴۸۸
حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ، خانقاہ اور تبلیغ تینوں کے جامع تھے ۴۸۹
ایک بنو، نیک بنو اور شیر وشکر ہو جاؤ ۴۹۰
صرف عنوان الگ ہے ۴۹۰
حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۴۹۱
علم والے اور خانقاہ والے تبلیغ میں نکلنے والوں کی ہمت افزائی کریں ۴۹۲
علماء اور بزرگوں سے دعا کرائیں ۴۹۲
میں تو صرف ملاقات اور زیارت کی غرض سے حاضر ہوا تھا ۴۹۲
مدارس: دین کے قلعے ۴۹۳
عمل کا جذبہ بغیر علم کے اور علم بغیر جذبۂ عمل کے بے سود ہے ۴۹۴
دین کے تمام کاموں کا تعاون کرو ۴۹۴
ماٰخذ ومراجع ۴۹۶

تقریظ

حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدہم کی کتاب ''**دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے**'' کا مکمل مسودہ نظر نواز ہوا، جو درحقیقت ایک انتہائی اہم خطاب کا تحریری مرقّع ہے۔ اس خطاب کا تذکرہ بعض اکابر سے سننے کے بعد یہ خواہش ہوئی تھی کہ بندے کو بھی اس سے استفادہ کا موقع ملتا اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کیا جاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ تقریباً ایک سال سے بندے کا بھی مستقل یہی مشغلہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں آنے والے جماعتی احباب اور اہلِ مدارس علماءِ کرام سے یہی گزارش کی جاتی ہے کہ تعلیم، دعوت اور تزکیہ یہ تینوں دین کے اہم شعبے ہیں اور تینوں کارہائے نبوت میں شامل ہیں؛ اس لئے ہر فرد اپنی دلچسپی وصلاحیت اور استعداد کے مطابق جس نوع کی خدمتِ دین سے مناسبت ہو اس کو عملاً اختیار کرے؛ لیکن دین کے بقیہ شعبوں کی اہمیت کو بھی سمجھے، اس کا اظہار اور اقرار کرے اور یہ تمام کام کرنے والے ایک دوسرے کے رفیق اور معاون بنیں۔

الحمدللہ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب نے اس موضوع کو مکمل مدلّل مفصّل اور دل پذیر ومؤثر انداز میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے، لب ولہجہ اخلاص اور جذبۂ دردمندی سے پُر ہے۔

ضرورت ہے کہ اس پیغام کو دین کا درد رکھنے والے تمام طبقوں میں زیادہ سے زیادہ

عام کیا جائے۔ان شاء اللہ اس سے آپس کی دوریاں کم ہوں گی، غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا، اور اپنی اپنی اصلاح کی توفیق ملے گی۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو بے حد قبول فرمائے اور پوری ملت کے لئے نافع بنائے۔

والسلام

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲ ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ

اللہ کی طرف اور اس کے دین کی طرف لوگوں کو بلانا فرض ہے، انفرادی ہو یا اجتماعی، تقریر سے ہو یا تحریر سے، علانیہ ہو یا خلوت میں، اس میں کوئی شکل معیّن نہیں.... لہٰذا دعوتِ دین کا کام کرنے والے ہر فرد و جماعت کو اختیار ہے کہ وہ جس ماحول میں اپنے لئے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرّر کرے اور اپنی سعی و جہد کا جو طرز مناسب اور مفید سمجھے وہ اختیار کرے، اس میں کسی کو جائز اور ناجائز کہنے یا کوئی روک ٹوک لگانے کا حق حاصل نہیں ہے جب تک کہ اس میں کوئی ایسا عنصر شامل نہ ہو جائے جو شرعی طور پر منکر یا مقاصدِ دینیہ کے لئے مضر ہو۔

(مفکّرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی الندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تقریظ

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث ونائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گرامی قدر مکرم حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ اور اس کے ساتھ آپ کا نہایت گراں قدر خطاب موصول ہوا، بندے نے اس کے اکثر حصّے کو پڑھا اور استفادہ کیا، ماشاء اللہ آپ نے نہایت ضروری مضمون بہت خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے، جس کی ہمارے دور میں بڑی ضرورت تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی بہترین جزا آپ کو عطا فرمائیں، اور اسے نافع ومقبول بنائیں، اور ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

یکم جمادی الاُولیٰ ۱۴۳۷ھ

تقریظ

حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

مجازِ خاص مصلح الاُمّت حضرت مولانا شاہ وصیؒ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وعارف باللہ حضرت مولانا شاہ احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

بِاسْمِہٖ تَعَالیٰ

محبِّ مکرّم و مخلصم مولانا محمد سلیم صاحب زید مجدہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عرض ہے کہ دعوت وتبلیغ کے موضوع پر آپ نے جو تحریر فرمایا اس کو پڑھا، ماشاء اللہ نہایت معتدل پایا جو ان شاء اللہ اہلِ علم کو پسند آئے گا، جس سے ان شاء اللہ افراط وتفریط کے درمیان راہ اختیار کرنا آسان ہوگا، جس سے امت میں اتفاق واتحاد کی سبیل عیاں ہوگی، اور تعاون علی البرّ والتقویٰ کی خوشگوار فضا عام ہوگی۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

دل سے دعا ہے کہ ہم کو اللہ باہم افتراق واختلافِ مذموم سے محفوظ رکھے اور امت کے ہر فرد کو اللہ کی رضا وخوشنودی کے تحصیل کی فکر پیدا فرماوے تا کہ جزئی نزاعات سے نکل کر اللہ کے محبوبِ مخلص بندے بن جائیں۔ آمین۔ واللّٰهُ الْمُوَفِّقُ

والسلام

محمد قمر الزمان الٰہ آبادی

محمد قمر الزمان الٰہ آبادی

۳ جمادی الاُولیٰ ۱۴۳۷ھ۔ ۱۳ فروری ۲۰۱۶ء

تقریظ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے اس کے بندے مختلف ملکوں اور علاقوں میں دین کی خدمت ونصرت میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے دین کے مختلف میدانوں میں کام لے رہے ہیں اور انسانی معاشرے پر ان کی کوششوں کے ثمرات واثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔

الحمدللہ یورپ کے مشہور ملک برطانیہ میں بھی دینی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ برِّ صغیر ہندو پاک کے طرز پر مدارس ومکاتب کا نظام قائم ہے۔ برطانیہ کے مختلف شہروں میں بڑے مدارس کا ایک سلسلہ ہے جن میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ تبلیغ و دعوت کا کام بھی اچھی رفتار سے جاری ہے۔ ربّانی علماء اور مشائخ بھی ہیں جو تزکیہ و احسان کا کام انجام دے رہے ہیں اور ان کی تربیت وصحبت سے نئی نسل میں گہرا دینی و ایمانی رنگ پیدا ہو رہا ہے۔

برطانیہ کے صحیح الفکر بااثر علماء میں جناب مولانا محمد سلیم دھورات صاحب بھی ہیں جو دین کے مختلف میدانوں میں سرگرمِ عمل ہیں۔ برطانیہ کے مشہور شہر لیسٹر میں ان کے تعلیمی

ادارے ہیں۔نوجوانوں کی اصلاح وتربیت کا بھی اچھا کام کررہے ہیں۔اردو وانگریزی میں دینی واصلاحی رسالے اور کتابیں بھی ان کی طرف سے شائع ہوتی رہتی ہیں۔

فی الحال ان کا رسالہ ’’**دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے**‘‘ پیشِ نظر ہے جو اُن کی دردمندی اور فکرمندی کا مظہر ہے۔یہ رسالہ دین کے مختلف میدانوں میں کام کرنے والوں کو جوڑنے اور ان میں باہم محبت واعتماد پیدا کرنے میں ان شاء اللہ تعالیٰ بڑا معاون ہوگا اور آپس کی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں تریاق ثابت ہوگا۔اس رسالے کے پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام دینی کاموں کی عظمت دل میں بیٹھے گی اور خدامِ دین کی مزید قدر ومنزلت دل میں پیدا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ جناب مولانا محمد سلیم دھوارت صاحب زیدت معالیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالے کو نافع تر بنائے۔

محمد رابع حسنی ندوی

ناظمِ ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۳ جمادی الأخریٰ ۱۴۳۷ھ۔۲۳ مارچ ۲۰۱۶ء

تقریظ

حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، گجرات، انڈیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

اِس وقت عالمِ اسلام پر حزن و ملال اور شکستگی کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں، عالمِ اسلام میں پھر یہ سوال اُٹھا ہے کہ مسلمانوں کی بنیادی کمزوری کیا ہے؟ اور کس چیز کی کمی اور فقدان نے مسلمانوں کی جماعتوں اور جمعیتوں میں انتشار پیدا کیا ہے؟ اُس کا جواب جاننے کے لئے ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہم کی سوانحِ حیات کا مطالعہ کافی ہے، شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ''آپ بیتی'' کا مطالعہ کیجئے، جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت مدارسِ دینیہ کے سر پرست، اصلاح وارشاد کے شیخِ وقت اور دعوت وتبلیغ کے مربّی تھے، تینوں شعبہ جات کی نگرانی میں نقطۂ اعتدال پر قائم رہ کر اقلیم در اقلیم فیوض وبرکات کی نشر واشاعت فرمائی۔

اِس کے بعد اُن کے مربّی وجانشین فقیہ الاُمّت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ دیکھ لیجئے، اُن کی سیرت کا عطر وجوہر تینوں شعبہ جات میں راہِ اعتدال پر نظر آئے گا، جن کے فتاویٰ کی روشن شمع سے بیک وقت دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور ہر دو مراکزِ علم منوّر رہوئے، جن کی تعلیم وتدریس سے بیسیوں مدارس کو مدرّس و شیوخِ حدیث نصیب ہوئے، جنہوں نے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

معیت میں تبلیغی اسفار کر کے دینی امور میں توازن سیکھا، جن کے نتیجے میں بے شمار بستیاں پستیوں سے نکل کر بلندیوں کو چُھونے لگیں، جن کی توجہات نے راہِ سلوک کے ہزاروں رہروؤں کے قلوب ذکر واذکار سے گرما دئے، جن کی حسنِ تربیت نے مسترشدین میں اعتدال کا وصف پیدا کیا۔

آج کے اس دور میں یہ وصف عنقا ہوتا جارہا ہے، ضرورت ہے کہ اِس کو سیکھا جائے، جامۂ عمل پہنایا جائے، زیرِ نظر مضمون ''**دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے**'' اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب زید مجدہم کو تمام اہلِ علم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے اور ہماری بنیادی کمزوریوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔

دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولِ عام عطا فرمائیں، اُس مقصد کو پورا فرماویں جس کی تڑپ میں یہ مضمون مرتب کیا گیا ہے، مولانا موصوف کو اس نوع کی مزید خدماتِ علمیہ ودینیہ کے لئے موفّق فرمائیں۔ آمین۔

املاہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ

۲۵ ذی قعدہ الحرام ۱۴۳۶ھ





تقریظ

حضرت مولانا سیّد محمد سلمان صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

برادرِ مکرم ومحترم حضرت مولانا محمد سلیم دھورات دامت برکاتہم علماءِ یوکے میں ایک ایسے ممتاز عالمِ دین اور داعیٔ دین اکابرِ علماء میں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کا خاص موقع اور خاص توفیق عطا فرمائی ہے، الحمدللہ، عامّۃ المسلمین ان کے فیوضات سے مستفیض ہورہے ہیں، كَثَّرَ اللّٰهُ فِيْنَا أَمْثَالَهُمْ۔

انہوں نے اپنی اصلاحی مجالس میں دعوت وتبلیغ اور اس کی مختلف شکلوں اور طریقوں پر بہت مفید گفتگو فرمائی ہے جس کو ان کے اہلِ تعلق حضرات نے تحریری شکل میں مستقل مضمون کے طور پر مرتب کیا ہے جو اس وقت میرے پیشِ نظر ہے، تقریباً تمام مضمون کا احقر نے مطالعہ کیا ہے اور اس سے فائدہ اُٹھایا ہے، ضرورت ہے کہ اس طرح کے مضامین کو کتابی اور چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں امت تک پہنچایا جائے، دورِ حاضر میں دینی خدمات انجام دینے والی جماعتوں اور احباب میں بے اعتدالی اور غلو کی وجہ سے اختلاف اور افتراق کی عجیب وغریب شکلوں سے امت کو غیر معمولی نقصان پہنچ رہا ہے۔

مذکورہ بالا مضمون خدمت کرنے والے خدّامِ دین کو ہمہ وقت اگر مستحضر رہے تو اس سے سب کو غیر معمولی فوائد حاصل ہوں گے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کی دولت اور ایک دوسرے کا رفیق بن کر دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ایک دوسرے کا فریق بننے سے حفاظت فرمائے۔

فقط



محمد سلمان

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

ہماری دینی جماعتیں جو تعلیمِ دین یا ارشاد و تلقین یا دعوت و تبلیغ اور اصلاحِ معاشرے کے لئے قائم ہیں اور اپنی اپنی جگہ مفید خدمات بھی انجام دے رہی ہیں، ان میں بہت سے علماء و صلحاء اور مخلصین کام کر رہے ہیں، اگر یہی متحد ہو کر تقسیمِ کار کے ذریعے دین میں پیدا ہونے والے تمام رخنوں کے انسداد کی فکر اور امکانی حد تک باہم تعاون کرنے لگیں اور اقامتِ دین کے مشترک مقصد کی خاطر ہر جماعت دوسری کو اپنا دست و بازو سمجھے اور دوسروں کے کام کی ایسی ہی قدر کریں جیسی اپنے کام کی کرتے ہیں، تو یہ مختلف جماعتیں اپنے اپنے نظام میں الگ رہتے ہوئے بھی اسلام کی ایک عظیم الشان طاقت بن سکتی ہیں اور تقسیمِ عمل کے ذریعے اکثر دینی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہیں۔

(مفتیٔ اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تقریظ

حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم

صدر معہد الشریعہ لکھنؤ واستاذِ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَمِيْنِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

آج کل الحمد للہ مختلف ملکوں میں دین کے متنوع کام ہو رہے ہیں، اور علماء، داعیانِ اسلام، مفکرین، اہلِ دانش مختلف میدانوں میں اپنی اپنی صلاحیت اور توفیق کے اعتبار سے سرگرمِ عمل ہیں، مسلم عوام اور خواص میں دینی خدمت کے تعلق سے ایک بیداری ہر طرف محسوس کی جارہی ہے، بہت سے علاقوں اور ملکوں میں طرح طرح کی رُکاوٹوں اور دشواریوں کے باوجود دینِ اسلام کے خدّام سرگرمِ عمل ہیں، اللہ جل شانہٗ کی توفیق اور مدد سے تعلیم وتربیت، تبلیغ ودعوت، تزکیہ واحسان، تصنیف وتالیف وغیرہ دینی خدمت کے مختلف میدانوں میں اپنی توانائیاں صرف کررہے ہیں، اور ان کوششوں کے بہتر نتائج بھی سامنے آرہے ہیں۔

دین کے مختلف میدانوں میں کام کرنے والوں کے درمیان بسا اوقات باہمی ارتباط واعتماد اور ہمہ گیر منصوبہ سازی کی کمی محسوس ہوتی ہے، اس سے بڑھ کر ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ مختلف ملکوں اور علاقوں میں دین کے مختلف محاذوں پر کام کرنے والوں کے درمیان رسّہ کشی اور تنافس کا ماحول نظر آتا ہے، جو لوگ تبلیغ ودعوت کے کام میں مشغول ہیں ان میں سے ایک بڑی تعداد اسی کو دینی عمل سمجھتی ہے، تعلیم وتدریس، تزکیہ واحسان،

تصنیف وتالیف کو صحیح دینی خدمت نہیں مانتی، یا کم از کم انہیں کم اہم سمجھتی ہے، تعلیم وتدریس سے جڑے ہوئے بہت سے لوگ اپنے عمل ہی کو سب سے اہم دینی عمل سمجھتے ہیں، تبلیغ ودعوت، تزکیہ واحسان اور تصنیف وتالیف کو وہ اہمیت نہیں دیتے جس کے یہ شعبے مستحق ہیں۔

اسی طرح اور مختلف دینی کاموں سے وابستہ افراد کا کم وبیش حال ہے، شیطان کی مستقل کوشش اور منصوبہ بندی ہے کہ دین کے مختلف محاذوں پر کام کرنے والوں کے درمیان منافرت ودوری پیدا کی جائے، انہیں ایک دوسرے کا رفیق بنانے کے بجائے فریق بنادیا جائے، اور دین کے خدمت گاروں میں باہمی اعتماد ومحبت کا ماحول باقی رکھنے اور بڑھانے کے بجائے رسّہ کشی، تنازع اور غلط فہمیوں کا ماحول پیدا کیا جائے، تاکہ دینی کوششیں اپنے اثرات وثمرات سے محروم ہوجائیں اور رفتہ رفتہ یہ رسّہ کشی دیکھ کر دینی حلقوں سے عوام کا اعتماد اُٹھ جائے۔

ایک زمانہ سے اکابر علماء اور اصحابِ فکر ودانش اس صورتحال سے پریشان ہیں، اور اس کا مداوا ڈھونڈنے کی کچھ نہ کچھ تدبیریں کررہے ہیں، اس موضوع پر متعدد تحریریں شائع ہوچکی ہیں، اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم کا زیرِ نظر رسالہ ''**دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے**'' ہے جو اشاعت کے لئے تیار ہے، مولانا موصوف برطانیہ کے ممتاز ترین عالمِ دین ہیں، جنہوں نے تعلیم وتدریس، تزکیہ واحسان، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف تمام میدانوں میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، اور نوجوانوں کو دین سے قریب کرنے اور ان کا دینی ذہن بنانے میں مولانا نے خاصے کامیاب تجربات کئے ہیں، دینی خدمت کا ہر میدان

ان کا میدانِ عمل رہا ہے۔

مولانا موصوف نے اس موضوع پر ایک مجلس میں جو بصیرت افروز دردمندانہ گفتگو فرمائی اسے بعض علماء نے تحریری شکل میں مرتب کرلیا اور اس میں درج ہر بات کو مستند حوالوں سے مزین کر دیا، اس طرح یہ رسالہ مختلف دینی کاموں کو انجام دینے والے خواص وعوام کے لئے بہترین سوغات بن گیا، مولانا موصوف کی ہر بات بڑی حکیمانہ اور دردمندانہ ہے، پورے رسالہ میں کہیں بھی طنز وتعریض کا شائبہ بھی نہیں ہے، انہوں نے بڑی محبت، خیر خواہی اور فکرمندی کے ساتھ مختلف دینی حلقوں کو ایک دوسرے کے کاموں کی اہمیت سمجھنے، اس کی تائید کرنے کی طرف متوجہ کیا، دین کے ہر کام کو اپنا کام سمجھنے کی تلقین فرمائی ہے، مولانا کی پوری گفتگو بڑی سنجیدہ معتدل اور دلآویز ہے، اپنے اس خطاب میں موصوف نے اپنا دردِ دل کھول کر رکھ دیا ہے۔

امید ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ سے دین کے مختلف میدانوں میں سرگرمِ عمل جماعت وافراد میں محبت واعتماد کا ماحول پیدا ہوگا، اور حریفانہ مقابلہ آرائی، بے اعتمادی اور منافرت کا ماحول ختم ہوگا، اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے، دینی خدمت گاروں کے ہاتھوں میں پہنچانے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے، اور ان کی ہمہ جہت دینی خدمات کا سلسلہ جاری رکھے، آمین یاربّ العالمین۔

عتیق احمد قاسمی بستوی

صدر معہد الشریعہ لکھنؤ واستاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ، مطابق ۱۹ مارچ ۲۰۱۶ء بعد نمازِ مغرب

تقریظ

حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ

محبِّ گرامی قدر ومنزلت حضرت مولانا محمد سلیم صاحب أَسْعَدَكُمُ اللّٰهُ بِالسَّعَادَاتِ الْأَبَدِيَّةِ وَسَلَّمَكُمْ مِنَ الْآفَاتِ وَالْبَلِيَّةِ وَوَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى الرَّبُّ الْكَرِيْمُ۔

وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بعد سلام مسنون! تعمیلِ حکم میں مرسلہ تقریر سے حرفاً حرفاً دوبارہ مستفید ہوا اس لئے کہ جس وقت یہ بیان ہو رہا تھا احقر دعوۃُ الحق میں نماز پڑھ کر گھر پہنچا تو رسیور (receiver) پر بیان جاری تھا، کافی دیر تک سنتا رہا اور اسی بیان سے قلب میں آپ کے متعلق غیر معمولی محبت پیدا ہوئی اور دل نے فیصلہ کیا کہ ماشاء اللہ بہت مفید اور ضروری باتیں ہمت وقوت سے بیان کر رہے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ سے عظیم الشان کام لے رہے ہیں۔

اب اسی بیان کو تحریری شکل میں دیکھ کر دوبارہ وہی خوشی ہوئی اور بہت ہی اچھا بلکہ ضروری ہے کہ یہ مضمون طبع ہو جائے اور خلقِ خدا کو نفع ہو۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عِلْمِكُمْ وَ فُيُوْضِكُمْ۔

یقیناً سخت ضرورت ہے کہ اہلِ حق علماء وعوام میں ربط پیدا ہو اور ایک دوسرے

کے کاموں سے موافقت کریں نہ کہ مخالفت، بالفاظِ حضرت اقدس ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، رفیق بنیں فریق نہ بنیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کے سلسلے کے حضرات نے جو کام کئے ہیں اس میں ذرہ برابر اختلاف نہ ہونا چاہئے، اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم تمام اہلِ حق کے مرشد اور سرپرست ہیں، ان کے سلسلے میں مکاتب و مدارس، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تزکیہ و احسان اور موجودہ دعوت وتبلیغ سب ہی داخل ہیں، غور کیا جائے تو مکاتب و مدارس سے دماغ بنتا ہے اور عملی صلاحیت اجاگر ہوتی ہے، خانقاہوں سے دل بنتا ہے اور انسان عقائدِ صحیحہ اور اخلاقِ حمیدہ سے متّصف ہوتا ہے، اور دعوت وتبلیغ کی چلت پھرت سے ظاہری اعضاء و جوارح بنتے ہیں اور آدمی عمل کی طرف دوڑتا ہے، اور ایک جسم کے کمال کے لئے دل، دماغ اور جسم سب کی ہی ضرورت ہوتی ہے، اس میں سے کسی ایک کا انکار انسانیت کے کمال میں نقص پیدا کرتا ہے۔

رسالے کی قبولیت کے لئے مجھ سے بے علم وعمل کی تحریر یا تقریظ کی قطعاً ضرورت نہیں ہے بلکہ مخمل اور ریشم میں ٹاٹ کا پیوند ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے نافع ومفید اور مقبولِ ارض وسماء بنائے۔

والسلام

محمد ایوب سورتی

محمد ایوب سورتی عفا اللہ عنہ

۱۶ جمادی الاُولیٰ ۱۴۳۷ھ۔ ۲۵ فروری ۲۰۱۶ء

تقریظ

حضرت مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم

مفتی واستاذِ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد، یوپی، انڈیا

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

دینِ اسلام کا امتیازی وصف اس کا معتدل ہونا ہے، اس اعتدال کا مظاہرہ دین کے ہر شعبہ میں ہونا چاہئے، جبھی دین اپنی اصل شکل وصورت میں باقی رہ سکتا ہے، اور اگر اِس اعتدال کا خیال نہ رکھا جائے، اور غلو کا مظاہرہ کیا جائے تو دین کی صورت بگڑ جائے گی، اور اِس کا دائرہ محدود سے محدود تر ہوتا چلا جائے گا، اور ہر شخص اپنی مزعومہ ترتیب کو دین سمجھے گا، اور دیگر خدّامِ دین کو حقیر خیال کرے گا، جس سے کسی کا فائدہ ہو یا نہ ہو؛ لیکن دین کو نقصان ضرور ہوگا، جس کا مشاہدہ ہر سطح پر ہوتا رہتا ہے۔

اس لئے اِس بات کی شدید ضرورت ہے کہ عوام وخواص کو راہِ اعتدال پر قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، ہر دینی تحریک سے وابستہ افراد وسعتِ ظرفی سے کام لیں اور محاذ آرائی کے بجائے رفیق اور معاون بن کر کام کریں۔

بہت خوشی کی بات ہے کہ برطانیہ میں مقیم ایک فکرمند، بافیض اور عالی ہمت عالمِ دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم ومدّت فیوضہم نے اِس موضوع پر ایک جامع خطاب ارشاد فرمایا تھا، جس میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مؤثر انداز میں اعتدال اور میانہ روی کی تلقین کی گئی تھی۔ اب یہ خطاب رسالہ کی شکل میں شائع کیا

جارہا ہے۔

یہ خطاب اِس قابل ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو اور ہر طبقہ کے افراد اِس کا مطالعہ کریں، اور اِس میں جس فکر کو عام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اُسے اختیار کریں۔

اِس خطاب کی تائید کے لئے احقر جیسے کندۂ ناتراش کی تحریر کی کوئی ضرورت نہ تھی؛ لیکن تعمیلاً للحکم یہ چند سطور لکھ دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ صاحبِ افادات کے فیض کو مزید عام فرمائیں، اور ہمت وعافیت کے ساتھ موصوف کا سایہ امت پر دراز فرمائیں۔ (آمین)

فقط والسلام

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

خادم مدرسہ شاہی مرادآباد

۵ جمادی الاُولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۵ فروری ۲۰۱۶ء

اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ نے ہماری کامیابی کے لئے اور ہم سب کو ایمان دار بنانے کے لئے تین چیزیں اتاری ہیں؛ تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ، اور ان تین چیزوں میں تضاد نہیں ہے، بلکہ توأم (جڑواں) ہیں، بغیر ذکر کے علم پر عمل مشکل، بغیر علم کے ایمانی زندگی کا حاصل ہونا مشکل، بغیر تبلیغ کے ایمانی زندگی کا چلنا اور پھیلنا مشکل، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تینوں ساتھ دی ہیں۔

(داعیٔ کبیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ)

تقریظ

حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

خلیفہ مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم صاحب مدّ ظلّہم کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، اللہ تعالیٰ شانہ نے بہت سی صفاتِ حمیدہ سے آپ کو نوازا ہے بالخصوص نوجوانوں میں اصلاحی بیانات کا سلسلہ، یہ حضرت والا مدظلہم کا تجدیدی کارنامہ ہے، چنانچہ اسی رسالے میں حضرت والا کی تحریر بعنوان ''**اسلامک دعوہ اکیڈمی کا قیام**'' اس طرح ہے:

۱۹۹۱ء میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل سے اسلامک دعوہ اکیڈمی قائم ہوئی اور ایک نئے انداز سے اللہ تعالیٰ شانہ نے کام شروع کروایا، پورے ملک میں اس وقت اس کی مثال نہیں تھی، بلکہ میں یہ کہوں تو ان شاء اللہ غلط نہیں ہوگا کہ پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں تھی، یہ طریقہ ہمیں کس نے بتایا؟ ہم نے کہاں جا کر دیکھا کہ کام اس طرح ہوگا؟ اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ کو علم تھا کہ اس وقت اس ملک میں آنے والی نسل کے دین کو بچانے کے لئے اس طریقے کی ضرورت ہے تو اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ نے ideas (منصوبہ بندی، تجاویز) ذہن میں ڈالیں، اس کے مطابق ہم نے بزرگوں کی دعائیں لے کر کام شروع کیا، ہمیں الحمدللہ کامیابی ہوئی، دوسرے علماءِ کرام کو بھی وہ کامیابی نظر آئی اور دھیرے دھیرے پورے ملک میں اور پھر دوسرے ممالک میں بھی نقل شروع ہوئی، جگہ جگہ youth annual conference (نوجوانوں کی سالانہ کانفرنس)، monthly (ماہانہ) پروگرام، لٹریچر کی تقسیم وغیرہ کام شروع ہوئے۔ (فقط)

اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ نوجوانوں میں اصلاحی بیانات کا سلسلہ یہ حضرت والا مدّ ظلّہم کا تجدیدی کارنامہ ہے، اللہ تعالیٰ شانہ اس کو قبول فرمائے اور حضرت والا مد ظلہم کی عمر میں بعافیت خوب خوب برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت والا کا یہ رسالہ ''**دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے**'' احقر کی نظر سے گزرا، ماشاء اللہ بہت خوب رسالہ ہے اور بہت خوب مضمون ہے، اسی مضمون کی تائید کے لئے احقر اپنے استاذِ مکرّم حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب مدّ ظلّہم کا ایک فتویٰ نقل کر رہا ہے جس کو حضرت استاذِ مکرّم مدّ ظلّہم نے محمود الفتاویٰ جلد چہارم میں صفحہ ۱۰۵ پر لکھا ہے، وہ یہ ہے:

نفسِ تبلیغ کا حکم تو کتاب وسنت میں موجود ہے اور ہر زمانے میں اس پر عمل بھی ہوتا رہا، البتہ ہر زمانے کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے قلوب میں مفید طریقے القاء فرماتے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہفتے میں ایک یا دو دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ جمع ہوتے اور وہ احادیث سناتے، مسائل بتلایا کرتے تھے، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہفتے میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں منبر کے قریب کھڑے ہوکر احادیث سنایا کرتے تھے، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مستقلاً تبلیغ کیا کرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہاں بھیج دیجئے تبلیغ کے لئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھیجا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لے کر تشریف لے گئے، پھر ایک وقت

آیا کہ احادیث کو لکھا گیا اور کتابی شکل دی گئی، جگہ جگہ حدیث سنانے کے حلقے ہوتے تھے، بعض محدّثین کے حلقے میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زائد آدمی موجود رہتے تھے، (یہ سب مخاطبین مسلمان ہی تھے)، پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے تصوف اور توجّہِ باطن کے ذریعے تبلیغ کی، علماء نے مدارس قائم کئے، واعظین نے وعظ کہے۔

غرض یہ امت مجموعی حیثیت سے کسی بھی وقت نفسِ تبلیغ سے کلیۃً غافل نہیں رہی، اور ہر ہر طریقۂ تبلیغ نہایت ہی مؤثّر مفید ثابت ہوا، ان میں کوئی طریقہ غلط نہیں، آج کے دور میں تبلیغ جماعت کا طریقہ اصول کی پابندی کے ساتھ نہایت مؤثّر مفید ہے، جس طرح مدارس کے عمل کو نیا طریقہ کہہ کر غلط نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح تبلیغ کے طریقے کو نیا کہہ کر غلط نہیں کہا جا سکتا، مسلمان کا اپنے اسلام میں پختہ ہونا لازم ہے، پھر اس کی غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ خود ہی اس طرف مائل ہو جائے۔ (فقط)

اللہ تعالیٰ شانہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم صاحب مدّظلّہم کی تمام خدمات کو قبول فرمائیں اور ہمیں ان کے علوم و فیوض سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

والسلام
عبدالرؤوف لاجپوری
باٹلی، برطانیہ
۹ صفر ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۱ نومبر ۲۰۱۵ء شنبہ

تقریظ

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

محشّی مرغوب الفتاویٰ ومؤلف تالیفاتِ مفیدہ وکثیرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے، اس کے احکام معتدل اور غلو سے پاک ہیں، امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ''اُمَّةً وَسَطًا'' بیان کی گئی ہے۔ قرآن وحدیث میں غلو سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ قرآنِ کریم نے ''لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ'' (المائدۃ:۷) اور حدیثِ پاک نے ''اِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ'' کا اعلان فرما کر نہ صرف غلو کی مذمت بیان فرمائی، بلکہ اس کو اممِ سابقہ کی ہلاکت کا سبب بتلایا ''فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ''، چند صحابۂ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کو اپنے خیال میں کم سمجھ کر رات بھر عبادت اور مسلسل روزہ اور نکاح نہ کرنے کے عزائم کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرماتے ہوئے ''فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ'' کی وعید سنائی کہ یہ ارادے راہِ اعتدال سے ہٹ رہے تھے، اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہِ اعتدال کو جنت تک پہنچنے کا راستہ بتلایا، ''اَلْقَصْدَ اَلْقَصْدَ تَبْلُغُوْا'' یعنی اعتدال کا راستہ اختیار کرو جنت تک پہنچ جاؤ گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعتدال کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے، اعتدال میں آسانی ہے اور غلو میں تنگی اور مشقت اور مشکلات کا سامنا۔ امام جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے غلو کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ ''اَلْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ هُوَ مُجَاوَزَةُ حَدِّ الْحَقِّ فِيْهِ'' یعنی دین کے بارے میں غلو یہ ہے کہ دین میں جس چیز کی جو حد مقرر کی گئی ہے اس سے آگے نکل جائے،

قرآن نے بھی شریعتِ مطہّرہ کی مقرّر کردہ حد سے تجاوز کو ظلم سے تعبیر کیا: ''تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ، وَمَن يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ'' (الطلاق:۱)۔

''**دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے**'' نامی یہ رسالہ اسی اعتدال کی ترغیب اور غلو کی ترہیب پر مشتمل ایک صاحبِ درد عالم وخطیب کا وعظ ہے، جو امت میں پھیلی ہوئی ان بے اعتدالیوں کی اصلاح کی غرض سے کیا گیا ہے، راقم نے پورا رسالہ ایک سے زائد مرتبہ پڑھا، پورے درد اور اصلاح کے جذبے سے مگر قوتِ دلیل سے بغیر کسی مداہنت کے ہر شعبے کا بلا خوفِ لومۃ لائم جائزہ لیا گیا ہے۔ اللہ کرے ہر شعبے والے اسے خالی الذہن ہوکر پڑھے، اور ان شاء اللہ اگر صحیح نیت سے پڑھا گیا تو محسوس ہوگا کہ کہاں کہاں اور کن کن شعبوں میں غلو کا مرض سرایت ہو رہا ہے اور کس طرح اس بیماری سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ کوئی صاحبِ انصاف تنقید وطعن کے بے وزن جملوں سے اس کی اہمیت کو نہ کم کرے گا اور نہ اس کی افادیت کو نقصان پہنچائے گا۔ اور دورِ حاضر کے دینی خدمت کے اہم شعبے: درس وتدریس، تزکیہ اور دعوت وتبلیغ کے حاملین کے لئے یہ رسالہ راہِ اعتدال کے حصول میں معاون ومددگار ثابت ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان شعبوں میں قطعًا کوئی ایک دوسرے کے مخالف کہے جانے کے قابل نہیں۔ علّامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی قیمتی بات ارشاد فرمائی ہے کہ ایک ہے اخلاص اور ایک ہے افلاس، دینِ حق کی خدمت کوئی کسی لائن سے کر رہا ہو اور دوسرے شعبے والے اسے دیکھ کر خوش ہوں کہ اللہ کے بندے اللہ سے جڑ رہے ہیں، یہ تو اخلاص ہے، اور اگر ناراض ہوں یا یہ خیال دل میں آئے کہ ہمارے ہی راستے اور ہماری ہی تحریک سے اسے ہدایت ملے، تو یہ افلاس ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود فنا فی التبلیغ ہونے کے کس طرح تمام شعبوں کو اہم سمجھتے تھے اس کا اندازہ آپ کے ملفوظات، مواعظ

اور آپ کی سوانح کے مطالعے سے چل سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو صاحبِ وعظ کی طرح قبول فرمائے، صاحبِ وعظ میرے تعارف کے محتاج نہیں، برطانیہ اور یورپ ہی نہیں بلکہ ہندو پاک اور بنگلہ دیش، امریکہ اور کینڈا تک آپ کی شہرت ومقبولیت پہنچ چکی ہے اور ان کے مواعظ سے ایک جمِّ غفیر فیض یاب ہو رہی ہے، اور آپ کے سلسلے سے منسلک ہو کر عوام ہی نہیں خواص کا ایک بڑا طبقہ اپنی اصلاح وتربیت پر لگا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ عمرِ دراز نصیب فرمائے اور آپ کے فیوض سے امتِ مسلمہ کو خوب خوب نوازے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۰ جمادی الآخرہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰ مارچ ۲۰۱۶ء، بدھ

عقائدِ حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کی تحصیل فرض ہے اور حسبِ حیثیت اس کی تبلیغ واشاعت بھی لازم ہے مگر تحصیل وتبلیغ کی کوئی معیّن ومشخّص صورت علی الاطلاق لازم نہیں کہ سب کو اس کا مکلّف قرار دیا جائے۔ مدارس، خانقاہوں، انجمنوں، کتابوں، رسالوں، اخباروں، مواعظ، مذاکرے، تقاریر، مجالس، تعلیمات، توجہات اور اس کے علاوہ بھی جو صورتیں مفید ومعین ہوں، ان کو اختیار کیا جا سکتا ہے جب تک ان میں کوئی قبح ومفسدہ نہ ہو۔

فقیہ الاُمّت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مفتیٔ اعظم پاکستان وصدر مفتی دارالعلوم کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

عزیزِ محترم مولانا محمد سلیم دھورات صاحب حفظہ اللہ سے بندے کا تعلّق تقریباً ۲۷ سال سے ہے، ان کی دعوت پر بھی برطانیہ کئی مرتبہ آنا ہوا، عزیزِ موصوف کی ہر ملاقات سے محبت میں اضافہ ہی محسوس ہوا ہے، وللہ الحمد۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف کو تعلیمی، تدریسی، تربیتی، اور تبلیغی واصلاحی میدانوں میں کام کرنے کا خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے، اور ماشاء اللہ ہر میدان میں ان کی عظیم خدمات ہیں، صاحبِ تصانیف بھی ہیں، خصوصاً برطانیہ کے نوجوانوں میں ان کی خدمات نے ایک اچھا نمونہ قائم کیا ہے، اور اس میدان میں جو بڑا خلا ہے اس کو پُر کرنے کا مؤثّر طریقہ اختیار کیا ہوا ہے۔

تقریباً دوسال پہلے موصوف نے بندے کے پاس اپنی ایک عظیم تصنیف بھیجی تھی تاکہ بندہ اس کے بارے میں کچھ اظہارِ خیال کرسکے، اس تصنیف کا عنوان ہے ''**دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے**''، میں نے فوراً ہی اس کا مطالعہ شروع کر دیا تھا، اور آدھا مطالعہ ہوگیا تھا، مگر ہجومِ مشاغل کے باعث باقی کا نہ ہوسکا، حالیہ سفرِ برطانیہ میں اسے میں نے ساتھ رکھ لیا تھا اور الحمد للہ مطالعہ پورا ہوا، اور قدم قدم پر محسوس ہوا کہ یہ میرے دل کی بات ہے جو مصنّف نے تفصیل کے ساتھ اخلاص اور

للّٰہیت کے جذبے سے بیان کی ہے اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں جو بہت سے لوگوں میں غلو ہوا ہے اس کے ازالے کی مخلصانہ کوشش کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی مدرسہ کا کام کر رہا ہے وہ بھی ہمارا کام کر رہا ہے، اور جو شخص تبلیغ کا کام کر رہا ہے وہ بھی ہمارا کام کر رہا ہے، اور جو خانقاہ میں اتّباعِ سنّت کے ساتھ تصوّف اور سلوک کی لائن سے تربیت کا کام کر رہا ہے وہ بھی ہمارا کام کر رہا ہے، خواہ تصنیف وتالیف ہو، درس و فتویٰ ہو، تربیت و اصلاح اور تصوّف کی راہ ہو، جس راہ سے خدمت کر رہا ہو وہ حفاظتِ دین اور اشاعتِ دین کا مقدّس ذریعہ ہے، اور ہر ایک کو دوسرے کی قدر کرنی چاہئے اور ہو سکے تو تعاون بھی، اور اپنے قول وفعل سے ظاہر کرنا چاہئے کہ یہ سب ہمارے کام ہیں۔

مولانا موصوف کی کتاب کا حاصل بھی یہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نفع عام کریں اور ہم سب خدّامِ دین کو غلو اور یک طرفہ سوچ سے بچا کر دین کی مخلصانہ خدمت کے لئے قبول فرمائیں۔ (آمین)

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

خادم جامعہ دار العلوم کراچی، پاکستان

نزیلِ برطانیہ

۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ

۱۷ اگست ۲۰۱۷ء

تقریظ

حضرت مفتی عباس داود بسم اللہ صاحب زید مجدہ

صدر مفتی اور استاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات، انڈیا
شیخ الحدیث جامعۃ القراءات کفلیتہ، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آج کا ہمارا اسلامی معاشرہ مختلف قسم کے اختلافات، جھگڑوں اور بدگمانیوں کا شکار ہے، دینی حلقوں کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے خدّام اور ان کی خدمتوں سے امت فائدہ حاصل کر رہی ہے، اس کے باوجود الگ الگ شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات دوسرے شعبوں کے لوگوں کی خدمات سے صرفِ نظر کرتے ہیں، وہ اس کی اہمیت سمجھتے نہیں ہیں، بلکہ اسے اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، ان کے دل دوسروں کی خدمات کو اچھی نگاہوں سے دیکھنے کو بھی تیار نہیں ہوتے ہیں، دین کے تمام شعبوں میں کام کرنے والوں کی جو خوبیاں اور صلاحیتیں ہیں، ان سے اُمّت کو نفع پہنچ رہا ہے، لہٰذا تمام دینی کاموں کی اہمیت ہم سمجھیں، ان کی قدر کریں، اور آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کریں، یہ نہایت ہی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطا فرمائیں بزرگوں کے صحبت یافتہ بزرگ، حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم کو کہ انہوں نے قوم کی دُکھتی رگیں پکڑیں اور وقت کی اہم ضرورت پوری کی، صالح بندوں کے دلوں پر زمانے کے فتنوں کے توڑ اور اصلاحی باتوں کا الہام کیا جاتا ہے، جس سے ان کی زبان اور ان کے قلم سے ایسے انوکھی اور نادر باتیں ظاہر

ہوتی ہیں، اس کا یہ زندہ نمونہ اُمّت کے سامنے آیا ہے، نرالے انداز میں ''دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے'' نامی یہ کامیاب رسالہ تالیف فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اُمّت کے لئے نفع بخش بنائیں۔ (آمین)

عباس داود بسم اللہ

۱۹ صفر ۱۴۳۹ھ، مطابق ۹ نومبر ۲۰۱۷ء

دین کے تمام شعبے ایسے ہی ہیں جیسے انسان کے اعضاء و جوارح، آنکھ سے دیکھنے کا کام، زبان سے بولنے کا کام، ہاتھ سے پکڑنے، کانوں سے سننے، پیروں سے چلنے، دماغ سے سوچنے کا کام، یہ سارے کام انسان کے لئے ضروری ہیں۔ اگر ایک عضو میں بھی کمزوری ہوگی یا نقص ہوگا، تو اس سے تمام جسم کو تکلیف ہوگی، اور چیزوں سے استفادے میں نقصان ہوگا۔ ان سب اعضاء کی سخت ضرورت ہے۔ یہ سب اعضاء ایک دوسرے کے معاون ہیں، مقابل نہیں ہیں۔ اسی طرح سے اللہ کا ذکر اور علم، عبادت، خدمت اور معاملاتِ قضاۃ سب ایک دوسرے کے معاون ہیں، مقابل نہیں ہیں، معاون ہونے ہی کی وجہ سے دین مکمل ہوتا ہے، دعوت تو صرف ان تمام شعبوں کو دنیا میں پھیلانے اور عام کرنے ہی کے لئے ہے۔

(مبلّغِ عظیم حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب مکّی رحمۃ اللہ علیہ)

دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

دعوت کے معنیٰ

دعوت اور تبلیغ عربی کے دو لفظ ہیں، دعوت کے معنیٰ ہیں بلانا، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا، اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلانا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہوجاؤ اور اس کے دین پر چلو، اور دین کی طرف بلانے کا مطلب یہ ہے کہ دین پر آجاؤ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرلو۔

تبلیغ کے معنیٰ

دوسرا لفظ ہے تبلیغ، تبلیغ کے معنیٰ ہیں پہنچانا، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو دین بھیجا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا، چاہے پورا دین یا اس کا کوئی خاص پہلو، ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق پہنچائے گا، ایک عالمِ دین دعوت و تبلیغ کا کام کرے گا تو وہ جتنی چیزوں کی طرف لوگوں کو بلا سکے گا اور جتنی چیزیں لوگوں تک پہنچا سکے گا، ایک عام آدمی اتنا نہیں کر سکے گا۔

دعوت وتبلیغ کا کام ہر دور میں ہوتا رہا ہے

دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے ہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کر ہمارے زمانے تک چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے زیادہ کا عرصہ گزرا، اس عرصے میں کوئی

زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں دعوت وتبلیغ کا کام نہ ہوا ہو، اگر کوئی کہے کہ ایک زمانہ ایسا گزرا ہے جس میں دعوت وتبلیغ کا کام نہیں ہو رہا تھا تو یہ بہت بڑی خیانت ہے اور ان علماءِ کرام پر بہت بڑی تہمت ہے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں دعوت وتبلیغ کے کام کا فریضہ بأحسنِ وجوہ ادا کیا تھا، اس لئے یہ کہنا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں دعوت اور تبلیغ کا کام رہا، حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رہا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں رہا، ہوسکتا ہے کہ تابعین اور تبعِ تابعین کے دور میں بھی رہا ہو، لیکن پھر ایک زمانہ آیا کہ اُمّت نے دعوت وتبلیغ کا کام چھوڑ دیا اور ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد اسے دوبارہ شروع کیا گیا، تاریخ کی حقیقت سے اپنا منہ پھیرنا ہے اور ایک طویل تاریخ کا انکار کرنا ہے۔

''تاریخِ دعوت وعزیمت'' کا مطالعہ

حضرت مولانا ابوالحسن علی الندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضخیم کتاب ''تاریخِ دعوت و عزیمت'' کے نام سے کئی جلدوں میں لکھی ہے، اس کتاب میں آپ نے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں جن جن علماء نے، جن جن مشائخ نے، جن جن بزرگوں نے دعوت الی اللہ کا فریضہ بہترین طریقے سے انجام دیا ہے ان کی تفصیل لکھی ہے۔[1] اگر کوئی غور سے اس کتاب کو پڑھے اور حضرت نے جن ادوار اور جن زمانوں کے خدّامِ دین کا تذکرہ کیا ہے ان کا غور سے جائزہ لے، تو اسے ماننا ہی پڑے گا کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے جس میں دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا کام نہ ہوا ہو۔

---

[1] تاریخِ دعوت وعزیمت: ۱۳/۱

دعوت وتبلیغ کی محنت کے انداز بدلتے رہے

دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا کام اگر کسی زمانے میں رُک جاتا تو دین زندہ کیسے رہتا؟ دین زندہ اسی لئے رہا کہ ہر دور کے لوگوں نے آگے والوں تک دین پہنچایا، یہ پہنچاتے بھی رہے اور لوگوں کو دین کی طرف بلاتے بھی رہے کہ دین پر آجاؤ، تو پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں ہے جو تبلیغ سے خالی رہا ہو، جو بھی انصاف کے ساتھ اسلامی تاریخ کو دیکھے گا، اسے ماننا ہی پڑے گا کہ ہر دور میں دعوت وتبلیغ کا کام تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس دور میں جس جگہ پر دعوت وتبلیغ کے جس طریقے کی ضرورت پڑی، اللہ تعالیٰ نے وہاں کے علماء کرام کے دلوں میں وہ طریقہ ڈالا اور انہوں نے اس طریقے کو اختیار کیا اور لوگوں کو دین کی طرف بلایا، اور یہ بھی ہوا کہ ایک ہی وقت میں یا ایک ہی خطّے میں دعوت کے ایک سے زائد طریقے رائج رہے۔

شریعت نے دعوت کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا

قرآن اور احادیث میں دعوت الی اللہ کا حکم ہوا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف لوگوں کو بلاؤ، اسی طرح تبلیغ کا حکم ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کو دوسروں تک پہنچاؤ، ساتھ ساتھ قرآن اور احادیث میں دعوت کے اصول اور آداب بیان ہوئے کہ دعوت الی اللہ میں حکمت کی ضرورت ہوگی، موعظۂ حسنہ کی ضرورت پڑے گی، صبر کی ضرورت پڑے گی، دعا کی ضرورت ہوگی، ذکر کی ضرورت ہوگی، داعی کو خود عملی نمونہ بننا پڑے گا، اصول وآداب بیان ہوئے، مگر طریقہ بیان نہیں ہوا کہ بھائی! ہفتے میں ایک مرتبہ بیان کرنا ہی

پڑے گا، دن میں صبح و شام دو مرتبہ بیان کرنا ہی پڑے گا، رمضان میں روزانہ بیان کرنا ہی پڑے گا، ہر بیان کم از کم پندرہ (۱۵) منٹ کا ہونا چاہئے، ہر بیان میں اتنی حدیثیں ہوں گی، اتنی مثالیں بیان کرنی پڑے گی، کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر بیان کرنا پڑے گا، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ زمانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی طبیعتوں اور مزاجوں کے بدلنے سے انداز بھی بدلنے پڑیں گے۔

نماز وغیرہ احکام کے شریعت نے خاص طریقے مقرّر کئے ہیں

دعوت کا طریقہ قرآن نے یا حدیث نے fix (متعیّن) نہیں کیا، نماز کا حکم آیا کہ نماز پڑھو اور پھر نماز کا طریقہ ساری تفصیلات کے ساتھ بیان ہوا؛ دن میں پانچ وقت کی نمازیں ہیں، پھر نماز کے اوقات یہ ہیں، ان اوقات میں نماز پڑھی جائے گی اور ان میں نہیں، نماز کی رکعتیں اتنی ہیں، ہر رکعت میں قیام ہوگا، اس کے بعد رکوع ہوگا، اس کے بعد قومہ ہوگا، اس کے بعد دو سجدے ہوں گے، اب اسی طریقے سے نماز پڑھنی پڑے گی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں نماز کا جو طریقہ تھا ہمارے دور میں بھی نماز اسی طریقے سے پڑھی جائے گی۔

اسی طرح زکوٰۃ کا حکم آیا، تو اس کی detail (تفصیل) آ گئی کہ چاندی ہو تو اُس کی زکوٰۃ اِس طریقے سے ادا کرو، سونا ہو تو اِس طریقے سے، پیسے ہوں تو اِس طریقے سے، زمین کی پیداوار ہو تو اِس طریقے سے، زکوٰۃ کا جو طریقہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال پہلے تھا آج بھی بعینہٖ اسی تفصیل کے ساتھ زکوٰۃ ادا کی جارہی ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ اسی طرح ادا ہوتی رہے گی۔

دعوت الی اللہ کے کئی طریقے

لیکن دعوت الی اللہ کا طریقہ شریعت نے متعین نہیں کیا، گزشتہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال میں دعوت الی اللہ کے بہت سارے طریقے رہے ہیں، اور اس وقت بھی دنیا میں دعوت الی اللہ کے بہت سارے طریقے ہیں، جتنے بھی علماءِ کرام جمعہ سے پہلے بیان کرتے ہیں، یا مسجدوں میں درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا اہتمام کرتے ہیں، یہ سب دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں، ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ کام دعوت الی اللہ نہیں ہے، ایک شخص جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ذریعے بلاتا ہے، اس کے بارے میں کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ دعوت الی اللہ کا کام نہیں کر رہا ہے؟ درسِ قرآن اور درسِ حدیث بھی دعوت الی اللہ کے کام ہیں، دعوت کے ہر طریقے کا الگ نام ہے، کسی کو درسِ قرآن کہتے ہیں، کسی کو درسِ حدیث، کسی کو تعلیم و تعلّم، کسی کو تصنیف و تالیف، کسی کو تربیت و تزکیہ، نام الگ الگ ہیں مگر کام سارے دعوت الی اللہ کے ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کسی کی اہمیت یا افادیت دوسرے سے زیادہ ہو، اسی طرح کوئی کمّیت (quantity) کے اعتبار سے زیادہ مفید ہوگا تو کوئی کیفیت (quality) کے اعتبار سے، اور اہمیت، افادیت، کمّیت اور کیفیت، ان سب کا حال صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، غرض یہ کہ یہ سارے کام دعوت الی اللہ ہیں۔

علماءِ کرام بھی دعوت الی اللہ کا فریضہ اپنے طریقے سے انجام دے رہے ہیں

ہماری مروّجہ تبلیغی جماعت کا جو طریقہ ہے کہ زندگی کے چار مہینے، سال کے چالیس دن، مہینے کے تین دن، ہفتے کے دو گشت وغیرہ، یہ بھی دعوت الی اللہ کا کام ہے، اسی طرح

علماء بھی اپنے اپنے طریقوں سے دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، ان کا اپنا ایک نظام ہے کہ منبر سے دین کی بات کہہ کر یا دروسِ حدیث اور دروسِ قرآن کے ذریعے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ انفرادی طور پر مختلف شہروں اور ملکوں کے دورے کرتے ہیں، ان کے مختلف ملکوں میں، شہروں میں، علاقوں میں، مسجدوں میں پروگرام ہوتے ہیں، یہ بھی دعوت الی اللہ اور تبلیغ ہے۔

مدارس میں مدرّسین کا کام بھی دعوت الی اللہ ہے

اسی طرح مدارس میں جو حضرات پڑھاتے ہیں، یہ سارے کے سارے دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں، یہ تعلیم کی شکل میں بچّوں کو سکھاتے ہیں کہ یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، یہ کام کر سکتے ہیں، یہ نہیں کر سکتے، یہ حرام ہے اس لئے اس سے بچنا ہے، اگر یہ دعوت الی اللہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ تبلیغ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ علم جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے اُسے پہنچایا ہی تو جا رہا ہے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

اس مجمع میں علماء کرام کی بہت اچھی تعداد ہے اور اچھے مفتیانِ کرام بھی بیٹھے ہوئے ہیں، تفسیر، حدیث پڑھانے والے اساتذہ بھی موجود ہیں، ان سب کی موجودگی میں یہ بات کر رہا ہوں، اور یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس سلسلے میں بہت سے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس لئے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ دعوت الی اللہ کے کئی طریقے ہیں، دعوت الی اللہ کی کئی شکلیں ہیں، ان میں سے جو شکل ہمیں suit (مناسب معلوم) ہوتی ہو اس شکل سے وابستہ ہو کر زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانا چاہئے،

اور دوسری شکلوں سے جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں انہیں appreciate کرنا چاہئے، ان کی قدر کرنی چاہئے، انہیں compliment کرنی چاہئے، ان کو داد دینی چاہئے، ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے، ان کا تعاون کرنا چاہئے اور انہیں اپنا رفیق اور اپنے کام کے لئے معاون سمجھنا چاہئے، دل میں یہ خیال لانا چاہئے کہ جس مقصد کو حاصل کرنے کی ہم کوشش کر رہے ہیں، یہ لوگ بھی اسی کام میں لگے ہوئے ہیں، یعنی طریقہ الگ ہے لیکن مقصد ایک ہی ہے، اور وہ ہے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا۔

دعوت و تبلیغ کا وسیع مفہوم

اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں تبلیغ کے معنیٰ یہی ہیں کہ جو باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتاری گئی ہیں وہ باتیں یا ان میں سے کچھ باتیں ایک شخص دوسرے کو سکھا دے، بتلا دے، پہنچا دے، یہ ہے تبلیغ، اور اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کا جو طریقہ بھیجا ہے اس کی طرف لوگوں کو بلانا کہ ان باتوں پر عمل کرو، یہ ہے دعوت، چاہے وہ منبر پر بیٹھ کر کرے، چاہے وہ کسی classroom (درس گاہ) میں بیٹھ کر کرے، چاہے وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ نکل کر کرے، چاہے وہ کسی park (سیر گاہ) میں دو چار آدمیوں کو جمع کر کے کرے، چاہے وہ train (ریل گاڑی) یا aeroplane (ہوائی جہاز) میں اپنے ہمسفر پڑوسی کو سمجھا کر کرے، یہ سب تبلیغ اور دعوت الی اللہ کے کام ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے تین طریقے

دعوت و تبلیغ کا کام زبان سے بھی ہوتا ہے، تحریر سے بھی اور عمل کے ذریعے بھی، بہت سارے حضرات رسائل کی صورت میں دعوت و تبلیغ کا کام کرتے ہیں جیسا کہ

''بیّنات'' ہے، ''البلاغ'' ہے، ''تعمیرِ حیات'' ہے، ہمارے یہاں سے بھی ایک رسالہ ''ریاض الجنۃ'' کے نام سے شائع ہوتا ہے، اسی طرح کتابوں کو لکھنا، ان کو چھاپنا اور اُمّت تک پہنچانا، یہ بھی دعوت و تبلیغ کا کام ہے، اس کے ذریعے سے لوگوں تک دین پہنچایا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اس رسالے میں یا اس کتاب میں لکھا ہے اس کی طرف آؤ۔

تبلیغ کا سب سے زیادہ مؤثّر طریقہ عمل ہے

تو تبلیغ تقریر کے ذریعے بھی ہوتی ہے، تحریر کے ذریعے بھی اور عمل کے ذریعے بھی، لیکن دعوت و تبلیغ کا سب سے زیادہ مؤثّر طریقہ عملی تبلیغ کا ہے، آپ بینک (bank) چلے گئے اور آپ نے چیک (cheque) کیش (cash) کرایا، آپ کو ملنا چاہئے تھا ڈیڑھ سو (۱۵۰) پاؤنڈ اور غلطی سے کام کرنے والے نے دو سو (۲۰۰) دے دئے، آپ نے گھر آ کر رقم گنی تو پتا چلا کہ دو سو (۲۰۰) ہیں، اب آپ واپس گئے اور کہا کہ میرا چیک ڈیڑھ سو (۱۵۰) کا تھا، آپ نے غلطی سے دو سو (۲۰۰) دے دئے ہیں اس لئے پچاس (۵۰) پاؤنڈ واپس کرنے آیا ہوں۔ یہ عملی تبلیغ ہوئی اور اصل تبلیغ یہی ہے۔

اُمّت کے اکابر دعوت و تبلیغ جیسا اہم کام کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟

بعض حضرات صرف ایک خاص طریقے ہی کو تبلیغ سمجھتے ہیں، اور اس کی وجہ سے بسا اوقات بڑے بڑے اکابر کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا رہتے ہیں کہ انہوں نے دعوت و تبلیغ کے اہم فریضے کو چھوڑ رکھا ہے، اس غلط خیال کی وجہ سے اکابر کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اگر ہماری سوچ اس سلسلے میں صحیح نہیں ہوگی تو ہم خود اپنا بہت بڑا دینی

نقصان کر رہے ہیں۔

دعوت وتبلیغ کی اہمیت کا کون انکار کرسکتا ہے؟ دعوت وتبلیغ کی اسی اہمیت کی وجہ سے میں کہہ رہا ہوں کہ اُمّت کے علماء بالخصوص اکابر اس کام کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم سوچ بھی کیسے سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ انہوں نے تبلیغ کا کام نہیں کیا تھا؟ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم کیسے سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ شیخ معین الدّین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم کیسے سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ یہ اور ایسے سینکڑوں افراد ہیں جن کے بارے میں ہم تصوّر بھی نہیں کر سکتے کہ انہوں نے دعوت وتبلیغ کا کام نہیں کیا ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان تبلیغ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے دعوت کا کام نہیں کیا تھا؟ اسلامی ممالک کے ایک ہزار اسّی (۱۰۸۰) محدّثین کی خدمت میں جا کر چھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰) حدیثوں کو اکٹھا کیا۔[1] یہ آسان کام نہیں ہے، ان میں سے ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) صحیح حدیثیں تھیں۔[2] ان ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) صحیح حدیثوں میں سے

---

[1] هدي الساري، مقدّمة فتح الباري: ۲/ ۵۲۹، ۵۴۹

[2] الكنز المتوارى: ۱/ ۱۳۷

تقریباً سات ہزار (۷۰۰۰) احادیث کو خوب چھان بین کے بعد اُمّت تک پہنچایا۔[۱] اپنی زندگی میں تیئیس (۲۳) سال تک آپ نے خود بخاری شریف پڑھائی اور اسے اُمّت تک پہنچائی۔[۲] کتنے آدمیوں تک؟ نوّے ہزار (۹۰۰۰۰) حضرات تک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے براہِ راست بغیر کسی واسطے کے بخاری شریف پہنچائی۔[۳] یہ کتنی بڑی تبلیغ ہے! بخاری شریف کے وجود میں آنے سے لے کر آج تک کسی شیخ الحدیث نے نوّے ہزار (۹۰۰۰۰) افراد کو بخاری شریف نہیں پڑھائی ہوگی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دین کی خدمت میں اور علم کی تبلیغ میں اتنی برکت دی۔

دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے: اللہ کی رحمت کا مظہر

میرے بھائیو! اُمّت کے جتنے افراد دوسروں تک دین پہنچانے میں لگے ہوئے ہیں، لوگوں کو دین سے جوڑنے میں لگے ہوئے ہیں، چاہے وہ تصنیف وتالیف کی لائن سے ہو یا ہماری مروّجہ دعوت وتبلیغ کی لائن سے ہو، یا مدارس کی لائن سے ہو یا خانقاہوں کی لائن سے ہو، ان سب کو اپنے camp (گروہ) کے لوگ سمجھو، یہ سب ہمارا ہی کام کر رہے ہیں اور ہمارے ہی کام میں لگے ہوئے ہیں۔

میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ بڑے رحیم ہیں، مجھے جب بلڈ پریشر (blood pressure) ہو گیا تو ہمارے ڈاکٹر اشتیاق صاحب نے میرے لئے ایک دوا تجویز کی، اس کے چند دنوں کے بعد شدید کھانسی کی شکایت ہوگئی اور میں

---

[۱] هدي الساري، مقدّمة فتح الباري: ۲/ ۵۴۶

[۲] کشف الباری: ۱/ ۱۵۶، ۱۵۷

[۳] هدي الساري، مقدّمة فتح الباري: ۴/ ۵۵۴

بہت پریشان ہوگیا، بالکل خشک کھانسی، سبق کیسے پڑھائیں؟ دین کی بات کیسے کریں؟ ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا، انہوں نے کہا کہ یہ اسی دوا کا اثر ہے۔ میں سوچنے لگا کہ دوا لیتے ہیں تو بلڈ پریشر کنٹرول میں رہتا ہے مگر کھانسی کنٹرول سے باہر ہوجاتی ہے، اگر دوا چھوڑیں گے تو کھانسی قابو میں آجائے گی مگر بلڈ پریشر قابو میں نہیں رہے گا، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ فکر نہ کیجئے، آج شام دوسری دوا دوں گا۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں، ہمیں شفا دینے کے لئے مختلف افراد کو research (تحقیق) میں لگا دیا جنہوں نے الگ الگ دوائیں بنائی، کوئی دوا مجھے موافق آتی ہے تو دوسری آپ کو، ہوسکتا ہے کہ جس دوا سے مجھے کھانسی ہورہی تھی وہ دوا آپ کے لئے بالکل ٹھیک ہو، اور جو مجھے موافق ہوگی وہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے لئے موافق نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہماری طبیعتوں کو جانتے ہیں کہ کسی کو سموسے پسند ہیں تو کسی کو پکوڑے، کسی کو بریانی پسند ہے تو کسی کو روٹی سالن، کسی کو جُبّہ پسند ہے تو کسی کو کُرتہ، کسی کو یہ تو کسی کو وہ، اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انسانوں کی طبیعتیں ایک جیسی نہیں ہیں، اگر دعوت الی اللہ کا ایک ہی rigid (سخت، غیر لچکدار) نظام ہوگا تو میرے بہت سارے بندے دین پر نہیں آسکیں گے، اس لئے اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ نے دعوت وتبلیغ کے طریقے کو کُھلا چھوڑ دیا، اور ہر دور میں ہر زمانے میں جیسے لوگ، جیسی طبیعتیں اور جیسا ماحول ویسا طریقہ اللہ جلّ شانہ اُس زمانہ کے دین کی فکر رکھنے والوں کے سینوں پر القاء فرماتے ہیں اور وہ اس طریقے سے کام شروع کرتے ہیں اور اُمّت کو بے دینی سے بچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے جوڑتے ہیں، میرے بھائیو! یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ ہم سب الگ الگ طریقوں سے ایک ہی کام اور ایک ہی مقصد میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک دوسرے کے کام سے خوشی محسوس ہونی چاہئے

اگر ہم نے دل سے اس حقیقت کو قبول کرلیا تو ہمیں ایک دوسرے کے کام کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوگی، اگر اکیڈمی والوں کو پتا چلے گا کہ فلاں مدرسے میں بھی جلسہ ہورہا ہے تو کہیں گے کہ ہم جو کام کررہے ہیں اسی کام کو وہ حضرات بھی کررہے ہیں، الحمدللہ، اور جیسے اپنے لئے دعا کریں گے ان کے لے بھی کریں گے، پتا چلے گا کہ فلاں جگہ کوئی youth conference (نوجوانوں کی کانفرنس) ہورہی ہے تو ہمیں خوشی ہوگی کہ ماشاءاللہ، بہت اچھا ہوا کہ جس مقصد کے لئے ہم کانفرنس کررہے تھے یہ حضرات بھی اسی مقصد کے لئے کررہے ہیں، بلکہ دل میں یہ تقاضا پیدا ہوگا کہ اللہ کرے کہ انگلینڈ کی ہر بستی اور ہر علاقے میں youth conference (نوجوانوں کی کانفرنس) ہو تاکہ پورے ملک کے youth (نوجوان) قابو میں آجائیں، جب پتا چلے گا کہ فلاں جگہ پر دعوت وتبلیغ کا اجتماع ہورہا ہے تو خوشی ہوگی کہ الحمدللہ، چلو شاید ہمارا طریقہ کسی کو پسند نہ آئے، ہوسکتا ہے یہ طریقہ اس کے لئے کشش کا سبب بنے اور وہ فائدہ حاصل کرلے، پتا چلا کہ فلاں جگہ پر کوئی شیخ تزکیہ کا پروگرام کررہے ہیں تو خوشی ہوگی کہ چلو بھائی، ہوسکتا ہے کہ کسی کو دعوت وتبلیغ سے اور ہماری کانفرس سے مناسبت نہ ہو تو وہ ان بزرگ کی صحبت میں رہ کر دین کے ساتھ وابستہ ہوجائے، پتا چلا کہ فلاں بزرگ آرہے ہیں، خوشی ہوگی، فلاں جگہ انگریزی میں بیان ہے، خوشی ہوگی، فلاں جگہ اردو میں بیان ہے، خوشی ہوگی کہ الحمدللہ، بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے لئے چاروں طرف مختلف محنتیں ہورہی ہیں۔

صحیح عقیدہ اور صحیح نظریہ کے تمام حاملین کو اپنا سمجھو

میرے بھائیو! دین کے جتنے کام ہو رہے ہیں ان کے بارے میں صرف یہ دیکھو کہ عقیدہ صحیح ہے یا نہیں؟ نظریہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور کام شریعتِ مطہّرہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ عقیدہ صحیح، نظریہ صحیح اور کام شریعتِ مطہّرہ کی تعلیمات کے مطابق ہے تو چاہے کام ایک فرد کر رہا ہو یا جماعت، ادارہ کر رہا ہو یا مدرسہ، جو بھی ہو اس کو اپنا سمجھو، میرے بھائیو! جب اپنا سمجھیں گے تو لڑائی ختم ہو جائے گی، جھگڑے ختم ہو جائیں گے، اختلاف نہیں رہے گا، بلکہ دل میں خوشی ہوگی، اور اخلاص کا معیار اور تھرمامیٹر (thermometer) بھی یہی ہے، اگر کسی کی دینی خدمت سے خوشی ہو رہی ہے تو اخلاص ہے اور اگر تکلیف ہو رہی ہے تو اپنے اخلاص کی خبر لینے کی ضرورت ہے۔

اسلامک دعوہ اکیڈمی کا قیام

۱۹۹۱ء میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل سے اسلامک دعوہ اکیڈمی قائم ہوئی اور ایک نئے انداز سے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے کام شروع کروایا، پورے ملک میں اس وقت اس کی مثال نہیں تھی، بلکہ میں یہ کہوں تو ان شاء اللہ غلط نہیں ہوگا کہ پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں تھی، یہ طریقہ ہمیں کس نے بتایا؟ ہم نے کہاں جا کر دیکھا کہ کام اس طرح ہوگا؟ اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ کو علم تھا کہ اس وقت اس ملک میں آنے والی نسل کے دین کو بچانے کے لئے اس طریقے کی ضرورت ہے تو اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ نے ideas (منصوبہ بندی، تجاویز) ذہن میں ڈالیں، اس کے مطابق ہم نے بزرگوں کی دعائیں لے کر کام شروع کیا، ہمیں الحمدللہ کامیابی ہوئی، دوسرے علماء کرام کو بھی وہ کامیابی نظر آئی اور

دھیرے دھیرے پورے ملک میں اور پھر دوسرے ممالک میں بھی نقل شروع ہوئی، جگہ جگہ annual youth conference (نوجوانوں کی سالانہ کانفرنس)، monthly (ماہانہ) پروگرام، لٹریچر (literature) کی تقسیم وغیرہ کام شروع ہوئے۔

کسی بھی کام میں اخلاص پہچاننے کا آسان طریقہ

اب ایک کام یہاں شروع ہوا، اس کے بعد کسی اور جگہ کے بارے میں جب پتا چلے کہ وہ بھی ہمارے جیسا کام شروع کر رہے ہیں تو اگر ہمیں دل میں خوشی محسوس ہو تو سمجھنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے کر رہے ہیں، اور اگر ہمیں تنگی محسوس ہو کہ دوسری اکیڈمی کیوں وجود میں آرہی ہے یا اور لوگ ہمارے جیسا کام کیوں کر رہے ہیں تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں کر رہے ہیں، بلکہ اپنے لئے کر رہے ہیں، یہ تو دوسرے شہروں کا کہہ رہا ہوں، لیسٹر کے اندر بھی اگر دوسری دس اکیڈمیاں کھل جاویں اور دل میں خوشی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے کر رہے ہیں، اور اگر ناراضگی ہو تو سمجھنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں، بلکہ اپنے لئے کر رہے ہیں، اپنی شہرت کے لئے کر رہے ہیں، اپنی واہ واہ کے لئے کر رہے ہیں، اسی وجہ سے اور کسی کو ہم برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بہت مفید بات

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ مجلسِ دعوۃ الحق لیسٹر میں تشریف لائے ہوئے تھے، وہاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا علماء کرام میں پروگرام ہوا، حضرت نے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے علماء سے ایک سوال پوچھا، فرمایا کہ فرض کرو کہ انڈیا کے کسی

گاؤں میں کسی بھاری جسم والے شخص کا انتقال ہوگیا، جون جولائی کی گرمی ہے، قبرستان گاؤں سے کئی کیلومٹر کے فاصلے پر ہے اور جنازہ اُٹھانے والے صرف چار آدمی ہیں، یہ چار حضرات جنازے کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لے جارہے ہیں کہ راستے میں ایک مسافر نظر آیا، اس نے اپنا سامان ایک جانب رکھا اور ان کے ساتھ شریک ہوگیا، حضرت نے یہ بات کہہ کر علماءِ کرام سے پوچھا کہ ان چار آدمیوں کو اس پانچویں کے کندھا دینے سے خوشی ہوگی یا تکلیف؟ وہاں بیٹھے ہوئے سب علماءِ کرام نے کہا کہ خوشی ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ پانچوں تھوڑے آگے بڑھے تو ان کو ایک اور مسافر آتا ہوا نظر آیا، اس نے بھی اپنا بستہ ایک طرف رکھ دیا اور ان لوگوں کے ساتھ جنازے کو کندھا دینے میں شریک ہوگیا، اب یہ چھ ہوگئے، پہلے پانچ کو اس چھٹے کی شرکت پر خوشی ہوگی یا تکلیف؟ سب نے کہا کہ خوشی ہوگی۔ یہ چھ تھوڑا اور آگے بڑھے تو کچھ اور لوگ ملے اور جنازے کو کندھا دینے میں پہلے چھ کے ساتھ شریک ہوگئے، ان لوگوں کے شریک ہونے کی وجہ سے پہلے چھ کو تکلیف ہوگی یا خوشی؟ سب نے کہا کہ خوشی۔ اس پر حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وقت ہم سب بھی دین کی ذمّہ داری اپنے کندھوں پر اُٹھا کر چل رہے ہیں، دین کی خدمت کررہے ہیں، دین کی خدمت کی ذمّہ داری ہم نے اپنے کندھوں پر لے رکھی ہے، جب یہ بات ہے تو ایک دوسرے کے کام کو دیکھ کر خوشی ہونی چاہئے اس لئے کہ ہم سب ایک ہی مقصد میں شریک ہیں اور ایک دوسرے کے معاون ہیں۔

شعبے الگ الگ ہیں مگر فکر سب کی ایک

یہ جتنے شعبے اور جتنے کام ہیں ان سب کی ایک ہی فکر ہے کہ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی ختم ہو، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری عام ہو، اللہ تعالیٰ کے بندے بد اخلاقی اور بُرائیوں سے باز آجائیں، اچھے اخلاق والے بن جائیں، جو اللہ تعالیٰ سے دور ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں، اللہ والے بن جائیں، جو بے دین ہیں وہ دین دار ہو جائیں، ہر شعبے میں کام کرنے والوں کی یہی چاہت ہے، اب ظاہر ہے کہ کسی ایک فرد یا ایک ادارے کے لئے پوری اُمّت کی ذمّہ داری اپنے کندھوں پر لے کر چلنا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے، پوری دنیا کے انسانوں تک دین پہنچ جائے اور وہ سب دین پر آجائیں، یہ انتہائی مشکل کام ہے، ظاہر ہے کہ یہ کام کسی ایک شخص یا ایک جماعت یا انجمن کا نہیں ہے، اس لئے ہر فرد اور ہر جماعت کو دوسروں کی دینی کاوشوں سے خوشی ہونی چاہئے، میرے بھائیو! اگر اسلامک دعوہ اکیڈمی کو پتا چلے کہ مسجد الفلاح میں نوجوانوں کے لئے کوئی جلسہ ہو رہا ہے یا دعوت و تبلیغ کا کوئی اجتماع مرکز میں ہو رہا ہے تو خوشی ہونی چاہئے یا تکلیف؟ یقیناً خوشی ہونی چاہئے اس لئے کہ ہم جس بوجھ کو اُٹھا کر چل رہے تھے اس بوجھ کو اُٹھانے میں اور دو ادارے ہمارے ساتھ شریک ہو گئے۔

اخلاص کا تھرمامیٹر

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد فرمایا کہ اگر خوشی کی کیفیت ہے تو سمجھو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے کام کر رہے ہیں، اور اگر تکلیف یا تنگی محسوس ہو رہی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ آپ اللہ کے لئے نہیں، بلکہ اپنی ذات کے لئے کر رہے ہیں۔

میرے بھائیو! ہم جس کام کو کر رہے ہیں اگر وہی کام اور کوئی ادارہ یا اور کوئی جماعت کرے، مثال کے طور پر کسی مسجد میں کوئی دینی پروگرام ہو رہا ہے اور ہمارے

ذہن میں یہ خیال آئے کہ اس مسجد میں یہ پروگرام کیوں ہو رہا ہے؟ تو سمجھ لینا چاہئے کہ نیت میں گڑبڑ ہے، یہ تکلیف اسی لئے ہو رہی ہے کہ ہمیں یہ فکر ہے کہ ہماری وحدہٗ لا شریک لہٗ کی جو ایک حیثیت تھی کہ دین کا کام ہم ہی کر رہے ہیں وہ نہیں رہے گی، اب لوگوں کا ذہن دوسروں کی طرف بھی جائے گا کہ یہ لوگ بھی دین کا کام کر رہے ہیں، اب صرف ہمارا نام نہیں رہے گا، صرف ہماری مقبولیت نہیں رہے گی، ہم تو یہ چاہتے تھے کہ ہمارا ہی سکّہ رہے کہ دین کا وجود، دین کی حفاظت، دین کی اشاعت ہم ہی لوگوں کے ذریعے ہو رہی ہے، ظاہر ہے کہ یہ شیطانی اور نفسانی خیالات ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

دین کی خدمت کے مختلف شعبے

دین کی خدمت کے کئی شعبے ہیں، تصنیف و تالیف ایک شعبہ ہے، خانقاہ ایک شعبہ ہے، مساجد کا قیام اور انتظام ایک شعبہ ہے، مدارس ایک شعبہ ہے، ان کے علاوہ اور بھی شعبے ہیں، کچھ لوگ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں اور انہیں اسلام کی تعلیمات سمجھاتے ہیں، یہ بھی دعوت کا کام ہے اور بہت اونچا کام ہے، مروّجہ دعوت و تبلیغ بھی دین سے لوگوں کو جوڑنے کا ایک مؤثّر طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلب پر یہ طریقہ القاء فرمایا اور الحمدللہ بہت مقبول ہوا۔

شیطان کی چال

ان سارے کاموں کو اللہ کی نصرت سے محروم کرنے کے لئے شیطان ہمیں آپس میں لڑا دیتا ہے، ایک دوسرے کے بارے میں بُرے خیالات پیدا کرتا ہے، شب و روز

کی دین کی خدمت کے نتیجے میں جو جنّت یقینی ہوتی جاتی ہے، شیطان ہمیں اس سے محروم کرنا چاہتا ہے، اس لئے وہ ہمارے دلوں میں دوسروں کے بارے میں ایک قسم کی نفرت پیدا کرتا ہے، حقارت پیدا کرتا ہے، بغض پیدا کرتا ہے اور پھر بدگمانیاں، غیبتیں، تہمتیں شروع ہوجاتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارا کیا کرایا سب برباد ہوجاتا ہے، میرے بھائیو! شیطان کب چاہتا ہے کہ ہم کامیاب ہوں؟

سارے شعبے ایک دوسرے کے رفیق ہوتے تو دنیا کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا

دین کے جتنے شعبے ہیں وہ سارے آپس میں ایک دوسرے کے لئے معاون بنتے تو کتنا اچھا ہوتا؟ ایک شعبے والے لوگوں پر اپنی لائن کی محنت کرتے اور کہتے کہ تم ہمارے پاس آیا کرو اس لئے کہ تمہاری فلاں دینی ضرورت ہمارے پاس پوری ہوگی، مگر تمہاری دوسری بھی دینی ضرورتیں ہیں، ان کے لئے فلاں جگہ اور فلاں جگہ جاؤ، اس طرح اُمّت کے ہر فرد کو کتنا نفع ہوتا؟ ان کی دینی ترقّی کتنی ہوتی؟ اور دین کتنا عام ہوتا؟ مگر شیطان ہمیں اتّفاق اور محبت کے ساتھ کام نہیں کرنے دیتا، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ آپس میں مل جُل کر کام کریں گے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جس طرح کامل مسلمان تیار ہوتے تھے اس وقت بھی ایسے افراد تیار ہونے لگیں گے، دین عام ہوگا اور دنیا سے گمراہی ختم ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام شعبوں کو لے کر چلے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں الگ الگ شعبے نہیں تھے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکیلے، تنِ تنہا سارے شعبوں کو بیک وقت سنبھالے ہوئے تھے، اُس زمانے میں تقسیم نہیں تھی،

آپ ﷺ تزکیہ کا کام بھی خود کر رہے تھے، کتاب اللہ اور سنّتِ رسول ﷺ کی تعلیم بھی خود دیتے تھے اور دعوت و تبلیغ کا کام بھی آپ ﷺ خود کرتے تھے، چونکہ آپ ﷺ اکیلے ہی سارے کاموں کو سنبھالے ہوئے تھے اس وجہ سے وہاں departments (شعبے) نہیں تھے، اللہ کے نبی ﷺ میں یہ ability (صلاحیت) تھی کہ بیک وقت اکیلے سارے کاموں کو انجام دے سکیں، اور آپ ﷺ کے وقت میں برکت بھی بہت تھی۔

اللہ کے رسول ﷺ ہمارے زمانے میں آتے تو اکیلے تمام کاموں کو کرتے

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط چھپے ہیں، ایک خط میں ایک صاحب نے استفسار کیا کہ اللہ کے نبی ﷺ ہمارے زمانے میں اگر تشریف لے آتے تو دین کا کون سا کام کرتے؟ خانقاہ کا کام کرتے، درس و تدریس کا کام کرتے، دعوت و تبلیغ کا کام کرتے یا تصنیف و تالیف کا کام کرتے؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی ذاتِ پاک جامع تھی، ہمارے زمانے میں تشریف لے آتے تو آپ ﷺ بیک وقت اکیلے تمام کاموں کو کر لیتے۔[1]

یہ الگ الگ departments (شعبوں) کی ضرورت ہی نہ پڑتی جیسے آپ ﷺ کے زمانے میں ضرورت پیش نہیں آئی، آپ ﷺ میں ability (صلاحیت) تھی کہ اکیلے ہی آپ ﷺ تمام کاموں کو انجام دیتے تھے، الگ الگ

---

[1] مکتوباتِ تصوف: ۱/ ۷

departments (شعبے) بعد میں جا کر اس لئے بنے تا کہ ہر کام کو سنبھالا جا سکے، ہمارے پاس یہ ability (صلاحیت) نہیں ہے کہ ایک شخص یا چند افراد تمام کاموں کو سنبھال لیں۔

آپ ﷺ جامع الکمالات تھے

آپ ﷺ کے زمانے میں یہ نہیں ہوتا تھا کہ تفسیر کی ضرورت پڑے تو ان مولوی صاحب کو پوچھو اور حدیث کی ضرورت پڑے تو فلاں شیخ الحدیث کو پوچھو اور کسی فقہی مسئلے کی ضرورت پڑے تو ان مفتی صاحب کے پاس جاؤ، آپ ﷺ جامع الکمالات تھے، نبوی دور میں الگ الگ departments (شعبے) نہیں تھے، بعد میں جیسے جیسے آپ ﷺ کے زمانے سے دوری ہوتی چلی گئی تو لوگوں میں abilities (صلاحیتیں، استعدادیں) کم ہوتی چلی گئیں جس کی وجہ سے شعبے بنتے چلے گئے؛ محدّثین کی جماعت وجود میں آئی، فقہاء کی جماعت وجود میں آئی، مفسّرین کی جماعت وجود میں آئی، ائمۂ جرح وتعدیل کی جماعت وجود میں آئی، متکلّمین کی جماعت وجود میں آئی، اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ تنِ تنہا سب شعبوں کو سنبھالے ہوئے تھے۔

تبلیغ سے شوق، علماء سے علم اور مشائخ سے کمال حاصل ہوتا ہے

میرے بھائیو! ان الگ الگ کاموں کو اجنبی مت سمجھو، دعوت، تبلیغ، تعلیم، تزکیہ، یہ سب کام ہمارے ہیں، ان کو جب ساتھ مل کر کریں گے تب جا کر کامل مسلمان وجود میں آئیں گے، دعوت وتبلیغ سے دین پر چلنے کا شوق بڑھے گا، علماء سے علم ملے گا اور مشائخ کی تربیت سے اس علم پر عمل کی توفیق نصیب ہوگی، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تبلیغ سے تشویق ہوتی ہے، علماء اور مدارس سے تعلیم ملتی ہے اور مشائخ اور خانقاہوں سے تکمیل ہوتی ہے۔[1]

تصنیف وتالیف بھی تبلیغِ دین کا اہم شعبہ ہے

تصنیف وتالیف بھی دین کی خدمت، دین کی تبلیغ، دین کی دعوت کا ایک اہم شعبہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے ہی میں یہ شعبہ وجود میں آچکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی قرآنِ مجید کو تحریر کے ذریعے ایک جگہ جمع کروایا، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس کی متعدّد نقل بنوا کر پوری دنیا میں بھیجنے کا اہتمام فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی باقاعدہ حدیث کے مجموعے تیار کئے، پھر تابعین نے بھی حدیث کی کُتُب لکھیں اور باقاعدہ احادیث کو جمع کیا، عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تو باقاعدہ اس کی تدوین ہوئی جس کے بعد اُمّت کے بڑے بڑے علماءِ کرام اس کام میں لگ گئے اور حدیث کی بڑی بڑی کتابیں وجود میں آئیں، اگر علماءِ کرام لکھنے کا کام نہ کرتے، تصنیف وتالیف کا کام نہ کرتے، تو آج کتب خانوں میں جو ہزاروں، لاکھوں کتابیں ہیں وہ کہاں سے آتیں؟ اگر یہ حضرات تصنیف وتالیف میں مشغول نہ رہتے تو اُمّت تک علم کیسے پہنچتا؟ اور اُمّت بغیر علم کے دین پر کیسے عمل کرتی؟

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ کریم کو لکھوانے کا باقاعدہ اہتمام فرمایا

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر وحی لکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلاتے تھے اور نازل شدہ وحی کا املاء کرواتے تھے،

---

[1] ملفوظاتِ مسیح الاُمّت، ص:۲۹

قرآن کی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس کو لکھوایا نہ گیا ہو، لکھنے والے پھر اس وحی کو پڑھ کر سناتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر تصدیق کرتے تھے یا ضرورت ہوتی تھی تو اصلاح فرماتے تھے، قرآن کی ایسی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد نہ تھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی تعداد نے بھی قرآن کو یاد کرنے کا اہتمام کیا تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یاد نہیں کروایا، سب آیتوں کو لکھوانے کا بھی اہتمام فرمایا۔[1]

دورِ صدّیقی میں قرآنِ کریم کو لکھوانے کا اہتمام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت تقریباً دس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں قرآن محفوظ تھا۔[2] جنگِ یمامہ میں سات سو (۷۰۰) حفّاظ شہید ہو گئے۔[3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ جنگیں تو ہوتی رہیں گی اور اگر حفّاظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمام حفّاظ شہید ہو جائیں اور قرآن باقی نہ رہے، انہوں نے اس خطرے کا اظہار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا اور ان پر زور ڈالا کہ قرآن کو تحریراً ایک جگہ جمع کر کے کم از کم ایک نسخہ تیار کر لینا چاہئے تاکہ خدانخواستہ دنیا سے اگر سارے حفّاظ اُٹھ بھی جائیں اور ایک بھی حافظ باقی نہ رہے تو قرآن تحریری شکل میں تو ہمارے پاس موجود رہے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتّفاق کے بعد قرآنِ کریم کو باقاعدہ تحریری شکل میں لانے کا کام شروع ہوا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کام کا ذمّے دار بنایا گیا، حضرت زید

---

[1] المعجم الأوسط، باب من اسمه أحمد، ح(۱۹۱۳)، علوم القرآن، ص: ۱۷۷، ۱۷۸

[2] کشف الباری، کتاب فضائل القرآن، ص: ۴۱

[3] تفسیر القرطبی: ۱/ ۸۳

بن ثابت رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاءِ کار حفاظ تھے اور ان کو پورا قرآن یاد تھا، لیکن ان پر قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کے سلسلے میں چند شرائط مقرر کی گئیں، ان شرائط میں سے ایک یہ تھی کہ آپ حضرات قرآن کی ہر آیت کو verification (توثیق وتصدیق) کے بعد لکھیں گے، اور verification (توثیق وتصدیق) کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیت کسی نہ کسی صحابی کے پاس اس طرح لکھی ہوئی ملے کہ اس نے براہِ راست اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر اسے لکھا ہو، جہاں کئی ہزار حفاظ موجود تھے وہاں کچھ جیّد حفاظ کو بلا کر کہہ دیا جاتا کہ آپ حضرات قرآن کو ایک جگہ جمع کرلو اور اُس کی ایک copy (نقل) بنالو، مگر نہیں، حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ڈالی کہ ہر آیت کی verification (توثیق وتصدیق) ہونی چاہئے اور اس کے لئے یہ شرط ہے، کتنی سخت شرط ہے! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے چلے گئے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد شہادت حاصل کر چکی ہے، اس کے باوجود یہ شرط کہ verification (توثیق وتصدیق) کے لئے کم از کم ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس مذکورہ طریقے سے لکھا ہوا ملنا ضروری ہے اور اس پر دو گواہ بھی ہوں۔[1]

یہ حضرات ماشاء اللہ لکھتے چلے گئے، اور گواہوں کے ساتھ تصدیق بھی ملتی چلی گئی، بس دو آیتیں ایسی تھیں جو کسی کے پاس لکھی ہوئی نہیں ملیں:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ، فَإِنْ تَوَلَّوْا

---

[1] الإتقان في علوم القرآن: ۲/ ۳۸۳

فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ (التوبۃ:۱۲۸۔۱۲۹)

یادتو سب کو تھیں، مگر مقرّرہ شرط کے مطابق کسی صحابی کے پاس لکھی ہوئی نہیں مل رہی تھیں، تتبّع اور تلاش کے بعد یہ بھی حضرت ابوخزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس مل گئیں اور کام مکمّل ہوگیا، یہ نسخہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا، آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس منتقل ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں آیا اور ان کے پاس رہا۔[1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآنِ کریم کے نسخے

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا دور ختم ہوگیا جو تقریباً ڈھائی سال رہا، اس کے بعد دور آیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جو تقریباً گیارہ (۱۱) سال رہا، تقریباً چودہ (۱۴) سال کے بعد دور آیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی مملکت بہت پھیل چکی تھی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس میں مزید اضافہ ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن کی وہ نقل مانگ کر حکم دیا کہ ان کی مزید copies (نقلیں) بنائی جائیں اور مملکت کے ہر علاقے میں ایک ایک نسخہ پہنچا دیا جائے۔[2]

---

[1] صحيح البخاري، باب جمع القرآن، ح(۴۹۷۳)

[2] صحيح البخاری، باب قوله {لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رءوف رحيم} من الرأفة، ح(۴۶۵۹)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا دوسری مرتبہ انتخاب

یہ کام بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا، چونکہ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآنِ کریم کو جمع کرنے کا کام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے کیا تھا اس لئے آپ ہر آیت کی verification (توثیق وتصدیق) بھی کر چکے تھے، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی حکم فرمایا کہ دوبارہ ہر آیت کی verification (توثیق و تصدیق) کرو، اور یہ شرط دوبارہ لگائی گئی کہ کسی نہ کسی کے پاس ہر آیت اس طرح لکھی ہوئی ملنی چاہئے کہ براہِ راست اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر لکھی گئی ہو۔[1] ممکن تھا کہ اس مرتبہ کچھ حصّہ اس طرح نہ ملتا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کو کافی سال ہو چکے تھے اور اس مدت میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے عجیب طریقے سے اس کتاب کی حفاظت فرمائی، یہ شرط لگوائی اور پھر پوری کروائی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآنِ کریم کی آیتیں دوبارہ شرط کے مطابق جمع کرتے گئے اور لکھتے گئے، آیتیں ملتی گئیں، یعنی اتنے سالوں کے بعد بھی شرط کے مطابق آیات ملتی گئیں، اس مرتبہ بھی ایک آیت مذکورہ طریقے سے نہیں ملی:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾

(الأحزاب:۲۳)

تلاش اور جستجو کے بعد یہ آیت بھی ایک اور صحابی حضرت خزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے

---

[1] علوم القرآن، ص:۱۹۱

پاس مل گئی۔[1]

غیر مسلموں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب

غیر مسلم یہاں پر ایک doubt (شبہ) پیدا کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ سورۂ توبہ کی دو آیتیں اور دوسری مرتبہ سورۂ احزاب کی ایک آیت ایک ایک آدمی کے پاس ملیں، معلوم ہوا کہ پورا قرآن سینوں میں محفوظ نہیں تھا، اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد حفّاظ کی ہوتی تو یہ آیتیں صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس کیوں ملتیں؟ آپ کو تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ آیات بھی یاد تو سب کو تھیں، مگر مقرّرہ شرط کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست سن کر لکھی ہوئی کسی کے پاس نہیں ملیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ایک ایسی آیت نہیں مل رہی تھی جسے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاوت کرتے ہوئے سنا کرتا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یاد تو تھی مگر لکھی ہوئی تلاش کر رہا تھا، یہ نہیں کہ ہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو بھی یاد نہیں تھی، سب کو یاد تھی، سب کہہ رہے تھے کہ یہ قرآن کا حصہ ہے مگر لکھی ہوئی نہیں مل رہی تھی، پہلی والی دو آیتیں حضرت ابو خزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملیں اور یہ آیت حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تدوینِ حدیث کی ابتداء

اب آیا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور، انہوں نے محسوس کیا کہ اب ہم اللہ

---

[1] صحيح البخاري، باب قوله {لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رءوف رحيم} من الرأفة، ح(۴۶۵۹)

کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے دور جا چکے ہیں، بڑے حضرات ایک ایک کر کے اُٹھتے چلے جا رہے ہیں، کہیں احادیث ضائع نہ ہو جائیں، احادیث کی حفاظت کا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے کروایا، آپ نے اپنے زمانے کے جو بڑے بڑے علماء کرام تھے ان کو پیغام بھیجا:

اُنْظُرُوْا حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبُوْهُ فَإِنِّيْ قَدْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ أَهْلِهٖ[1]

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو دیکھو اور تلاش کرو اور انہیں لکھ لو اس لئے کہ مجھے علم اور علم والوں کے مٹ جانے کا ڈر ہے۔

آپ نے علماء کو حکم کیا کہ حدیثوں کو باقاعدہ کتابی شکل میں لکھو، اس وقت تمہارے سینوں میں محفوظ ہیں، تمہاری اپنی notes (یادداشتیں) بھی ہیں، مگر یہ کافی نہیں، public (عوام) کے لئے باقاعدہ کتابی شکل میں available (دستیاب) کرو، کام شروع ہوا، ابن شہاب الزّہری، ابن حزم اور عامر بن شراحیل رحمہم اللہ یہ تین حضرات سب سے پہلے ہیں جنہوں نے اس کام کی طرف قدم اُٹھایا اور حدیث کو باقاعدہ مدوّن کیا۔[2]

تحریر کے ذریعے دعوت و تبلیغ کا کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے چل رہا ہے

تو دیکھئے کہ تحریر کے ذریعے بھی تبلیغ کا کام ہوا ہے، تبلیغ کا یہ طریقہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے شروع ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے کے بادشاہوں کو

---

[1] سنن الدارمي، المقدّمة، باب من رخّص في كتابة العلم، ح(۵۰۳)

[2] الدر المنضود: ۱/ ۲۴

خطوط لکھے اور انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کو بھی لکھا اور احادیث کو بھی، اگر یہ تحریری خدمت جسے آج کل ہم تصنیف و تالیف کہتے ہیں نہ ہوتی تو قرآن اور حدیث کا ذخیرہ ہم تک کیسے پہنچتا؟

میرے بھائیو! ان سب کاموں کو دعوت سے الگ مت سمجھو، یہ سارے کام بھی دعوت ہی ہیں، یہ سارے کام تبلیغ ہی ہیں، یہ الگ الگ شعبے اور الگ الگ طریقے ہیں، جب ایک شخص ان سب سے استفادہ کرتا ہے تب جا کر کامل مسلمان بنتا ہے۔

اختلاف پیدا کر کے شیطان ہماری محنت کو رائیگاں کرتا ہے

ہوتا یہ ہے کہ شیطان ان الگ الگ شعبوں میں کام کرنے والوں میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے، خانقاہ والوں اور دعوت و تبلیغ والوں میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے، مدارس والوں اور خانقاہ والوں میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے، مدارس والوں اور تصنیف و تالیف والوں میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے؛ یہ کام اصل ہے، وہ اصل نہیں، دین کا یہی کام ہے، باقی سب فضول یا کم سے کم مفضول، پھر شیطان اور زور لگاتا ہے اور ایک ہی شعبے کے لوگوں میں بھی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں، پہلے تو ایک شعبے کے لوگ دوسرے شعبے والوں سے لڑتے ہیں، پھر ہر ایک شعبے میں بھی الگ الگ جماعتیں ہو جاتی ہیں، یہ کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے ہوتا ہے کہ شیطان ہماری محنتوں کو رائیگاں کرنا چاہتا ہے، بے کار کرنا چاہتا ہے، کبھی ایک ہی مسجد میں تبلیغ کے ساتھیوں کی دو جماعتیں ہو جاتی ہیں، کبھی ایک مدرسے میں دو فریق ہو جاتے ہیں، کبھی دو مدرسے آپس میں ٹکرا جاتے ہیں، کبھی دو خانقاہیں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں، کبھی ایک ہی شیخ کے مرید آپس میں ٹکرا جاتے ہیں، اس

طرح شیطان پھوٹ ڈالتا ہے جس کی وجہ سے کام میں برکت نہیں رہتی اور اُمّت اور دین کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ کام کرنے والے بھی سب کچھ کھو دیتے ہیں۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ملفوظ

میرے بھائیو! بہت احتیاط کی ضرورت ہے، بہت بیدار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ ہم بہت نازک دور سے گزر رہے ہیں، ہم فتنوں کے دور سے گزر رہے ہیں، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب آخری مرتبہ برطانیہ تشریف لائے تھے، اس وقت میں نے خود اپنے کانوں سے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی تھی کہ اُمّت پر ایک دور ایسا آنے والا ہے کہ وہ جگہیں جہاں اُمّت فتنوں سے پناہ لینے جایا کرتی ہے وہ جگہیں فتنوں کے مراکز ہو جائیں گی۔

جب یہ بات سنی تھی تو بہت تعجّب ہوا تھا اس لئے کہ اُس وقت کے حالات ابھی کے حالات سے بہت الگ تھے، مگر مان لیا تھا اس لئے کہ بڑے شخص کی بات تھی، اب اس بات کی روشنی میں ہمارے زمانے کو دیکھئے! پہلے آدمی جب گھر میں پریشان ہوتا تھا تو مسجد میں آتا تھا اور سکون پاتا تھا، اب بہت سی مسجدوں میں لوگ نماز پڑھ کر جلدی چلے جانے میں اپنی سلامتی سمجھتے ہیں، ڈرتے ہیں کہ کہیں لڑائی نہ ہو جائے، کہیں جھگڑا نہ ہو جائے، واقعی جو جگہیں فتنوں سے بچنے کی تھیں وہ آج فتنوں کی جگہیں بن گئیں؛ لڑائی، جھگڑے اور ایک دوسرے کی مخالفت سب کچھ وہیں، بلکہ میں یوں کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ یہ جو فتنوں سے بچنے کی جگہیں تھیں وہاں کچھ لوگ فتنے کی غرض ہی سے آتے

ہیں، باہر کوئی نہیں لڑتا، کسی کے انتقال پر سب جمع ہوتے ہیں وہاں کوئی لڑائی نہیں، شادی بیاہ میں جمع ہوتے ہیں وہاں کوئی لڑائی نہیں، لیکن مسجد میں لڑتے ہیں، اس قسم کے لوگوں کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ مسجد کا بھلا ہو یا بُرا، مسجد کا ماحول اچھا رہے یا بگڑے، نفس کی چاہت کی تکمیل ہونی چاہئے، چاہے اس کے لئے کسی کو بھی برباد کرنا پڑے، چاہے دین کو بھی برباد کرنا پڑے۔

دل کی صدا

میرے بھائیو! دین کے جتنے بھی شعبے ہیں، الگ الگ طریقوں سے دین کی خدمت کرنے والے جتنے لوگ ہیں، میں ان تمام سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتا ہوں کہ شیطان کی کوششوں کو ناکام کرنے کے لئے آپس میں متّفق ہوجاؤ، ایک دوسرے سے ہاتھ ملاؤ، ایک دوسرے کو سینے سے لگاؤ، سر جوڑ کر بیٹھو، ہر ایک کو اپنا سمجھو، ہر کام کو اپنا کام سمجھو، ہر کام سے اپنے دل میں خوشی محسوس کرو، اس لئے کہ جس شعبے اور جس لائن سے بھی کام ہو رہا ہے وہ ہمارا ہی کام ہے، اس سے دین ہی کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور وہ کام بندوں کو اللہ تعالیٰ ہی سے جوڑ رہا ہے۔

میرے عزیزو! اس وقت لوگ دین سے بہت دور ہیں، چاروں طرف سے فسق و فجور کی یلغار ہے، خدارا! غور و فکر سے کام لو اور اہلِ حق میں گروہ بندی اور افتراق و انتشار پیدا کرنے کے بجائے اجتماعیت کا اور سب کو جوڑ کر چلنے اور چلانے کا فیصلہ کرو، میرے بھائیو! اگر اُمّت کی فکر ہے، دین کی فکر ہے، اس کی اشاعت کی اور تبلیغ کی چاہت ہے تو دل بڑا کر کے حوصلہ بڑا رکھ کر دین کے ہر خادم کو، بلکہ ادنیٰ کارکن کو اپنا سمجھ کر احترام و

محبت کی نظر سے دیکھو، اس کے کام کو سراہو اور اس کی کامیابی اور ترقّی کے لئے دعا کرو۔

حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ، خانقاہ اور تبلیغ تینوں کے جامع تھے

میرے بھائیو! میں کہا کرتا ہوں کہ اس میں اختلاف کی کون سی بات ہے؟ حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تھوڑا سوچو! آپ ان کو بانیٔ تبلیغ بھی کہہ سکتے ہیں، اسی طرح آپ خانقاہ والے بھی تھے اس لئے کہ آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت کی خانقاہ میں تقریباً دس برس گزارے۔[1] حضرت کے انتقال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی اصلاح کی تکمیل کرائی اور آپ کی نگرانی میں سلوک کے منازل طے کئے اور حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو خلافت بھی ملی۔[2] پھر پوری زندگی آپ نے لوگوں کو بیعت کیا اور لوگوں کو ذکر و شغل سکھایا، آپ لوگوں کی اصلاح بھی کرتے تھے اور اعتکاف بھی کرتے تھے، تو آپ بانیٔ تبلیغ بھی ہیں اور خانقاہ والے بھی ہیں، جہاں تک تعلیم و تعلّم کا تعلّق ہے تو آپ نے خود مدرسے میں پڑھا اور پھر پڑھایا۔

آپ نے مدرسے میں پڑھا اور خانقاہ میں اصلاح کرائی، ظاہری علم ایک ہاتھ میں اور روحانی اور باطنی علم دوسرے ہاتھ میں، اب آپ تیار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے تبلیغ کا ہمہ گیر کام لیا، ایک ہی شخص میں ہمیں تینوں چیزیں ملتی ہیں، آگے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا، فضائل کی جو کتابیں ہیں ان میں سے بعض کو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت، ص: ۴۴

[2] مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت، ص: ۴۷

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر لکھیں۔[1] خود حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتابیں تصنیف کی ہیں، طحاوی شریف کی شرح 'أَمَانِي الْأَحْبَارِ شَرْحُ مَعَانِي الْآثَارِ' اور 'حَيَاةُ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہم'، یہ دونوں کتابیں اہلِ علم کے یہاں بہت مقبول ہیں۔

ایک بنو، نیک بنو اور شیر وشکر ہو جاؤ

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ باتیں شیطان کی طرف سے پیدا ہوتی ہیں، اور خواہ مخواہ یہ حدیں بن جاتی ہیں، آپس میں تفریق اور دوری ہو جاتی ہے، ہمیں ایک بن کر رہنا چاہئے، ایک بنو، نیک بنو اور شیر وشکر ہو جاؤ، اگر ہم ایک اور نیک بن کر رہیں گے تو ہمیں بھی بہت فائدہ ہوگا اور دین کی بھی ترقّی ہوگی، شیطان کو قریب بھی نہیں آنے دینا چاہئے، ہمارے بڑوں کے یہاں یہ تفریق نہیں تھی۔

صرف عنوان الگ ہے

تو ایک بات یہ ذہن میں بٹھانی ہے کہ یہ جتنے الگ الگ شعبے ہیں یہ سارے ہی دین کے کام ہیں، اور ان میں جو مشغول ہیں وہ سب کے سب دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے ہیں، کاموں کے عنوان الگ الگ ہیں، کوئی دعوت وتبلیغ کے عنوان سے، کوئی تعلیم، کوئی تزکیہ واصلاح اور کوئی تصنیف وتالیف کے عنوان سے کام کر رہا ہے، عنوان الگ الگ ہیں، مگر کام سب حفاظتِ دین کا کر رہے ہیں، دعوت الی اللہ کا کر رہے ہیں اور تبلیغِ دین کا کر رہے ہیں۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک ہسپتال (hospital) میں علاج کا کام ہو رہا ہے،

---

[1] آپ بیتی، ص: ۱۳۶

صرف ایک ڈاکٹر (doctor) سے کام نہیں چلے گا، الگ الگ بیماری کے الگ الگ ماہرین ہوتے ہیں، ساتھ ساتھ نرسوں (nurses) کی بھی ضرورت ہوتی ہے، امبولینس (ambulance) والے بھی ضروری ہوتے ہیں، یہ پورا عملہ مل کر مریض کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی صحت کے لئے کوشش کرتا ہے۔

حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

اسی طرح دین کے لئے بھی صرف ایک مخصوص طبقے یا ایک مخصوص شعبے کا کام کافی نہیں ہے، اس میں تعلیم کی بھی ضرورت ہوتی ہے، تزکیہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے جب لوگوں کو بلائیں گے اور لوگ لبّیک کہہ کر اچھے مسلمان بننے کی کوشش کریں گے تو ان کی تعلیم اور تربیت کا انتظام کون کرے گا؟ ایک شخص آ گیا مسجد میں، اب اسے علم کون سکھائے گا؟ ظاہر ہے علماء کرام کی ضرورت پڑے گی، علم کی ضرورت کی طرح باطن کی درستگی کی بھی ضرورت ہوگی، اس کے لئے کسی کامل شیخ سے وابستہ ہونا پڑے گا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری تحریک کا مقصد ہے مسلمانوں کو پورا دین سکھانا اور اس سے ان کو وابستہ کرنا، جماعتوں کا یہ چلنا پھرنا اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے، یہ کلمہ اور نماز کی تلقین اس مقصد کی الف، باء، تاء ہے، ظاہر ہے کہ ہماری جماعتیں یہ پورا کام انجام نہیں دے سکتیں، یہ تو اتنا ہی کر سکتی ہیں کہ جگہ جگہ جا کر اپنی محنت اور کوشش سے غافل لوگوں میں بیداری پیدا کریں، ان کو مقامی علماء سے وابستہ کرنے کی کوشش کریں، علماء اور صلحاء کو بھی عوام کی اصلاح کی طرف متوجّہ کرنے کی سعی

کریں، عوام کو زیادہ فائدہ مقامی علماء اور صلحاء سے استفادہ کرنے میں ہوگا۔[1]

علم والے اور خانقاہ والے تبلیغ میں نکلنے والوں کی ہمت افزائی کریں

اہلِ علم اور خانقاہ والے اگر اپنی مشغولی کی وجہ سے خود مروّجہ دعوت و تبلیغ میں حصّہ نہیں لے سکتے تو انہیں چاہئے کہ دوسروں کو encourage (ہمّت افزائی) کریں، جو کام میں لگے ہوئے ہیں ان کی بھی ہمّت افزائی کریں اور ان کو شاباشی دیں، یہ سارے کام ہمارے ہیں، مل جُل کر ہم ہی کو ان سب کاموں کو انجام دینا ہے، ظاہر ہے کہ ایک شخص تو ان تمام کاموں کو نہیں انجام دے سکتا۔

علماء اور بزرگوں سے دعا کرائیں

میرے بھائیو! دعوت و تبلیغ میں علماء اور مشائخ کا بہت احترام سکھایا جاتا ہے، میں بھی جب جاتا تھا تو مجھے یاد ہے کہ جیسے ہی کسی بستی میں پہنچتے تھے تو وہاں مذاکرہ ہوتا تھا، پھر چند ساتھیوں کو مقرّر کیا جاتا تھا کہ وہ امام صاحب کے پاس جا کر ملاقات کریں اور ان سے کہیں کہ آپ کے علاقے میں جماعت آئی ہوئی ہے، ہم آپ سے دعاؤں کی درخواست کے لئے حاضر ہوئے ہیں، دعوت و تبلیغ میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ جس علاقے میں آپ جاؤ وہاں کے علماءِ کرام سے ملاقات کرو، وہاں کے مشائخ سے ملاقات کرو اور ان سے دعائیں لو۔

میں تو صرف ملاقات اور زیارت کی غرض سے حاضر ہوا تھا

ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم ہمارے یہاں اسلامک

---

[1] ملفوظاتِ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۴۹

دعوہ اکیڈمی میں تشریف لائے، الحمدللہ ہمارے یہاں تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے اکابر آتے ہیں اور سب شفقت فرماتے ہیں اور خوش بھی بہت ہوتے ہیں، جب مولانا تشریف لائے تو طلبہ اور اساتذہ سب ایک ہال (hall) میں جمع تھے، ہمارے لیسٹر کے دعوت وتبلیغ کے بھی کچھ ساتھی جمع ہو گئے تھے، ہال میں آگے کرسی رکھی ہوئی تھی، حضرت داخل ہوئے تو میری طرف دیکھا، چہرے پر سوالیہ نشان تھا، میں نے کہا کہ حضرت کچھ باتیں ارشاد فرمادیں، ہم طالبِ علموں کو کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں تو صرف ملاقات اور زیارت کی نیت سے حاضر ہوا تھا۔ حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مجھ سے تو بہت بڑے ہیں، میں تو ان کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں، پھر بھی آپ یہ فرمارہے ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں یہ ہے کہ جہاں جاؤ وہاں کے علماء کی خدمت میں حاضری دو اور صرف دعا اور استفادے کی غرض سے، دوسری کوئی غرض نہ ہو۔ اور آگے فرمایا کہ ملفوظات میں ایک جگہ تو یہ ہے کہ علماء کی زیارت کو عبادت اعتقاد کرو۔

مدارس: دین کے قلعے

مدارس اور اہلِ علم کا یہ احترام اس لئے سکھایا جاتا ہے کہ یہ مدارس حفاظتِ دین کے مراکز ہیں اور یہ حضرات حفاظتِ دین کا کام کررہے ہیں، اگر دین ہی محفوظ نہ رہے تو آگے اس کی اشاعت اور تبلیغ کیسے ہوگی؟ اس لئے مدرسے کو دین کا قلعہ کہا جاتا ہے، ایک شخص خانقاہ میں اپنے شیخ کے پاس جاتا ہے، عمل کا جذبہ لے کر آتا ہے، دعوت وتبلیغ میں چار مہینے لگا کر آتا ہے، عمل کا جذبہ لے کر آتا ہے، حج عمرہ کے لئے جاتا ہے، عمل کا جذبہ لے کر آتا ہے، مگر ایسی جگہیں ہی نہ ہوں جہاں سے پتا چلے کہ کیا کرنا ہے اور کیا

نہیں کرنا ہے تو اس جذبے کا کیا فائدہ؟ اس جذبے سے تب ہی فائدہ اُٹھا سکے گا جب جائز اور ناجائز، اچھا اور بُرا، صحیح اور غلط، حلال اور حرام، نیکی اور بدی، مکروہِ تنزیہی اور مکروہِ تحریمی، سنّت، مستحب اور نفل بتانے والے موجود ہوں، اُمّت کے علماءِ کرام مدرسے کی چار دیواری میں بیٹھ کر یہی کام کرتے ہیں۔

عمل کا جذبہ بغیر علم کے اور علم بغیر جذبۂ عمل کے بے سود ہے

عمل کا جذبہ بڑھتا ہے، لیکن اگر علم نہیں ہے تو عمل میں ترقّی نہیں ہوگی، مثال کے طور پر ایک شخص میں نماز پڑھنے کا جذبہ بڑھا، مگر علم صرف پانچ وقت کی نمازوں کا ہے تو وہ باقی اوقات میں نماز پڑھ کر فائدہ نہیں اُٹھا سکے گا، لیکن عمل کے اس جذبے کے ساتھ اگر علم بھی بڑھے گا تو عمل بھی ضرور بڑھے گا؛ وہ فرض نمازوں کے علاوہ تہجّد، اشراق، چاشت، اوّابین اور دوسرے نوافل کا بھی اہتمام کرے گا، میرے بھائیو! عمل کا جذبہ ہے، مگر علم نہیں تو جذبہ صرف ابلتا رہے گا اور علم تو ہے، مگر جذبہ نہیں تو علم بے سود ہوگا، لیکن عمل کا جذبہ بھی ہے اور علم بھی ہے تو عمل میں خوب ترقّی ہوگی۔

دین کے تمام کاموں کا تعاون کرو

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ تمام شعبے والوں کو ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے، دعوت کے معنیٰ ہیں اللہ کی طرف بلانا، دین کی طرف بلانا، اس وقت ہم جو کام کر رہے ہیں وہ کیا ہے؟ آپ کو کیا سمجھا رہے ہیں؟ آپ کو دین سمجھا رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور دین کی طرف بلانا ہی تو ہے، جو بھی دین کی بات کہتا ہے؛ عالم، غیر عالم، دعوت و تبلیغ میں نکل کر، گھر رہ کر، خانقاہ کی شکل میں، تدریس کی شکل میں، افتاء کی شکل

میں، کتاب پڑھ کر، چاہے فضائلِ اعمال ہو یا دوسری کوئی کتاب، درسِ حدیث اور درسِ قرآن کی شکل میں، تزکیہ و اصلاح کی مجالس کی شکل میں، تصنیف و تالیف کی شکل میں، magazines (رسالوں) اور لٹریچر کی شکل میں، کانفرنسوں، اجتماعات، اور سیمیناروں کی شکل میں، جس شکل میں بھی ہو، شرط یہ ہے کہ عقیدہ صحیح ہو اور فکر و نظر صحیح ہو، تو یہ دعوت الی اللہ ہی ہے اور تبلیغ ہی ہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے دل میں اچھی تمنّائیں رکھو اور جس طرح ہو سکے support (تعاون) کرو اور حصّے دار بنو۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے آپ کو آخرت کی فکر نصیب کریں اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

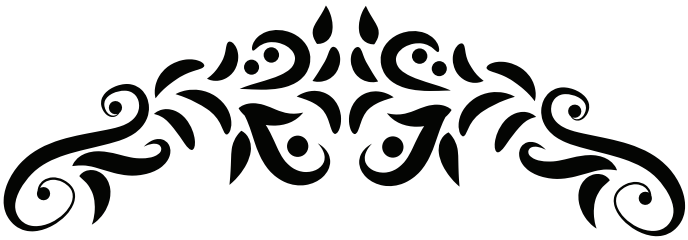
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ



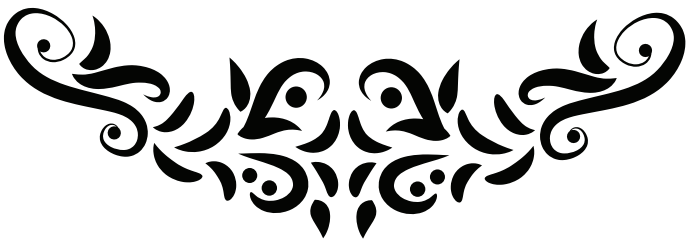
اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دو۔ (النحل: ۱۲۵)

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنف/مرتب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	سنن الدارمي	الإمام الدارمي	دار التأصيل
۳	المعجم الأوسط	الإمام الطبراني	دار الحرمين،القاهرة
۴	تفسير القرطبي	الإمام القرطبي	مؤسّسة الرسالة،بيروت
۵	هدى السّارى، مقدّمة فتح البارى	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسّسة الرسالة،بيروت
۶	الكنز المتواري	الشيخ محمد زكريّا الكاندهلوي	مؤسّسة الخليل الإسلاميّة، فيصل آباد
۷	الإتقان في علوم القرآن	الإمام السيوطي	مجمع الملك فهد،المدينة المنوّرة
۸	کشف الباری	حضرت مولانا سلیم اللہ خان	مکتبہ فاروقیہ،کراچی
۹	الدرالمنضود	حضرت مولانا عاقل سہارنپوری	اسلامی کتب خانہ،لاہور
۱۰	علوم القرآن	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	ادارۃ المعارف،کراچی
۱۱	تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریاتِ اسلام،کراچی
۱۲	آپ بیتی	حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ عمر فاروق،کراچی
۱۳	ملفوظات حضرت مولانا الیاسؒ	حضرت مولانا منظور نعمانی	مکتبۃ الفرید،پشاور
۱۴	ملفوظاتِ مسیح الأمّت	حضرت مولانا عقیل الرحمٰن	شعبۂ نشرواشاعت،جلال آباد
۱۵	مکتوباتِ تصوّف	حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری	کتب خانہ اشاعۃ العلوم،سہارنپور
۱۶	مولانا الیاسؒ اوران کی دینی دعوت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	طیّب پبلشرز،لاہور
۱۷	ملفوظات حکیم الأمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان



تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح





تفصیلات

وعظ کا نام	:	تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	الفلاح اکیڈمی، لُوساکا، زامبیا
تقریب	:	اصلاحی مجلس



فہرست

تقریظ: حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم ۵۰۱

تقریظ: حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم ۵۰۳

تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح ۵۰۵

روح اصل ہے نہ کہ جسم ۵۰۶

روح اور جسم کی بہترین مثال ۵۰۷

قوّتِ شہویہ اور قوّتِ غضبیہ دو بڑی نعمتیں ۵۰۸

عقل کا مدار قوّتِ شہویہ اور قوّتِ غضبیہ کے اعتدال پر ہے ۵۱۰

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں ۵۱۱

طبیب اور دوا کی ضرورت ۵۱۲

بیمار لیکن نہ طبیب نہ دوا؟ ۵۱۳

تندرست آدمی اچھی غذا استعمال کرے اور زہر سے بچے ۵۱۳

روحانی dieting (غذا میں احتیاط) ۵۱۴

بیماری کی وجہ سے غذا کی اشتہا نہیں رہتی ۵۱۵

غذا اور دوا دونوں ضروری ۵۱۷

تصوّف میں ضروری چیزیں ۵۱۸

مجاہدے کے دو درجے ۵۱۹

مشائخ سے رابطہ رکھو ۵۲۰

آج بھی ولی بننا ممکن ہے ۵۲۲

ایک سوال اور اس کا جواب ۵۲۳

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد ۵۲۴
زندگی کے آخری لمحات میں بھی ذکر نہیں چھوڑا ۵۲۴
حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ ستّر ہزار مرتبہ اسمِ ذات کا ذکر کرنا ۵۲۵
حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے دل کو سکون ۵۲۶
میری ایک ہی چاہت ۵۲۷
ہمارے ذمّے کوشش کرنا ہے ۵۲۸
مأخذ و مراجع ۵۳۰

شیخِ کامل کی پہچان

شیخِ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متّبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جائے، اور جو مرضِ باطنی بیان کرو اس کو توجّہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے، اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دم بہ دم نفع ہوتا چلا جائے، اور اس کے اتّباع کی بدولت روز بہ روز حالت درست ہوتی جائے۔

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ، ص: ۶۷

تقریظ

حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

مجازِ خاص مصلح الاُمّت حضرت مولانا شاہ وصیؒ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وعارف باللہ حضرت مولانا شاہ احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

الحمد للہ کہ آپ نے اُمّت کی اصلاحِ باطن کی ضرورت اور تزکیۂ نفس کی فرضیت پر وعظ فرمایا، وہ بہت ہی مفید ومؤثّر ہے کہ آدمی اپنی اصلاح کے لئے مستعد وکمر بستہ ہو ہی جائے اس لئے کہ معنوی امور کو محسوس مثالوں سے سمجھانے کی سعیٔ تمام فرمائی ہے جو ان شاء اللہ واقع فی النفس ثابت ہوگا، اللہ اپنے فضل سے ایسا ہی فرماوے، آمِیْنَ، وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

قوّتِ شہویہ وقوّتِ غضبیہ کی جو تشریح فرمائی وہ بھی خوب ہے، حضرت مصلح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلّق فرمایا کہ ان دونوں قوّتوں کو شریعت کے مطابق ضبط کرنا ہی حسنُ الخُلق ہے، اس سلسلے میں حضرت مصلح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑے اہلِ حدیث عالم کے سامنے اس مضمون کو کسی بڑے شیخ کی کتاب ''تَرْصِیْعُ الْجَوَاھِرِ الْمَکِّیَّۃ'' سے پیش فرمایا تو وہ بہت متاثّر ہوئے۔

ماشاء اللہ، مشائخ کی صحبت اور اس کی افادیت پر اچھا کلام فرمایا ہے، اس کے ساتھ ہی ان کی تعلیم وتلقین کی ضرورت اور مریدین ومتعلّقین کو ان پر عمل کی تاکید وترغیب اور تحسین پر وعظ فرمایا ہے، اللہ علماء ومشائخ کو بھی اچھے اسلوب اور بہتر انداز میں تذکیر وتربیت کی خدمت

انجام دینے اور مریدین کو، بلکہ ساری اُمّت کو ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

ماشاء اللہ، نسبتِ احسان کی اہمیت اور اس کی تعریف بلکہ اُمّت کے لئے اس کے مفہوم کو واضح کرنے کی سلیس و بہترین کوشش فرمائی ہے، اور اس کا حق بھی تھا، اس لئے کہ بقول حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے، یہ منتہائے سلوک ہے جیسا کہ اس کی ابتداء نیت کی تصحیح ہے۔

اب اخیر میں دعا ہے کہ اللہ ان مضامینِ پاکیزہ کے سمجھنے اور عمل کرنے کی صرف سالکین کو نہیں، بلکہ جملہ مسلمین و مسلمات کو توفیق دے، اس لئے کہ مشائخ ہی نہیں، بلکہ علماء و فقہاء کے نزدیک بھی اصلاحِ اخلاق اور تزکیۂ نفوس ضروری ہے، اس لئے فلاح کے حصول کو متعدّد مقام پر اللہ نے اس پر مرتّب فرمایا ہے، چنانچہ عمّ پارہ میں ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ فرمایا ہے۔

بہر حال اس (رسالے)[1] کے مضامینِ مفیدہ کو تقریباً بالاستیعاب پڑھا ہے، جملہ مضامین بہت پسند آئے اور مفید معلوم ہوئے، جَزَاكُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

والسلام خیرِ ختام

محمد قمر الزمان الہ آبادی

محمد قمر الزمان الہ آبادی

۱۱ ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ

۱۱ دسمبر ۲۰۱۶ء یوم یکشنبہ

علی الطیّارۃ بین ھرارے ولُوساکا

---

[1] حضرت مولانا دامت برکاتہم کی یہ تقریظ ''قیمتی تحفہ برائے طالبینِ تزکیہ'' کے لئے لکھی گئی تھی جو آگے آنے والی دو تقریروں، ''تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح'' اور ''تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ'' پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔

تقریظ

حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تزکیہ واحسان دو بنیادی لفظ ہیں جو قرآن وحدیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے بنیادی مقاصد میں تزکیہ بھی ہے یعنی قلوب کو اخلاقِ ذمیمہ اور اہواء فاسدہ سے مجلّٰی اور مصفّٰی بنانا اور اخلاقِ حمیدہ صفاتِ جمیلہ سے محلّٰی بنانا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾، ان چار مقاصد میں تزکیہ کو دوسرے نمبر پر بتایا گیا، معلوم ہوا کہ تلاوتِ کتاب کے بعد تزکیہ حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے، قرآنِ کریم میں دو جگہ اسی تزکیہ پر فلاح کو مرتّب فرمایا، چنانچہ فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾ اور ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾، اسی طرح احسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی معیت بتائی ہے اور اس کی عمدہ تشریح حدیثِ جبرئیل میں کی گئی ہے، ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ تزکیہ واحسان کے بغیر انسان ادھورا اور ناقص ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ جب تک دل کی دنیا نہیں سنورتی نہ دنیا کا مزا ہے نہ جنّت میں داخلہ آسان ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے ظاہر وباطن کو سنوارنے کی فکر کرتے ہیں، اس کے لئے بظاہر اسباب مشائخ و اولیاء اللہ کی صحبت و معیت اور ان کی ہدایات کی روشنی میں معمولات کا اہتمام ہے، اسی بات کی تلقین وہدایت علماء واکابرِ اُمّت اپنے مواعظ ومجالس

میں برابر کرتے رہتے ہیں، محبِّ مکرّم مولانا محمد سلیم صاحب زَادَھُمُ اللّٰہُ فَضْلاً وَشَرَفاً اپنی ہفتہ واری اور ماہانہ مجالس میں ان مضامین کو بڑے اہتمام سے مؤثّر انداز میں بیان کرتے رہتے ہیں اور ماشاء اللہ، ان کے کہنے کے اثرات اُمّتِ مسلمہ پر اور بالخصوص نوجوانوں پر نمایاں ہو رہے ہیں۔

اس رسالے میں ان کے دو وعظ ہیں جو زامبیا اور ساؤتھ افریقہ میں ہوئے،[1] ان میں تزکیہ و احسان کی ضرورت و اہمیت کو خوب کھولا ہے، دل نشین پیرایے میں مختلف مثالوں سے خوب سمجھایا ہے، احقر نے دونوں وعظ حرفاً حرفاً دیکھے اور اس کی افادیت محسوس کی، اللہ کرے یہ رسالہ بھی طبع ہو جائے اور مفیدِ خلائق بنے، قبولِ عام اور نفعِ تام نصیب ہو، وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْداً قَالَ آمِیْنَا۔

والسلام

محمد ایوب سورتی

محمد ایوب سورتی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ یومِ جمعہ

مطابق ۲۳ دسمبر ۲۰۱۶ء



[1] حضرت مولانا دامت برکاتہم کی یہ تقریظ ''قیمتی تحفہ برائے طالبینِ تزکیہ'' کے لئے لکھی گئی تھی جو آگے آنے والی دو تقریروں، ''تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح'' اور ''تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ'' پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔

تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (الجمعة:۱۰)، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ،[1] أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہمیں دنیا میں دو حیثیتیں دے کر بھیجا ہے؛ ہماری ایک حیثیت جسمانی ہے اور دوسری روحانی، ان میں سے روحانی حیثیت کی اہمیت زیادہ ہے اس لئے کہ روح اور جسم میں سے روح اصل ہے، جسم کا کام تو صرف اتنا ہے کہ وہ روح کو اس دنیا میں لے آئے اور یہاں سے گزار کر عالمِ برزخ تک پہنچادے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو روح کو جسم کے بغیر بھی اس دنیا میں لا سکتے تھے، لیکن اللہ کا اپنا ایک نظام ہے، اللہ تعالیٰ درخت کے بغیر بھی پھل دے سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ درخت کے ذریعے ہی پھل دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ بارش اور کنوؤں کے بغیر بھی پانی دے سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ بارش،

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب فضل ذكر الله، ح(٦٤١٥)

کنوؤں، نہروں اور چشموں کے ذریعے سے ہی پانی دیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جس کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

روح اصل ہے نہ کہ جسم

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ روح اصل ہے، جسم اصل نہیں ہے، اسی لئے جب ایک شخص دنیا سے منتقل ہوتا ہے تو روح اللہ تعالیٰ کے یہاں چلی جاتی ہے اور جسم کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے، روح کے نکل جانے کے بعد جسم کو لاش، میّت اور body کہہ کر پکارا جاتا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسماعیل بھائی انتقال کر گئے، اسماعیل بھائی چلے گئے، ارے بھائی! اسماعیل بھائی تو یہیں پڑے ہوئے ہیں پھر انتقال کیسے کر گئے؟ چلے کیسے گئے؟ چونکہ روح اصل ہے اور وہ نکل کر آخرت کی طرف چلی گئی اس لئے کہتے ہیں کہ اسماعیل بھائی چلے گئے، انتقال کر گئے، اور جسم چونکہ اصل نہیں ہے اس لئے اب اسے کوئی بھی اسماعیل بھائی کہنے کو تیار نہیں ہے۔

ایک بادشاہ سے لوگ اس وقت تک ڈرتے ہیں جب تک اس کے جسم میں روح ہے، روح نکل گئی، اب کوئی نہیں ڈرتا، حالانکہ وہی جسم ہے، وہی چہرہ ہے اور وہی اعضاء ہیں، معلوم ہوا کہ اصل روح ہے اور وہ عالمِ ارواح سے دنیا میں جسم کے سہارے آتی ہے اور ایک وقتِ مقرّر ہ تک دنیا میں رہتی ہے۔

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ (البقرۃ:۳۶)
اور تمہارے لئے زمین میں ایک مقرّرہ وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اُٹھانا ہے۔

اور اس وقتِ مقرّرہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں۔

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملك:٢)

(اللہ تعالیٰ) وہ (ہے) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون سب سے اچھے عمل کرنے والا ہے۔

اعمال سے جسم نہ بگڑتا ہے نہ سنورتا ہے، اعمال سے بگڑتی بھی روح ہے اور سنورتی بھی روح ہے، اچھے اعمال سے روح سنورتی ہے اور بُرے اعمال سے روح بگڑتی ہے، جسم بدصورت ہو، لولا ہو، لنگڑا ہو، اندھا ہو، گونگا ہو، بہرا ہو، لیکن اُس کی روح اچھے اعمال کی وجہ سے تندرست ہے تو یہ دونوں جہان میں کامیاب ہے، اور جسم گورا ہو، نیلی آنکھوں والا ہو، خوبصورت ہو، تندرست ہو، سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو، لیکن بُرے اعمال کی وجہ سے اُس کی روح بیمار یا مردہ ہے تو اس کے پاس کچھ نہیں ہے، یہ ناکام ہے، تو روح اصل ہے، بس اسے دنیا میں لانے کے لئے، دنیا میں باقی رکھنے کے لئے اور قبر تک پہنچانے کے لئے جسم کی ضرورت ہوتی ہے۔

روح اور جسم کی بہترین مثال

جسم زیور کی ڈبیا (jewellery box) کی طرح ہے جو حفاظت اور transportation (نقل وحمل) کا کام کرتی ہے، اصل موتی یا ہیرا تو روح ہے، اس کو ایک آسان مثال سے سمجھئے! اگر یہاں سے ایک شخص ایک لاکھ کا چیک (cheque) لفافے (envelope) میں ڈال کر انگلینڈ (England) روانہ کرتا ہے تو اصل چیک ہے نہ کہ لفافہ، اگر لفافے کے بغیر چیک انگلینڈ پہنچ جاتا تو کوئی بھی لفافہ نہ خریدتا، لیکن چونکہ لفافے کے بغیر چیک نہیں پہنچ سکتا اس لئے لفافہ خریدنا پڑتا

ہے، اب جب یہ لفافہ انگلینڈ پہنچے گا تو جس کے لئے چیک تھا وہ اس میں سے چیک کو نکال کر اپنے پاس حفاظت سے رکھ لے گا اور لفافہ پھینک دے گا، لفافہ چاہے کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، اس کو ردّی کی ٹوکری میں ڈال دے گا، ہوسکتا ہے کہ چیک اتنا خوبصورت نہ ہو جتنا لفافہ ہے، اور چیک کا کاغذ اتنا قیمتی نہ ہو جتنا لفافے کا کاغذ ہے، لیکن اس کے باوجود کوئی شخص لفافے کو اپنے پاس رکھ کر چیک کو نہیں پھینکتا، چیک اونچی جگہ ڈیسک (desk) پر جگہ پاتا ہے اور لفافہ نیچے dustbin (ردّی کی ٹوکری) میں جاتا ہے۔

اگر یہاں سے انگلینڈ جاتے ہوئے لفافہ خراب ہو جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں، ہاں، چیک خراب نہیں ہونا چاہئے، لیکن چیک کو انگلینڈ تک حفاظت سے پہنچانے کے لئے لفافہ ضروری ہے، اور جب تک چیک نہ پہنچے اس وقت تک لفافے کی بھی حفاظت ضروری ہے، چیک جیسے ہی اپنی منزل پر پہنچ گیا، اب لفافے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، روح کا بھی جسم سے ایسا ہی رشتہ ہے، روح چیک کے مانند ہے اور جسم ایک لفافے کی طرح ہے، جسم خراب ہو جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں، ہاں، روح معصیت اور رذائل کی گندگیوں سے نہیں بگڑنی چاہئے، البتہ جب تک روح اپنی منزل اعلیٰ علیّین میں نہ پہنچ جائے جسم کی حفاظت ضروری اور فرض ہے۔

قوّتِ شہویہ اور قوّتِ غضبیہ دو بڑی نعمتیں

عرض یہ کر رہا تھا کہ ہماری دو حیثیتیں ہیں، جب دو حیثیتیں ہیں تو ہماری ضرورتیں بھی دو قسم کی ہوں گی، ہماری کچھ ضرورتیں جسمانی ہیں اور کچھ ضرورتیں روحانی، جسمانی

ضرورتیں اجمالی طور پر دو ہیں؛ ہم جسم سے نقصان پہنچانے والی چیزوں کو دور رکھیں، اور اس کے لئے فائدہ پہنچانے والی چیزیں مہیّا کریں، سانپ جسم کو نقصان پہنچاتا ہے تو اسے دور رکھیں، اور روٹی جسم کو فائدہ پہنچاتی ہے تو اس کو حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہماری ان دونوں ضرورتوں کا خود انتظام فرمایا اور ہر انسان میں دو تقاضے رکھے، ان میں سے ایک کو قوّتِ شہویہ کہتے ہیں اور دوسرے کو قوّتِ غضبیہ، قوّتِ شہویہ کی برکت سے جسم کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش وجود میں آتی ہے، اور قوّتِ غضبیہ کی برکت سے نقصان پہنچانے والی چیزوں کو دفع کیا جاتا ہے، قوّتِ شہویہ یعنی منافع کو چاہنے والی، طلب کرنے والی، کھینچنے والی قوّت، اس قوّت سے انسان جس چیز کو اپنے لئے فائدہ مند سمجھتا ہے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، پاؤنڈ (pound)، ڈالر (dollar)، مال، دولت کے بارے میں جانتا ہے کہ اس سے میرے جسم کی بہت ساری ضرورتیں پوری ہوں گی اور میرے جسم کو راحت پہنچے گی، تو مال و دولت کی چاہت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے کوششیں کرتا ہے، یہ قوّتِ شہویہ ہے اور یہ بُری چیز نہیں ہے، اگر قوّتِ شہویہ نہ ہو تو کھائے گا کیسے؟ کھائے گا نہیں تو زندہ کیسے رہے گا؟ قوّتِ شہویہ نہ ہو تو پانی نہیں پیئے گا، اگر پانی نہیں پیئے گا تو زندہ کیسے رہے گا؟ قوّتِ شہویہ نہ ہو تو سونے کی خواہش نہیں ہوگی، اگر سوئے گا نہیں تو زندہ کیسے رہے گا؟

اسی طرح دوسرا تقاضا ہے قوّتِ غضبیہ، جیسے ہی نقصان دہ چیز پر نظر پڑتی ہے اسے غصّہ آتا ہے، متنفّر ہو جاتا ہے اور اسے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، قوّتِ غضبیہ نہ ہو تو آپ چور کو نہیں بھگا سکیں گے، اپنے اہل و

عیال کی حفاظت نہیں کرسکیں گے، اپنی جان کی حفاظت نہیں کرسکیں گے، یہ قوّتِ غضبیہ کا کرشمہ ہے کہ جہاں انسان کوئی خطرہ محسوس کرتا ہے تو وہ فوراً defence (دفاع) میں آجاتا ہے، وہ غصّہ محسوس کرتا ہے، یہ غصّہ فی نفسہ بُری چیز نہیں ہے، اس کا غلط استعمال بُرا ہے۔

عقل کا مدار قوّتِ شہویہ اور قوّتِ غضبیہ کے اعتدال پر ہے

قوّتِ شہویہ اور قوّتِ غضبیہ دونوں بہت بڑی نعمتیں ہیں جب تک حد (limit) کے اندر رہیں، جب تک یہ دونوں قوّتیں اعتدال کے ساتھ حد کے اندر رہتی ہیں تو نفس نفسِ مطمئنّہ ہوتا ہے، اور جب یہ حد سے باہر نکل جاتی ہیں تو نفس نفسِ لوّامہ ہوجاتا ہے، اور اگر یہ قوّتیں حد سے بہت دور چلی جاتی ہیں تو نفس نفسِ امّارہ ہوجاتا ہے، اور یہ دونوں قوّتیں اعتدال سے جتنی ہٹتی ہیں عقل میں اتنے ہی درجے کی کمی آتی ہے، تو اگر یہ قوّتیں حد میں رہیں گی تو عقل کامل ہوگی، حد سے باہر جائیں گی تو عقل میں نقص آئے گا، اور حد سے جتنی دور ہوتی چلی جائیں گی عقل میں اتنا ہی نقص بڑھتا چلا جائے گا۔

قوّتِ غضبیہ اور قوّتِ شہویہ حدِّ اعتدال سے جتنی ہٹتی چلی جائیں گی اتنی ہی عقل میں کمی ہوتی جائے گی، اسی لئے ایسے لوگوں کی عقل فیصلہ نہیں کرپاتی کہ یہ چیز میری آخرت کے لئے مفید ہے یا نقصان دہ اور وہ لوگ غلطی کرکے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، اور جب بندہ محنت کرکے اس قوّتِ غضبیہ اور قوّتِ شہویہ کو اعتدال پر لاتا ہے تو اس کی عقل کامل ہوجاتی ہے اور صحیح فیصلہ کرنے لگتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کل تک جو ڈالر کے لئے نماز کو چھوڑتا تھا آج وہ نماز کے لئے ڈالر کو چھوڑتا ہے، اس لئے کہ جیسے جیسے یہ دونوں

قوّتیں معتدل ہوتی چلی جاتی ہیں اتنی ہی عقل کامل ہوتی چلی جاتی ہے، یہ دو قوّتیں جب بالکل اعتدال پر ہوں گی تب عقل بھی پوری کامل ہوگی اور اس کے بعد عقل صرف اچھے کاموں کی طرف رہنمائی کرے گی۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں

جب یہ تین قوّتیں؛ قوّتِ غضبیہ، قوّتِ شہویہ اور قوّتِ عقلیہ ٹھیک ہو جائیں تو ایسے شخص کو عادل کہتے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب ایسے ہی تھے، اسی لئے یہ ایک متفقہ اصول ہے:

اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ

صحابہ رضی اللہ عنہم سارے کہ سارے عادل ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ تینوں قوّتیں بالکل ٹھیک تھیں اور اعتدال پر آچکی تھیں، اور جس کے اندر یہ تینوں قوّتیں اعتدال کے درجے پر ہوتی ہیں وہ گناہ نہیں کرسکتا، اور جب گناہ نہیں کرسکتا تو وہ ہمیشہ کے لئے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا مصداق بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دونوں قوّتیں ہمارے فائدے کے لئے دی ہیں، شہوت بُری چیز نہیں ہے، اگر شہوت نہ ہوتی تو اولاد کیسے پیدا ہوتی؟ اولاد پیدا نہ ہوتی تو دنیا میں انسان اب تک کیسے رہتے؟ ہاں، اگر شہوت اپنی حد سے آگے بڑھ جائے تو بُری چیز ہے، غصّہ بُرا نہیں ہے، اگر غصّہ حد سے آگے بڑھ جائے تو بُرا ہے، اگر کسی کی یہ قوّتیں اعتدال کے ساتھ اپنی جگہ پر رہیں تو ایسے شخص کو کسی شیخ کی ضرورت نہیں ہے، اسے بیعت ہونے

کی بھی ضرورت نہیں ہے، اسے مراقبہ کی بھی ضرورت نہیں ہے، ذکرِ جہری کی بھی ضرورت نہیں ہے، اشغال کی بھی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ آدمی تندرست ہے، اسے نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ دوا کی، میں آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بہت آسان انداز میں سلوک سمجھا رہا ہوں، آپ کی حسنِ طلب کی برکت سے یہ باتیں اسی وقت وارد ہو رہی ہیں۔

طبیب اور دوا کی ضرورت

لیکن اگر یہ قوتیں اعتدال کی حد سے نکل جائیں تو اب روحانی اعتبار سے بیمار ہو گئے، اب علاج کی فکر کرنی پڑے گی، جسمانی بیماری اگر چھوٹی ہے تو گھر پر رہ کر ڈاکٹر کے مشورے سے علاج ہو سکتا ہے، لیکن بڑی بیماریوں کے لئے ہسپتال (hospital) جانا پڑے گا، اسی طرح روحانی بیماری کے لئے بھی ڈاکٹر کی اور ہسپتال کی ضرورت پڑے گی، روحانی بیماریوں کے لئے شیخ ڈاکٹر ہیں، ان کی نگرانی میں علاج کرانا پڑے گا، اور بیماری بڑی ہوگی تو ہسپتال یعنی خانقاہ میں بھی کچھ وقت رہنا پڑے گا۔

مریض جب توجّہ کے ساتھ ماہر طبیب سے اپنا علاج کرائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ تندرست ہو جائے گا، اب صحت یاب ہونے کے بعد اسے ڈاکٹر یعنی شیخ کی ضرورت نہیں ہوگی، یہ الگ بات ہے کہ چونکہ شیخ کی برکت سے اسے روحانی شفا ملی ہے اس لئے اس کے دل میں شیخ کی محبت اور عظمت رہتی ہے اور وہ ہمیشہ شیخ کا احسان مند رہتا ہے اس لئے وہ شیخ کو چھوڑتا نہیں ہے، اسی طرح شیخ سے تعلّق کی برکت سے نگرانی رہتی ہے اور دوبارہ بیمار ہونے کی صورت میں متنبّہ ہوگا اور علاج کی طرف فوراً توجّہ کر سکے گا،

ورنہ اصلاح اور تزکیہ ہوجانے کے بعد رابطۂ شیخ ضروری نہیں ہے اس لئے کہ اب وہ بیمار نہیں ہے، اب اشغال چھوڑ دے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ دواؤں کی اب ضرورت نہیں رہی، ہاں، اگر بے پرواہی ہوئی اور پھر بیمار ہوگیا تو اب دوبارہ شیخ سے رابطے کی ضرورت ہوگی اور ان کی نگرانی میں اشغال بھی اختیار کرنے پڑیں گے اور ہوسکتا ہے کہ دوبارہ ہسپتال میں بھی رہنا پڑے۔

بیمار لیکن نہ طبیب نہ دوا؟

خلاصہ یہ کہ کامیابی اور ناکامی، اچھائی اور بُرائی کا مدار ان دو قوتوں پر ہے، پوری دنیا میں جتنے فسادات ہیں ان سب کی وجہ یہی ہے کہ قوّتِ غضبیہ یا قوّتِ شہویہ اپنی حد سے نکلی ہوئی ہے، لوگ ظلم کرتے ہیں، cheating (دھوکہ دہی) کرتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، یہ اس لئے کہ قوّتِ غضبیہ اور قوّتِ شہویہ اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی ہیں، اب ایک انسان بیمار ہے مگر نہ طبیب ہے نہ دوا، تو تندرست کیسے ہوگا؟ بیمار کو تو طبیب کی نگرانی اور دوا دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

تندرست آدمی اچھی غذا استعمال کرے اور زہر سے بچے

اگر تندرست ہے تو اسے نہ طبیب کی ضرورت ہے نہ دوا کی، لیکن غذا کی ضرورت ہوگی، اسی طرح زہر اور نقصان دہ غذا سے بچنے کی بھی ضرورت ہوگی، اس سلسلے میں شریعت نے رہنمائی فرمائی ہے، بُرائی کے جتنے کام ہیں وہ زہر ہیں اور اچھائی کے جتنے کام ہیں وہ غذا، غذا میں بھی کچھ فرض ہیں، کچھ واجب ہیں، کچھ سنّت ہیں، کچھ مستحب ہیں اور کچھ نفل، یہ سب غذائیں ہیں اور ان کو اہتمام سے اختیار کرنا ہے، اسی طرح زہر میں

کچھ چیزیں حرام ہیں اور کچھ مکروہ، ان سے بچنا ہے۔

ایک شخص فرض بھی ادا کرتا ہے، واجب بھی، سنّت بھی، مستحب بھی اور نفل بھی، تو اس کی صحت بہت اچھی ہوگی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک آدمی روٹی، سالن، چاول بھی کھاتا ہے اور اس کے ساتھ پھل، دودھ، گھی وغیرہ چیزیں بھی حد میں رہ کر استعمال کرتا ہے، وہ بڑے مزے سے کھائے گا اور اس کی صحت بھی بہت اچھی رہے گی۔

دوسری طرف حرام، مکروہاتِ تحریمیہ اور مکروہاتِ تنزیہیہ ہیں؛ مکروہاتِ تنزیہیہ نقصان دہ ہیں اس لئے کہ ان سے ثواب میں کمی آجاتی ہے، مکروہاتِ تحریمیہ اور حرام روحانی صحت کے لئے زہر ہیں، ان سے روحانیت کو بہت زیادہ نقصان ہوگا، تو مکروہاتِ تنزیہیہ نقصان دہ، مکروہاتِ تحریمیہ اس سے زیادہ نقصان دہ اور حرام کا نقصان تو بہت ہی زیادہ ہوگا، اچھے کاموں کا بھی یہی حال ہے، نفل کا فائدہ ہوگا، مستحب کا فائدہ اس سے زیادہ ہوگا، سنّت کا اس سے بھی زیادہ، واجب کا اور زیادہ، اور فرض کا فائدہ ان سب سے زیادہ ہوگا۔

روحانی dieting (غذا میں احتیاط)

پھر جس طرح جسمانی غذا میں dieting (غذا میں احتیاط) ہوتی ہے کہ ساری چیزیں حد میں رہ کر کھائی جاتی ہیں، ضرورت سے زائد کھانے سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے، اسی طرح روحانی غذا کے لئے بھی حد بندی ہے کہ فجر میں آپ بطورِ فرض کے دو رکعات ہی پڑھ سکتے ہیں، چار نہیں، کوئی اگر یہ کہے کہ یہ spiritual food (روحانی غذا) ہے اس لئے میں فجر میں دو کے بجائے چار رکعات پڑھوں گا، یہ اللہ تعالیٰ کے

یہاں قبول نہیں ہوگا اور روحانیت کے لئے نقصان دہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی عید کے دن بھی روزہ رکھنا چاہے تو فائدے کے بجائے نقصان ہوگا، جسم کے لئے غذا کی مقدار اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی جسم کو ضرورت ہے، اور روح کے لئے بھی غذا کی مقدار اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی روح کو ضرورت ہے۔

بیماری کی وجہ سے غذا کی اشتہاء نہیں رہتی

اگر انسان جسمانی اعتبار سے بالکل تندرست اور صحیح سالم ہے تو وہ غذا استعمال کرتا رہے، اسے کسی قسم کی دوا کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن اگر بیمار ہوجائے تو غذا کا استعمال کم ہوجائے گا یا بالکل بند ہوجائے گا، یا یہ کہ کھائے گا مگر اس کی وجہ سے جسم کے لئے جو مفید اجزاء بننے چاہئے وہ نہیں بنیں گے، اب اسے دوا کی ضرورت ہے جس کے ذریعے وہ غذا استعمال کرنے کی یا جو کھانا اندر جا رہا ہے اس سے فائدہ اُٹھانے کی صلاحیت پیدا کر سکے۔

اسی طرح اگر کسی کی قوّتِ غضبیہ اور قوّتِ شہویہ حد سے آگے بڑھ جائے اور وہ روحانی اعتبار سے بیمار ہوجائے تو پھر وہ بھی روحانی غذا استعمال نہیں کر سکے گا، وہ فرض نہیں ادا کر سکے گا، اگر کسی طرح فرض ادا کر لیتا ہے تو واجب کی ہمّت نہیں ہوگی، واجب ادا کر لیتا ہے تو سنن، نوافل اور مستحبّات کی ہمّت نہیں ہوگی، جیسے جسمانی مریض کھانے کے لئے بیٹھتا ہے تو جبر کر کے ایک آدھ روٹی کھا پاتا ہے، اس سے کہو کہ کچھ اور بھی لو، کم سے کم ایک سموسا (samosa) تو لے لو۔ تو کہے گا کہ نہیں، دل نہیں چاہتا۔ اسی طرح روحانی مریض کا حال ہوتا ہے کہ فرض تو کسی طرح ادا کر لیا، اب کوئی کہے کہ بھائی! سنّت

بھی پڑھ لو۔ تو کہے گا کہ نہیں، فرض ادا کر لیا، بس اب دل نہیں چاہتا۔ بیماری کی وجہ سے ہمّت ہی نہیں ہوتی کہ غذا استعمال کرے، لیکن اگر روحانی اعتبار سے تندرست ہوگا تو ہر قسم کی غذا کی طرف رغبت ہوگی، فرض، واجب، سنّت، مستحب اور نفل تمام اعمال مرغوب ہوں گے اور کرتے ہوئے لطف بھی خوب آئے گا۔

تو یا تو روحانی غذا کی اشتہاء ہی نہیں ہے یا ہے تو بہت کم، یا پوری غذا لے رہا ہے یعنی سارے اعمال کر رہا ہے؛ فرض، واجب، سنّت، نفل، مگر ان کا اس کی روحانی زندگی اور روحانی صحت پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے، کوئی فائدہ نظر نہیں آ رہا ہے، ایسے بہت لوگ ہوتے ہیں کہ سالہا سال تک تمام اعمال کا اہتمام کرتے ہیں، مگر وہ خود کہتے ہیں کہ دس سال پہلے جو کیفیت تھی آج بھی وہی ہے، معلوم ہوا کہ غذا کا استعمال تو ہے مگر اندر مفید اجزاء نہیں بن رہے ہیں، غذا کے اس استعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اعمال کی غذا کے ساتھ گناہوں کا زہر بھی کھا رہے ہیں۔

اب غذا کی اشتہاء پیدا کرنے کے لئے یا جو غذا اندر جا رہی ہے اسے مفید بنانے کے لئے دوا کی ضرورت ہوگی، اور جہاں دوا کی ضرورت ہوتی ہے وہاں طبیب کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اسی لئے کہتے ہیں کہ کسی شیخ سے بیعت ہو جاؤ اور اس کو اپنا طبیب مقرّر کر لو، اور پھر وہ جو دوا بتلاتا ہے اس کا استعمال کرو تا کہ غذا کی اشتہاء بھی صحیح ہو جائے اور جو غذا اندر جا رہی ہے وہ مفید اجزاء بھی پیدا کرے تا کہ آپ کی صحت ٹھیک ہو اور روح دوبارہ طاقتور بنے، جب آپ ٹھیک ہو جائیں گے تو آپ کو نہ طبیب کی ضرورت ہوگی نہ دوا کی۔

غذا اور دوا دونوں ضروری

قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ میں جتنے اعمال کا ذکر آیا ہے؛ نماز، روزہ، زکوٰۃ، تلاوت، تسبیح، تہلیل، تکبیر وغیرہ، یہ سب غذائیں ہیں، اور شیخ جو اشغال بتاتا ہے وہ دوا ہے، اگر کوئی تیسرا کلمہ پڑھتا ہے کیونکہ حدیث میں اس کی فضیلت آئی ہے تو یہ دوا نہیں ہے بلکہ غذا ہے، اور غذا سے کماحقہٗ فائدہ اس کو ہوتا ہے جو بیمار نہ ہو۔

مراقبہ، ذکرِ جہری، یہ ساری دوائیں ہیں، قرآن اور حدیث میں آپ کو غذا ملتی ہے اور مشائخ کے بتلائے ہوئے اشغال میں دوا ملتی ہے، غذا اور دوا دونوں کا استعمال صحیح انداز میں ضروری ہے، اب اگر کوئی بیمار ہے اور وہ صرف غذا کا استعمال کرتا ہے اور دوا نہیں لیتا تو وہ ٹھیک نہیں ہوگا، اور دوسرا شخص بیمار ہے، وہ بیماری کا اقرار کر کے کسی روحانی طبیب کے پاس جا کر بیعت ہو جاتا ہے، اسے اپنا طبیب بنا لیتا ہے، پھر وہ جو اشغال (دوائیں) بتلاتا ہے اس کا بھی خوب اہتمام کرتا ہے، لیکن اعمال (غذا) کا اہتمام نہیں کرتا، تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہوگا، اس لئے کہ غذا کے بغیر دوا کام نہیں کرتی، شیخ کی بتلائی ہوئی دوا بھی ضروری ہے اور ساتھ میں غذا بھی ضروری ہے۔

جی چاہے یا نہ چاہے، اعمال کا اہتمام کرنا ہی پڑے گا، اور یہی مجاہدہ ہے کہ نہ چاہنے کے باوجود کوشش کر کے اعمال کو کرتا رہے، بیمار آدمی کو کھانے کا جی نہیں ہوتا مگر پھر بھی اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھو! دوا لینے سے پہلے پیٹ میں کم سے کم ایک روٹی جانی چاہئے۔ جبر کر کے مریض کو روٹی کھلاتے ہیں اور اس کے بعد دوا دیتے ہیں، مریض کو روٹی کھانے میں بہت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، بہت مشقّت اُٹھانی پڑتی ہے، لیکن دوا کا فائدہ

بھی تو اسی وقت ہوگا جب وہ طبیب کے بتلائے ہوئے طریقے سے علاج کرے گا، اسی طرح شیخ کی بتلائی ہوئی دوا لینی ہے، مگر اس کے ساتھ مجاہدہ کر کے غذا بھی لینی پڑے گی؛ فرض، واجب، سنّت، مستحب، ان کو نہ چاہنے کے باوجود کرنا پڑے گا، اسی طرح زہر یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی بچنا پڑے گا، یہ تصوّف کا خلاصہ ہے۔

تصوّف میں ضروری چیزیں

تصوّف میں تین چیزوں کی ضرورت ہے؛ (۱) مجاہدہ: نہ چاہنے کے باوجود اعمال کو اختیار کرنا اور طاعات کو بجا لانا، یہ غذا ہے، اور معاصی یعنی زہر سے بچنا، (۲) معمولات کی پابندی، یہ دوا ہے، (۳) شیخ کی صحبت: یہ surgery (مطب/ دوا خانہ) جانا اور consultation (مشاورت) کے لئے برابر رابطہ رکھنا ہے۔

اس تفصیل سے ان تینوں چیزوں کی کتنی اہمیت ہے وہ سمجھ میں آ گیا ہوگا، اب اگر کوئی صرف غذا کا اہتمام کرتا ہے مگر دوا نہیں لیتا اور surgery (مطب/ دوا خانہ) نہیں جاتا، ایسا شخص ناکام ہوگا، دوائیں بہت اہتمام سے کھاتا ہے مگر ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتا اور غذا نہیں لیتا، ایسا شخص بھی ناکام ہوگا، اگر ڈاکٹر کے پاس surgery (مطب/ دوا خانہ) جاتا ہے، خانقاہ یعنی روحانی ہسپتال میں وقت گزارتا ہے اور شیخ یعنی روحانی طبیب کی صحبت اور نگرانی میں رہتا ہے، لیکن وہاں رہ کر نہ مجاہدہ اختیار کرتا ہے نہ اشغال کی پابندی، نہ غذا لیتا ہے نہ دوا، تو ایسا شخص بھی ناکام رہے گا، پوری زندگی اس دھوکے میں گزر جائے گی کہ میں تو اپنے علاج کی بہت فکر کر رہا ہوں، مگر آخرت میں پتا چلے گا کہ جتنا بیمار تھا اس سے زیادہ بیمار ہو کر آیا ہے۔

مجاہدے کے دو درجے

میرے عزیزو! اعمالِ صالحہ یعنی طاعات کو بجالانے اور معاصی سے بچنے کا خوب اہتمام کرو، فرائض، واجبات، سننِ مؤکدہ کا اہتمام کرو، حرام سے اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچو، یہ مجاہدے کا پہلا درجہ ہے۔

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ[1]

میرا بندہ میرا تقرّب کسی ایسی چیز سے حاصل نہیں کرتا جو مجھے ان چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر ضروری کی ہیں۔

میرا بندہ مجھ سے تقرّب حاصل کرنے کے لئے جو اعمال کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ اعمال ہیں جو میں نے اس پر ضروری کئے ہیں، یعنی فرض اور واجب کو بجالانا اور گناہوں سے بچنا، اور جب یہ چیزیں مجھے بہت زیادہ محبوب ہیں تو میرا بندہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے اور گناہوں سے دور رہ کر میرا جتنا قرب حاصل کرسکتا ہے اتنا کسی اور چیز سے نہیں۔

اور اس کے ساتھ سننِ غیر مؤکدہ، مستحبات اور نوافل کا بھی اہتمام کرو، مکروہاتِ تنزیہیہ سے بھی بچو، یہ مجاہدے کا دوسرا درجہ ہے۔

وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ[2]

اور میرا بندہ میرا تقرّب برابر حاصل کرتا رہتا ہے نفل اعمال کے ذریعے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

[2] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

جو پہلے درجے کے مجاہدے کو اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عاشق ہو جاتا ہے، اور جو دوسرے درجے کے مجاہدے کو بھی گرفت میں لے آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

ایک مریض صرف سالن اور روٹی کھاتا ہے تو وہ پہلے درجے کا مجاہدہ کرتا ہے، اس کی صحت اچھی ہوگی، اور دوسرا مریض روٹی اور سالن کے ساتھ پھل بھی کھاتا ہے، دودھ بھی پیتا ہے، تو اس کی صحت پہلے والے سے زیادہ اچھی ہوگی، اس لئے صرف فرائض و واجبات پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے، بلکہ سنن، مستحبات اور نوافل کا بھی جتنا زیادہ اہتمام ہو سکے کرنا چاہئے، اور چونکہ ہم بیمار ہیں اس لئے دواؤں کا بھی اہتمام ضروری ہے، یعنی اشغال اور معمولات کی پابندی بھی کرنی چاہئے۔

مشائخ سے رابطہ رکھو

جن بزرگوں سے بیعت ہوئے ہیں ان کے ساتھ اگر رابطہ نہیں ہے تو رابطہ پیدا کرو، ان کی surgery (مطب/دواخانے) میں نہیں جارہے ہیں تو اب جانا شروع کرو، surgery (مطب/ دوا خانے) میں جا رہے ہیں مگر consultation (مشاورت) نہیں ہے تو اب consultation (مشاورت) کرو، ان کو بتاؤ کہ میری یہ یہ بیماریاں ہیں، اور وہ جو دوائیں تجویز کریں ان کا استعمال کرو، دوا کے استعمال کے ساتھ مجاہدہ بھی کرو، شروع شروع میں بہت کڑوا لگے گا، لیکن دوا اور مجاہدہ دونوں کا اہتمام ہوتا رہے گا تو یہ مجاہدہ آسان اور میٹھا ہوتا چلا جائے گا۔

اگر ان تمام باتوں کا اہتمام ہوگا تو آدمی روحانی اعتبار سے تندرست ہو جائے گا، اور

جب روح تندرست ہوگی تو نفسِ امّارہ گندگی سے نکل کر مطمئنّہ ہوجائے گا، اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اترے گی، ایسے دل والا شخص صاحبِ نسبت کہلاتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی ولایت اور نسبت حاصل ہوجاتی ہے، یہ صفتِ احسان سے متّصف ہوجاتا ہے، اب اسے یا تو ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما نظر آتی ہے یا اسے یہ احساس رہتا ہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ[1]

(صفتِ احسان یہ ہے) کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا تو (یاد رکھ کہ) وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ایک شعر میں سمجھاتے ہیں:

صحبتِ مرشد سے نسبت تو ملے گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو، ذکر کا تکرار ہو

یہ سالکین کے لئے بہت اہم سبق ہے، صرف مراقبے اور اشغال میں لگے رہنے سے کامیابی نہیں ہوگی، یہ پورا پروگرام اختیار کرنا پڑے گا، اس پوری ترتیب پر عمل کرنا پڑے گا، معمولات کی پابندی بھی ضروری ہے اور شیخ کی صحبت بھی ضروری ہے، شیخ اگر دور ہے تو فون یا خط و کتابت سے رابطے میں رہنا چاہئے، میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مکاتبت بمتابعت صحبتِ شیخ کے قائم مقام ہے۔ شیخ کی صحبت ضروری بھی ہے اور مفید بھی، مگر صرف

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم عن الإيمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، و بيان النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم له، ح(۵۰)

بیٹھ کر آجانا کافی نہیں ہے، ایک مہینے، دو مہینے کے بعد اپنے احوال بھی بتاؤ اور رہنمائی لو۔

تو اطّلاع و اتّباع کے ساتھ شیخ کی صحبت، معاصی سے اجتناب اور معمولات کی پابندی کے ساتھ طاعات کا اہتمام، یہ پورا package (پروگرام) اگر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنی نسبت عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ جس طرح ماں باپ کے واسطے سے ہمیں دنیا میں وجود عطا فرماتے ہیں اور استاذ کے واسطے سے علم عطا فرماتے ہیں اسی طرح شیخ کے واسطے سے اپنی نسبت عطا فرمائیں گے، مگر اس کے لئے تین چیزیں چاہئے: معصیت سے اجتناب، ذکر کا تکرار اور صحبتِ مرشد۔

صحبتِ مرشد سے نسبت تو ملے گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو، ذکر کا تکرار ہو

آج بھی ولی بننا ممکن ہے

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہر دور میں اونچے درجے کے اولیاءِ کرام دنیا میں بھیجے ہیں، لوگوں کے ذہنوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں لوگ بیعت ہوتے تھے، مشائخ سے تعلّق رکھتے تھے، ان کو ولایت کے بہت اونچے مقامات حاصل ہوتے تھے، ہمارے زمانے میں ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ میرے بھائیو! ہمارے زمانے میں بھی ولیوں کی کوئی کمی نہیں ہے، کمی ہماری طلب میں ہے کہ ہم اس پورے package (پروگرام) پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، پہلے زمانے کے لوگ اس پورے package (پروگرام) پر عمل کرتے تھے، ہمارے زمانے میں بیعت تو الحمدللہ تقریباً سب ہی ہوجاتے ہیں، سب کا مشائخ سے تعلّق ہوتا ہے مگر کمی اس کے بعد کے حصّے میں رہتی ہے؛ نہ ذکر و اذکار نہ معمولات کی پابندی نہ مجاہدہ، جو اعمال زندگی میں آگئے ہیں،

ان پر مطمئن ہوکر قناعت کر لیتے ہیں، اور جو اعمال زندگی میں نہیں ہیں، ان کی بالکل فکر نہیں ہوتی۔

اگر کوئی شخص نمازوں کا پابند ہو چکا ہے تو وہ نمازوں کا اہتمام کرتا رہے گا یہاں تک کہ تکبیرِ اُولیٰ بھی فوت نہیں ہوگی، مگر غیبت کی جو عادت ہے اس سے بچنے کا مجاہدہ نہیں ہوتا، کوشش تک نہیں ہوتی، بلکہ خیال تک نہیں گزرتا کہ غیبت گناہِ کبیرہ ہے اور مجھے اس سے بچنا چاہئے، روزانہ کم سے کم محاسبہ ہی کر لیتے کہ دن میں کتنی مرتبہ غیبت ہوئی ہے اور اس سلسلے میں مجھے کتنا کنٹرول ہے؟ مگر نہیں، اس کی طرف بالکل توجّہ ہی نہیں ہے، اسی طرح بدنظری کے معاملے میں بھی کوئی کوشش نہیں، ایسا سمجھ لیا گیا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، دوسری طرف نماز کا حال یہ ہے کہ پہلے دو پڑھتا تھا، پھر تین پر آیا، پھر چار پڑھنے لگا، اور اب پانچوں نمازیں ہو رہی ہیں، پہلے گھر پر پڑھتا تھا، اب جماعت کے ساتھ پڑھ رہا ہے، اب صفِ اوّل میں تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ پڑھ رہا ہے، نماز کو تو مقصد بنایا ہے لیکن بدنظری سے نجات پانے کو مقصد نہیں بنایا، بلکہ اس کے بارے میں پوری لاپرواہی ہے، تو میرے عزیزو! پورے دین کی فکر کرنی ہے، اور اس کے لئے تین کام ضروری ہیں؛ مجاہدہ، معمولات اور صحبتِ شیخ۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب ایک بات آپ حضرات کے ذہنوں میں کھٹک رہی ہوگی کہ یہ بڑے بڑے مشائخ جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان سب کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ یہ سارے

حضرات روحانی اعتبار سے تندرست تھے، بیمار نہیں تھے، تو پھر یہ حضرات دوا کیوں استعمال کرتے تھے؟ ان کو دوا کی کیا ضرورت تھی؟ دوا کی ضرورت تو بیمار کو ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو دوا کی ضرورت نہیں تھی، مگر دوا کو استعمال کرتے کرتے اس کے ساتھ ایسا انس اور لگاؤ ہو جاتا ہے کہ بعد میں یہ چھوڑے بھی نہیں چھوٹتی، اور یہی دوا اس درجے کے حضرات کو وٹامن (vitamin) کا کام دیتی ہے، اب یہ روحانی ترقّی کا سبب بنتی ہے، تو اس درجے کے لوگ اگر مراقبے کو بالکل چھوڑ دیں، اشغال کو بالکل چھوڑ دیں تو ان کو کچھ نقصان نہیں ہوگا، لیکن کرتے رہیں گے تو مزید ترقّی ہوگی۔

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص کی ملاقات ہوئی، حضرت کے ہاتھ میں تسبیح تھی، وہ شخص بھی سمجھ دار تھا، اس نے پوچھا کہ حضرت، یہ تسبیح تو ہاتھ میں اس لئے ہوتی ہے کہ غافل شخص کو اس کی برکت سے ذکر کرنا یاد آئے، آپ کا دل تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہر وقت مشغول رہتا ہے، آپ کو تسبیح کی کیا ضرورت؟ حضرت نے فرمایا کہ کیا اسی کے ساتھ بے وفائی کروں جس کی برکت سے اللہ تک پہنچا ہوں؟[1] دل پہلے غافل تھا، ہاتھ میں تسبیح رہی تو ذکر کی توفیق نصیب ہوئی، اور پھر ذکر کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں پیوست ہوگئی، تو جس چیز نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے کیا اسی کو چھوڑ دوں؟

زندگی کے آخری لمحات میں بھی ذکر نہیں چھوڑا

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جس دن انتقال ہوا اس دن بھی حضرت

---

[1] تاریخ بغداد: ۸/ ۱۷۲، ۱۷۳

نے اپنا ذکرِ جہری نہیں چھوڑا، وہ ذکر کسی نے کیسٹ (cassette) پر محفوظ کرلیا تھا اور مجھ تک بھی اس کی نقل پہنچی تھی، میں نے بھی کیسٹ سے وہ ذکر سنا ہے، میرے پاس گھر میں کسی جگہ یہ کیسٹ پڑی ہوئی ہوگی، اس میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے، حضرت نے بیماری میں بھی اپنے معمولات نہیں چھوڑے، تو ہم لوگ جو روحانی بیمار ہیں، ہم اپنے معمولات کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ بیمار ہوکر بھی ہم دو دن مراقبہ کرتے ہیں اور چار دن چھوڑتے ہیں، دو دن ذکر کرتے ہیں اور پانچ دن چھوڑتے ہیں، صرف حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نہیں، بلکہ ہمارے سارے اکابر میں سے آپ کو ایسا کوئی نہیں ملے گا جس نے معمولات کا اہتمام نہ کیا ہو۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ ستّر ہزار مرتبہ اسمِ ذات کا ذکر کرنا

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ عمل دیکھئے! حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ذکر میں بڑھایا، چشتی سلسلے میں بارہ تسبیح ہوتی ہیں، دو سو (۲۰۰) مرتبہ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰه، چار سو (۴۰۰) مرتبہ إِلَّا اللّٰه، چھ سو (۶۰۰) مرتبہ اَللّٰهُ اَللّٰه اور ساتھ میں ایک سو (۱۰۰) مرتبہ اسمِ ذات اَللّٰه، اور پھر اسمِ ذات کو بڑھایا جاتا ہے، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھاتے بڑھاتے اسمِ ذات کے ذکر کو ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) تک پہنچایا تھا۔[1] حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ پہلے نظام الدین میں فجر کی نماز کے بعد کے اجتماعی اعمال میں شریک ہوتے تھے، پھر وہاں سے فارغ ہونے کے بعد نظام الدین کے قریب ہمایوں کا مقبرہ

[1] سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ: ۱/ ۲۲۳

ہے جہاں یکسوئی ملتی تھی، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے جاتے تھے، اپنا ذکر کرتے تھے اور ظہر سے پہلے لوٹتے تھے، یہ پورا ذکر؛ بارہ (۱۲) تسبیح اور ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ اسمِ ذات روزانہ وہاں بیٹھ کر پورا کرتے تھے۔[1] جب آدمی اس طرح ذکر کرتا ہے تب اللہ کا ذکر دل میں بس جاتا ہے، بلکہ بال بال اور رُواں رُواں اس سے منوّر ہو جاتا ہے، اور پھر حالت یہ ہو جاتی ہے کہ جب ایسے اہل اللہ پر نظر پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آجاتی ہے۔

اَلَّذِیْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ[2]

ان پر نظر پڑتی ہے تو دیکھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے دل کو سکون

جن لوگوں نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے وہ اس کی تصدیق کریں گے، میں نے بھی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو کئی مرتبہ دیکھا ہے اور ویسے تو میری جوانی تھی، بلکہ بچپن تھا اور بزرگوں کے بارے میں سوجھ بوجھ کے اعتبار سے میں بالکل نادان تھا، مگر میں اپنے دل کی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ جب بھی تبلیغی اجتماع میں شریک ہوا تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوتا تھا، حضرت توحید، ایمان ویقین اور فکرِ آخرت پر بہت پُرتاثیر بیان کرتے تھے، اس وقت بھی مجھے حضرت مولانا سے محبت تھی اور اب تک ہے، ان کے بیانات مجھے بہت پسند تھے، میں ان کے بیان میں پورا محو ہو جاتا تھا، لیکن اس کے باوجود اندر میرے دل کا ایک

---

[1] سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ: ۱/ ۲۲۳

[2] سنن ابن ماجه، ح(۴۱۵۲)

حصّہ اس بات کی تمنّا میں رہتا تھا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کب تشریف لے آئیں تا کہ ان کے چہرے کی زیارت سے دل کو سکون پہنچے، جیسے ہی مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ختم ہونے کو آتا تھا اور حضرت مولانا سلیمان جھانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر مسجد میں یا پنڈال میں داخل ہوتے تھے، تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا بادلوں کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ایک دم بادل ہٹ گئے اور سورج نمودار ہوا جس کی وجہ سے چاروں طرف روشنی ہی روشنی ہوگئی۔

میری ایک ہی چاہت

میرے عزیزو! میری تو بس ایک ہی چاہت ہے کہ سب اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ سے اپنا تعلّق جوڑ لیں، سب اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوجائیں، سب اللہ تعالیٰ کے ولی ہوجائیں، اس مقصد تک پہنچنے کے لئے ہمیں یہ تینوں کام کرنے ہیں، ان میں سے معمولات کے لئے روزانہ تھوڑے وقت کی ضرورت ہوگی، اب اللہ تعالیٰ زیادہ مجاہدہ نہیں کراتے اس لئے کہ ماحول بہت خراب ہے، ایسے ماحول میں اگر کوئی بارہ تسبیح کا اہتمام کر پاتا ہے تو یہ بھی بڑی بات ہے، پہلے ماحول اچھا تھا تو ایک گھنٹے کا مراقبہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا، اب ماحول بُرا ہے، دنیا مادّیّت اور شرور وفتن سے بھری ہوئی ہے، سب دنیا کمانے کے چکّر میں ہیں، ایسے ماحول میں دس منٹ نکال کر مراقبہ کرنے کا مجاہدہ اُس ایک گھنٹے کے مجاہدے سے بڑھا ہوا ہے، اِس ماحول میں ایک ہزار مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اُس وقت کے کئی ہزار کے مجاہدے پر بھاری ہے، میرے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک زمانے میں tablets (گولیاں) بڑی بڑی ہوتی تھیں، وہ گولیاں نہیں بلکہ گولے ہوتے تھے، پھر ڈاکٹروں نے research (تحقیق) کر کے چھوٹی چھوٹی

گولیاں بنادیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری روحانی کمزوری کو دیکھ کر ہزاروں کے جو گولے تھے ان کو اب صرف پانچ سو اور آٹھ سو اور بارہ سو کی گولیوں میں تبدیل کر دیا، اس سے وہی فائدہ حاصل ہوجاتا ہے جو پہلے ہزاروں کے ورد سے حاصل ہوتا تھا۔ بس میرے بھائیو! ہمّت کرو اور آگے بڑھو۔

ہمارے ذمّے کوشش کرنا ہے

ایک آخری بات سنا کر ختم کرتا ہوں، حضرت شاہ غلام رسول صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے پاس بیعت ہونے کے لئے گئے، شیخ نے استخارے کے لئے فرمایا، جب دوبارہ حاضر ہوئے تو پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ بیعت تو غلامی ہے، خواہ مخواہ آزادی کو چھوڑ کر غلامی کی قید میں کیوں پھنستا ہے؟ تو میرے نفس نے کہا کہ اس قید سے مجھے خدا ملے گا۔ میں نے کہا کہ تیرا کون سا اختیار ہے کہ تجھے خدا مل ہی جائے گا؟ اس نے کہا کہ اگر خدا نہ ملا تو ان کو یہ تو معلوم ہوجائے گا کہ میں نے ان کو طلب کیا ہے، بس مجھے یہی کافی ہے۔[1]

یہ آپ حضرات کے خلوص اور طلب کی برکت ہے کہ اتنی طویل گفتگو ہوگئی، ورنہ بات کرنے کی نیت بالکل نہیں تھی، ذکر کی مجلس ہے اور ما شاء اللہ، بہت سے ایسے دوست بھی آگئے جن کو سلوک سے تعلّق نہیں، اس لئے اسی وقت یہ چاہت ہوئی کہ ذکر سے پہلے اس سلسلے میں کچھ عرض کر دیا جائے، اور الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ذہن میں بہت اچھا مضمون ڈالا، بس میرے بھائیو! اس کی طرف توجّہ کرو، ہم سب اس کے محتاج ہیں، اپنے شیخ سے رابطہ رکھو اور رابطہ رکھ کر ان کی بتلائی ہوئی دوا کو استعمال کرو، مشائخ ماہر

---

[1] التبلیغ: ۵/ ۴۸

ہوتے ہیں، وہ آپ کے مشاغل کو سامنے رکھ کر دوا تجویز کریں گے، ان کو پتا ہوتا ہے کہ یہ مدرسے میں حدیث پڑھاتا ہے، یہ تفسیر پڑھاتا ہے، یہ فقہ پڑھاتا ہے، یہ مہتمم ہے، یہ طالبِ علم ہے، یہ ڈاکٹر ہے، یہ تاجر ہے، اِس کی اتنی مشغولی ہے اور اُس کی اتنی مشغولی ہے، جیسے ایک چھوٹے بچّے کو اور کسی بڑے شخص کو ایک ہی قسم کی بیماری ہے، لیکن ڈاکٹر بڑے کے لئے کڑوی دوا دیتا ہے اور چھوٹے کے لئے میٹھی، ڈاکٹر مریض کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے کہ دوا کیسی اور کتنی دینی چاہئے، مشائخ بھی اسی طرح ماہر ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ روحانی طبیب ہیں، وہ بھی مریض کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ دوا کیسی اور کتنی تجویز کرنی چاہئے، بس اطّلاع اور اتّباع ضروری ہے، اطّلاع اور اتّباع ہوگا تو مریض اپنی مشغولی بتائے گا کہ آپ نے مجھے ایک پارے کی تلاوت کے لئے کہا تھا، بہت کوشش کے بعد الحمدللہ، روزانہ آدھے پارے کی تلاوت پر قابو آ گیا ہے۔ ایک عرصے کے بعد شیخ کو جب محسوس ہوگا کہ اس کی مشغولی اتنی ہے کہ ایک پارے کی گنجائش نہیں ہے، تو شیخ خود کہے گا کہ آپ آدھے پارے ہی کا معمول رکھیں، اور ساتھ تسلّی بھی دے گا کہ فکر مت کیجئے، گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ترقّی ہوگی۔

صحبتِ شیخ اور معمولات کی پابندی کے نتیجے میں دل پاک وصاف ہوتا ہے، اندر کی بیماریاں اور رذائل دور ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں اُترتی ہے، مجاہدہ آسان ہوتا ہے، روحانی ترقّی نصیب ہوتی ہے، ولایت کا مقام نصیب ہوتا ہے، حسنِ خاتمے کی دولت ملتی ہے اور آخرت کی ساری منزلیں آسان اور مزے دار ہو جاتی ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

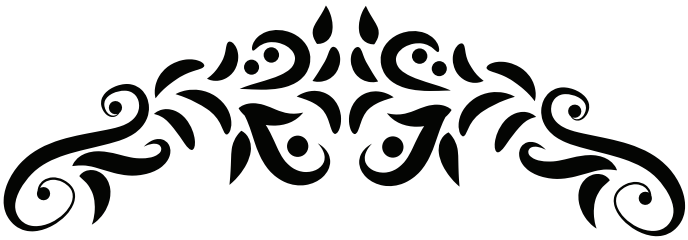
ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل
۳	تاريخ بغداد	الخطيب البغدادي	دار الغرب الإسلامي، تونس
۴	سوانح حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ	حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
۵	التبلیغ	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ فکرِ اسلامی، دیوبند

اصلاح کے لئے مرشد کی ضرورت

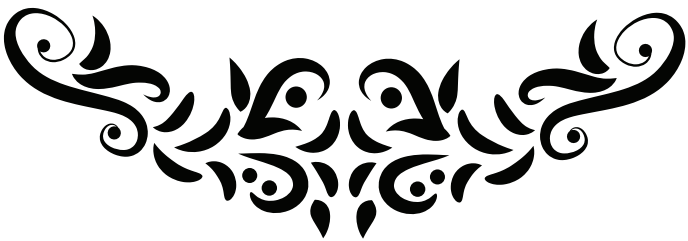
اعمالِ باطنہ کی اصلاح عادتاً اس کے بغیر نہیں ہوسکتی کہ اپنے آپ کو کسی ایسے شیخِ مرشد کے حوالے کردے جو باطنی فضائل اور رذائل میں پوری بصیرت اور مہارت رکھتا ہو، خود بھی باطنی رذائل سے پاک رہنے کی کوشش میں لگا ہو اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتا ہو، پھر اس کی تشخیص وتجویز کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کرکے ٹھیک اسی طرح عمل کرے جس طرح ایک بیمار اپنے آپ کو کسی حکیم یا ڈاکٹر کے حوالہ کرکے اسی کی تشخیص وتجویز پر عمل کرتا ہے۔

(حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ)



تصوف اور سلوک

کا عمدہ خلاصہ





تفصیلات

وعظ کا نام	:	تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	جامع مسجد، آزادول، جنوبی افریقہ
تقریب	:	اصلاحی مجلس



فہرست

تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ ۵۳۶

طالبینِ محبتِ الٰہیہ کی صحبت: بڑی خوشی کا موقع ۵۳۶

راہِ سلوک میں رابطۂ شیخ اور توحیدِ مطلب ضروری ہے ۵۳۷

توحیدِ مطلب کسے کہتے ہیں؟ ۵۳۸

جتنی عقیدت اتنا فیض ۵۳۸

دوسرے مشائخ کی مجالس میں شرکت ۵۳۹

مشائخ خود کو محتاج سمجھتے ہیں ۵۴۰

دینے والا صرف اللہ ہے، باقی سب تقسیم کرنے والے ہیں ۵۴۰

شیخِ کامل کی تین علامتیں ۵۴۲

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب طریقۂ علاج ۵۴۴

مشائخ سے تعلّق رکھنے والوں کو نفس کا ایک بڑا دھوکہ ۵۴۵

اپنے شیخ اور دوسرے مشائخ ۵۴۶

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا توحیدِ مطلب ۵۴۶

شیخ کے پاس کیا لے کر جائے؟ ۵۴۷

نری طلب اور احتیاج والی طلب میں فرق ۵۴۸

طلب اور احتیاج کے بغیر آنے والے کی مثال ۵۴۹

تسویف (procrastination) ایک بہلاوا اور دھوکہ ہے ۵۴۹

حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد ۵۵۰

سلوک میں بنیادی رکن مجاہدہ ہے ۵۵۱

مجاہدے کے دو درجے ۵۵۲

اللہ تعالیٰ کا عاشق ۵۵۲
اللہ تعالیٰ کا محبوب ۵۵۳
حدیثِ جبرئیل علیہ السلام ۵۵۵
احسان کی مختصر مگر جامع تشریح ۵۵۶
تیری سی ہی رنگت، تیری سی ہی بُو ہے ۵۵۹
جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے ۵۵۹
اللہ تعالیٰ کے ایک عاشق کے کچھ اشعار ۵۶۰
اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مخلوقات میں تفکّر ۵۶۲
احسان کے مقامات: مجاہدے کا انعام ۵۶۳
اس راہ میں مجاہدہ شرط ہے ۵۶۵
صحبتِ شیخ اور ذکر و معمولات بھی ضروری ہیں ۵۶۶
بغیر مجاہدے کے صرف شیخ کی نظر سے کام نہیں بنتا ۵۶۸
روحانی ترقّی مجاہدہ کرنے سے ہوگی ۵۶۹
مجاہدہ ہی تصوّف ہے ۵۶۹
ترقّی کے لئے مجاہدہ شرط ہے ۵۷۰
دوستوں کو ایک مفید مشورہ ۵۷۱
بُری صحبت سے پرہیز اور اچھی صحبت کا اہتمام ۵۷۱
صحبتِ شیخ ۵۷۳
اصل چیز صحبت ہے ۵۷۳
حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص، ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۵۷۴
دینے والے صرف اللہ ہیں، شیخ واسطہ ہے ۵۷۵
میرے اکابر کی شفقتیں اور عنایتیں ۵۷۶

دل کی بنجر زمین کو آباد کرنے کا طریقہ ۵۷۷
ایک بزرگ کا واقعہ ۵۷۸
اللہ تعالیٰ مل جائے تو پوری کائنات ہماری ہے ۵۷۹
آمدم برسرِ مطلب ۵۸۰
اللہ تعالیٰ کے بن جاؤ ۵۸۱
دل کی اصلاح ہر شخص کے ذمّے فرضِ عین ہے ۵۸۱
ایک بڑا مغالطہ ۵۸۲
دعا ۵۸۳
ماٰخذ و مراجع ۵۸۴

دل میرا ہو جائے اِک میدانِ ’ہُو‘
تُو ہی تُو ہو، تُو ہی تُو ہو، تُو ہی تُو

غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر

ہو میرے تن میں بجائے آب و گُل
دردِ دل ہو، دردِ دل ہو، دردِ دل

خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ. ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ﴾(البروج:۱۱) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

طالبینِ محبتِ الٰہیہ کی صحبت: بڑی خوشی کا موقع

اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بڑا احسان ہوا کہ اس نے اپنی محبت کو طلب کرنے والے حضرات کی صحبت کی سعادت نصیب فرمائی، آپ حضرات ہر مہینے آزادول (Azaadville) کی جامع مسجد میں حضرت مفتی محمد سعید متارا صاحب دامت برکاتہم کی صحبت میں حاضری دیتے ہیں، آپ کا یہ عمل بہت مبارک ہے۔

نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اُسے آ گیا ہے جینا، اُسے آ گیا ہے مرنا

آپ حضرات کی یہاں آنے سے غرض یہی ہے کہ کسی طرح آپ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت کا کچھ حصّہ نصیب ہوجائے، آپ کو حضرت مفتی صاحب کے بارے میں حسنِ ظن ہے کہ ہم حضرت مفتی صاحب کے پاس جائیں گے اور اُن کی صحبت میں بیٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کے دل میں اپنی محبت کی جو دولت رکھی ہے اس سے ہمیں بھی حصّہ ملے گا، اسی نیت سے آپ حضرات یہاں ہر مہینے آتے ہیں، اس لئے یہاں حاضرین میں سے ہر شخص کسی نہ کسی درجے میں طالبِ محبتِ الٰہیہ ہے، جب یہ بات ہے تو میرے لئے بڑی مسرّت اور خوشی کا موقع ہے کہ مجھے آج طالبینِ محبتِ الٰہیہ کی صحبت نصیب ہوئی ہے، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ ان حاضرین کی برکت سے مجھے بھی اس جماعت کا فرد بنادیں گے۔

حضرت مفتی صاحب نے شفقت فرمائی، انہیں جیسے ہی میرے سفر کی اطّلاع ہوئی، انہوں نے قاری حذیفہ صاحب کو کہہ دیا کہ سنیچر کو عشاء کی نماز کے بعد ہمارے پروگرام میں شرکت کر کے کچھ گفتگو کرنی ہے، میرے دل میں الحمدللہ حضرت مفتی صاحب مدّظلّہم العالی کی قدر ہے، اور پھر یہ کہ یہ مجلس بھی مبارک ہے اس لئے مجھے دعوت نہ ملتی تب بھی میں ضرور شرکت کرتا۔

راہِ سلوک میں رابطۂ شیخ اور توحیدِ مطلب ضروری ہے

آپ حضرات اس مجلس کا ضرور اہتمام کیجئے، اور دیگر مشائخ سے تعلّق رکھنے والے جو دوسرے حضرات یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ان کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے مشائخ کے ساتھ اپنا تعلّق مضبوط کریں، اس لئے کہ اس راہ میں کامیابی کے

لئے اپنے شیخ کے ساتھ تعلّق اور رابطہ بہت ضروری ہے، بلکہ اوّلین شرط اور اہم رکن ہے، تعلّق اور رابطے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ قلبی ربط ہو، اور وہ بھی پوری تعظیم، عقیدت ومحبت اور توحیدِ مطلب کے ساتھ۔

توحیدِ مطلب کسے کہتے ہیں؟

توحیدِ مطلب کے معنی یہ ہیں کہ یہ اعتقاد رکھے کہ مجھے روحانی فیض، روحانی ترقّی اور روحانی کامیابی صرف میرے شیخ کے واسطے سے ملے گی، منزلِ مقصود تک انہی کے ذریعے رسائی ہوگی، جیسے ایک دودھ پینے والا بچّہ اپنی ماں ہی کو تلاش کرتا ہے، چاہے اس کے ارد گرد ہزاروں دودھ پلانے والیاں موجود ہوں، اگر اس کی ماں کالی کلوٹی اور بدصورت ہو اور وہاں کوئی دوسری گوری چٹّی خوبصورت عورت آجائے، تب بھی وہ بچّہ اپنی ماں کے پاس ہی جائے گا اس لئے کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ میری ضرورت اس کالی کلوٹی ماں سے ہی پوری ہوگی، مجھے جو شفقت، محبت، خیر خواہی اور ہمدردی اس سے ملے گی وہ اس خوبصورت عورت سے نہیں ملے گی، توحیدِ مطلب کی برکت سے سالک شیطان کے خلل ڈالنے سے محفوظ ہوجاتا ہے، اس کے بغیر سالک تشویش میں رہتا ہے اور بھٹکتا رہتا ہے، شیطان ایسے شخص کو مقصد سے ہٹا دیتا ہے۔

جتنی عقیدت اتنا فیض

توحیدِ مطلب ہی کا نام تعلّقِ شیخ ہے، توحیدِ مطلب کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اپنے شیخ کو تمام مشائخ سے افضل واعلیٰ اعتقاد کرے، توحیدِ مطلب کے لئے اتنا اعتقاد کافی ہے کہ میری مراد اور میرا مقصد صرف میرے شیخ کے ذریعے حاصل ہوگا، ہاں، جیسی

اور جتنی عقیدت، فیض اسی کے مطابق ملے گا، حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے تین قسم کے لوگ تھے اور ہر ایک کو اس کے اعتقاد کے موافق فیض ملا؛ بعض وہ تھے جو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معمولی ولی اعتقاد کرتے تھے، دوسرے وہ لوگ تھے جو ان کو بہت بڑے ولی مانتے تھے، اور کچھ وہ تھے جن کا اعتقاد یہ تھا کہ اس زمانے میں ان کا کوئی مثل نہیں۔ حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کو اس تیسری قسم میں شمار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس زمانے میں ہمارے شیخ کا کوئی مثل نہیں۔[1] حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس اعتقاد کی برکت سے اپنے شیخ سے جو فیض ملا وہ پوری دنیا کے سامنے روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

دوسرے مشائخ کی مجالس میں شرکت

اگر کوئی مرید اپنے شیخ کی اجازت سے یا ان کی منشا کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی دوسرے شیخ کی مجالس میں شرکت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن وہ اس بات کا خیال رکھے کہ اس دوسرے شیخ کا مذاق اپنے شیخ کے مذاق کے خلاف نہ ہو، ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اپنی اصلاح کے بارے میں اس سے سوال نہ کرے، اصلاح کے بارے میں صرف اپنے شیخ کی طرف رجوع کرے، مزید یہ کہ دوسرے مشائخ کی مجلس میں جو کچھ فیض حاصل ہو اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ یہ میرے اپنے شیخ ہی کا فیض ہے جو اس بزرگ کے واسطے سے مل رہا ہے، دل میں یہ خیال ہرگز نہ آئے کہ مجھے فلاں شیخ کی مجلس سے جو فائدہ ہوا وہ اپنے شیخ کی مجلس سے نہیں ہوتا، اس لئے کہ یہ فیض اپنے شیخ ہی کا

[1] تصوّف کے مسائل اور اس کی حقیقت، ص: ۴۸

ہے، اس طرح کے وساوس سے شیطان بہکاتا ہے، اسی لئے شیخ بسا اوقات اپنے مبتدی مرید کو جب تک اس میں پختگی نہیں آجاتی دوسرے مشائخ کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتا، یہ مرید کی ضرورت اور اس کی خیر خواہی ہے۔

مشائخ خود کو محتاج سمجھتے ہیں

مشائخ چونکہ مخلص ہوتے ہیں اس لئے ان کو اپنے مرید کے کسی اور بزرگ کے پاس جانے سے تکلیف نہیں ہوتی، وہ تو اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ ان کا مرید کسی اللہ والے کے پاس جائے اور فائدہ اُٹھائے، مشائخ تو خود کو محتاج سمجھتے ہیں، جب وہ مجلسوں میں آتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہوئے آتے ہیں کہ اے اللہ! میں تو آج تک صحیح معنی میں تیرا طالب بھی نہیں بن سکا، یہ تو تیرا کرم ہے کہ تیری محبت کے طالبین کی اتنی بڑی تعداد کو تو مجلس کے بہانے بھیج دیتا ہے اور مجھے ان کی صحبت نصیب ہوجاتی ہے، اے اللہ! ان کی برکت سے مجھے بھی تیرا سچّا طالب بنادیں۔ کوئی شیخ اس نیت سے مجلس میں نہیں جاتا کہ میں کچھ دینے کے لئے جارہا ہوں، وہ تو خود طالب بن کر شرکت کرتا ہے، وہ تو رمضان کے اعتکاف میں بھی اتّباعِ سنّت کی نیت کے ساتھ یہ نیت کرتا ہے کہ عشقِ الٰہی کے اتنے سارے طالبین اللہ تعالیٰ کے در پر آرہے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاؤں تاکہ ان کے طفیل سے مجھے بھی کچھ مل جائے۔

دینے والا صرف اللہ ہے، باقی سب تقسیم کرنے والے ہیں

روحانی فیض کا اصل مبدا تو اللہ تعالیٰ ہے، لیکن واسطہ شیخ ہوتا ہے، مُعطِی (دینے والا) تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، ہمیں ظاہری اور باطنی علم جن حضرات سے نصیب ہوتا ہے

ان میں مُعطِی (دینے والا) کوئی نہیں ہے، سب قاسم (تقسیم کرنے والے) ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ

میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، دیتے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

إِنَّمَا حصر کے لئے آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں تو صرف اور صرف تقسیم کرنے کا کام کرتا ہوں۔

پوری حدیث اس طرح ہے:

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ[1]

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ شانہٗ خیرِ عظیم کا یا خیرِ عمیم کا فیصلہ فرماتے ہیں، اسے دین کے بارے میں تفقّہ اور فہم نصیب فرماتے ہیں، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، اور دیتے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

یہاں خَيْرًا کی تنوین میں دو احتمال ہیں: یہ تعظیم کے لئے بھی ہوسکتی ہے اور تعمیم کے لئے بھی۔[2] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ جسے عظیم الشان خیر عطا کرنا چاہتے ہیں، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ جسے ہر قسم کی خیر عطا کرنا چاہتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں؛ اب کسی کو یہ خیال آسکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ جتنی خیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملی اتنی کسی اور کو نہیں ملی، جو خیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی اتنی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرًا يفقّهه في الدين، ح(۷۲)

[2] إرشاد الساري: ۱/۲۵۱

دوسروں کو نہیں ملی، محنت تو سب کرتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا آگے جواب دیا کہ بھائی، دیکھو! دیتا تو اللہ تعالیٰ ہے، میں تو صرف ایک ذریعہ ہوں اور تقسیم کرنے والا ہوں، میں نے تقسیم کرنے میں نہ بخل کیا ہے نہ بے انصافی، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، وہ سب کے اعمال اور قلوب کے احوال سے باخبر ہے اور اس کے مطابق سب کو میرے ذریعے روحانی اور باطنی نعمتیں دیتا ہے، جس کا جتنا مجاہدہ ہوگا اور جتنا اخلاص ہوگا، اسے میرے ذریعے اُتنا ہی ملے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ اور اخلاص سب سے اعلیٰ درجے کا تھا تو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انہیں سب سے زیادہ دیا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ اور اخلاص، تو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انہیں اس کے مطابق دیا، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ۔

شیخِ کامل کی تین علامتیں

شیخ واسطہ اور ذریعہ ہوتا ہے، وہ جتنا کامل ہوگا اور مرید میں اس سے فیض لینے کا سلیقہ جتنا زیادہ ہوگا، نفع اتنا ہی زیادہ ہوگا، میرے محبوب حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ شیخ میں شانِ محمدی ہو اور مرید میں شانِ صدّیقی ہو تو پھر کام بنا بنایا ہوا ہے۔[1]

حضرت شیخِ اکبر محیی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخِ کامل کی تین علامتیں ہیں؛ پہلی یہ ہے کہ اس کا دین انبیاء علیہم السلام جیسا ہو، دوسری یہ ہے کہ اس کا انتظام بادشاہوں جیسا ہو، اور تیسری علامت یہ ہے کہ اس کی تشخیص و تجویز طبیبوں جیسی ہو۔[2]

---

[1] اصلاح کی سو باتیں، ص: ۲

[2] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۱/ ۱۷۷

شیخِ کامل کی پہلی علامت یہ ہے کہ ’اس کا دین انبیاء علیہم السلام جیسا ہو‘، انبیاء علیہم السلام دین کے معاملے میں بہت مضبوط ہوتے ہیں، بالکل compromise (سمجھوتا) نہیں کرتے، اسی طرح شیخِ کامل اور شیخِ محقّق بھی دینی امور میں کبھی compromise (سمجھوتا) نہیں کرے گا، متّبعِ شریعت ہوگا، ہر کام شریعت کے دائرے میں رہ کر کرنے والا ہوگا، صاحبِ اخلاص ہوگا، اس کے کام میں دنیا اور نفس کی خواہشات کی ملاوٹ نہیں ہوگی۔

دوسری علامت یہ ہے کہ ’اس کا انتظام بادشاہوں جیسا ہو‘، اس کی طبیعت میں اعتدال ہو، وہ ہر کام کو حسنِ تدبیر سے انجام دیتا ہو، بھولا بھالا نہ ہو، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھولا ہونا کوئی کمال کی بات نہیں ہے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی بھولا نہیں ہوا، ہر ایک ہوشیار اور بیدار مغز تھا، جو انسان کے مکر کو نہ سمجھے وہ شیطان کے مکر کو کیا سمجھے گا؟[1] شیخ بھی اسی طرح ہوشیار ہوتا کہ وہ مرید کا اچھی طرح محاسبہ کر سکے اور ضرورت پڑنے پر معاقبہ بھی۔

اور تیسری علامت یہ ہے کہ ’اس کی تشخیص و تجویز طبیبوں جیسی ہو‘، نبض پر ہاتھ رکھتے ہی سمجھ جائے کہ مرض کیا ہے اور اس کے بعد فوراً عمدہ تجویز بھی پیش کرے کہ اس مرض کی یہ دوا ہے، ٹھیک اسی طرح شیخِ کامل بھی اپنے مریض کی حالت کو سن کر یا پڑھ کر فوراً بیماری کا پتا لگا لیتا ہے، اور اس کے بعد جو prescription (نسخہ) تجویز کرتا ہے اس پر اگر مرید عمل کرتا ہے تو وہ تیر بہدف ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] اشرفی بکھرے موتی، ص: ۱

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب طریقۂ علاج

میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ سنا کہ ایک ضعیف العمر آدمی نے حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت، راستے میں جب چلتا ہوں اور نامحرم عورت سامنے آجاتی ہے تو نظر ہٹا نہیں پاتا۔ حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ نظر ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ نظر جمانے کی ضرورت ہے۔ یہ نسخہ سب کے لئے نہیں ہے، یہ دوا خاص اس مریض کے لئے تھی اس لئے کہ حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی حالت سے واقف تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الاُمّت اور طبیب الاُمّت تھے اس لئے جواب میں لکھا کہ نظر ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے، نظر جمانے کی ضرورت ہے، نظر جماؤ اور اپنے آپ سے یہ سوال کرو کہ کیا یہ میری بیٹی کے برابر ہے یا میری ماں کے برابر ہے یا میری بہن کے برابر ہے؟ اگر بیٹی کی عمر کی ہے تو یہ تصوّر کرو کہ یہ تو میری بیٹی ہے اور اپنے آپ سے کہو کہ یہ میری بیٹی ہے، یہ میری بیٹی ہے، یہ میری بیٹی ہے۔ اگر بہن کی عمر کے برابر ہے تو یہ تصوّر کرو اور کہو کہ یہ تو میری بہن ہے، یہ تو میری بہن ہے، یہ تو میری بہن ہے۔ اور ماں کی عمر کے برابر ہے تو یہ سوچو اور کہو کہ یہ تو میری ماں ہے، یہ تو میری ماں ہے، یہ تو میری ماں ہے۔ خط روانہ کر دیا اور فرمایا کہ اس پر عمل کرو اور دس دن کے بعد اطّلاع کرو۔ ان صاحب نے جوابی خط میں لکھا کہ حضرت، الحمدللہ، مرض سے تین دن میں نجات مل گئی۔[1]

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ شیخ تو تقسیم کرتا ہے، دیتا اللہ تعالیٰ ہے، ہمیں جو کچھ ملتا ہے

---

[1] افاداتِ فاروقی: ۲/ ۴۷، ۴۸

اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے، شیخ تو ایک واسطہ ہے، جس طرح پیدا اللہ تعالیٰ کرتے ہیں لیکن ماں باپ واسطہ ہیں اور وہ محترم بن جاتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ہمیں باطنی فیوض اللہ تعالیٰ سے ملتے ہیں، لیکن شیخ چونکہ واسطہ بنتا ہے اس لئے شیخ بھی محترم بن جاتا ہے، یہ استاذ کی طرح ہے کہ علم دیتا تو اللہ تعالیٰ ہے، مگر ملتا ہے استاذ کے واسطے سے اس لئے استاذ بھی محترم ہوجاتا ہے۔

مشائخ سے تعلّق رکھنے والوں کو نفس کا ایک بڑا دھوکہ

تو شیخ چونکہ واسطہ ہے اس لئے اس کے ساتھ تعلّق اور رابطہ بہت ضروری ہے، اور وہ بھی توحیدِ مطلب کے ساتھ، آج کل لوگوں میں ایک مرض یہ ہے کہ وہ کئی بزرگوں سے تعلّق رکھتے ہیں، اور اس میں نفس کا یہ مکر ہوتا ہے کہ لوگوں کی واہ واہ حاصل ہوگی، میں آپ حضرات کی خاص توجّہ چاہوں گا، اصلاح اگر مقصود ہوتی تو اپنے شیخ سے تعلّق کو مضبوط کرتے اور ان کی منشا کے مطابق معمولات کی پابندی کرتے، اصلاح کی فکر کرتے اور تزکیہ کا راستہ جو شیخ بتلاتے ہیں اس پر چلتے، لیکن حال یہ ہے کہ بیعت ایک شیخ سے ہوگئے، تعلّق اور دس مشائخ سے بھی ہے، مگر گیارہ میں سے دینی رہنمائی کسی ایک سے بھی نہیں لے رہے ہیں، بس ہر ایک سے رابطے میں رہتے ہیں اور جہاں کہیں کسی کو ملتے ہیں تو کسی بزرگ کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ آج حضرت سے میری بات ہوئی تھی، آپ کو سلام کہا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ حبِّ جاہ کے طالبین ہیں، دینی رشتے کو بھی دنیا کے لئے استعمال کرتے ہیں، شیخ سے بیعت ہوکر اعتماد و انقیاد کے ساتھ اطّلاع و اتّباع کا اہتمام کرنا چاہئے، اس کوشش کے بغیر محض تعلّق رکھنے سے مقصود میں کامیابی نہیں ہوگی۔

اپنے شیخ اور دوسرے مشائخ

جہاں تک دوسرے مشائخ سے تعلّق رکھنے کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ توحیدِ مطلب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، ہمارے شیخ بمنزلۂ باپ کے ہیں اور باقی مشائخ بمنزلۂ چچاؤں کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ چچا کا احترام بھی ضروری ہے، اس لئے تمام اہل اللہ کی تعظیم وتکریم ہونی چاہئے، اپنے شیخ کی منشا کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے شیخ کی اجازت کے ساتھ دوسرے مشائخ کی مجالس ومواعظ سے استفادہ بھی کر سکتے ہیں، لیکن اطّلاع اور اتّباع کا معاملہ صرف اپنے شیخ کے ساتھ ہوگا، اس لئے کہ اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ مجھے جو کچھ ملے گا وہ صرف اپنے شیخ کے واسطے سے ملے گا، جب یہ بات ہوگی تو وہ اپنے شیخ کا احترام سب سے زیادہ کرے گا اور اپنے شیخ کی موجودگی میں کسی اور کی طرف کبھی توجّہ بھی نہیں کرے گا، بلکہ اپنے شیخ ہی کی طرف متوجّہ رہ کر انہی سے استفادہ کرے گا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا توحیدِ مطلب

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ سارے اولیاء کو ایک جگہ جمع فرمائیں، وہاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں اور ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں، تو ہم تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے، کسی اور کی طرف التفات بھی نہیں کریں گے، ہاں، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جی چاہے تو وہ ان کی طرف دیکھیں کیونکہ وہ ان کے بڑے ہیں، لیکن ہمیں تو جو کچھ لینا ہے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیں گے، ہمیں جو فیض ملے گا وہ اپنے شیخ ہی سے ملے گا، ہمیں تو حضرت حاجی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مطلب ہے۔[1] اپنے شیخ کے بارے میں ایسی ہی عقیدت ہونی چاہئے کہ مجھے جو کچھ ملے گا اپنے شیخ سے ملے گا، اگر اپنے شیخ کی منشا پہچان کر کسی اور بزرگ سے استفادہ کیا اور فائدہ پہنچا تب بھی یہ اعتقاد رہنا چاہئے کہ یہ میرے شیخ ہی کا فیض ہے جو ان بزرگ کے واسطے سے مجھے پہنچا ہے۔

شیخ کے پاس کیا لے کر جائے؟

عرض یہ کر رہا تھا کہ ہر مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ قلبی ربط رکھنا چاہئے، ان کی مجلس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، پابندی کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے اور چند چیزوں کا بہت خیال رکھنا چاہئے، اپنے شیخ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کے لئے توحیدِ مطلب کے ساتھ یہ چند چیزیں بہت ضروری ہیں؛ جب بھی حاضر ہو، عظمت، محبت، عقیدت، اعتماد، ادب، طلب اور احتیاج کے ساتھ حاضر ہو۔

اپنے دل میں اپنے شیخ کی عظمت بھی ہو، محبت بھی ہو اور عقیدت بھی ہو، عقیدت کے معنی یہ ہیں کہ دل میں یہ اعتقاد ہو کہ میرے شیخ راہِ سلوک میں ماہر ہیں، میری رہنمائی کے لئے کافی ہیں، دوسرے بزرگوں کے بنسبت مجھے زیادہ نفع انہی سے ملے گا، میرے مقصد میں کامیابی انہی کے ذریعے ہوگی، تو محبت ہو، عظمت ہو اور عقیدت ہو، اگر یہ تین چیزیں ہوں گی تو ادب خود بخود آجائے گا، بلکہ ادب کے لئے صرف ان میں سے کوئی ایک چیز بھی کافی ہے۔

محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

---

[1] تاریخِ مشائخِ چشت، ص: ۲۸۵، حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات، ص: ۱۸۶

نری طلب اور احتیاج والی طلب میں فرق

تو شیخ کی صحبت میں عظمت کے ساتھ، محبت کے ساتھ، عقیدت کے ساتھ، اعتماد کے ساتھ اور ادب کے ساتھ طلب لے کر آنا ہے، اور طلب بھی احتیاج والی، ایک ہے صرف طلب لے کر آنا اور دوسرا ہے احتیاج والی طلب لے کر آنا، دونوں میں بڑا فرق ہے، اس کو مثال سے سمجھئے! مسجد کے باہر اعلان ہوا کہ ایک ایک ہزار ڈالر (dollar) تقسیم ہو رہے ہیں، ظاہر ہے کہ ہر شخص کے دل میں چاہت پیدا ہوگی کہ مفت میں اگر ایک ہزار مل جائیں تو کیا حرج ہے؟ لیکن ایک وہ شخص ہے جس کے پاس ایک لاکھ ڈالر ہیں، یہ بھی ایک ہزار کی طلب لے کر نکلے گا لیکن اپنے کو محتاج سمجھ کر نہیں، اور دوسرا وہ شخص ہے جس کی جیب میں صرف دس ڈالر ہیں، یہ بھی اعلان سن کر طلب لے کر جائے گا مگر محتاج بن کر، اب دونوں کی کوششوں میں فرق ہوگا، پہلے والے کا رویّہ یہ ہوگا کہ اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ کوئی حرج نہیں، دوسرا جو محتاج ہے وہ اس خیال کے ساتھ جائے گا کہ کچھ بھی ہو جائے اس ایک ہزار کو کسی طرح بھی حاصل کرنا ہے اس لئے کہ اگر خالی ہاتھ آیا تو خسارہ ہی خسارہ ہے، شاید ایسا موقع دوبارہ نہ ملے۔

اپنے شیخ کی مجلس میں بھی محتاج بن کر آنا چاہئے کہ میں روحانی اعتبار سے فقیر اور محتاج ہوں، اور چونکہ یہ میرے شیخ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کی دولت تو مجھے انہی سے ملے گی، ہوسکتا ہے یہ موقع دوبارہ نہ ملے، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لئے آج اسی مجلس سے فیض یاب ہو کر اُٹھنا ہے، جب محتاج بن کر طلب کرے گا تو مقصد میں ضرور کامیاب ہوگا، اللہ تعالیٰ ضرور فضل فرمائیں گے، ایک بھوکا بچّہ جب طلب کے ساتھ محتاج بن کر اپنی ماں کی طرف متوجّہ ہوتا ہے، روتا ہے، گڑگڑاتا ہے اور اپنی ایڑیاں رگڑتا ہے، تو

اس کی ماں اسے اپنے سینے سے لگالیتی ہے اور وہ فیض یاب ہوجاتا ہے۔

طلب اور احتیاج کے بغیر آنے والے کی مثال

اگر کوئی شخص اپنے شیخ کی مجلس میں بغیر طلب کے جاتا ہے تو وہ بغیر برتن کے جاتا ہے، بغیر برتن کے اگر کوئی دودھ یا پانی کی طلب میں نکلے گا تو کامیابی کے ساتھ کیسے لوٹے گا؟ اور اگر طلب لے کر جاتا ہے لیکن محتاج بن کر نہیں، تو وہ برتن لے کر تو جاتا ہے مگر بہت چھوٹا، اب برتن ہی چھوٹا ہوگا تو دودھ یا پانی کی نہر بھی بہہ رہی ہو، تب بھی برتن کی مقدار کے مطابق ہی حاصل ہوگا، ٹھیک اسی طرح بغیر احتیاج کے کوئی مرید اپنے شیخ کی مجلس میں جاتا ہے تو اسے اپنے شیخ کے فیض کا بہت تھوڑا حصّہ ملے گا، اور اگر مرید طلب لے کر محتاج بن کر جاتا ہے، لیکن محبت، عظمت، اعتقاد اور اعتماد نہیں تو یہ سراخ والا برتن لے کر جارہا ہے، جو کچھ برتن میں آئے گا نکل جائے گا اور برتن خالی کا خالی رہے گا، اس لئے مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس محبت وعظمت اور اعتقاد واعتماد کے ساتھ طلب لے کر محتاج بن کر جائے، اس جذبے کے ساتھ جائے کہ آج کی اس مجلس میں اگر مجھے وہ چیز نہیں ملی جو میں لینے جارہا ہوں تو ہوسکتا ہے کہ زندگی بھر محرومی رہے، ہوسکتا ہے کہ آئندہ مجلس سے پہلے میرے شیخ دنیا سے چلے جائیں، ہوسکتا ہے کہ میں چلا جاؤں، بس میرے پاس یہی ایک مجلس ہے، جب اس فکر کے ساتھ جائے گا تو ایسا برتن لے کر جائے گا جو بہت بڑا ہوگا اور صحیح سالم، اب ان شاء اللہ پورا پورا فیض یاب ہوکر لوٹے گا۔

تسویف (procrastination) ایک بہلاوا اور دھوکہ ہے

میرے بھائیو! اس خیال کو لے کر جو مجلس میں آئے گا کہ میں محتاج ہوں، مجھے جو

کچھ ملے گا یہیں سے ملے گا، اور میرے پاس یہی ایک مجلس ہے، وہ بہت کچھ حاصل کرے گا، یہ بات جو ہمارے ذہنوں میں ہوتی ہے کہ آج بھی مجلس میں شرکت کریں گے، آئندہ مہینے بھی موقع ہے، اور ایک مہینے کے بعد پھر آئیں گے، پھر رمضانُ المبارک میں بھی دس دن کے لئے آئیں گے اور ہر سال ان شاء اللہ تعالیٰ آتے رہیں گے، ابھی تو اصلاح کے بہت مواقع ہیں، میرے بھائیو! یہ شیطان کی طرف سے ایک دھوکا ہے، مجالس اور اعتکاف میں اہتمام کے ساتھ شرکت کے ارادے تو بہت مبارک ہیں، مگر ہمیں شیخ کی ہر مجلس کو آخری مجلس سمجھنا چاہئے، یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شانُہ کی بارگاہ سے آج جو فیض میرے شیخ کے ذریعے تقسیم ہو رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ پھر دوبارہ نصیب نہ ہو، میرے بھائیو! تسویف سے بچیں، 'کل' 'کل' سے بچیں، طلب لے کر آئیں اور محتاج بن کر آئیں۔

حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ آپ حضرات ماشاء اللہ ہر مہینے یہاں آتے ہیں، یہ بہت مبارک اور بہت مفید معمول ہے، لیکن اسے صرف ایک معمول کی حد تک رسم کے طور پر نہیں کرنا ہے، بیعت بھی ہوں تو طلب کے ساتھ، اور پھر اس کے بعد طلب کے ساتھ محتاج بن کر اپنے شیخ کے ساتھ تعلّق رکھیں، اور ان کی باتوں پر عمل کریں اور اطّلاع و اتّباع کا اہتمام کریں، میں نے اپنے محبوب شیخ حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ بیعت سنّت ہے اور اصلاح فرض۔ اس کے بعد آپ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر آج میں نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو میری بیوی کو طلاق۔ وہ آیا مسجد میں اور اس نے دو رکعات سنّت پڑھی اور فرض کو چھوڑ دیا، طلاق ہوگئی کہ

نہیں؟ ظاہر ہے کہ ہوگئی، اس لئے کہ اس نے فرض کو چھوڑ دیا اور فرض نہ پڑھنے کی وجہ سے فجر پڑھنے والا نہیں کہا جاسکتا۔ آگے حضرت نے فرمایا کہ دوسرا آیا، اس نے بھی یہی قسم کھائی تھی کہ اگر آج میں نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو میری بیوی کو طلاق۔ وہ آیا اور اس نے سنّتیں چھوڑ دیں اور فرض پڑھ لی، طلاق ہوئی؟ نہیں ہوئی، اس لئے کہ فرض ادا کرنے کی وجہ سے اس کا شمار فجر پڑھنے والوں میں ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک شخص کسی سے باضابطہ بیعت نہیں ہوتا، لیکن کسی شیخِ کامل سے اصلاحی تعلّق قائم کرکے اپنی اصلاح کراتا ہے تو اس نے فرض ادا کیا، جب کہ دوسرا کسی سے باضابطہ بیعت تو ہوتا ہے، لیکن اپنی اصلاح نہیں کراتا تو قیامت کے دن ماخوذ ہوگا اس لئے کہ اس نے فرض کو چھوڑا۔

میرے بھائیو! مجالس میں اہتمام سے طلب کے ساتھ محتاج بن کر آؤ اور شیخ کی صحبت کی پابندی کرو، اس لئے کہ صرف بیعت ہوکر شیخ کی صحبت کو ضروری نہ سمجھنا بڑی غلطی ہے، اصلاح کے لئے اپنے شیخ کی صحبت بہت مفید اور ضروری ہے، حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریق میں اصل چیز صحبتِ شیخ اور محبتِ شیخ ہے۔[1]

سلوک میں بنیادی رکن مجاہدہ ہے

تزکیہ کے لئے ایک بہت اہم اور ضروری چیز مجاہدہ ہے، یہ روحانی ترقّی کے لئے بنیادی رکن ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، بڑھتا ہے اور باقی رہتا ہے، مجاہدہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اس کے احکام کو بجالانے میں نفس کی

---

[1] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۲۴/ ۱۰۶

مخالفت کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جن چیزوں کو فرض کیا ہے اور جن چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے ان کو ہر حال میں بجالانا، اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جن چیزوں سے روکا ہے اور جن چیزوں کو منع کیا ہے ان سے ہر حال میں بچنا، اور یہ مجاہدے کا پہلا درجہ ہے۔

مجاہدے کے دو درجے

مجاہدے کے دو درجے ہیں، پہلا درجہ ہے فرائض، واجبات اور ضروری احکام کو پورا کرنا اور حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچنا، جس کی زندگی میں مجاہدے کا یہ درجہ آجاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہوجاتا ہے۔

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (یونس: ۶۲)

غور سے سنو کہ بیشک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچتے رہے۔

مجاہدے کا دوسرا درجہ ہے فرائض و واجبات کے اہتمام کے ساتھ سنن، مستحبّات اور نوافل کا بھی اہتمام کرنا، اسی طرح حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچنے کے ساتھ مکروہاتِ تنزیہیہ سے بھی احتیاط کرنا، یہ مجاہدے کا دوسرا درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عاشق

پہلے درجے کا مجاہدہ ضروری ہے اور بہت اعلیٰ ہے، حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ[1]
اور میرا بندہ میرا تقرّب کسی ایسی چیز سے حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک زیادہ محبوب ہو ان چیزوں سے جو میں نے اس پر لازم کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب چیزیں وہ ہیں جو انہوں نے اپنے بندے پر ضروری قرار دی ہیں، فرض اور واجب کو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے، اسی طرح حرام اور مکروہِ تحریمی سے بچنا بھی ضروری قرار دیا ہے، معلوم ہوا کہ فرائض و واجبات کا اہتمام کرنے سے اور حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا جتنا قرب حاصل کرتا ہے اتنا دوسری کسی چیز سے نہیں، ان اعمال سے وہ اللہ تعالیٰ کا خاص ولی ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا عاشق ہوجاتا ہے، اسے ولایتِ خاصّہ نصیب ہوجاتی ہے، اسے صفتِ احسان حاصل ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب

آگے اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ[2]
اور میرا بندہ نوافل اور اختیاری عبادات اور طاعات کے ذریعے میرا تقرّب برابر حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔

میرا بندہ صرف اس پر بس نہیں کرتا کہ چلو فرائض و واجبات پر گرفت ہوگئی ہے اور

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

[2] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے اجتناب قابو میں آ گیا ہے تو اب سنن، مستحبّات اور نوافل کی ادائیگی اور مکروہاتِ تنزیہیہ سے بچنا اتنا اہم نہیں ہے، نہیں، بلکہ وہ ان چیزوں کا بھی اہتمام کرتا ہے اور ان کے ذریعے بھی میرا تقرّب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے، جب بندہ پہلے درجے کے مجاہدے کے ساتھ اس دوسرے درجے کے مجاہدے کو بھی اختیار کرتا ہے تو اسے صفتِ احسان کا اوپر والا درجہ نصیب ہوتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنا لیتے ہیں، پہلے درجے کے مجاہدے سے اللہ تعالیٰ محبوب ہوجاتے ہیں اور بندہ مُحِبّ اور عاشق، اور دوسرے درجے کے مجاہدے سے بندہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجاتا ہے اور یہ بہت اعلیٰ درجے کا کمال ہے، علّامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بعض حکماء کا قول ذکر کیا ہے:

لَيْسَ الشَّأْنُ أَنْ تُحِبَّ وَإِنَّمَا الشَّأْنُ أَنْ تُحَبَّ[1]

یہ کوئی بڑے کمال کی بات نہیں ہے کہ تم کسی کے عاشق ہوجاؤ، کمال کی بات تو یہ ہے کہ کوئی تمہارا عاشق ہوجاوے اور تم محبوب بن جاؤ۔

سوچو میرے بھائیو! جو خالقِ کائنات کا محبوب بن جائے وہ کتنا صاحبِ کمال ہوگا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں آگے ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ[2]

اور اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو میں ضرور اس کو عطا کروں گا، اور اگر وہ میری پناہ مانگے گا تو میں ضرور اس کو پناہ دوں گا۔

---

[1] تفسير ابن كثير: ۱/۳۳۶

[2] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(۶۵۱۰)

حدیثِ جبرئیل علیہ السلام

حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک پردیسی مسافر کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِسْلَامِ
مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا
اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور (یہ کہ) تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تم وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہو۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِيْمَانِ
مجھے ایمان کے متعلّقات کے بارے میں خبر دیجئے!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ

بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ

(ایمان کے متعلّقات یہ ہیں کہ) تم تصدیق کرو اللہ کی، اس کے فرشتوں کی، اس کی کتابوں کی، اس کے رسولوں کی اور آخری دن کی، اور یہ کہ تم تصدیق کرو تقدیر کی کہ اچھی اور بُری (تقدیر) اللہ کی طرف سے ہے۔

ایمان اعتقاد کا نام ہے اور اسلام اعمال کا، ماننے کو ایمان کہتے ہیں اور ماننے کے بعد جو احکام لاگو ہوتے ہیں ان کو بجالانا اسلام ہے۔

احسان کی مختصر مگر جامع تشریح

اس کے بعد عرض کیا:

فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِحْسَانِ؟

مجھے احسان کے بارے میں خبر دیجئے! عبادات اور اعمال میں پختگی، کمال، خوبصورتی اور عمدگی کیسے پیدا ہوگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ[1]

احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح (حضورِ قلب کے ساتھ) کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے (یعنی اتنا حضورِ قلب میسّر نہ آئے) تب بھی تم عبادت کو عمدگی کے ساتھ ادا کرو اس لئے کہ وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

علماءِ محقّقین نے اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، ح(۱)

احسان کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دو جملے ارشاد فرمائے ہیں ان دونوں کا مقصد ایک ہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی بات کے لئے دو تعبیریں اختیار فرمائی، پہلی تعبیر ہے أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، اور اسی کی دوسری تعبیر ہے فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو، طاعات کو اس طرح بجالاؤ کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہوتے اور تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہوتے تو عبادت کیسی ہوتی؟ تلاوت کیسی کرتے؟ نماز کیسی پڑھتے؟ دعا کرتے تو کیفیت کیا ہوتی؟ گناہ کا موقع ہوتا تو کیا نافرمانی کرتے؟ ہرگز نہیں، بلکہ خشوع وخضوع اور آداب وحقوق کی اعلیٰ درجے کی رعایت کے ساتھ فرماں برداری کرتے اور اس میں ذرّہ برابر کمی نہ آتی، تو جو بندہ مقامِ احسان کو حاصل کر لیتا ہے، اس کی عبادت ایسی ہو جاتی ہے، اس کے اعمال ایسے ہو جاتے ہیں جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کر رہا ہے۔

اسی طرح جس شخص کو یہ یقین اور استحضار نصیب ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، تو ایسی صورت میں بھی اعمال اسی طرح اعلیٰ درجے کے ہوتے اور نہایت عمدہ ہوتے، وہ ہر حکم کو بجالاتا اور ہر گناہ سے بچتا اور وظائفِ عبودیت کو آداب وحقوق اور اعلیٰ درجے کے خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرتا اس لئے کہ مقامِ احسان پر فائز ہونے کی وجہ سے اس کو ہر وقت یہ استحضار رہتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جملوں میں ایک ہی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہوتے یا اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہوتا، دونوں صورتوں میں طاعات کو بہترین طریقے سے بجالاتے،

اور گناہوں سے ہر حال میں بچتے۔[1]

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احسان کے دو درجے بیان کئے ہیں، مقامِ مشاہدہ اور مقامِ مراقبہ، مقامِ مشاہدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے نورِ بصیرت سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے، اس پر یہ حال طاری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سامنے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کی آنکھ سے، اپنی بصیرت سے دیکھ رہا ہے، اس صورت میں کس درجے کی عبادت ہوگی اور کس درجے کے اعمال ہوں گے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، یہ مقامِ احسان کا اعلیٰ درجہ ہے جو عارفین کا مقام ہے، اور مقامِ مراقبہ یہ ہے کہ بندہ اس تصوّر کے ساتھ زندگی گزارے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی ہر حالت سے باخبر ہے، اور وہ اس کے ظاہر اور باطن، نیت اور عمل، ہر چیز سے واقف ہے، یہ احسان کا دوسرا درجہ ہے جو مخلصین کا مقام ہے۔[2]

سالک محنت کرتے کرتے ترقّی کر کے جب احسان کے پہلے درجے مقامِ مراقبہ پر پہنچ جاتا ہے تو اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، میری ہر حرکت اور ہر سکون سے پوری طرح واقف ہے، اب وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں زندگی گزارتا ہے، فرائض وواجبات کا اہتمام کرتا ہے، مکروہاتِ تحریمیہ اور حرام سے بچتا ہے، اس کے ساتھ سنن، مستحبّات اور نوافل کا اہتمام بھی جتنا زیادہ ہو سکے کرتا ہے اور مکروہاتِ تنزیہیہ سے بھی بچنے کی خوب سعی کرتا ہے، اس طرح مجاہدہ کرتے کرتے وہ اس پہلے درجے کی برکت سے دوسرے درجے پر پہنچ جاتا ہے اور اسے مقامِ مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے، یہ

---

[1] شرح النووي: ۱/۱۴۱

[2] فتح الباري: ۱/۲۵۶

مقام پہلے مقام سے اعلیٰ اور ارفع ہے، اب اسے ایسا احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اسے ہر چیز میں اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما نظر آتی ہے، کسی بھی مخلوق کے کسی بھی کمال کو دیکھ کر فوراً دھیان کمال عطا کرنے والے کی طرف جاتا ہے۔

تیری سی ہی رنگت، تیری سی ہی بُو ہے

گُلستاں میں جاکے ہر ایک گُل کو دیکھا

میں باغ میں گیا اور باغ کے پھول دیکھے، سب کے رنگ الگ، کوئی نیلا تھا تو کوئی گلابی، کوئی پیلا تھا تو کوئی لال، خوشبو اور مہک بھی سب کی الگ، پھولوں کے رنگ الگ الگ اور خوشبوئیں بھی الگ الگ، مگر مجھے ہر رنگ میں تیرا ہی رنگ نظر آیا اور ہر خوشبو میں تیری ہی مہک محسوس ہوئی۔

گُلستاں میں جاکے ہر ایک گُل کو دیکھا
تیری سی ہی رنگت، تیری سی ہی بُو ہے

جسے مقامِ احسان اعلیٰ درجے میں حاصل ہوجاتا ہے اسے پھول کو دیکھ کر پھول کو پیدا کرنے والا نظر آتا ہے، کائنات کے ذرّے ذرّے میں اسے اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔

جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تیرا آئینہ عالمِ رنگ و بُو ہے

میں جب اپنا آئینہ اُٹھاتا ہوں اور اس کی طرف دیکھتا ہوں تو مجھے اس میں اپنی شکل نظر آتی ہے، آپ حضرات میں سے ہر شخص کو اس کے آئینے میں اپنی شکل نظر آئے گی، تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آئینے میں اللہ تعالیٰ نظر آئے گا، اب اللہ تعالیٰ کا آئینہ کیا ہے؟ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تیرا آئینہ عالمِ رنگ و بُو ہے

اِس جہان میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے، جو بھی مقامِ مشاہدہ پر پہنچنے کے بعد اِس کائنات کے کسی بھی ذرّے پر نظر ڈالے گا، اُس میں اُسے اللہ تعالیٰ ہی نظر آئے گا۔

تیرا آئینہ عالمِ رنگ و بُو ہے
جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

اللہ تعالیٰ کے ایک عاشق کے کچھ اشعار

ایک اللہ والے کے عربی اشعار سنیں!

وَاللّٰهِ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَلَا غَرَبَتْ
إِلَّا وَأَنْتَ فِيْ قَلْبِيْ وَوَسْوَاسِيْ

اللہ کی قسم، سورج طلوع اور غروب نہیں ہوتا مگر اس حال میں کہ تو میرے دل و دماغ میں ہوتا ہے۔

اللہ کی قسم، سورج کے طلوع کے وقت، سورج کے غروب کے وقت، اور طلوع سے غروب اور غروب سے طلوع کے درمیان میرے دل و دماغ میں، وسوسے میں، خیال

میں تو ہی رہتا ہے۔

وَلَا جَلَسْتُ إِلٰى قَوْمٍ أُحَدِّثُهُمْ
إِلَّا وَأَنْتَ حَدِيْثِيْ بَيْنَ جُلَّاسِيْ

اور جب جب بھی میں لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے
بیٹھا تو ہم جلیسوں کے ساتھ میری گفتگو کا عنوان 'تو' ہی تھا۔

جب بھی میں اپنے دوستوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو میرے دوستوں کے درمیان گفتگو کا موضوع ایک ہی ہوتا ہے، میری زبان پر تیرا ہی تذکرہ رہتا ہے۔

وَلَا هَمَمْتُ بِشُرْبِ الْمَاءِ مِنْ ظَمَأٍ
إِلَّا رَأَيْتُ خَيَالاً مِنْكَ فِيْ الْكَأْسِ

اور جب بھی پیاس کی وجہ سے میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا تو
مجھے گلاس میں تیرا ہی عکس نظر آیا۔

جب بھی میں پانی پینے کے لئے گلاس اُٹھاتا ہوں اور پانی میں نظر ڈالتا ہوں تو وہاں بھی مجھے تو ہی نظر آتا ہے، میرے بھائیو! جو بھی مقامِ احسان کے مقامِ مشاہدہ پر فائز ہوگا، اسے ہر جگہ اور ہر چیز میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کارفرما نظر آئے گی۔

وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ الْوَاحِدُ

کائنات کی ہر شئے میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اللہ تعالیٰ کی
وحدانیت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مخلوقات میں تفکّر

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس دنیوی زندگی میں نظر نہیں آتی اس لئے کہ یہ فانی آنکھیں ہمیشہ باقی رہنے والی ذات کو نہیں دیکھ سکتیں، اسی طرح یہ فانی دماغ ہمیشہ باقی رہنے والے اللہ تعالیٰ کا حقیقی تصوّر نہیں جما سکتا، اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَفَكَّرُوْا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ اللّٰهِ[1]

اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں میں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کائنات میں تم غور وفکر کرو، مگر خود اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور وفکر مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا تو ذکر مطلوب ہے، ذات اور صفات میں غور وفکر کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کا ادراک انسان کی عقل سے بالاتر ہے، بعض اوقات اس طرح کا غور وفکر انسان کی ناقص عقل کے لئے گمراہی کا سبب بن جاتا ہے، اس کو سورج سے سمجھئے کہ اس کی روشنی سے سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے، لیکن اگر کوئی خود آفتاب کو دیکھنے کی کوشش کرے گا تو آنکھیں خیرہ ہوجائیں گی، تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اس کا ذکر کرو، اور خوب کرو، ہر حال میں کرو۔

﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ، الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا

---

[1] العظمة، ح(۹)

وَعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

(آل عمران: ۱۹۱،۱۹۰)

بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں، جو اُٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے لیٹے (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا اور اس کی مخلوقات میں غور وفکر ہوگا، جس کے نتیجے میں خالق کی معرفت حاصل ہوگی، ایک عظیم الشان آسمان، اس میں چاند، سورج، ستارے، سیّارے، پھر ان کا ایک مستحکم اور مضبوط نظام، نہ ایک سیکنڈ اِدھر، نہ ایک سیکنڈ اُدھر، نہ maintenance (دیکھ بھالی) کی ضرورت نہ repair (مرمّت) کی، پھر زمین، دریا، سمندر، پہاڑ، ہوا، بارش اور دوسری بے شمار مخلوقات، ان میں غور وفکر کر کے خالق کو پہچانو اور پھر اس کا خوب ذکر کرو، اس لئے کہ اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو وہ دماغ یا عقل دی ہی نہیں ہے جو اُس کی ذات کا احاطہ کر سکے، اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا:

تو دل میں تو آتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں، تیری پہچان یہی ہے

خدا کے باب میں یہ غور کیا ہے؟
خُدا کیا ہے؟ خُدا ہے اور کیا ہے؟

احسان کے مقامات: مجاہدے کا انعام

عرض یہ کر رہا تھا کہ مجاہدے کے دو درجے ہیں، جس کی گرفت میں پہلا درجہ آجاتا

ہے، یعنی تمام فرائض و واجبات کا اہتمام، حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے اجتناب، اور لغزش کی صورت میں فوراً توبہ، ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ شانہٗ صفتِ احسان کا پہلا مقام، مقامِ مراقبہ عطا فرماتے ہیں، پھر یہ بندہ مجاہدے میں ترقّی کرتا ہے اور سنن، مستحبّات اور نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہے اور مکروہاتِ تنزیہیہ سے بھی دور رہتا ہے تو اب اسے صفتِ احسان کا دوسرا مقام نصیب ہوتا ہے جسے مقامِ مشاہدہ کہتے ہیں، اور اب یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهٗ[1]

اور میرا بندہ برابر میرا تقرّب حاصل کرتا رہتا ہے نوافل اور اختیاری عبادات اور طاعات کے ذریعے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، (میں اس کے ہر عضو کی نگرانی کرتا ہوں، اس لئے اب وہ میری نافرمانی نہیں کرسکتا، اب وہ میرا پورا فرماں بردار ہو جاتا ہے، اسلئے) اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو میں ضرور اس کو عطا کروں گا، اور اگر وہ میری پناہ مانگے گا تو میں ضرور اس کو پناہ دوں گا۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

اس راہ میں مجاہدہ شرط ہے

میرے بھائیو! عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس راہ میں اصل چیز مجاہدہ اور نفس کی مخالفت ہے اس لئے کہ اسی پر اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اعمال کا دارومدار ہے، لیکن ہماری سب سے زیادہ کوتاہی اسی میں ہوتی ہے، سالکین یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے شیخ کی صحبت اور توجّہ ہی کافی ہے، اسی سے سب کچھ ہوجائے گا، اگر یہ بات ہے کہ شیخ کی صحبت ہی سے بغیر کسی محنت اور مجاہدے کے معاملات بھی زندگی میں آجائیں گے، معاشرت بھی، حسنِ اخلاق بھی اور ساری عبادات بھی تو پھر ہمیں جنّت کیوں ملے گی؟ ہمیں جنّت تب ملے گی جب ہم محنت کریں گے، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کے ترجمان، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر میں فرماتے ہیں:

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہ رَو کا کام ہے

شیخ تو صرف راستہ بتلاتا ہے کہ اصلاح کا یہ طریقہ ہے، تزکیہ کا یہ طریقہ ہے، نفس کو مطمئنّہ بنانے کا یہ طریقہ ہے، شیطان سے مقابلہ کرنے کا یہ طریقہ ہے، اگر کوئی چیز مرید کو پریشان کررہی ہے تو شیخ رہنمائی کرکے اس کی اُلجھن کو دور کرتا ہے، مرید کی ہمّت بڑھاتا ہے کہ آگے بڑھو، کام کرتے رہو، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، راہِ سلوک کو شیخ جانتا ہے اور ضرورت کے مطابق رہنمائی کرتا ہے، اور ساتھ ساتھ اس کی دعائیں اور توجّہات بھی نصیب ہوتی ہیں جن کی برکت سے ہمارے لئے یہ راستہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے، لیکن راستہ ہمیں خود طے کرنا پڑے گا، اسی لئے تزکیہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے طالب کو سالک کہتے ہیں اس لئے کہ راستے کو وہ طے کررہا ہے، ہمیں سالک بننا پڑے

گا، ہمیں محنت کرنی پڑے گی، اور اسی محنت کا نام مجاہدہ ہے جو اس راہ میں شرط ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت:۶۹)
اور جن لوگوں نے مجاہدہ کیا ہمارے واسطے، ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔

جو لوگ ہماری محبت کی خاطر، ہمیں راضی کرنے کی خاطر مجاہدہ کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں، ہم ان کے لئے ہم تک پہنچنے کے کئی راستے کھول دیتے ہیں، جب گناہوں سے بچنا دشوار معلوم ہوتا ہے، کبھی کوئی فوری فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور شیخ سے رابطے کی کوئی شکل نہیں ہوتی، تب بھی اللہ تعالیٰ شانہٗ سچّے طالبین کے دلوں میں الہام کر کے انہیں راستہ بتلاتے ہیں کہ اِس گناہ سے بچنے کا یہ طریقہ ہے، مجاہدے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی نصرت آئے گی جس کے نتیجے میں طاعات بجالائے گا، اب ظاہر ہے کہ ترقّی ہوگی اور مقامِ احسان نصیب ہوگا، اسی لئے آگے فرمایا:

﴿وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (العنکبوت:۶۹)
اور یقیناً اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ شانہٗ محسنین کے ساتھ ہیں، ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن کو صفتِ احسان اور صفتِ اخلاص حاصل ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اچھے کام کرتے ہیں۔

صحبتِ شیخ اور ذکر و معمولات بھی ضروری ہیں

میرے بھائیو! اصل چیز مجاہدہ یعنی مخالفتِ نفس ہے، اسی سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا

ہے اور اسی سے قربِ الٰہی میں ترقّی ہوتی ہے، ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ اور ذکر و معمولات بھی بہت ضروری ہیں اس لئے کہ ان دونوں کی برکت ہی سے سالک مجاہدے پر آتا ہے، میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، ایک طالبِ علم ہے، امتحان کی تیاری کر رہا ہے، راتوں کو بارہ بجے، ایک بجے تک کتابیں دیکھتا ہے، صبح کو بھی جلدی اُٹھ جاتا ہے اور پھر کتابیں دیکھتا ہے، امتحان کے صرف دو ہفتے، تین ہفتے رہ گئے ہیں، تمام خواہشات کو قربان کر رہا ہے، دوست احباب، تفریح، آرام، کھیل سب کچھ قربان کر رہا ہے، رات دن بس کتابوں میں لگا ہوا ہے، باپ بھی دیکھ رہا ہے کہ بیٹا بہت محنت کر رہا ہے، ایک دن قریب بلایا اور پیار سے کہا کہ بیٹا! تمہارے امتحان بالکل قریب ہیں، روزانہ دو اخروٹ کھالیا کرو اور ایک گلاس دودھ پی لیا کرو، اس سے تمہارے امتحان میں مدد ملے گی اور کامیابی ہوگی۔

طالبِ علم بیچارہ محنت کر کے تھکا ہوا تو تھا ہی، اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر پہلے سے پتا ہوتا کہ دودھ پینے سے اور اخروٹ کھانے سے امتحان میں کامیابی ملتی ہے تو میں اس مشقّت میں کیوں پڑتا؟ اس نے کتابیں رکھ دیں اور لگ گیا اخروٹ اور دودھ کے پیچھے، امتحان میں pass (کامیاب) ہوگا؟ نہیں ہوگا، اس لئے کہ اصل چیز کتابوں کا مطالعہ اور کتابوں کے مضامین کو سمجھ کر یاد کرنا ہے، رہا اخروٹ اور دودھ کا معاملہ، تو یہ دونوں چیزیں کتابوں کو سمجھنے کے لئے اور مضامین کو اخذ کر کے ذہن میں بٹھانے کے لئے معاون اور ذریعہ ہیں۔

اب اس کو اس طرح سمجھئے کہ مجاہدہ، مخالفتِ نفس اور احکام کی پابندی، یہ کتابوں کا مطالعہ کر کے مضامین کو یاد کرنے کی طرح ہے، اور اخروٹ اور دودھ معمولات اور شیخ کی صحبت کے مانند ہیں، شیخ کی صحبت بھی ہے اور معمولات کی پابندی بھی، لیکن سالک خود

اعمال کو بجالانے اور گناہوں سے بچنے کے لئے کوشش، محنت اور مجاہدہ نہیں کرتا، تو ترقّی نہیں کر سکے گا، سالک کو چاہئے کہ مجاہدہ بھی کرے؛ فرائض، واجبات اور سننِ مؤکّدہ کا اہتمام کرے، اسی طرح ہر حال میں حرام سے اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچے اور دوسرے درجے کا جو مجاہدہ ہے اسے بھی جتنا ہو سکے آہستہ آہستہ بڑھاتا چلا جائے، اور ساتھ ساتھ اپنے شیخ کی صحبت کا بھی اہتمام کرے، شیخ کی توجّہ اور دعا حاصل کرے، اور شیخ نے جو معمولات بتلائے ہیں ان کی خوب پابندی کرے، اگر ان تینوں کاموں کو ساتھ لے کر چلے گا تو ان شاء اللہ جلد روحانی ترقّی ہوگی اور پوری کامیابی حاصل ہوگی۔

بغیر مجاہدے کے صرف شیخ کی نظر سے کام نہیں بنتا

بہت سے سالکین سستی کے شکار ہوتے ہیں، ان کے دل میں عشقِ الٰہی حاصل کرنے کا جذبہ تو بہت ہوتا ہے لیکن ان کو مجاہدہ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، ایسے لوگ شیخ کی صحبت میں جاتے ہیں اور پچھلے بزرگوں کے بعض کراماتی واقعات سنے ہوئے ہوتے ہیں کہ بس صرف ایک نظر سے کام ہوگیا، اس لئے اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ کسی دن حضرت کی نظر پڑے گی اور یوں ہی کام ہوجائے گا، اللہ کرے کہ ایسا ہوجائے، لیکن عادتُ اللہ نہیں ہے کہ ایسا ہو، ایسے کتنے واقعات ملتے ہیں کہ مرید نے کچھ محنت نہیں کی اور صرف شیخ کی توجّہ سے کام بن گیا؟ بہت کم، شاذ و نادر، اور جس کسی کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ مرید نے کچھ چھوٹا موٹا کام کیا، جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور نان بائی کا واقعہ ہے کہ حضرت کی نظر پڑی، توجّہ ملی اور کام بن گیا، تو اُس مرید نے اپنی زندگی میں کسی وقت کوئی بڑا مجاہدہ ضرور کیا ہوگا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے بہانہ بنا کر کسی کامل کی نظر اور توجّہ نصیب فرمائی اور ولایت کے مقام پر پہنچا دیا، میرے بھائیو!

بغیر مجاہدے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

روحانی ترقّی مجاہدہ کرنے سے ہوگی

عرض یہ کر رہا تھا کہ کچھ حضرات اس خیال کے ہوتے ہیں کہ مجھے کچھ کرنا نہ پڑے اور شیخ کی توجّہ ہی سے کام ہوجائے، کچھ وہ ہوتے ہیں جو ذکر کا اہتمام تو کرتے ہیں، لیکن مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ شیخ کے بتلائے ہوئے معمولات کی پابندی ہوتی رہے، اور جہاں گناہوں سے بچنے کا موقع آیا وہاں مجاہدہ نہیں کرتے، میرے عزیزو! روحانی ترقّی مجاہدہ کرنے سے ہوگی، نظر ہٹانے سے ہوگی، فجر کے وقت اپنے آپ کو مسجد میں لے جانے سے ہوگی، زبان کو غیبت سے روکنے سے ہوگی، گناہوں سے دور رہنے سے ہوگی، ناجائز لذّتوں سے اپنے آپ کو بچانے سے ہوگی۔

مجاہدہ ہی تصوّف ہے

میرے بھائیو! ترقّی ہوگی مجاہدے سے، نفس کی مخالفت سے، اور یہ مجاہدہ اور نفس کی مخالفت ہی تصوّف ہے، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ذرا سی بات جو خلاصہ ہے تصوّف کا یہ ہے کہ نفس طاعت کو بجالانے میں جب سستی کرے تو اُسے اُس طاعت پر مجبور کیا جائے، اور جب اللہ تعالیٰ شانہٗ کی نافرمانی سے بچنے میں سستی کرے تو اُسے مجبور کرکے اُس نافرمانی سے بچایا جائے۔ آگے حضرت فرماتے ہیں کہ جس کو یہ حاصل ہوجائے اس کو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اِسی سے تعلّق مع اللہ نصیب ہوتا ہے، اِسی سے تعلّق مع اللہ کی حفاظت ہوتی ہے، اور اِسی سے

تعلّق مع اللہ میں ترقّی ہوتی رہتی ہے۔[1]

جب کوئی سالک مجاہدہ اختیار کرتا ہے تو اسے تعلّق مع اللہ نصیب ہوجاتا ہے، اس تعلّق مع اللہ کی برکت سے یہ مجاہدہ اب باقی رہتا ہے، بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن اللہ نہ کرے، اگر اس نے مجاہدے میں سستی اختیار کی تو پھر یہ تنزّلی کی طرف جائے گا یہاں تک کہ حاصل کی ہوئی ولایت سے بھی محروم ہوسکتا ہے، ولایت تک پہنچنے کے لئے بھی مجاہدہ ضروری ہے اور پھر ولایت کو باقی رکھنے کے لئے بھی آخری سانس تک مجاہدہ ضروری ہے۔

ترقّی کے لئے مجاہدہ شرط ہے

میرے بھائیو! کامیابی کے لئے اور ترقّی کے لئے مجاہدہ شرط ہے اس لئے مجاہدے کا اہتمام کرو اور کوشش کرو کہ دونوں قسم کے مجاہدے ہوں، جو لازمی مجاہدہ ہے یعنی فرض وواجب کی ادائیگی اور حرام اور مکروہِ تحریمی سے بچنا وہ بھی ہو، اور جو نفل مجاہدہ ہے یعنی سنن، مستحبّات اور نوافل کا اہتمام اور مکروہاتِ تنزیہیہ سے بچنا وہ بھی ہو، فرض مجاہدہ تو حصولِ ولایت کے لئے ضروری ہے، مگر یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب تک وہ گرفت میں نہ آئے اس وقت تک نفل مجاہدے کو چھوڑے رکھے، نہیں، اسے بھی اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ اس سے دل منوّر رہوتا ہے اور دل کو تقویت ملتی ہے جس کے نتیجے میں فرض مجاہدہ، فرائض کا اہتمام اور حرام سے بچنا جو ابھی مشکل معلوم ہو رہا ہے وہ بھی آسان ہوجاتا ہے، اس لئے فرض، واجب، سنّت، مستحب اور نفل تمام کاموں کو کرنے کی پوری کوشش

---

[1] بصائرِ حکیم الأمّت، ص:۹۹

کرنی چاہئے، لیکن ایک بات اچھی طرح ذہن میں رہے کہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ولایت کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک زندگی گناہوں سے پاک نہ ہوجائے۔

دوستوں کو ایک مفید مشورہ

میں اپنے دوستوں سے انگلینڈ میں درخواست کرتا رہتا ہوں کہ جس طرح ہم اپنی روز مرّہ کی زندگی کے بہت سارے ضروری کاموں کے لئے ایک نوٹ بُک (notebook) رکھتے ہیں، جیسے کسی سے لینا، کسی کو دینا، پورے ہفتے میں مجھے کون سے کام کرنے ہیں وغیرہ، اسی طرح ایک نوٹ بُک صرف گناہوں کے لئے رکھو، تنہائی میں بیٹھ کر سوچو کہ میری زندگی میں کون سے کون سے گناہ ہیں؟ اور پھر انہیں اس نوٹ بُک میں لکھ لو اور ان سے نجات پانے کی کوشش کرو، پھر ہر ہفتے اس کو دیکھ کر اپنا محاسبہ کیا کرو کہ ان میں سے کس گناہ میں کمی آئی ہے اور کس گناہ سے نجات ملی ہے؟ وہ کون سا گناہ ہے جو پہلے نہیں تھا اور اب آ گیا ہے؟ اس نوٹ بُک میں گھٹاتے بڑھاتے رہو۔

گناہوں کو چھوڑنے کی اس کوشش کے نتیجے میں جب محسوس ہو کہ میری کوشش کے باوجود فلاں گناہ قابو میں نہیں آ رہا ہے، تو اپنے شیخ کی طرف رجوع کرو اور ان کی رہنمائی پر عمل کرو، اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ترقّی ہوگی، ہمارے سامنے ہماری اپنی سچّی حیثیت ظاہر ہوگی جس کے نتیجے میں کبر و عجب ٹوٹے گا اور تواضع و انکساری پیدا ہوگی۔

بُری صحبت سے پرہیز اور اچھی صحبت کا اہتمام

میرے بھائیو! عرض یہ کر رہا ہوں کہ مجاہدہ بنیادی چیز ہے اور اس میں دو چیزیں

معاون ہیں، اور یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں:

(۱) معمولات کی پابندی۔

(۲) بُری صحبت سے بچنا اور اچھی صحبت کو اختیار کرنا؛ بطورِ خاص اپنے شیخ کی صحبت کا اہتمام کرنا۔

جہاں کہیں جاؤ اچھی صحبت اختیار کرو، ہر حال میں اچھی صحبت تلاش کرو، لوگ کہتے ہیں کہ آج کل اچھی صحبت کہاں ملتی ہے؟ بھائیو! اگر کوشش کرو گے تو نیک صحبت اور اچھی صحبت ضرور ملے گی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ اگر کوئی سچّی طلب کے ساتھ کسی مسجد کے مؤذّن کے پاس جا کر بیٹھے گا تو اس کی صحبت سے فائدہ پہنچے گا، اس لئے کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کے کلمے کو بلند کرتا ہے۔[1] اور اگر اچھی صحبت میسّر نہ آئے تو کم سے کم بُری صحبت سے تو بچو، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر اچھی صحبت نہیں ملتی تو کم سے کم بُری صحبت سے تو بچو۔[2] ایک مریض کے ذمّے دو کام ہیں: نقصان پہنچانے والی چیزوں سے پرہیز اور دوا کا استعمال، اب اگر دوا نہیں مل رہی ہے تو کم سے کم نقصان دہ چیز سے تو بچے۔

بُری صحبت سے بچنا ہے اور اچھی صحبت اختیار کرنی ہے، خاص طور پر مشائخ اور صلحاء کی صحبت، اور ان میں بھی اپنے شیخ کی صحبت بہت ضروری ہے، اپنے شیخ کے پاس طلب لے کر، محتاج بن کر، ادب کے ساتھ، عظمت کے ساتھ، محبت کے ساتھ، عقیدت کے ساتھ اور اعتماد کے ساتھ جانا چاہئے، ساتھ ساتھ معمولات کی پابندی بھی کرنی ہے، اب

---

[1] اسلام اور ہماری زندگی: ۱/ ۴۲، ۴۳

[2] اصلاح افروز بیانات، ص: ۵۹

کرنے کے کل تین کام ہو گئے: (۱) نیک صحبت خاص طور پر صحبتِ مرشد، (۲) مجاہدہ یعنی مخالفتِ نفس اور (۳) معمولات کی پابندی۔

صحبتِ شیخ

ہمیں یہ تین کام کرنے ہیں، ان میں سے ایک کام اصل اور مقصود ہے یعنی مجاہدہ اور مخالفتِ نفس، دوسرے دو کاموں سے اس اصل کام میں مدد ملے گی، اصل کام آسان ہوگا، ان دونوں کے بغیر اگر مجاہدے کی کوشش کریں گے تو غالب یہی ہے کہ ناکامی ہوگی، ہوسکتا ہے مایوسی چھا جائے، تھک کر بیٹھ جائے، اس لئے یہ تین کام ضروری ہیں؛ مجاہدہ، معمولات کی پابندی اور شیخ کی صحبت، اپنے شیخ کی جہاں کہیں جب کبھی صحبت مل جائے، اسے نعمت سمجھو اور فائدہ اُٹھاؤ، آج کل ایک بیماری یہ ہے کہ لوگوں کو تقریر سننے کا چسکا ہوگیا ہے اس لئے شیخ کی مجلس میں جانے کا مقصود تقریر سننا ہوتا ہے اور وہ بھی تفریحِ طبع کے لئے، مزے لینے کے لئے، اگر مقصود صحبت ہوتی تو تقریر میں لطف نہ آنے کے باوجود بھی ہم اہتمام کرتے، مضمون سمجھ میں نہ آنے کے باوجود بھی اہتمام کرتے اس لئے کہ مقصود شیخ کی صحبت ہے اور وہ الحمدللہ حاصل ہے۔

اصل چیز صحبت ہے

شیخ کی مجلس کے دو فائدے ہیں؛ ایک صحبت اور دوسرا علم میں اضافہ، اب اگر مضمون سمجھ میں نہیں آرہا ہے تب بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل چیز صحبت ہے اور وہ حاصل ہو رہی ہے، یہ صحبت ہی کا کرشمہ ہے کہ جس مؤمن کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت ایک لمحے کے لئے بھی نصیب ہو جائے وہ اُمّت کے ہر فرد سے اعلیٰ ہو جاتا ہے، چاہے

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک لفظ بھی نہ سنا ہو، معلوم ہوا کہ اصل چیز صحبت ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ شیخ کے پاس آنے سے مقصود صرف تقریر سننا نہ ہو، اصل مقصود صحبت ہے، آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے شیخ فلاں مسجد میں ہیں، فلاں مدرسے میں ہیں اور آپ فارغ ہیں تو آپ اس مسجد میں، اس مدرسے میں چلے جائیں اس نیت سے کہ یہ پندرہ بیس منٹ کا وقت شیخ کی صحبت میں گزر جائے گا، اب شیخ کو شاید پتا بھی نہ چلے کہ میرا مرید صحبت کی نیت سے آیا ہوا ہے، لیکن شیخ کو معلوم ہونا ضروری بھی نہیں ہے اس لئے کہ شیخ مُعطِی (دینے والا) نہیں ہے، شیخ تو قاسم (تقسیم کرنے والا) ہے، مُعطِی (دینے والا) تو اللہ تعالیٰ ہے، اور وہ قاسم (تقسیم کرنے والے) کے ذریعے فیض ضرور پہنچائے گا، بہت سے مرید بیچارے اپنے شیخ کی توجّہ حاصل کرنے کے لئے گُھسنے کی بہت کوشش کرتے ہیں، مگر بعض خدّام ایسے مخلص لوگوں کو قریب نہیں ہونے دیتے، حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ کے یہاں کچھ مقرّبین ہوتے ہیں، وہ مکرِّبین (تکلیف پہنچانے والے) بن جاتے ہیں، ہمیشہ دوسروں کو تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں۔[1]

حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص، ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں بہت مخلص خادم عطا کئے تھے، میں ڈاکٹر صاحب کو اپنا بڑا محسن سمجھتا ہوں، اور جن جن حضرات کا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلّق رہا ہے وہ بھی یقیناً ڈاکٹر صابر صاحب

---

[1] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۶/ ۲۱۲

رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا بڑا محسن سمجھتے ہوں گے، وہ پوری کوشش کرتے تھے کہ ہر آنے والا حضرت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائے، انہیں کبھی یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ یہ کچھ زیادہ ہی قریب ہو رہا ہے اور حضرت کی توجّہ کچھ زیادہ ہی اس کی طرف مبذول ہو رہی ہے، بلکہ وہ متوجّہ کرتے تھے کہ حضرت تمہیں بہت یاد کر رہے تھے، آپ عشاء کے بعد بھی حضرت کے پاس آجاتے تو اچھا ہوتا۔ متوجّہ کرتے تھے، خادم ہوں تو ایسے، یہ جذبہ ہو کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میرے شیخ کے سینے میں جو عشقِ الٰہی کی آگ رکھی ہے اس کے فیض سے پوری دنیا مستفیض ہو۔

دینے والے صرف اللہ ہیں، شیخ واسطہ ہے

عرض یہ کر رہا تھا کہ بعض مرید بیچارے شیخ کے قریب ہونے کے لئے بہت کوشش کرتے ہیں اور جب وہ ناکام ہوتے ہیں تو مایوسی کے شکار ہو جاتے ہیں، ایسے حضرات کو بالکل فکر نہیں کرنی چاہئے، مایوسی قریب بھی نہیں آنی چاہئے، آپ اپنے شیخ کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارتے رہیں، جو مالک فیض دینے والا ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، آپ وہ کام کیجئے جو آپ کے ذمّے ہے، جب فیض دینے والا فیض یاب کرنے کا فیصلہ کرے گا تب وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر شیخ کو آپ کی طرف متوجّہ کر دے گا اس لئے کہ دینے والا تو وہ ہے، اللہ تعالیٰ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا﴾ (النور:۲۱)

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ کہا جارہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کسی کا کبھی بھی تزکیہ نہ ہوتا، معلوم ہوا کہ مُعطِی (دینے والا) اللہ ہے، لیکن شیخ چونکہ قاسم (تقسیم کرنے والا) ہے اس لئے اس سے وابستہ رہنا پڑے گا، جیسے ایک فقیر کو دیتا تو سیٹھ ہے، لیکن سیٹھ سے لینے کے لئے فقیر کو دروازے پر جانا پڑتا ہے،، دروازہ واسطہ ہے سیٹھ سے لینے کا، دروازے پر جائے بغیر سیٹھ کی طرف سے کچھ نہیں ملے گا، اسی طرح دیتا اللہ تعالیٰ ہی ہے، مگر شیخ بمنزلۂ دروازے کے ہے، جو اس دروازے تک جائے گا اور اس سے چمٹ جائے گا اسے فیض ملے گا، اس لئے شیخ کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا پڑے گا۔

میرے اکابر کی شفقتیں اور عنایتیں

اب حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر عرض کرتا ہوں، حضرت کی میرے اوپر بہت شفقتیں رہی ہیں، حضرت مفتی صاحب نے چند بزرگوں کے نام لئے جن کی میرے اوپر شفقتیں رہی ہیں، ان کے علاوہ بھی کئی اکابر ہیں جن کی شفقتیں رہی ہیں، ابھی لیسٹر میں کچھ دوست ملنے کے لئے آئے تھے، انہوں نے بزرگوں کی مجھ پر عنایتوں کا تذکرہ کیا تو میں نے اُن سے کہا کہ بھائی! اس کا میں کیسے انکار کرسکتا ہوں؟ یہ تو ناشکری ہوگی، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس حقیر پر بڑا فضل فرمایا اور ہمارے زمانے کے تقریباً سب ہی بڑے بڑے بزرگوں کو میری طرف متوجّہ کردیا، لیکن میں کیا کہوں؟ اتنا نکمّا ہوں کہ اتنے سارے بزرگوں کی توجّہات کے بعد بھی جیسا تھا ویسا ہی رہا، بلکہ اُس سے بھی زیادہ تنزّلی کی طرف گیا، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ میرے حال پر رحم فرما کر فضل فرمادیں۔

دل کی بنجر زمین کو آباد کرنے کا طریقہ

تو حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صحبتِ مرشد سے نسبت تو ملے گی مگر

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 'مگر' سے قید لگا دی کہ اگر آپ اپنے شیخ کی صحبت میں ضابطے اور قاعدے سے آتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کی نسبت ضرور نصیب ہوگی، مگر آپ کو دو کام کر کے آنا پڑے گا: ایک مجاہدہ اور دوسرا معمولات کی پابندی، شیخ کی صحبت میں آنے سے پہلے ان دو کاموں کو کر کے اپنے دل کی کھیتی کو ہموار کریں، اس کو کنکروں، پتھروں، جنگلی پودوں اور خود رو گھاس سے صاف کریں، مجلس سے واپس گھر چلے گئے، آئندہ مہینہ دوبارہ آنا ہے، پورا مہینہ مجاہدے کی محنت کرو اور معمولات کی پابندی کرو، اس کی برکت سے دل کی زمین میں کچھ نہ کچھ صلاحیت پیدا ہوگی، اب آئندہ مہینہ جب آئیں گے تو محسوس ہوگا کہ مجلس میں بڑی کیفیت ہے، لیکن مجلس سے اُٹھتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی، معلوم ہوا کہ زمین پر اور محنت کی ضرورت ہے، جاؤ اور مزید مجاہدہ کرو اور معمولات کی پابندی بھی کرو، پھر آؤ شیخ کے پاس، اس مرتبہ ایسا محسوس ہوا کہ مجلس میں بھی خوب کیفیت رہی اور مجلس سے اُٹھنے کے بعد مسجد کے دروازے تک کیفیت رہی، معلوم ہوا کہ محنت کا فائدہ ظاہر ہو رہا ہے، زمین اور بہتر ہوگئی ہے، جاؤ اور مجاہدے کے ساتھ معمولات کی پابندی کرو، اب ایسا محسوس ہوا کہ گاڑی میں بیٹھنے تک کیفیت رہی۔

میرے بھائیو! ان شاء اللہ تعالیٰ محنت کرتے رہنے سے ایک وقت ایسا آئے گا کہ

گھر جانے تک کیفیت رہے گی، پھر دو تین دن تک رہے گی، اور اگر آپ مجاہدے کو جاری رکھیں گے اور معمولات کی پابندی کرتے رہیں گے تو دل کی کھیتی بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائے گی، اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایک وقت ایسا بھی آئے گا اور ضرور آئے گا کہ جو بیج شیخ کے دل سے آپ کے دل میں پڑ چکا تھا، وہ اب اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کے ایک تناور پھل دار درخت کی شکل اختیار کر گیا ہے، اب آپ بازار میں ہوں گے یا کسی غفلت والی جگہ میں، کیفیت وہی ہوگی جو شیخ کی مجلس میں آپ کو نصیب ہوتی ہے، تو حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں؟

صحبتِ مرشد سے نسبت تو ملے گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو، ذکر کا تکرار ہو

'اجتنابِ معصیت' سے مراد مجاہدہ ہے اور 'ذکر کا تکرار' سے مراد معمولات کی پابندی ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے آپ کو توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

ایک بزرگ کا واقعہ

اب ایک واقعے پر بات کو ختم کرتا ہوں، ایک بزرگ تھے، ان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز تھا، وہ کہیں جا رہے تھے، بارش کا موسم تھا، ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی، سامنے سے میاں بیوی کا ایک جوڑا آ رہا تھا، وہاں ایک گڑھا تھا، اس میں پانی جمع ہو چکا تھا، چلتے چلتے ان بزرگ کا پاؤں اس گڑھے میں پڑ گیا اور چھینٹے بیگم کے کپڑوں پر گرے، میاں کو غصّہ آیا اور اس نے اس بزرگ کو زور سے طمانچہ رسید کر دیا اور کہا کہ اندھے! تجھے نظر نہیں آتا؟ اسے کیا پتا تھا کہ یہ اللہ والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مل جائے تو پوری کائنات ہماری ہے

میں یہ قصّہ اس لئے سنا رہا ہوں کہ ہمیں پتا چلے کہ اس محنت کے صلے میں ہمیں کیا ملے گا، اس محنت کے صلے میں ہمیں اللہ تعالیٰ ملے گا، اور جسے اللہ تعالیٰ مل جاتا ہے اسے پوری کائنات مل جاتی ہے۔

اگر اِک تُو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری
جو تُو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں
تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے

سب کچھ ہے مگر اللہ تعالیٰ راضی نہیں تو کچھ بھی نہیں، ہم ایک عالم یا مفتی کی مثال لے لیتے ہیں کہ مدرسہ ہے، صدر مفتی ہیں، حدیث کی کتاب پڑھا رہے ہیں، عزّت ہے، منصب ہے، غرض سب کچھ ہے، لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلیں کہ اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے، تو کچھ بھی نہیں ہے، میں مہمان ہوں، یہاں آیا ہوں، اکرام، عزّت سب کچھ ہے، مگر اللہ تعالیٰ راضی نہیں تو کچھ بھی نہیں، سب کچھ ہے مگر....

تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں

اور ہمارے پاس کچھ نہ ہو مگر....

تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے

بس میرے بھائیو! ہمیں اللہ تعالیٰ مل جاوے، یہ مجاہدہ، نفس کی مخالفت، معمولات کی پابندی، بُری صحبت سے بچنا، اچھی صحبت اختیار کرنا اور بار بار اپنے شیخ کی صحبت میں آنا اور اطّلاع واتّباع کا اہتمام کرنا، ان کاموں سے اللہ تعالیٰ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ ملے گا تو پھر زندگی ویسی ہوجائے گی جیسی اس درویش کی تھی۔

آمدم برسرِ مطلب

وہ بیچارے صبر کر کے آگے چلے گئے، چلتے چلتے ایک حلوائی کی دکان پر گزر ہوا جہاں گرم گرم کھیر تیار ہورہی تھی، سردی بھی تھی اور غم زدہ بھی، دکان والے نے نیت کی تھی کہ آج جس شخص پر سب سے پہلے میری نظر پڑے گی اسے ایک پیالہ کھیر مفت میں کھلاؤں گا، دکان والے نے کہا کہ بھائی! اِدھر آؤ۔ جب گرم گرم کھیر ملی تو دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگے کہ آپ کی شان بھی عجیب ہے، کبھی طمانچہ کھلاتے ہیں تو کبھی گرم گرم کھیر۔ ابھی تو کھیر کھا ہی رہے تھے کہ وہ عورت اپنے خاندان والوں کو لے کر وہاں پہنچ گئی اور اس نے بزرگ پر یہ الزام لگایا کہ میرے شوہر کو اس نے قتل کیا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ گھر پہنچ کر اس عورت کا شوہر سیڑھی سے پھسل کر نیچے گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا، عورت نے کہا کہ میرے شوہر نے تجھے طمانچہ مارا تھا تو تُو نے میرے شوہر کے لئے بددعا کی ہوگی جس کے نتیجے میں وہ مر گیا، تو تُو قاتل ہے۔ بزرگ نے کہا کہ اچھا، اب سمجھ میں آیا، میں نے کوئی بددعا نہیں کی، بات اصل میں یہ ہے کہ تمہارے کپڑے پر میری وجہ سے چھینٹے گرے تو تمہارے عاشق کو غیرت آئی اور اس نے مجھے طمانچہ مارا، ٹھیک اسی طرح میرے چہرے پر تمہارے شوہر کا طمانچہ پڑا تو میرے عاشق کو غیرت

آئی اور اس نے تمہارے شوہر کو طمانچہ مارا۔[1]

اللہ تعالیٰ کے بن جاؤ

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے بن جاؤ، دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی سارے مسائل حل ہوجائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا بننے کا طریقہ یہی ہے؛ مجاہدہ، صحبتِ شیخ اور ذکر کا تکرار، اللہ تعالیٰ شانہٗ یہ دولت مجھے بھی نصیب فرمائیں، آپ کو بھی نصیب فرمائیں اور ہمارے سب متعلّقین کو اور پوری اُمّت کو نصیب فرمائیں۔ (آمین)

میری طبیعت علیل چل رہی ہے، مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی تفصیل سے بات کرسکوں گا، یہ آپ حضرات کی محبت کی برکت ہے، یہاں اربابِ نسبت بھی بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی برکت ہے، بہرحال بہت مسرّت ہوئی کہ ہر مہینے یہاں تزکیہ کی فکر کا اہتمام ہوتا ہے، اس لئے کہ آج کل تزکیہ کے معاملے میں مسلمان بہت غفلت برت رہے ہیں اور پوری دنیا میں اسی کا خمیازہ بُھگت رہے ہیں۔

دل کی اصلاح ہر شخص کے ذمّے فرضِ عین ہے

تزکیہ فرض ہے، جس طرح پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں اسی طرح دل کی اصلاح ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے، اور یہ کوئی شعبہ نہیں ہے، بعض لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ میں تعلیمی شعبے میں ہوں اور میں چونکہ دارالعلوم میں پڑھا رہا ہوں اس لئے مجھے تزکیہ کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے، جیسے مدرسے میں پڑھانے والے کے ذمّے پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، ریلیف (relief) کا کام کرنے والے کے ذمّے

---

[1] سکونِ قلب، ص: ۱۴۵

پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، دعوت وتبلیغ میں مشغول شخص کے ذمّے پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، افتاء کا کام کررہا ہے اس کے ذمّے پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، اسی طرح جو جس شعبے میں بھی ہے اس کے ذمّے اپنے دل کا تزکیہ کرانا فرضِ عین ہے۔

رہی یہ بات کہ جو جس شعبے میں لگا ہوا ہے وہ اسی میں انہماک کے ساتھ لگا رہے اور اپنے شعبے پر توجّہ دے، یہ تو کام کرنے والوں کے لئے ہے، جیسے مفتی سعید صاحب تزکیہ کے شعبے کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے یہ کہا جائے گا کہ یہ دین کا ایک کام کررہے ہیں، ایک شعبے کو سنبھالے ہوئے ہیں، اب یہ اپنی پوری توجّہ خانقاہ کی طرف مبذول کریں، اگر یہ کسی دوسرے شعبے میں خدمت نہ کرسکیں تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح جو دعوت وتبلیغ کے شعبے میں لگا ہوا ہے، وہ پوری توجّہ دعوت وتبلیغ کے کام کی طرف مبذول کرے، اگر وہ کسی دوسرے شعبے کو لے کر نہ چل سکے تو کوئی حرج نہیں، اور اگر کوئی حدیث پڑھا رہا ہے تو وہ پوری توجّہ حدیث کی طرف مبذول کرے، اگر دین کے کسی اور شعبے کو نہ سنبھال سکے تو کوئی حرج نہیں، لیکن جہاں تک اپنی انفرادی اصلاح کا تعلّق ہے، اپنے دل کے تزکیہ کا تعلّق ہے تو وہ ہر شخص کے ذمّے فرض ہے۔

ایک بڑا مغالطہ

اس سلسلے میں شیطان مغالطے میں ڈالتا ہے اور بعض لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ دین کے کئی شعبے ہیں، تزکیہ اور خانقاہ بھی ایک شعبہ ہے، ہم چونکہ تعلیم کے شعبے میں مدرسہ سنبھالے ہوئے ہیں اس لئے ہمیں کسی سے تزکیہ کرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم چونکہ تبلیغ کے شعبے میں مشغول ہیں اس لئے ہمیں کسی سے مرید ہوکر اپنی اصلاح کرانے کی

ضرورت نہیں ہے، نہیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے، اپنی اصلاح ہر ایک کے ذمّے فرض ہے، ہاں، آپ اس کو باقاعدہ اپنے کام کا میدان بنائیں نہ بنائیں، یہ ایک الگ مسئلہ ہے اور اس میں آپ کو اختیار ہے۔

یہاں مختلف بزرگوں کے کئی مُجازین تشریف رکھتے ہیں، حقیقت یہی ہے کہ میں بہت چھوٹا ہوں، مگر اس کے باوجود آپ مُجازین حضرات سے ایک درخواست ضرور کروں گا کہ تزکیہ کے شعبے کو بھی اپنا مشغلہ بنائیں اور اس مبارک کام کو آگے بڑھائیں، اُمّت غفلت میں پڑی ہوئی ہے، اگر آپ حضرات کے ذریعے اُمّت تزکیہ کی طرف متوجّہ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ شانُہ کی طرف سے مسلمانوں کے حق میں ان شاء اللہ بہت اچھے فیصلے ہوں گے۔

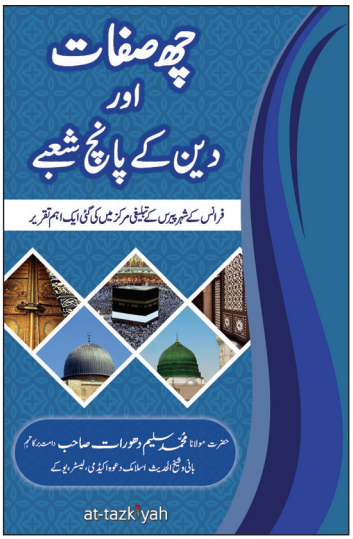
دعا

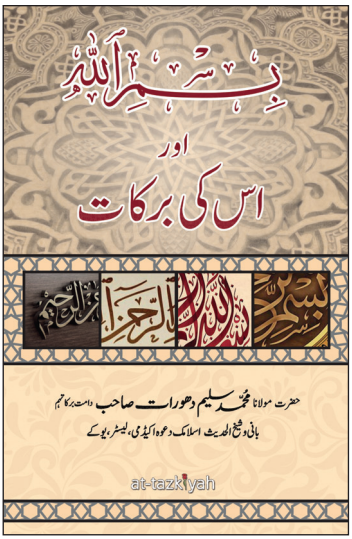
اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے اس ماہانہ سلسلے کو بہت مبارک کریں، حضرت مفتی صاحب کے علوم و فیوض میں خوب برکت عطا فرمائیں، ان کے فیض کو بہت عام فرمائیں، ہمارے حضرت مفتی زبیر صاحب ڈربن (Durban) سے تشریف لائے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے فیوض اور علوم کو بھی بہت عام اور تام فرمائیں، دوسرے جتنے مُجازین ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام کے فیوض کو بھی خوب عام اور تام فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ شانُہ ہم سب کو تزکیہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

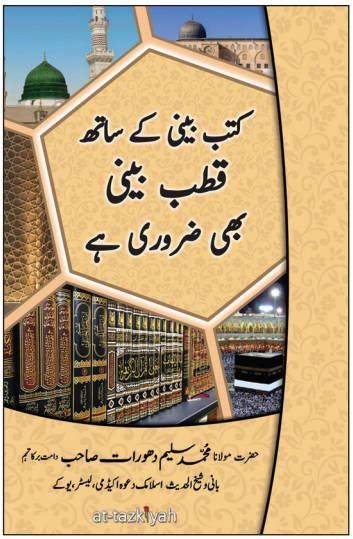
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

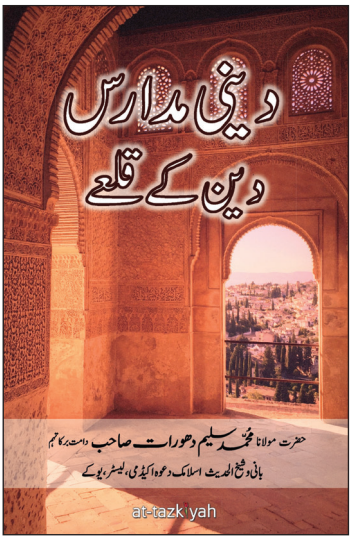
ماٰخذ ومراجع

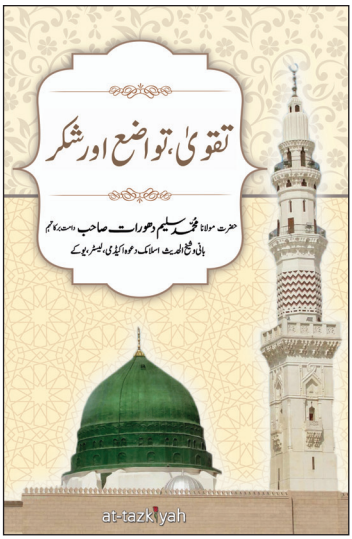
شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل
۳	العظمة	الإمام أبو الشيخ الأصبهاني	دار العاصمة، الرياض
۴	تفسير ابن كثير	الإمام ابن كثير	دار ابن الجوزي، الدمام
۵	فتح الباري	العلّامة ابن حجر العسقلاني	مؤسّسة الرسالة، بيروت
۶	إرشاد الساري	العلّامة القسطلاني	دار الكتب العلمية، بيروت
۷	شرح النووي	الإمام النووي	دار الكتب العلمية، بيروت
۸	افاداتِ فاروقی	حاجی محمد فاروق صاحب	مکتبۃ النور، کراچی
۹	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۰	اشرفی بکھرے موتی	حافظ محمد اسحٰق ملتانی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۱	تاریخ مشائخ چشت	حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلوی	کتب خانہ اشاعت العلوم، سہارنپور
۱۲	حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات	حضرت قاری ابوالحسن اعظمی	مکتبہ صوت القرآن، دیوبند
۱۳	بصائرِ حکیم الاُمّت	حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی	ادارۃ المعارف، کراچی
۱۴	تصوّف کے مسائل اور اس کی حقیقت	حضرت مولانا حسین احمد مدنی	شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند
۱۵	اصلاح کی سو باتیں	ڈاکٹر محمد صابر صاحب	مکتبہ جامعۃ الابرار، کراچی
۱۶	اسلام اور ہماری زندگی	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	ادارہ اسلامیات، لاہور
۱۷	اصلاح افروز بیانات	حضرت حاجی محمد فاروق سکھروی	مکتبۂ ارسلان، کراچی
۱۸	سکونِ قلب	حافظ محمد اسحٰق ملتانی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان

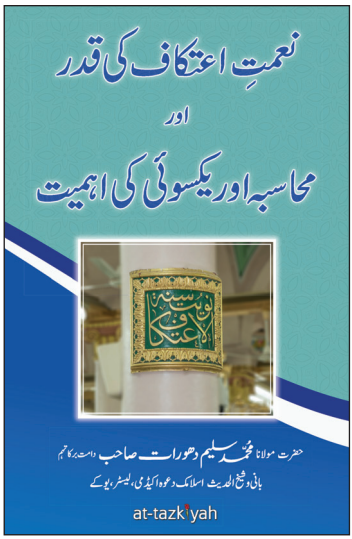

چھ صفات
اور
دین کے پانچ شعبے
فرانس کے شہر پیرس کے تبلیغی مرکز میں کی گئی ایک اہم تقریر
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
at-tazkiyah

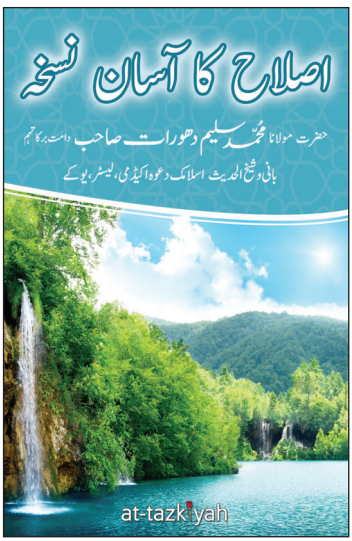

بسم اللہ
اور
اس کی برکات
بسم اللہ الرحمن الرحیم
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
at-tazkiyah

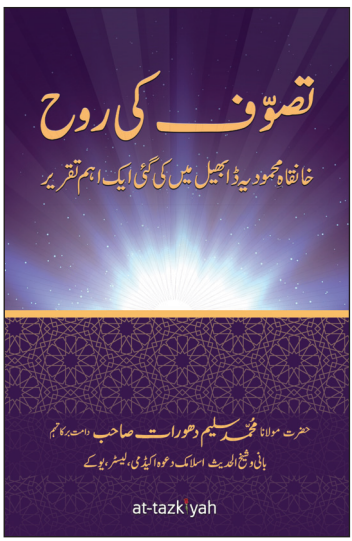

کتب بینی کے ساتھ
قطب بینی
بھی ضروری ہے
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
at-tazkiyah


دینی مدارس
دین کے قلعے
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
at-tazkiyah


تقویٰ، تواضع اور شکر
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
at-tazkiyah


نعمتِ اعتکاف کی قدر
اور
محاسبہ اور یکسوئی کی اہمیت
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
at-tazkiyah


اصلاح کا آسان نسخہ
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
at-tazkiyah


تصوّف کی روح
خانقاہ محمودیہ ڈابھیل میں کی گئی ایک اہم تقریر
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
at-tazkiyah